

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا
جو کچھ نہیں رسول دیں اسے لے لو جس سے منع کریں اس سے روک جاؤ۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فإنا لا ندری
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فإنا لا ندری

اختلاف اُمت کا المیہ

یہ تہم و افسانہ
دوسرا ایڈیشن

جس میں یہ سائل کیا گیا ہے کہ اہل سنت و الجماعت کون لوگ ہیں اور جو فرقے
آج اپنے آپ کو اہل سنت و الجماعت کہلانے کے مدعی ہیں وہ سوادِ اعظم سے
کٹ کر پانچواں نمبر کی تقلید کریں گی جس سے حقیقی شافعی مالکی اور حنبلی ہیں۔ بنیادی طور پر
کسی وقت اہل سنت و الجماعت تھے مگر اس وقت صرف اہل حدیث ہی اہل سنت و الجماعت
کہلانے میں حق بجانب ہیں۔ قیصرِ فلسفہ و حکماء حضرت علامہ اویس رضا صاحب مدظلہ العالی نے
دیگر کو بھی بالواسطہ تشدید فرمائی کہ انہوں نے ہی تقویت پہنچائی ہے۔

ALFAEZ

فیض عالم

میں روئے اندر برکتا - رخصت ہو گیا ہے -
 سب کو دیکھنے سے پہلے بات چیت -
 ران دست ساج - اور فقہ حنفیہ ساج - ساج ساج ساج - واضح ہو گا -
 اسے جاننا اصل میں خود کوئی راستہ چلنے میں نرمی در رہا میں

○ خود اس میں
 محمول ہے

بار اول ۱۹۶۹ء	۱۰۰.۵۰	ایک ہزار
بار دوم ۱۹۷۹ء	۱۰۰.۵۰	ایک ہزار
قیمت	۵/-	
ناشر	محمد عبد المنعم	
طابع	فاروقی کتب خانہ بیرون بوٹہ گیٹ عثمان	

لکھنے کے پتے :

- ۱۔ حکیم فیض عالم صدیقی جامعہ اہلبیت محلہ مستریاں جہلم
- ۲۔ فاروقی کتب خانہ بیرون بوٹہ گیٹ عثمان

○

نوٹ :- کتاب بڑھکر واپس آئے

تکرار

انتساب

دو پہر کا وقت اسرار کا حیدر لوگ کے گولے سراج آسمان سے آگ برسا رہا ہے سطح اسی کہ ناری ہوئی ہے
 ایک پروردگار سے بلو پر اسرار ایک بکے درخت کے نیچے بیٹھ کر باوے اترتے ہیں ان کے ماتھے دو تین ٹکین طبع سے روشن
 بھی ہیں مگر وہ خود دیا بوسے زین آثار کو برسرہ می لڑی کی کھام اس کے گلے میں لپیٹ کر لے کھلا چھوڑ دیتے ہیں ایک ساتھی
 کو نہیں سے پانی نکالتا ہے۔ دوسرا ایک پھیلے سے روٹی کے چند ٹکڑے نکال کر وہاں پھدکھ دیتا ہے۔ پیر رہنمائی
 سکون اوروں سے اپنے ماتھے پر لکھا تھوڑا سا حشر تار کرتے ہیں۔ ساتھی میں بیٹھے ہوئے وہاں دیکھ کر حیران رہتے ہیں۔
 ایک بولا : عجیب نہیں نہ کسی سے کچھ لگتے ہیں نہ کچھ پوچھتے ہیں : دوسرا بولا : کوئی پیر ہو گا اور ہو کر دکھانا چاہتا ہو گا۔
 تیسرے نے کہا : یا رب مجھے تو کوئی اللہ والا نظر آتا ہے جو چوہے نے تو کب کی آؤ خود چل کر پوچھتے ہیں۔
 اس سرحد میں پیر و بھی چند لقمے کھینچ کر پانی پی کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔
 دیہاتیوں کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی پیر و نے کہنا شروع کیا :

” بھائیو! اللہ کو ایک جانتے ہو تو اسے ایک ماؤ۔ نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرو شہادی
 دیا پیدائش اور موت پر بیہودہ خرچ نہ کرو۔ قبر پرستی اور پیر پرستی سے بچو۔ جو مانگتا ہے صحت
 اللہ سے مانگو۔ عزت و زلت نہ لگی، صحت و شنگی، ذرخنی سب اس کے ہاتھ میں ہیں۔
 پیر و یہ کہہ کر اپنا راستہ لیتے ہیں۔

کوئی نہیں جانتا یہ پوچھا کہاں سے آیا ہے۔ کہاں جا رہا ہے۔ البتہ اس کے جانے کے بعد ایک بولا :

بڑے میاں نے باتیں تو سچی کی ہیں۔
 دوسرا بولا : مگر ہم اپنے باپ دادا کی رسمیں کیسے چھوڑ دیں ؟
 تیسرے نے کہا : میاں سچی بات تو دی ہے جو بڑے میاں نے کہی ہے مگر کوئی مانے یا نہ مانے اسکی رعنی !
 جو چوٹھے نے گرہ لگائی : یا رب عجیب بڑھا تھا کسی سے کچھ مانگا۔ نہ لیا۔ آیا، میٹھا۔ دکھی سوکھی تھیلے
 سے نکالی، کھائی، پانی پیا اور چلتا ہوا۔

پانچویں نے کہا : کوئی پہنچا ہوا بزرگ معلوم ہوتا ہے۔
 چھٹا بولا : چھوڑ دو بار۔ کہتا ہے باپ دادا کی رسمیں چھوڑ لو۔ یہ نہ کہ وہ گرد۔ قبروں سے حاجتیں
 نہ مانگو۔ مجھے تو کوئی وہابی نظر آتا ہے۔

کاشکما

مجھے اس پیر و کا اتنے پتہ معلوم ہوتا جو دین کی تبلیغ میں بے کوش گامزن چکر کر
 لوگوں کو کتاب و سنت کی طرف بلاتا تھا

اس کتاب کا انتساب اسی کے نام سے کرتا

قصہ

فہرست عنوانات

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۲۶۲	پروریز	۶۸	۱۵۲	۵۲
۲۶۰	رحمت اللہ طارق	۶۹		
۲۶۶	آدم ارتعاشی شکل کی پیداوار ہے۔	۷۰	۱۶۱	۵۳
۲۶۹	حلال دھرم، حج اور قربانی	۷۱	۱۶۱	۵۳
۲۷۰	حضرت عیسیٰ	۷۲	۱۶۹	۵۵
۲۷۱	شق القمر	۷۳	۱۸۲	۵۶
۲۷۲	اوقات نماز	۷۴	۲۸۴	۵۷
۲۷۲	رکعات نماز	۷۵	۲۸۴	۵۸
۲۷۳	قبیلہ - تکبیر اور لی	۷۶	۲۸۴	۵۹
۲۷۳	ماخذ باندھنا	۷۷	۲۸۸	۶۰
۲۷۵	تقوئے - مذہب	۷۸		
۲۷۶	مجرات	۷۹	۲۸۵	۶۱
۲۷۶	مسکینین سے ان کے عقاید	۸۰	۲۸۱	۶۲
۲۷۶	کا خلاصہ	۸۱	۲۸۳	۶۳
۲۸۱	پانچواں باب	۸۲	۲۸۳	۶۴
۲۸۳	سوشلزم - کمیونزم	۸۳	۲۸۵	۶۵
۳۰۱	اشتراکیت کیا ہے	۸۴	۲۸۵	۶۶
۳۰۱	تندیر	۸۵	۲۸۵	۶۷
۳۰۶	تمتہ	۸۶	۲۸۵	۶۸
۳۰۹	سپس چہ باید کرد	۸۷	۲۸۵	۶۹
۳۱۳	چھٹا باب	۸۸	۲۸۵	۷۰
	قدر مشترک	۸۹		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۲۶۲	پروریز	۶۸	۱۵۲	۵۲
۲۶۰	رحمت اللہ طارق	۶۹		
۲۶۶	آدم ارتعاشی شکل کی پیداوار ہے۔	۷۰	۱۶۱	۵۳
۲۶۹	حلال دھرم، حج اور قربانی	۷۱	۱۶۱	۵۳
۲۷۰	حضرت عیسیٰ	۷۲	۱۶۹	۵۵
۲۷۱	شق القمر	۷۳	۱۸۲	۵۶
۲۷۲	اوقات نماز	۷۴	۲۸۴	۵۷
۲۷۲	رکعات نماز	۷۵	۲۸۴	۵۸
۲۷۳	قبیلہ - تکبیر اور لی	۷۶	۲۸۴	۵۹
۲۷۳	ماخذ باندھنا	۷۷	۲۸۸	۶۰
۲۷۵	تقوئے - مذہب	۷۸		
۲۷۶	مجرات	۷۹	۲۸۵	۶۱
۲۷۶	مسکینین سے ان کے عقاید	۸۰	۲۸۱	۶۲
۲۷۶	کا خلاصہ	۸۱	۲۸۳	۶۳
۲۸۱	پانچواں باب	۸۲	۲۸۳	۶۴
۲۸۳	سوشلزم - کمیونزم	۸۳	۲۸۵	۶۵
۳۰۱	اشتراکیت کیا ہے	۸۴	۲۸۵	۶۶
۳۰۱	تندیر	۸۵	۲۸۵	۶۷
۳۰۶	تمتہ	۸۶	۲۸۵	۶۸
۳۰۹	سپس چہ باید کرد	۸۷	۲۸۵	۶۹
۳۱۳	چھٹا باب	۸۸	۲۸۵	۷۰
	قدر مشترک	۸۹		



+

تعلیم : اینچوکو در نیکو لرشدل۔ درس نظامیہ کا کتاب بینی فاضل پنجاب۔ ادیب کمال الہ آباد۔
فرسٹ کلاس انجمن علمی۔

۱۹۴۷ء کے مخزنک مختلف گدڑی انتہول کی زیارت میں وقت گزارا۔ تمام مساجد کا تفصیل
ان گدڑوں کی ظاہری اور باطنی رنگینگیوں کے مطالعہ کے علاوہ طبی تجربات سے بہت فائدہ بھی تھا۔
۴۲ء کے تقسیم ملک تک اپنے ملک میں درس و تدریس، صحافت اور طبابت کے شغل میں مشغول رہا۔
تقسیم ملک سے فائرینڈ کی ملک و شہر و محاذ پر رہا۔ پھر نشاۃ ثانیہ میں پہنچ کر یورپی دولت محمد مدنی کے
ذریعہ جامعہ اہلحدیث سے منارت ہوا۔ پولیس کی زندگی ارادۂ گفتہ اید و حدیث کی گدڑوں کی نذر ہو گئی۔
۴۲ء میں دھرم پال محلہ میں ایک مسجد اور دینی مدرسہ کی بنیاد رکھ کر قرآنی تعلیم کا کام
شروع کیا۔ ایک غریب گدڑی کی آواز پر تقدس مآب عقلمند کی فطری کم ظرفیوں پر ایک نیا تیار ثابت
ہوئی۔ مسجد کو اس گدڑی کی نذر ہو گئے۔ زندہ کے تعلق حکمہ اوقات کو روز و راتیں دیکر کام میں
روڑے اٹھائے گئے۔ ہتھارہ تعلیم کیے گئے۔ لوگوں کو گھر گھر جاکر قرآن خوانی سے زندہ کی خوشبو کی گئی۔
زندگی کہہ ان نام نشیب افرانے جسے بہرامتہ سمجھا گیا کہ جمیع دین صرف کتاب و سنت پر
عمل ہے اور گزشتہ زندگی کے ان تمام تجربات کا حاصل آپ کے سامنے ہے۔
• سرگرمیوں کا ختم ہونے سے خرد و شرف

2

جانب سے لینے اور سہولت کو بھروسہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور اراک بہتر تفکر، تعقل اور شعور کی قسم کہ کوئی چیز موجود نہیں۔ تنگ فطری، تنگ خیالی، تنگ فکری، تنگ ظرفی سے علماء و صوفیاء کھیلوں نے کہہ کر بھروسہ دیا ہے۔ علمی، انسانی نے عمل کو موقوف، اخلاق کو تباہ اور دینی ایمان کی صورت کو تسخیر کر کے رکھ دیا ہے۔

الغرض میں نے حیدر کو کیا حقانیت کا آفتاب عالمیاب طواغیت و ایالہ کے تاریک

تبلیغی بادلوں سے ڈھانپا ہوا نظر آیا۔

ان حالات میں اختلاف امت کا اہمیت نالیف ہوا۔ شیعہ سے زیادہ مفت تقسیم ہو گیا۔ اور چند ماہ میں تقاضہ شروع ہو گیا کہ اس کا دوسرا ایڈیشن طبع کرایا۔ مگر اس کے بعد حقیقت مذہب شیعہ، مقام صحابہ، بنات الرسول، واقعہ کربلا، عشرتِ ہوائی شہادتِ انجیرین امیر المومنین مردان بن الحکم رضی اللہ عنہما، مشکوٰۃ المصابیح جلد ۳۔ ہم کے فواید غریبہ پر ایک نظر سلطانِ مہندی صدیقہ کا نشانہ۔ مریدِ شمس بن علی رضی اللہ عنہما را حوری وغیرہ کی تالیفات میں اس قدر شک ہوا کہ کچھ مڑ کر دیکھنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ دس سال کے قلیل عرصہ میں جو کچھ ہوا اب خود اس بات کا یقین نہیں آتا کہ یہ سب کچھ میری قلم سے نکلا ہے۔

اب حبیبِ مکرّم مولانا محمد عبدالمعظم فاروقی کتب خانہ بیرون بوٹریٹ ملتان کی خواہش پر اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت کا کام ان کے سپرد کر رہا ہوں۔ مجھے یہاں اس بات کی وضاحت کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کتاب کا غالب حصہ حنفی مذہب کے مالک و مالک کی نذر ہو گیا تھا۔ اس کی اہم ترین وجہ یہ تھی کہ پاک و ہند میں سلطانِ مطلب الدین ایک کی وجہ سے اس مذہب کو عروج نصیب ہوا اور نہ تو طوائفِ لہر ایک سے پہلے پاک و ہند میں صرف ائمہ دین تھے بلکہ اہل مذہب کے رہبر و کار۔ احناف کو یہاں تمام افتخارات و تکراروں اور مناعہ خاندان کی سرپرستی حاصل رہی۔ مگر اس بات کے باوجود چونکہ ان لوگوں کے سامنے کوئی متفقہ لائحہ عمل نہ تھا اس لئے وقت کے گذارنے کے ساتھ ساتھ ان میں متعدد ذیلی مذاہب پیدا ہوتے چلے گئے جن میں سے آگے چل کر دولہا خاص مشہرت حاصل کی۔ دیوبندی اور بریلوی۔ دیوبندیوں کی علییت چونکہ اہل حدیث علماء کی رہنمائی میں منت تھی۔ اس لئے وہ کسی حد تک مشترک اعمال سے بچے رہے۔ مگر بریلویوں نے شرک و بدعت کی تمام حدود پھانڈ ڈالیں۔ آگے چل کر دیوبندی بھی دینی طور پر حیاتی و دھماکی کے چکر میں پھنس گئے اور سیاسی طور پر ہر مقام پر چڑھتے سورج کے سامنے ڈنڈوں کرنے سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔ جماعت اسلامی تبلیغی جماعت، ہزاروی گروپ، حسین علی آف دان بھجوان کے عقیدت مند۔ قاری

حبیب کی بڑی دشمنی کے نظریات کے حامل، جہانگیر، مہاراجہ، درخواہینے، بنوریہ۔ غرضیکہ ان گنت نظریات میں بٹے ہوئے سبھی دیوبندی کہلاتے ہیں۔

میں نے آج سے دس سال پہلے بھاشانی اور بھٹو کے متعلق جو کچھ کہا تھا زلزلے نے دیکھ لیا کہ وہ کس طرح سچ ثابت ہو کر رہا۔ حالانکہ بھٹو اس وقت سیاست کے پالنے میں ہی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ منکرینِ حدیث جو میرے علم و یقین کے مطابق منکرینِ حدیث نہیں بلکہ منکرینِ قرآن ہیں اور مہرِ انیت پر جو کچھ لکھا تھا۔ وہ کس طرح سچ ثابت ہو کر رہا۔

اب چند معروضات قارئین کے سامنے پیش کر کے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ امام ابوحنیفہ کے متعلق بعض مقامات پر اس قسم کے کلمات زیرِ قلم آگئے ہیں۔ جو ذاتی طور پر مجھے خود پسند نہیں تھے۔ مگر یہ سب کچھ مختلف کتب کے اقتباسات ہیں۔ میں ذاتی طور پر سیدنا امام ابوحنیفہ کے شرف و مجد اور علم و فضل کا قائل ہوں۔ میں بخدا کی علمی اور سیاسی بصیرت کا مدّاح اور ثنا خوان ہوں۔ زیرِ نظر تالیف میں جہاں کہیں حضرت امام کے متعلق کوئی سخن گسترانہ بات در بیان میں آگئی ہے وہ حضرت امام کے مقلدین کی اپنی تالیفات کا بار تو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام نے کسی کو اپنی تقلید کہہ لئے کہ کسی مقلد کو کی بنیاد رکھی۔ یہ سب کچھ افترا حضرت امام کے سر پہ پاجار ہا ہے۔ معاصرین سے ان کے معمولی قسم کے فروعی اختلافات ضرور ہوں گے۔ مگر ہمیں ان کا کوئی اتہ پند نہیں۔ یہ سب سیاست کی کار فرمائیاں ہیں کہ جو پورے طور پر اس کے حق نہ چڑھا اس کے لئے اس نے نہایت چابکدستی کئی پوچھ گچھاٹیاں تیار کر کے اسے صراطِ مستقیم سے برگشتہ کر کے ہی دم لیا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی کے حقیقی نانا ہمیں امام باڑہ تعمیر کرنے نظر آتے ہیں اور یہ لطیفہ تو بالکل تازہ ہے کہ حامد میاں نامی ایک دیوبندی عالم جنہیں خاتم القرآن کی قرآن کا نافر نسوں میں شمولیت کی وجہ سے کچھ شہرت ملی۔ انا صدیقہ العلماء و علی بابہا کی صحت پر ہی مجھ سے نہ صرف اُبھے بلکہ ایک مکتوب میں یہ

کہنے سے بھی نہ ہچکچائے کہ تصرف کے چاروں طرق کے معکم اول مرت علی ہیں۔
حضرت امام پر رخصتے جراثمات لگائے اور جن اثامات کو آج ان کے عقیدین
بڑے فخر سے ان کی دینی خدمات قرار دے رہے ہیں یہ حضرت امام پر صرف انہام اور افتراء
ہی نہیں بلکہ دینی روح اور حقائق اسلامی کو مروج کرنے کا حربہ ہے۔

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام نے زید بن علی، یحییٰ بن زید، عیسیٰ بن زید بن
علی بن حسین، عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار اور ابراہیم کے خروج کو
نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ درپردہ ان کی امداد کرتے رہے اور خلافت متوقعہ کے خلاف ان
کے خروج کو مبنی برحق قرار دیا۔ گویا اس کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت امام دین سے بالکل بے ہوش
تھے اور ان کی نظروں سے یہ تصریحات نہیں گزری تھیں۔

عن زیاد بن علاقہ قال سمعت عمر بن الخطاب
قال سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول ستكون هناؤه وهناؤه
فمن اراد ان يفرق امره هذ
الامة وهي جميع فاقوا
كاشاً من كان
صحيح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۶
طبع مصر

من خلع بيداً من طاعة لقي
الله يوم القيمة لاجلة له و
من مات وليس في عنقه بيعة

۱۰ سامعہ مبارک

مات مبيعة جاھلیۃ

ہوگی اور جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ
(خلیفہ اسلام کی) بیعت اس کی گردن میں
نہ ہو وہ جاہلیتہ کی موت مرا۔

(صحيح مسلم)

من فارق الجماعة شعباً فقد

جس نے ایک بالشت بھر بھی عجمت
میں تفرقہ ڈالا تو گویا اس نے اپنی
گردن سے اسلام کی اطاعت کی ذمہ داری
اتار دی جیسا کہ وہ اپنے اس فعل

خلع ربيعة الاسلام عن

عنقہ الا ان يراجع

(متفق عليه)

سے رجوع نہ کرے۔

اس موضوع پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ مگر یہاں ان نین تصریحات پر
ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یا تو حضرت امام کو ایسی
تصریحات کا علم نہ تھا۔ اس صورت میں وہ منصب امامت تو درکنار ایک عام مسلمان
کی سطح سے بھی گئے گزے تھے۔ اور اگر انہیں علم تھا اور اس کے باوجود انہوں نے
علفائے وقت کے خلاف سازشوں میں حصہ لیا۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق
نہ تھا اور وہ خود ان تصریحات کی روشنی میں واجب القتل تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام جیسا نابغہ عصر ان حقائق سے بے خبر نہیں ہو سکتا
تھا اور وہ کسی صورت میں بھی کسی باغی یا خروج کرنے والے کی ہمنوائی نہیں کر سکتا
تھا۔ اس قسم کی تمام خرافات کہ حضرت امام نے فلاں فلاں کے خروج کو مبنی برحق
قرار دے کر اس کی درپردہ مدد کی آپ کی ذات پر بہت بڑا بہتان اور افتراء ہے۔

حضرت امام ۸۰ ہجری میں بزمانہ امیر المومنین عبدالملک بن مردان پیدا ہوئے۔
اور ۱۵۰ ہجری میں امیر المومنین المنصور عباسی کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہوئے۔
گویا آپ کی زندگی میں چھ اموی اور درعباسی خلفائے گزے۔

آپ کے زمانہ میں نو علیوں نے مختلف اوقات میں خلافت متوقعہ کے خلاف
خروج کئے :

- ۱ - زید بن علی نے بزمانہ امیر المومنین ہشام بن عبد الملک اپنے مروجہ امام جعفر صادقؑ کی موجودگی ۱۲۲ ہجری میں کوفہ میں خروج کیا۔
- ۲ - زید بن علی حسینؑ - اس کے خروج کی وجہ اپنے چچا زاد بھائیوں سے جھگڑا تھا۔ زید اپنا مقدمہ لے کر امیر المومنین ہشام بن عبد الملک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسری پارٹی کا مرغنہ جعفر بن حسن مثنیٰ تھا۔ زید لجم فحیم سازنے رنگ کا عین نامی ایک سندھن نوڈی کے بطن سے تھا۔ بڑی مشکل سے ریڑھیاں چڑھ کر خلیفہ کے حضور حاضر ہوا۔ جعفر بن حسن مثنیٰ کے حق میں فیصلہ ہوا۔ زید بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چل نکلا۔ کوفوں نے سبز باغ دکھائے۔ سیدنا داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ نے سبز باغ گرباز نہ آیا۔ اور کوفیوں کے چمکے میں آکر خروج کر دیا اور مارا گیا۔
- ۳ - یحییٰ بن زید بن علی بن حسینؑ نے ۱۲۶ ہجری میں خراسان میں امیر المومنین ولید اموی کے زمانہ میں خروج کیا۔ باپ کی بغاوت کے وقت عمر ۲ سال تھی۔ بھاگ کر الحکم بن ابیشر بن امیر مروان کے گھر میں پناہ لی۔ خراسان میں خروج کر کے قتل ہوا۔
- ۴ - عبد اللہ بن معاویہ نے ۱۲ ہجری میں کوفہ میں امیر المومنین مروان کے زمانہ میں خروج کیا۔ ہرات میں قتل ہوا۔ اسے بھی شیعوں نے ہمدی کا خطاب بخشا۔
- ۵ - محمد الارقط نے بزمانہ امیر المومنین ابو جعفر منصور عباسی کوفہ میں مذکور امام کے زمانہ میں خروج کیا۔
- ۶ - ابراہیم بن عبد اللہ نے بھی اسی زمانہ میں بصرہ میں خروج کیا۔
- ۷ - عیسیٰ بن زید بن علی بن زین العابدینؑ نے ۱۳۸ ہجری میں کوفہ میں امیر المومنین ابو جعفر منصور عباسی کے زمانہ میں خروج کیا۔ امیر المومنین نے شکست دی۔

- اور قتل ہوا۔ مرتے وقت اس کی وصیت کے مطابق اس کے پوتے کے ایک آدمی نے کرباسی خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بقول عمدۃ الطالب صفحہ ۲۷۹ خلیفہ نے ان کی سرپرستی قبول فرما کر ان کے وظائف جاری کر دیئے۔
- ۸ - محمد الارقط نے ۱۴۵ ہجری میں مدینہ میں امیر المومنین المنصور کی خلافت کے زمانہ میں خروج کیا۔ محمدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ باپ کا نام عبد اللہ تھا۔ یہ دو شیعوں کے اہل امام جعفر صادقؑ کا تھا۔ چنانچہ کافی کی روایت ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو والد میں تمنا ہے۔ بیٹے کو بچہ کہے۔ زیادہ مخوس و شوم سمجھتا ہوں۔ اصحاب آباء نے ارحام الناس میں اس سے زیادہ مخوس لفظ نہیں آتا۔ والدہ و مقتول ہوگا۔ انسانی ترجمہ اصول الکافی شائع کردہ شمیم بیڈ پور کراچی ۱۳۲۶ تا ۱۳۲۷
 - محمد الارقط کو کشت اور حاضر بھی کہا گیا ہے۔ شیعوں کے نزدیک محمد الارقط ایک مخوس انسان تھا۔ مگر ہمارے شیعوں نے اسے نفس زکیہ بنا کر یہاں تک بہتان باندھنے سے شرم نہ کی کہ حضرت امام مالکؒ اور امام اعظمؒ درپردہ اس کی بغاوت کے ہمنوا تھے۔
 - ۹ - ابراہیم بھی بغاوت کر کے قتل ہوا۔
- قابل غور یہ ہے کہ حضرت نعمان بن ثابت جنہیں امام اعظمؒ کہا جاتا ہے ان کے متعلق اس قسم کا تصور بھی قلب و روح پر یکپہ طاری کر دیتا ہے۔ کہ انہوں نے کسی باغی کی مدد کی تھی۔ حضرت امام ایک کامیاب تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک علمی آدمی تھے۔ وہ اول سے آخر تک سیاست سے الگ تھلگ رہے۔ آخری ایام میں بغداد کی تعمیر کے وقت وہ تعمیری کاموں کے جزوقتی نگران تھے اور ان کا مقام خلفائے وقت کی نظروں میں اتنا بلند تھا کہ مرنے کے بعد انہیں شاہی قبرستان یعنی مقبرہ خیران میں دفن کیا گیا۔

لے مزید تفصیل کے لئے میری تالیفات حقیقت مذہب شیعہ اور عزت رسول دیکھئے۔
نیز سید علی احمد عباسی کی ذیلیت سیرت امام اعظمؒ کا مطالعہ کیجئے۔

ہیں مگر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج نفع حقیقہ کے نام سے جو
اصفار لہوا الحدیث کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصے کو گمراہ کرنے
کا موجب بن رہا ہے۔ اس کا ایک لفظ بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے تعلق نہیں رکھتا۔
میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ زیر نظر کتاب میں جس ابوحنیفہ کا ذکر بار بار آیا
ہے وہ میرے نزدیک ایک خیالی شخصیت ہے۔ اس خیالی شخصیت کا اس امام
ابوحنیفہؒ سے کوئی تعلق نہیں جس کا ان سطور میں ذکر کیا گیا ہے۔

فیض عالم

۱۵ جولائی ۱۹۷۹ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پہلا باب

اسلام

قرآن اور حدیث

اسلام کے معنی تسلیم کرنا، مان لینا اور جھک جانا ہیں۔ ہم نے جس وقت زَلَّ الْمَنَ
إِلَّا اللَّهُ مُتَعَلِّقًا دَسْنٰی اللہ کہا اُس وقت زبان کے اس افراد کے ساتھ قہمی طور بھی
جب تک اسے تسلیم نہ کریں گے مسلمان اور مومن کہلانے کے مستحق نہیں ہوں گے۔ صرف
زبانی اقرار کامل ایمان ہونے کے لیے کافی نہیں، مگر دوسری صدی ہجری کے آخر
میں ہی کچھ اس قسم کے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ جہاں تک زبانی اقرار کا تعلق تھا وہ
تمام مسلمانوں میں موجود تھا۔ لیکن عملی تاثرات نے جب اسلام کے سب سے سادے سہل
میں ذہنی پانگہ بندیوں کی مینا کا۔ یہ شروع کی اور اس ذہنی پانگہ بندی نے اپنے برگ و بار
سے قلوب و آدمیوں کو متاثر کرتے ہوئے کچھ خود ساختہ مفروضات کے تاثرات چھوڑے
تو وہ آہستہ آہستہ اس قدر راسخ ہوتے چلے گئے کہ جہاں تو اشد لٹائی اور بنی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے احکام، خود ساختہ مفروضات سے ٹکراؤ نہ کھاتے تھے وہاں نیز خیر خرم ہوا،
مگر جہاں ٹکراؤ شروع ہوا وہاں اپنے خود ساختہ مفروضات کو اذیت کا مقام دے کر
قرآن و حدیث کو کبیر نظر انداز کر دیا۔ پھر اس قاعدہ کے تحت کہ ایک محبوب کو سچی ثابت

کرنے کے لیے کئی اور جھوٹ گھڑنے پڑے ہیں، اپنے خود ساختہ مفروضات کو سچ ثابت کرنے کے لیے کئی اصطلاحات وضع کی گئیں۔ حالانکہ واضح اور صاف حکم خدا کی آیتوں اللہ و آیتوں الرسول علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس طرح قرآن ناریب کتاب ہے اسی طرح وصایت علیہ السلام کی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصایت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بھی واجب العمل ہیں۔ اور اس پر مسلمانوں کے بظاہر تمام فرضے متفق ہیں کہ قرآن پاک خاتم الانبیاء کے ذریعے تمام عالم کی دائمی رہنمائی کے لیے نازل ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصایت کا مقصد اسی پیغام الہی کی تبلیغ اور اس کا قیام تھا۔ **يُخْلِصُ مَا امْنٰهُنَّ اِلَيْكَ** اور فاصدع بتنا تو صمد کے احکام اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم اور ایک ایک آیت کی تشریح کی۔ اور قرآن کی تعلیم کا کوئی بیوقوف نہ سمجھے۔ دنیا کے تمام علوم و فنون کے خاص اصول و قواعد ہیں۔ اور ان کی ایک روح جو فانی ہے جسے ہم جو جو وہ اصطلاح میں ان فنون کی سائنس کہہ سکتے ہیں۔ جب تک اس روح اور سائنس سے واقفیت نہ ہوگی اس وقت تک ان علوم کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہی حال کلام اللہ کا ہے۔ اور اس کی روح کے سب سے بڑے عارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث کہتے ہیں۔ احادیث کے شرعی احکام دینی اور انعام پر مبنی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی انسان یا بھی خاصہ سے حاصل نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کی روح کے شمس را صبا بڑھنے۔ جن کے سامنے نزول قرآن کی پوری تاریخ تھی۔ ان کی زبان اور قرآن کی زبان ایک تھی۔ ان کے سامنے ۲۳ سال کی مدت میں قرآن نازل ہوتا رہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا انہیں پڑھایا انہیں سمجھایا۔ اور یہ امر واضح شگاف ہے کہ صحابہ کی زبان کسی مذہبی عقیدہ کی بنا پر نہ تھی بلکہ خاص علمی اصولوں کی بنا پر تھی۔ اس کے بعد جو فنون مرتب ہوئے ان کے اختلافی مفہوم و فتنہ کے لیے صحابہ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے تھا۔ جنہوں نے اس کی ایک ایک دفعہ کو بتا دیا اس پر عمل کیا۔ اور ملی المواتر ویر

سرمال کے عرصہ سے زائد مدت تک بلا اختلاف عمل ہوا

اختلاف کب اور کسے شروع ہوا؟

اختلاف کی فشت اہل اس وقت رکھی گئی جب سیدنا فاروق اعظمؓ کی سبیل ہمارا فتنات کے نتیجہ میں مدینہ منورہ میں جمعی بیوری، عیسائی، مزدکی اور بے دین غلاموں کی کثرت، مسلسل آبادی سے تین گنا بڑھ گئی۔

خصوصی طور پر ایران کی ہزار ہا سالہ حکومت کی تباہی سے جمعی مرزبانوں، ہخامنشیوں اور مہمدوں کے دہلیز میں تفریق، کینہ، عداوت اور دشمنی کے شعلے بھڑکے تھے۔ ہزاران نامی ایک حیار جمعی گورنری سرپرستی اور جفینہ اور جون ایلیا نامی عیسائی غلاموں کی سازش سے جن میں موخر لکڑی سیدنا علیؓ کا غلام تھا فاروق اعظمؓ کو عین فخر کی نمائندہ چند نجات پیش کردہ لوگوں میں ایک جمعی غلام نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو شدید زخمی کر دیا اور آپ ان زخموں کی تاب نہ لا کر مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ فاروقی حکم کے بعد سیدنا ذوالنورینؓ اجماع امت سے منصب خلافت پر فائز ہو گئے۔ آپ کی خلافت کے ابتدائی چھ سال نہایت پرسکون اور امن و امان کے تھے۔ مگر آپ کی مخالفت کی کھجوری پکٹی رہی۔ اور انہی ایام میں عبداللہ بن سیدہ نامی ایک شاعر ہنوی عالم نے کوفہ، بصرہ، اور مصر میں طوفانی دورے کر کے ان زیریں تخریبی عنام کو کھل کر کام کرنے پر ابھارا۔ اور آخر سیدنا ذوالنورینؓ عین حرم نبوی کے ہاتھ میں ۴۸ سال کی عمر میں دو ماہ کے شدید بیمار کے بعد شہید کر دیے گئے۔ اسی فتنہ خیز قیام سیدنا ذوالنورینؓ نے اپنے پیاروں کے لئے خاک از تو دہ کلان بردار کے مصداق سیدنا علیؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر سیدنا علیؓ مدینہ میں رہے تو ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اس لئے انہیں مدینہ کی بجائے کوفہ لے گئے۔

کوڈ ایک تکیا بستی تھی۔ جہاں متوہر ممالک کے تو مسلم مرکز خلافت کی طرف کھینچے چلے آئے۔ خوارج کے فتنے ہمیں سے سر اٹھایا۔ عداوت کڈاری،

پر پیر گادی، ثابت قدمی، استقلال، مہجرت اور جہادی سپرٹ ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ لیکن ان کے عقائد کی بنیاد رائے اور قیاس پر تھی۔ جس نے انہیں صراطِ مستقیم سے دور چاہیگا اور آخر ان کا شران کا خاتمہ تھا۔

اور آج شیعیت بطور ایک مذہب کے مروج ہے۔ مگر حقیقتاً یہ ایک سیاست پر مبنی ایرانی تحریک تھی۔ آگے چل کر یہ تحریک ایک مذہب کی صورت اختیار کر گئی اور کئی ایک شاخوں میں بٹ گئی۔ آج ہم انہیں امامیہ، اثنا عشریہ، زیدیہ، اسماعیلیہ وغیرہ ناموں سے پہچانتے ہیں۔ مگر ابتدا میں یہ صرف دوشاخوں میں بٹی ہوئی تھی۔ بنیادی طور پر دونوں کا عقیدہ ایک تھا اور اس وقت تک ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ کے بعد سلسلہ خلافت حضرت علیؓ سے لے کر حضرت عثمانؓ کی اولاد تک محدود ہے۔ ان کے نزدیک امامت کا آسمانی حق ان کو دیا گیا ہے۔ کہ صرف امام ہی اسلام کے جائز اور ناقابلِ خطا رہبر ہوتے ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا تھا کہ امام کے اندر خدائی رُوح ہوتی ہے اور بعض اوقات ان کا یہ دعویٰ بھی دیکھتے اور سنتے ہیں آج اسے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ (نورِ باطلہ) دھوکے سے درمیان میں کود پڑے۔ اور خدائی امام کو بھی حقیقت کی طرف سے امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔

ان حالات میں مذکورہ القود دونوں فرسے یا گروہ جن میں سے ایک قریباً دنیا سے ناپید ہو گیا ہے اور دوسرا مختلف صورتوں میں موجود ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت سے الگ ہیں۔ زیرِ نظر کتاب صرف اہل سنت والجماعت کے متعلق ہے۔

اموی دور میں اسلام :

حضرت علیؓ کی خلافت کے خاتمہ کے بعد دمشق نے جو کچھ خلافت کا ببادہ اور شاہ اور تقریباً ایک صدی تک اور اختلاف و مشق دلا۔ کوئی مرکزِ وحدت قائم نہ ہو سکی اور نو مسلموں کے تلافی کے لئے کوئے دمشق وار ہو کر شروع ہوئے۔ مگر دمشق کی تہذیب بھی خالص عربی تہذیب نہ تھی، حجاز کی قربت کی وجہ سے قریباً قریباً عربی تہذیب تھی۔ دُبی عربوں کی سب سے سادگی ان میں موجود تھی۔ البتہ جب ولید بن عبدالملک کے دور میں محمد بن قاسم سندھ

کے تختہ پلید میں مسلم باغی ترکستان تک اور کوئی بن نصر مراکش تک فتوحات کے پھر یہی اُٹلتے پہنچے تو بھی تہذیب کا کافی اثر مرکز تک پہنچا شروع ہو گیا۔ مگر مرکز کی گرفت مضبوط تھی اور کسی بے دہروی نے کسی مقام پر بھی راہ نہ پایا۔ امویوں سے اقتدار چھین جانے کے بعد پھر عراق کے دن پھرے اور امویوں کے خاتمہ میں بھی سب سے بڑھ کر عجمیوں کا ہاتھ تھا۔

عباسی دور :

چشمِ خلافت کا مقام بنیاد کو ملا۔ نو مسلموں کے فائزوں نے بجائے دمشق کے بنیاد کا تاج کیا۔ ہر قسم کے علوم و فنون کے ماہر بنیاد اور کوئی نہیں آباد ہونے شروع ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تشریف لے گئے ایک صدی کے قریب زمانہ گزر چکا تھا۔ فیضانِ نبوت کے مستفیض گروہ بھی اس دنیا سے رختِ سفر باندھ کر رخصت ہو چکا تھا۔ خیر المذہبوں قدس سرہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اللہ تعالیٰ سے رختِ سفر باندھ کر رخصت ہو کر داخل ہو چکا تھا۔ عراق میں تھی تہذیب سرشار رہی تھی۔ عجمی تاثرات رختِ نئے واقعات سامنے لا رہے تھے۔ مدینہ النبی سے دوری نے اطیعوا اللہ اطیعوا الرسول کی گرفت بھی کسی حد تک ڈھیلی کر دی تھی۔ عجمی طور پر اسلام حجازی اقتدار اور عجمی اقتدار میں بٹ چکا تھا۔

اہل الرائے اور اہلحدیث :

یہی گویا اہل سنت کے دو گروہوں میں بٹ جانے کی ابتدا تھی۔ ایک اہل الرائے کا گروہ جو کوئے میں امام ابو حنیفہؒ کی قیادت میں قائم ہوا۔ اور دوسری اہل حدیث کی جماعت جو حجاز میں امام مالک بن انسؒ کی سرکردگی میں پیدا ہوئی۔ آگے چل کر کوئے عراق میں امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ بھی شامل ہو جاتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ان دو ائمہ نے بھی قرآن و حدیث کو ہی استنباطِ مسائل کی بنیاد بنایا۔ مگر امام ابو حنیفہؒ حدیث کے اصلی وطن سے دُور تھے اور عراق کے لوگ بھی شہری زندگی کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لیے امام موصوف فقہی مسائل میں مقلد اور رائے اہل اجتہاد اور استخسان کے اصولوں سے کام لینے لگے۔

اور پھر ان کے مقلدین ان کے قیاسی مسائل کے استعمال میں اس حد تک بڑھ گئے کہ باطل
خرشی مسائل سے تعرض کرنے لگے۔ اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں امام موصوف کے
قیاسی مسائل کو ترجیح دینے لگے۔ تقلید کے اس دور میں بدعات و خرافات کثرت سے
پھیلے جن کی بنیاد محض وہم اور ہمت پر تھی۔ وہ شریعت کی اصل روح کو نظر انداز کر کے
امام موصوف کے اجتہاد کے پابند ہو گئے۔

ان نقیبہ صوفیہ کے بعد آئیے وضاحت سے اور مکمل کروا فہات کا جائزہ لیں
مگر اس کے لیے اپنے مختصر کردہ مفروضات کو کثیر نظر انداز کرنا ضروری ہے۔ گویا کلیتہً
غالی اللہ بن ہو کر سوچنا ہو گا کہ مذاہب اربعہ کی بنیاد دوسری صدی ہجری کے وسط میں
رکھی گئی۔ ان مذاہب کے ظہور سے پہلے جو مسلمان تھے وہ کین نظریات کے پابند تھے؟
ان میں سے تین تالیفیں بھی تھیں اور تابعین بھی۔ اور سب سے بڑھ کر صحابہ کرام کا تقدس گروہ تھا
وہ کس کے مقلد تھے؟ ان کے لیے کیا کسی تقلید کی ضرورت تھی اگر تھی تو وہ کس کے مقلد
تھے؟ یہاں اس کے سوا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں کہ وہ براہ راست قرآن و
سنت کی روشنی سے منتہی تھے۔ پھر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ قرآن و سنت کی
روشنی میں اپنے مسائل کو حل کرتے تھے تو پھر سو سال بعد اس مخدوہ کی کیا ضرورت پیش
آئی؟

پھر شائع یہ کہ اجتہاد کے منصب پر آپ نے صرف چار آدمی کو فائز کیا ہے حالانکہ
یقیناً غلط ہے۔ امام صرف چار نہیں بلکہ گیارہ ہو گئے۔ اور گیارہ کی تعیند جو تھی رہی۔ سات
تو جہت گئے اور چار کے مذاہب باقی رہ گئے۔

امام مالک:

مدینہ منورہ نزول وحی کا مقام اور اہل سنت کا گمراہ تھا۔ وہاں ایک صحاحی نوعیت
کا مدرسہ قائم ہوا۔ جس کی ابتدا حضرت عمرؓ عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ
اور ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت حفصہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی۔ ان کے بعد اس مدرسہ
کے روح و رواں سید بن مسیبؓ۔ عروہ بن زبیرؓ۔ قاسم بن محمدؓ۔ ابوجبر بن عبدالرحمن بن سید

بن یسارؓ۔ خارج بن زیادؓ اور سعید اللہ بن عبد اللہ بن جابرؓ ہوئے۔ گویا مدینہ منورہ اہل حدیث کی مرکز
ورسکا ہو گیا۔ ۵۰ھ میں قال اللہ اور قال الرسولؐ کی فہمائیں مالک بن انسؓ بھی پیدا ہو گئے۔
آپ نے تمام زندگی مدینہ میں گزاری۔ صرف ایک بار مکہ معظمہ میں حج کے لیے تشریف لے
گئے۔ اور مدینہ منورہ میں ہی آپ نے شہر میں وفات پائی۔

امام شافعیؒ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ کر لیا۔ امام مالک بڑے عالی جہت،
صاحب جرات۔ تاریخ العقیدہ اور ترقی الایمان عالم تھے۔ آپ نے ایمان اور عقیدہ کی
خاطر مصائب و مآذ و کرباں دے روزگار کو بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔
علاقہ نجد کے علم و ادب پر قوت سے دینیہ پر آپ کو کوڑے لگائے گئے۔ ربیع بن عبد الرحمن
رائی۔ تابع۔ ابن عمر کے غلام زہری۔ ابوالانوار سیسی بن سعید انصاری آپ کے استادہ میں سے
قابل ذکر ہیں۔ مؤلف امام مالک آپ کی تصنیف ہے۔ جسے امام شافعی کتاب اللہ
کے بعد دوسرے زمین پر حج ترین کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ امام مالک اپنے اجتہاد میں صرف
قرآن و حدیث پر اکتفا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں امام شافعی اور امام محمد بن
حسن شیبانی جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ کے مقلدین میں کئی سیسی اندلسی راوی مؤلف۔ اسد بن فرات التونسوی متوفی
۳۸۰ھ مصنف مودۃ زوجہ کیوں کا علمی سرمایہ ہے۔ عبد السلام التونسوی متوفی ۳۸۰ھ ویران
بن قاسم متوفی ۳۹۰ھ عبد اللہ بن دہب متوفی ۳۹۰ھ عبد اللہ بن عبد العزیز قسیمی متوفی
۳۹۰ھ عبد اللہ بن عبد الحکم متوفی ۳۹۰ھ اور ان کے بیٹے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔
فہد مالکی کے شاگرد ہیں ابوالولید باجی۔ ابوالحسن بنی۔ ابن رشد الکبیر ابن رشد اسید
ابن ابی مہدی صاحب العلم من اہل اہم، ابوالقاسم بن جلی متوفی ۳۹۰ھ ویران التونسوی ابوالقاسم ابوالقاسم
بن جلیس صاحب مالکی سب بکلیں برحق حشہ قابل ذکر ہیں۔

مالکی مذہب مدینہ میں پیدا ہوا اور تمام عمر فی مالک میں پھیل گیا۔ چونکہ مغربی ملکوں
کا تہملہ سفر حجاز ہی تھا۔ ہر مغرب آتھی کے لوگ بدوی معاشرت اور سادہ زندگی کے
دلدادہ تھے۔ مغرب اقصیٰ۔ الجزائر۔ تونس۔ طرابلس الغرب کے باشندوں کا مذہب

آج تک مغربیوں کی طرف سے بڑے زور شور اور بلند بانگ دعوای کے ساتھ یہ باتیں بار بار لائی گئیں ہیں کہ تقلید فرض ہے۔ تقلید انتہائی کی تحقیق اور جوہر پر دینی بصیرت کا نتیجہ ہے۔ یہ کہتے وقت وہ اس بات کو قطعاً بھولی جاتے ہیں کہ تقلید فرض تو درکنار مباح بھی نہیں بلکہ جہت اور ضلالت ہے۔ پھر یہ کہا جاتا ہے کہ آج تمام علماء اسلام اکثر اربعہ کی تقلید پر مجتمع ہے۔ اگر تقلید مگر ایسی تھی تو عالم اسلام تقلید پر مجتمع کیسے ہوا۔ اس کے جواب میں تاریخ اور فلسفہ تاریخ کی دوری گردانی کی ضرورت ہے۔ فقہ حنفی کی ترقی کے اسباب کسی دوسرے مقام پر بیان کئے جا چکے ہیں۔ یہاں فقہ مالکی کے ترقی کے مالک و اعلیٰ اور اس کا پس منظر بیان کیا جاتا ہے۔

مزدان بن الحکم مصر میں قتل کر دیا گیا۔ (۷۲)

انہیں آیام میں امام الگ عباسیوں کے تشدد کا نشانہ بنے۔ بعض کہتے ہیں آپ خفیوں کے علی الرغم طلاق کر کے خلافت چلے۔ بعض کہتے ہیں انہوں نے جبر و رعیت سے انکار کر دیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے کسی علوی داعی خلافت کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ بہر حال وجہ کوئی بھی ہو۔ آپ کو گڑے چلائے گئے۔ اور ان کی تنگی پیٹھ پر سوار کر کے شہر بنی شامیر کی گئی۔ آپ کے بازو توڑ دیئے گئے۔

آپ کے حلقہ درس میں اندلس کے جوطبا و تھے وہ اکثر ہشام کے ذریعہ اور قوتی کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور امام مالکؒ بھی ہشام کے توفیق میں کرا کر تھے کچھ غلط فہمی برحق کے یہی اوصاف ہیں۔ جب امام مالکؒ کی باتیں ہشام کے شخص پر اس قدر قیام اندلس میں ہو گئی تھیں کہ

امام شافعیؒ

محمّد بن ادریس شافعیؒ قریشی مشہور ہیں غزوہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ آپ نے بہت سفر کیے۔ امام مالکؒ اور امام محمد بن حنفیہؒ کی حنفی فہم کی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ شرواح میں امام مالک کے متفقہ اور اجماعیت تھے۔ پھر نئے تجربات سے متاثر ہو کر ایک خاص مذہب کے بانی ہوئے۔ آپ فقہ لغت۔ فقہ اور حدیث کے متبحر عالم تھے۔ نہایت دقیق الفکر اور فصیح البیان تھے۔ آپ کا مذہب مائیکوں اور حنفیوں کے بین میں ہے۔ اجماع اور قیاس سے بھی استنباط کرتے ہیں۔ مگر حنفیوں کے امتحان اور مائیکوں کے معارضہ فرسہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ آپ کا علمی سرمایہ کتاب الامام آپ کے شاگرد ربیع بن سلیمان کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

آپ کے شاگردوں اور متقلدین میں امام احمد بن حنبل۔ داؤد ظاہری۔ ابو ثور بغدادی۔ ابو جعفر ابن جریر طبری جو سب کے سب آپ کے چل کر نئے مذاہب کے بانی ہوئے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مصر میں ابو یوسف بریلی متوفی ۱۸۰ھ۔ اسماعیل مزی متوفی ۲۰۰ھ۔ موفت کتاب الفخر۔ ربیع بن سلیمان مرادی متوفی ۲۵۰ھ جو کتب شافعیہ کے ادوی ہیں۔ ربیع بن سلیمان ہیزی متوفی ۲۵۰ھ قابل ذکر ہوئے ہیں۔

امام شافعیؒ کے متقلدین میں سے بعد میں ابو اسحق فیروذا بادی متوفی ۳۵۰ھ مصنف کتاب مذہب ابو حامد غزالی متوفی ۴۵۰ھ مصنف علم اصول۔ المصطفیٰ۔ اور جو یکمائے سعادت اور احیاء العلوم الدین وغیرہ ان کی مؤثر الذکر و دونوں کتابیں رطب و یابس سے پڑ ہیں۔ ابو الفاسم انصاری متوفی ۳۵۰ھ مصنف فتح القدر شرح الوہب۔ قاضی ابو یوسف الدین متوفی ۳۵۰ھ مصنف قواعد الاحکام فی مصالح الانام۔ محی الدین فودی متوفی ۳۵۰ھ مصنف کتاب التفسیر المجموع شرح مذہب شریعہ مسلم ہمارے اطالیہ میں تھی الدین علی بن ابی اسحق متوفی ۳۵۰ھ موفت حاکم المجموع لغوی شرح ہمارے ابیضاوی۔ فادوی سبکی۔ جلال الدین سیوطی موفت کتب کثیر و مثل ان القان۔ تکرار تفسیر جلالین۔ شرح سنن نسائی و ابن ماجہ ہیں۔

یہ تفصیل پیش کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی ہے کہ آج جس شد و مد سے جو لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایک امام کی تقلید عقیدہ پر فرض میں ہے وہ خدا بخور کریں کہ امام شافعیؒ کے متقلدین میں سے ان کی برکت تصنیف سے اس قسم کا کوئی ایک واقعہ بھی ثابت کر دیں جس سے جامہ متقلدین کے دعویٰ کا معمولی سا ثبوت بھی مل سکتا ہو۔ تصوف میں کیسا نے سعادت اور احیاء العلوم منقولات و منقولات میں غزالی، رافعی، عربیہ الدین۔ فودی اور سبکی کی تصنیفات تمام اسلامی مدارس کے نصاب میں سبقت بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ یہاں کسی حنفی کو کبھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ کتابیں شافعی علماء کی تصنیفات ہیں۔ انہیں مت پڑھو۔ بلکہ یہ کتابیں حنفیوں کا علمی سرمایہ ہیں۔ پھر یہ دو خطا پان کیوں؟ اس نشت و افتراق کی وجہ کیا؟ یہ سر پٹولی اور کفر و شرک کی ششیں گنوں کے دہانے کیوں کھلے دہتے ہیں اور مزید یہ کہ آخر امام شافعیؒ نے امام مالک کی تقلید چھوڑ کر کیوں نئے مذہب کی بنیاد رکھی؟ کیا آج کے مسلمانوں کی متعلقہ تقلید کی زودان پر نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ امام شافعیؒ اس حد تک مجتہد تھے کہ انہوں نے پیش آمدہ واقعات کو مد نظر رکھ کر قرآن و حدیث سے استنباط کرتے ہوئے مسائل میں دسعت پیدا کی اور جہاں ان کی نظر نہ پہنچی وہاں ائمہ دسے بھی کام لیا۔ گمراہوں نے کسی کو اپنی تقلید کی طرف توجہ دلائی اور زان کی زندگی میں کوئی گڑ ان کی تقلید پر مجتہد ہوا۔

دراصل شافعی فہم کی اور شافعی شاگردانہ نسبتیں بغیر جنہیں بعد میں مذہب بنا لیا گیا۔ کچھ ملک مصر میں امام شافعیؒ کے شاگرد زیادہ تھے اس لیے مصر میں اس مذہب نے بہت ترقی حاصل کیا۔ جب حکومت اویہیر کا مذہب شافعی ہو گیا تو القاضی علی دین ملو کھما کے مصداق تمام لوگ شافعی ہو گئے۔ جامع اندر کے شیخ کا منصب عرصہ تک شافعی علماء کے لیے مخصوص رہا۔ ریفین فلسطین۔ شہر قیروں۔ شام۔ لبنان۔ بیروت۔ عجم۔ پاکستان۔ ہند۔ چین۔ انڈونیشیا اور چین میں شافعی مذہب کے پیرو ہیں۔ ان کی تعداد دس کروڑ سے زیادہ ہے۔

امام احمد بن حنبل : (پیدائش ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ)

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے یقیناً علم کے سلسلہ میں شاہ جہاز بن گئے۔ کوٹنے اور بصرے کا سفر کیا۔ سند احمد بن حنبل میں چالیس ہزار حدیثیں قلم بند کیں۔ آپ اجتہاد بالرائے سے استہزاء کرتے تھے اور قرآن و حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے آپ کو ذمہ جہنم سے زیادہ ذمہ محدثین میں شمار کیا ہے۔ مثلاً دیم نے فقہائے حدیث کے باب میں ابن حنبل کو بخاری، مسلم اور دیگر محدثین کے ساتھ رکھا ہے۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب التامیض فی فضائل الکلمہ میں اور بطبری نے اختلاف الفقہاء میں اور ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں امام احمد بن حنبل کا وہ ان کے مذہب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

مگر انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں آپ کو بھی کچھ تان کر اثر فقہ کی صفت میں گھسیٹ لائے۔ حقیقتاً امام احمد بن حنبل نے بھی دیگر ائمہ کی طرح کسی کو اپنی تقلید کی طرف راغب نہیں کیا۔ مگر وہ پیش زمانہ اور حالات وقت نے جن مصلحتیں سے جھجک جانے والوں کو اپنی سنت کا نام دے دکھا وہ امام موصوف کو کیا جتنے والے تھے۔ امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے تھے۔ امام شافعی امام مالک کے شاگرد تھے۔ اس لحاظ سے ان ائمہ ثلاثہ کے فروعی اختلافات کسی کسی طریقہ سے قرآن و سنت کی حدود کے اندر ہی تھے۔ یہاں بھی پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل اگر امام شافعی کے شاگرد تھے تو پھر انہوں نے امام وقت کی تقلید چھوڑ کر اپنا الگ مذہب کیوں جاری کیا؟ انہیں یہی کس نے دیا؟ وہ ترک تقلید کے بعد کس گروہ میں داخل ہوئے؟ اور اگر وہ ترک تقلید کے بعد مسلمان ہی رہے بلکہ خود امام بن کر ایک مذہب کے بانی بن کر ائمہ کے گروہ میں شامل ہو گئے تو آج ترک تقلید کی یہ وجہیں کیوں؟

امام احمد بن حنبل کا دور بعد از اسلام عقیدہ مسلمانوں کے لیے ایک برقی خاطفت دور تھا۔ ان کے زمانہ میں سنی عقائد قرآن ایسا آندھی کی طرح اٹھا۔ خلفائے عباسیہ کی سرپرستی میں مسلمانوں پر برقی ساعق بن کر گراؤ وہ لوگ زیادہ اس کی پیٹ میں آگے جنہوں نے

اس مسئلہ کی زیادہ مخالفت کی۔ خلیفہ واثق باللہ کے عہد میں آپ پر بڑی سختیاں لگیں۔ اور آپ کو قید و غرب کی سزائیں دی گئیں۔ (توضیح)

آپ کے متقلدین :

ابو یوسف بن عیسیٰ مصنف کتاب سنن فی الفقہ۔ ابو القاسم حنفی متوفی ۲۴۱ھ مصنف المستدرک جہاں ابن جریر متوفی ۳۴۰ھ شمس الدین بن قدامہ متوفی ۳۸۰ھ مؤلف شرح المکرم علی متن المقنع شیخ عبد الغفار حنبلی مصنف غنیۃ الطالبین۔ تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۰ھ مصنف زاد المعاد الحنفی۔ موفی الدین بن قدامہ مصنف کتاب المغنی۔ جس کے متعلق درالمنہاج جلد ۴ ص ۴۸۸ پر مدبر رسالہ نے لکھا تھا کہ جب اس نے اپنی جھپٹ جانے والا پیدا کرے گا تو میں اس خطرہ سے مطمئن ہو کر غریبوں کا کوفہ اسلامی ہٹ جائے گی۔ آخر مبلغ المنار مصر نے اسے بارہ جزیں طبع کرایا۔

حنبل مذہب سب سے کم پھیلا۔ ابتدا اس مذہب کی بنیاد سے ہوئی۔ چوتھی صدی ہجری میں عراق کے مصنفات میں ادھچی صدی ہجری میں مصر میں پھیلا۔ اس کی تجدید امام ابن تیمیہ اور ابن قیم سے ہوئی اور آخر محمد بن عبد الوہاب نے اپنی اصلاحی تحریک میں اس کی خوب نشرو اشاعت کی، جہاں میں آج کل تمام حنبلی مذہب کے پیرو ہیں۔ (توضیح)

ملازمہ سلطہ بالاکل روشنی میں دوبارہ آکر ابھر پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ان ائمہ ثلاثہ کے مابین امام ابو حنیفہ کا مذہب سراسر قیاس، استحسان اور رائے پر مبنی ہے، وہ اپنی رائے کو قرآن و سنت کے علاوہ بلکہ قرآن و سنت کے علی الاعظم اپنی وسیت فکر کے تحت پھیلاتے اور بڑھاتے چلے گئے ہیں۔

ان چار مذاہب کے علاوہ مذہب اوداعی، مذہب ظاہری، مذہب طبری، مذہب طبری نے بھی کچھ رواج پایا۔ مگر ان مذاہب کو چونکہ کسی بادشاہ یا اس کے نائب کی سرپرستی حاصل نہ ہو سکی اس لیے یہ مذاہب مٹ گئے۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب امام ابو یوسف کی وجہ سے پھیلا جو مسلمانوں کی بدقسمتی سے عباسی خلافت میں ہی باقی کوہٹ بن گئے تھے۔

مذہب کو صلاح الدین ایوبی مل گیا۔ مالکی مذہب کو مدینہ منورہ کا مرکزی مقام حاصل تھا۔ مگر حنبلی مذہب کو نہ کوئی مرکزی مقام ملا اور نہ کسی حاکم وقت نے اس وقت اس مذہب کو سرپرستی کی۔ یہ اگر سچا تو چند میل القدر اور سختی پرست علماء کی وجہ سے اور قرآن و سنت کی برکت سے۔ مذہب اوزاعی اٹھارویں اور طبری ان تمام مکتبوں سے محروم ہے۔

مذہب اوزاعی :

ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی مشہور ہیں جب تک میں امام ابو حنیفہ کی ولادت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ فقیہ، پرہیزگار، عالی ہمت اور عالم حدیث تھے۔ بیروت میں آپ کے مقلد تھے۔ پھر اندلس میں پھیلے۔ آخر مالکی مذہب کے پیچھے پر یہ مذہب ختم ہو گیا۔ امام اوزاعی کا مذہب مالکی، شافعی اور حنبلی مذہب کی طرح ابجدیہ میں شمار ہوتا ہے۔ شہرہ میں بیروت میں وفات پائی۔

مذہب ظاہری :

داؤد بن علی اصمغانی وفات ابو سلیمان ظاہری متکلم میں کو ذمہ پیدا ہوئے۔ یہ مذہب شافعی کے مقلد تھے۔ پھر آپ نے اپنا الگ مذہب قائم کیا۔ اس مذہب میں قرآن و حدیث کے ظاہری معنوں پر عمل ہوتا ہے۔ ان کے ہاں اجماع بھی اس وقت قابل استدلال نہیں جب تک اس پر تمام امت کا اتفاق نہ ہو۔ اور نہ قیاس کے قائل ہیں جب اس کی بنیاد کسی نص قطعی پر نہ ہو۔ ولے اور استحسان کو بھی دلیل شرعی نہیں تسلیم کرتے۔ وہ قائل تھے کہ لا یجوز فی شئ من شئ الا بالقرآن والسنن والجماعۃ۔ اطلاق سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ آٹھویں صدی ہجری میں یہ مذہب ختم ہو گیا۔ ابن جریر مصنف کتب الاحکام لاصول الاحکام۔ کتاب المملی فی فروع الفقہ۔ کتاب الفضل والابواب وافتل اسی مذہب کے مقلد تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور ان کے مقلدین کے کلام کو کذاب اور افتاد کلام وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ظاہری متکلم میں فوت ہوئے۔

قطب الدین ابوبکر کے پہلے برصغیر میں یا اہل حدیث تھے اور یا مذہب ظاہری کے مقلد۔

مذہب طبری

اہل سنت کے تمام فرقوں یا امتیاز مقلدین وغیر مقلدین کو طبری کے متعلق غلط فہمی برپا ہے۔ اہل سنت کی اکثر غیر حقیقتاً تالیفات میں طبری کے حالات کا خلاصہ اس طرح مرقوم ہے۔ طبری قاضی نور اللہ ثور سمرقانی کی قسم کا فقیہ باہر مسلمان تھا۔ اس کی تفسیر سے قطع نظر اس کی تاریخ میں مختلف اور متضاد قسم کی سیکڑوں روایات ملتی ہیں۔ جواب کے متعلق پہلے صحیح واقعہ لکھتے ہیں۔ مگر جب اُسے رفض کا روڑا اٹھتا ہے تو اس واقعہ کو سیدہ صدیقہ کائنات کی ذات پر چسپاں کر دیتا ہے۔ طبری کے تمام اخذ رافضی، کذاب اور غیر ذمہ دار قسم کے لوگ تھے۔ داستان کر بلا کا خالق ابو مخنف غالی رافضی تھا۔ ابن احناف کی ایٹالی آج نایاب ہے۔ مگر اس کا چرہ سیرت ابن ہشام کے نام سے ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو رطب دیال بس کا بلند ہے۔

ابن ہشام کے بعد واقدی کا نیر ہے۔ احمد بن منیل اسے کذاب کہتے ہیں (۱) بخاری متروک الحدیث کہتے ہیں (۲) شافعی کہتے ہیں کہ اس کی تمام روایتیں کذب کے پلندے ہیں (۳) نسائی اسے پکا کذاب کہتے ہیں (۴)

طبری سادات بنو امیہ کا پکا دشمن تھا۔ انہیں وہ خطا کا غلط کار، بدکردار اور فحش ڈھائی کہتے ہیں۔ انہوں نے سادات بنو امیہ کو ظالم و غاصب کہتے تھے۔ انے ان حقیقت کی تالیف مفتعل حسین کی آڑ میں امیر بیزیر سے یہ سلسلہ شروع کیا۔ اور آگے بڑھتا بڑھتا آخری اموی خلیفہ مروان تک جا پہنچا۔ اور پیچھے ہٹتا ہمت امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ، امیر مروان بن حکم سے ہوتا ہوا سیدنا ذوالنورین اور ان کے ساتھ صدیقہ کائنات، سیدنا طلحہ بنو امیہ اور سیدنا زبیر تک جا پہنچا۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن مسعود، معمر بن عقیقہ کو بھی رکھ دیا۔ طبری نے ائمہ اربعہ کی مقبولیت دیکھی تو اجتہاد کا دعویٰ کیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اُسے یہ صورت آسان نظر آئی۔ کہ تاریخ اسلام لکھی جاسکے۔ اور اس میں وہ امید سے بڑھ کر کامیاب ہوا۔ طبری کے رفض پر سب سے بڑا شاہد اس کا حقیقی خواہر زادہ محمد بن اسماعیل ہے۔

مشہور صحابی شاعر ہے۔ اس کی تمام تربیت اپنے ماموں طبری کے گھر ہوئی۔ یا قرت حموی کے قول کے مطابق محمد بن العباس فخریہ کہا کرتا تھا۔ آمل میرا مسکن ہے اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں۔ اور شخص اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے تو سن رکھو! میں در آثار افضی ہوں۔ میرے سوا جو افضی ہے وہ دُر کے لگاؤ سے رافضی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن جریر طبری میں شیعہ بن گیا تھا۔ ابن حجر کے سیف الشیوخ ابن جابر طبری کو فرقہ امامیہ کے ائمہ میں سے ایک امام کہا کرتے تھے۔

علامہ سلیمان متوفی ۱۸۰ھ کے ہیں کہ طبری شیعوں کے لئے حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور یہ بات صحیح مسلم نے کہ طبری دعو میں پاؤں کے مسح کا قائل تھا۔ اس نے خم قدر والی روایت میں تصدیق رسالہ بھی لکھا جو شیعہ امامت کے منصوص ہوئے کے خلاف ہے۔ اس نے اپنی تاریخ میں جہاں بھی سیدنا علی کا نام لکھا ہے شیعہ شعار کے مطابق لکھا ہے اور ان کے اختلاف کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کا لاحقہ چسپاں کیا ہے۔

طبری کی تاریخ کی آٹھ جلد طبع اول جلد حسین بن علی صفحہ ۲۲ پر امیر المؤمنین امیر معاویہ کے نام پر لعن تحریر ہے۔ اور صفحہ ۲۹ پر امیر معاویہ کے ناموں پر لعنہا اللہ لکھا ہوا ہے۔

طبری کو مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا تھا اس کے بعد ان قدر تاریخیں لکھی گئیں ان کے لکھنے کا آغاز طبری سے ہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی تاریخوں کے پیشرو ابحاث رفیق کے ترجمان ہیں اور حاضرو کی رسوائی زمانہ تالیف حقیقت خلافت و ملکیت بھی ابن جریر طبری کا چرچہ ہے جس میں سماعت بنو امیہ کے خلاف جی بھر کر نرا زچہ کی گئی ہے۔

۳۴ھ میں بغداد میں قوت ہوا۔ مسلمان اس کے نقیب کے رفق کو پہچان چکے تھے اس لئے انہوں نے اسے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اور اپنے گھر کے صحن میں ہی دفن کیا گیا۔

دیگر متروک مذاہب کے بانی :

جدا اللہ بن شمر متوفی ۱۷۴ھ، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قاضی کوفہ متوفی ۱۷۵ھ۔
سفیان ثوری متوفی ۱۸۰ھ۔ لیث بن سعد متوفی ۱۸۵ھ۔ شریک النخعی متوفی ۱۸۶ھ۔
سفیان بن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ۔ اسحق بن راہویہ متوفی ۲۰۰ھ۔ ابراہیم بن خالد بغدادی
عرف ابو ثور متوفی ۲۰۴ھ۔

مندرجہ بالا سطور کا خلاصہ کچھ یوں سامنے آتا ہے کہ اہلسنت میں کم و بیش پندرہ
مذہب چھوٹے ہیں۔ سات مجتہدین کے مقلد اپنے اپنے وقتوں میں پھیلے ادا آخر میں صرف
چار رہ گئے۔ آٹھ مجتہدین کی مذہبی کوششیں اپنے وقت ادا ہو کر حلقہ اثر تک ہی رہیں۔
یہ سات ائمہ کرام جن کے مذاہب پھیلے بظاہر تعداد میں سات ہیں مگر اصل یہ صرف دو
اسکولوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک طرف اصحاب اہل کوفہ یعنی امام ابو حنیفہ اور ان
کے مقلدین ادا دوسری طرف باقی چھ ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے مذہب کی بنیاد قیاس
پر رکھی ادا باقی چھ نے کتاب و سنت پر۔

امام ابو حنیفہ

امام ابو حنیفہ ایک نو مسلم گھرانہ میں ۱۵۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عام
وقت کے رواج کے خلاف جوانی میں علم حاصل کرنا شروع کیا۔ امام ابو یوسف آپ کے
پروردہ اور شاگرد و رشید بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ جب میرا
امادہ علم حاصل کرنے کا ہوا تو میں تلاش کرنے لگا کہ کونسا علم اچھا ہے دگویا علم حاصل
کرنے کا مقصد دین سیکھنا تھا بلکہ دنیا میں نام اور شہرت پیدا کرنا تھا سو میں علموں کے فائدے
پوچھنے لگا۔ پس مجھ سے کہا گیا کہ قرآن سیکھو۔ میں نے کہا کہ اگر میں قرآن سیکھوں اور اس
کو یاد رکھوں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا کہ مکتب میں بیٹھ کر لوگوں کو پڑھاؤ گے اور
کسین آدمی پڑھیں گے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان میں سے کوئی دکانم سے بڑھ کر یا غمناک
مثل حافظ ہو جائے گا۔ اور تمہاری سرداری جاتی رہے گی دگویا قرآن پڑھنا خیر سمجھا

من تعلم القرآن و علمنا کے حکم کے مطابق دھما ہیں نے کہا کہ اگر میں حدیث سنوں اور سیکوں اور اس میں ایسا کمال حاصل کروں کہ سب سے بڑھ کر محدث بن جاؤں، لوگوں نے کہا کہ جب تم بڑی عمر کے ہو جاؤ گے اور حدیث پڑھاتے رہو گے اور سن اور جوان کو تمہارے شاگرد ہوں گے اور تم بھڑکنے سے نہیں بچو گے تو تم پر عجوبت کا طعن لگے گا پس تم پر اس کا عار ہو گا۔ تو میں نے کہا اس کی بھی مجھے حاجت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ تو سیکوں اور حدیث میں کمال حاصل کروں تو بیچو کیا ہو گا؟ لوگوں نے کہا تم بڑے اور اکثر تمہاری خواہ دو یا تین دینا ہو گی۔ میں نے کہا اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ پھر میں نے کہا اگر شاعری سیکوں اور اس میں کمال پیدا کروں تو کیا نتیجہ ہو گا؟ لوگوں نے کہا تم کسی کی تعریف کر دے تو وہ تم کو سوا دی اور غفلت دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو تم اس کی جو کر دے۔ پس بے مہوں کو عیب لگاؤ گے اور وہ تمہیں نقصان بھی پہنچائے گا۔ میں نے کہا اس کی بھی مجھے حاجت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اگر میں علم کلام بھی منفق اور فلسفہ سیکوں تو لوگوں نے کہا اس علم کا سیکنے والا ناقص باتیں کرنے سے نہیں بچتا۔ پھر اس پر زندگی وغیرہ ہونے کا عیب لگ جاتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر میں فقہ سیکوں تو کیا ہو گا؟ لوگوں نے کہا تو تم سے کسے پیچھے جائیں گے۔ تو بے جا میں گے اور قاضی اور مفتی بنانے کے واسطے بلایا جائے گا۔ اگرچہ تم اس سے پیچھے والے ہو گے۔ پس میں نے کہا اس سے بڑھ کر میرے لیے کوئی علم فائدہ مند نہیں۔ پس میں نے فقہ کے علم کو خوب حاصل کیا۔ دیگر کوئی فقہ جس کا ثابست سے کوئی تعلق نہیں (مطہادی ہلد اول)

مولانا شبلی نعمانی امام ابو حنیفہ کی تعریف میں اس حد تک آگے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے فقہ حنفی کی تدوین کے سلسلے میں امام صاحب کے لیے ایک مجلس شریف بھی تیار کر دی جو امام احمد سے منسلک نہ رہی۔ لکھتے ہیں کہ اس مجلس کے ارکان میں سے امام احمد امام محمد علی قاضی ابو یوسف۔ امام ذفر یحییٰ بن ابی زائدہ۔ حفص بن غیاث۔ مندل اور جہان وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ "امام نعمانی مولانا شبلی کے اس تسامح سے درگزر فرمائے۔"

اگر واقفانہ بات سمجھی ہے تو فقہ کے ذخیرہ میں صاحبین کا دولت مسائل میں اختلاف کیا معنی رکھتا ہے۔ جب اختلاف برائی اور واضح ہے تو کہاں کی مجلس اور کیسے بنی؟ پھر امام محمد کی پیدائش ۱۳۲ھ اور ۱۳۳ھ کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ ابن خلکان (گویا مجلس کا لیکن ۱۳۲ھ میں پیدا ہونے سے دس سال پہلے ہی امام صاحب کی مجلس میں شامل ہونا ناہم۔

قاضی ابو یوسف صاحب ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶ھ سال کی عمر میں مجلس میں شامل ہو گئے۔ امام محمد بن ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے (ابن خلکان) امام ذفر ۱۳۲ھ میں پیدا ہو کر گیارہ سال کی عمر میں اس مجلس کے ممبر بن گئے۔ یحییٰ بن زکریا۔ ۱۳۲ھ میں پیدا ہو کر دس سال کی عمر میں اس فقہی مجلس میں شامل ہو گئے۔ حفص بن غیاث ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ جہان بن عبد الغفری کی عمر ۱۳۲ھ میں دس سال کی تھی۔

فہم اس مجلس کی ہیئت ترکیبی کو مستحب، بہت اور بے جا نہ کہ چھوڑ کر دیکھیے اور خدا کا انصاف فرمائیے کہ یہ مجلس کے ممبر کچھ پیدا ہونے سے پہلے اور کچھ دو دو تین تین سال کی عمر میں بیچہ کر کسی سکر پر بحث کریں گے وہ کبھی مجلس ہو گی۔ یہی رہی سیرۃ النعمان میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے مزاج میں تعطف تھا۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے۔ کبھی کبھی سحاب کے گچے بھی انتہا کرتے تھے۔ ایک بار بعض چار سو درہم کی ایک چادر ادریس پہنے دیکھا۔ اکثر چادر پانچ اشرفی کی چادر کو گندہ سمجھتے اور پہننے سے شرماتے۔

ایسے شخص کو غلبہ حدیث کے لیے حجاز، مصر، یمن اور شام کا سفر کرنا اور بڑوں کا لب لبیب کی مصیبتیں برداشت کرنا اور احادیث کی حفظ کی مشقت اٹھانا کہاں گوارا تھا۔ اس وقت حدیث کا مجموعہ کسی ایک جگہ تو تھا نہیں کہ اسے منگوا کر حدیث میں خود پیدا کر دیا جاتا۔ اس زمانہ میں تو تین مختلف اور دور دور مقامات میں پہلے ہوئے تھے۔ امام ابو حنیفہ کے بس کا روگ نہیں تھا کہ وہ جابر بن عبد اللہ کی طرح مشرق کے مستحق نصرت

ایک حدیث سننے کے لیے ایک آدمی خریدتے اور سام میں عبد اللہ بن عباس کے پاس پہنچتے۔ یا ابو ایوبؓ انصاری کی طرح معمر کا سفر کرتے۔ یہاں تو صرف شہرت اور غوث کی تشاہی اور قدر و منزلت کے حصول کی غلب۔ اور ان باتوں کے لیے قیاس و رائے کے دروازے کھلے تھے۔ اور یہ عقیدہ مقامی فقیر حاد کی مجلس میں پورا ہو سکتا تھا۔ اور ان کے ذریعے ابراہیمؓ کے مسائل اور قواعد اپنی ضار و اذہانت اور طمانی سے یاد کر کے فتوے دینے شروع کر دیے۔ اور جس غرض کے لیے یہ معمولی سی کوشش کی تھی وہ پوری ہو گئی۔ اور فضا بھی ایسی مل گئی جہاں مجازی تدبیر کی علمی ضرورت نایاں، وقت و شہرت، شہیت الیٰ بغاوت حرمین نہ ہونے کے برابر تھا۔ گو ذرا ایک فوجی نوآبادی تھی جہاں شرقی نمائند کے مختلف خیالات اور اذہان کے نوٹوں کی اکثریت تھی جو اسلام کے سیلاب میں بہ کر کو فتنہ پہنچ گئے۔ مگر ان کے قلوب مجازی مسلمانوں کے قبی اثرات اور اسلامی محبت سے کوسوں دُور تھے۔ اگر ایسے فتوے امام صاحب دین یا مذہب میں پھیل کر دیتے تو خدا معلوم آپؐ وہ لوگ کیا سوچ کر تے چکے فہم اندھوں میں کا ناراجہ کے مصداق آپ کا سر چل نہ تھا۔

احناف بتائیں کہ وہ کس ابو حنیفہ کے مقلد ہیں ؟

جس طرح شیعوں نے اپنے مفروضہ و مزموہ اثر کے متعلق ہزاروں سے متجاوز من گھڑت اور فتنی روایات کا ذخیرہ تیار کیا کہ انہیں ہزاروں مافوق الفطرت واقعات کا حامل قرار دیکر الوہیت کے مقام کے قریب پہنچانے میں ذرہ بھر شرم یا چھپکھاپ محسوس نہیں کی اسی طرح ائمہ کبار کے چہاد مقلدین نے اور انہیں حضرت ابو حنیفہ کے مقلدین نے ان کے متعلق وہ گھل انشائیاں کی ہیں کہ

۱۔ ابو حنیفہ عقل زحیرت کہ اس چہرہ پر عجب امت

- ۱۔ چھپکھاپ ابو حنیفہ کے منقبت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ اللہ کے بعد آپ کے والد حضرت علیؓ کی خدمت میں لے گئے اور حضرت علیؓ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی۔
- ۲۔ صاحب دین خمار کا وہ بیان ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام بھی آخری زمانہ میں ابو حنیفہ کے مقلد پر عمل کریں گے۔

چاندنہ : ایک اور المزم سیر کا ایک ایسے اہل سنتی کے من گھڑت مذہب پر عمل کرنا ہے کہ صادق و مصلوق کے فرمودات سے بھی حصہ نہ مل سکا ہو سچے رفقہ کے تحلیلات کی نزہاتی ہے۔

۳۔ خضر علیہ السلام نے پانچ برس تک امام صاحب کی زندگی میں ان سے علم حاصل کیا اور پچیس برس ان کی قبر سے..... یہاں تک کہ وہ علم میں کامل ہو گئے۔

(محض از مخطوطی و قشیری)

چاندنہ : اس قسم کے لغویات نقل کرنے سے بھی ہاتھ کاٹنا ہے۔ دل لرزتا ہے اور حواس قابو سے باہر نکلتے جاتے ہیں جبکہ علیہ السلام کے بعد حضرت خضرؑ کے متعلق ایک تابعی بھی نہیں بلکہ تبع تابعی کے سامنے جسے کما حقہ دینی بصیرت بھی حاصل نہ تھی الٰہی قیامت خرافات وہی آدمی کر سکتا ہے جو عقل کا گواہ ایمان سے بھی اور پکار دین و شمس یہاں اس بات سے بحث کا موقع نہیں کہ حضرت کون تھا؟ کب پیدا ہوا؟ مر گیا؟ یا زندہ ہے؟ اگر حضرت کے مادر حضرت مولیٰ کا وہ ساتھی ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے تو اس مقام پر ایسا کہنے والے نے میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر بھلاؤ پھیرنے میں ذرا بھی چھپکھاپ محسوس نہیں کی۔ یہاں سولے لاکھوں پر پڑھنے کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

۴۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت النوف بن مالکؒ عبد اللہ بن ادنیٰؒ، جابر بن عبد اللہؒ، عبد اللہ بن امیرؒ، عائشہ بنت جبر و دائر بن الاقطرؒ، عبد اللہ بن جبرؒ سے چند احادیث کی سماعت کی۔

جلالت : ساوہ لوح مسلمان کو دھوکا دینے کے درمیان سے برگشتہ کرنے کے لئے کس قدر اہمیت اور ہمتاں تھانے چاہیے ہیں۔ ان عقل کے اندھوں کو اس قدر بھی معلوم نہیں کہ انس بن مالک ۶ ہجری میں انس بن مالکؒ اسی امیرؒ کی خلافت کے زمانہ میں عبد اللہ بن ادنیٰ ۶ ہجری میں، جابر بن عبد اللہ ۱۰ ہجری میں عبد اللہ بن انس ۵ ہجری میں وائل بن الاسقع ۵ ہجری میں، عبد اللہ بن حنظلہ ۱۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

امام ابو حنیفہؒ کے فرضی اور مزموہ فضائل کی داستانیں شہیت کے مزموہ مالک سے بھی کہی گئی زیادہ ہیں۔ گویا باب کو اس بات پر غم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس نہ گفتہ پلندہ میں بار بار ان الفاظ کی جو تکرار کی گئی ہے۔ عبد اللہ بن حنیفہ، قال ابی حنیفہ

ہذا مذہب ابی حنیفہ وغیرہ دو کون سے ابو حنیفہ ہیں ؟

۱۔ ابو حنیفہ : نعمان بن ثابت کوئی کے ہاں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مجوسی نسل تھے۔ کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں آپ کے دادا مسلمان ہوئے تھے۔ چہ عجب کہ باقی مجوسی نسل تو مسلمان کی طرح نسلی حیثیت و رتہ میں پالی ہو اور بالی عمر کثیرہ قدیم است عمر کے زمرہ میں شمار ہوتے ہوں۔

۲۔ ابو حنیفہ : متوفی ۲۸۲ ہجری کے عالم تھے۔ فراء غفیش اور ابن مارس جیسے لوگ انہیں امام مانتے ہیں کتابا و لایا اور کتاب البحر و مقابلہ کے مصنف ہیں۔ (نرا و المعاد و جلد ۴ ص ۱۸۱)

۳۔ ابو حنیفہ : کوئی ہیں۔ تیسرے طبقے کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں ان کا ایک لڑکا عبید اللہ اکرم خاص شہرت کا مالک ہوئے۔ (القریب التہذیب ص ۱۸۱)

۴۔ ابو حنیفہ : خالد بن یزید تھیں کے شمار میں قبیلہ اوطیہ کے تعلق رکھتے تھے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۸۱)

۵۔ ابو حنیفہ : نعمان والد کا نام ابو عبد اللہ بڑے ناموں میں شمار کیے جاتے ہیں (ابن حبان ص ۱۸۱)

۶۔ ابو حنیفہ : خوارزم کے مشہور امام ہیں۔ (مطالعہ دینی)

۷۔ ابو حنیفہ : جیسر بن مطعم کی وفات کے وقت موجود تھے۔ محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۱۸۱)

۸۔ ابو حنیفہ : سلیمان کے شمار میں ان کے شمار شاگرد کا نام عبد اللہ اکرم ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۸۱)

۹۔ ابو حنیفہ : امام شافعی کے استاد ہیں سے تھے۔ (مسند امام شافعی ص ۱۸۱)

۱۰۔ ابو حنیفہ : خطاب سابق الخراج تھا کتاب الاسماء و الکئی

۱۱۔ ابو حنیفہ : نام احمد بن محمد بن قیس ثمالی ہیں قیام تھا (ابن بخاری)

۱۲۔ ابو حنیفہ : والد کا نام یحییٰ واسط میں انکی امامت شہرت تھی کتاب الاسماء و الکئی

۱۳۔ ابو حنیفہ : نام عبد اللہ اکرم زلمی۔ بہت بڑے عالم فاضل ادیب اور فیض السان تھے۔

۱۴۔ ابو حنیفہ : نام سلیمان بن بیان مدنی اسماعیل بن عباس محدث امام ابو حنیفہ کا نام میں کتاب الاسماء

۱۵۔ ابو حنیفہ : حنیفہ لقب کے ایک فاضل شخص تھے (روح الامیان)

۱۶۔ ابو حنیفہ : نام جعفر بن احمد اپنے وقت کے امام تھے۔ (۱۷)

۱۷۔ ابو حنیفہ : نام محمد بن عبد اللہ بن علی خطیبی تھے۔ اور اپنے وقت کے امام تھے۔ (۱۸)

۱۸۔ ابو حنیفہ : نام عبد اللہ باب کا نام ایراسیم ثانی ابو حنیفہ کہے جاتے تھے بہت بڑے فقیہ تھے۔ (۱۹)

۱۹۔ ابو حنیفہ : نام محمد والد کا نام محمد۔ ابو حنیفہ حنیفہ کے نام سے مشہور تھے فقہ کے عالم امام

اور ماہر زمانے جاتے تھے (ایضاً)

۲۰۔ ابو حنیفہ : بشیر بن کثیر کے بہت بڑے عالم اور شیعہ مذہب اہل علم تھے بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ (کتاب الملل)

۲۱۔ ابو حنیفہ : نعمان بن ثابت ان کا لقب امام الاہل تھا۔ اصلی وطن دمشق، بڑے خوش فہم و لیاقت خوش گوار خوش خلق تھے۔ اعلیٰ پائے کے مصنف اور علامہ تھے (القریب لیسان المحققین ص ۱۸۱)

گویا ابو حنیفہ کے ساتھ امام اعظم کے نام میں حصہ دار اور نعمان بن ثابت کے نام میں

ساجھی اور امامت اور ثقافت میں شریک درجن بھر موجود ہیں اور یہ طبع بات یہ کہ ابو حنیفہ

کے نام کے یہ تمام اصحاب فقہ حنیفہ کی اولین تالیفات تھیں دوری جو ۲۸۸ھ

قیاسی مذہب کی بنیاد

قیاس کے ارکان و شرائط :

۱۔ اصل : مقیاس عینی جس پر قیاس کیا جائے۔

۲۔ فرع : مقیاس عینی جس چیز کو قیاس کیا جائے۔

۳۔ حکم : جو کو قیاس کے بعد لگایا جائے۔

۴۔ علت : جو مقیاس و مقیاس عینی میں مشترک ہو۔ اور قیاس کا سبب ہو۔ مثلاً :

خمر، اصل ہے۔

نبیذ، فرع ہے۔

نشد علت مشترک ہے۔ (ادعرا ہونا حکم شرع ہے۔ مگر ہم فقہ حنفی میں کہیں بھی ان

احکومات کو کارفرما ہوتے نہیں دیکھتے مثلاً خمر نے خمر کو حرام قرار دیا ہے۔ خمر بر نشہ اور چیز

کو کہتے ہیں۔ بھنگ۔ گانجا۔ چرس وغیرہ تمام خمر ہیں۔ اسی طرح نبیذ بھی خمر ہے۔

مگر اپنے ان تیار کردہ احکومات کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ نبیذ اور آبا یوسنی کے نام

کی نشہ آور چیزیں خلاف عبادت عبادت کے دوسری مملی الامان فقہ حنفی کے فتووں سے استثناء

ہوتی رہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہما بارگاہ میں زیادہ وسعت نظر سے کام لے کر فحاک

کے یہ تب لوگ خوش ہوتے ہیں
امام ابو حنیفہ کے اقوال :

یہ لوگ اگر ادب کے ان اقوال کو قبول کئے۔ بھول ہی نہیں گئے بکرا دادہ ان سے
 انحراف کیا۔

ابن قیم امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ : لا یجوز لاه
 ان یقول بقولنا حتی یطهر من این قلنا۔ (قول الحنفیہ)

خدا تم علیٰ من لم یطہر من این یقولنا حتی یطہر من این قلنا۔ جب تک میری بات کی
 دلیل مسلم نہ ہو میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔ مطلب یہ کہ امام ابو حنیفہ کے ان اقوال
 پر ہی فتوے دینا جائز ہے جن کا ثبوت قرآن اور حدیث سے ہو۔ اور جو باتیں قرآن
 و حدیث سے ثابت نہیں ان کے مطابق فتوے دینا حرام ہے۔ پھر یہ کس حکم نے
 بتایا ہے کہ فتویٰ تو قرآن و حدیث کے مطابق دیا جائے اور ثبوت امام ابو حنیفہ کے
 ذریعے دھونڈا جائے۔ گویا دلائل کا کوہ قافہ دنگانے کے لیے بائیں طرف سے گھما کر
 دائیں کان کو لٹکایا جائے یہ دھاندلہ دنگا نامنح ہے۔ اور پھر اگر بات قرآن و حدیث
 پر ہی ختم ہے تو فقہ حنفی کے اس لاطعل مغوات کا مقصد ہے

امام ابو حنیفہ کا تیسرا قول ہے کہ میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔
 لوگوں نے پوچھا حدیث کے خلاف ہو تو پھر کیا کریں۔ فرمایا اُسے بھی چھوڑ دو۔ پھر پوچھا
 صحابہ کے فرمان کے خلاف ہو تو پھر کیا کریں۔ فرمایا تب بھی چھوڑ دو۔ (روایت المصنفین)
 آپ کا چوتھا قول : جب دیکھو کہ ہمارے اقوال قرآن و حدیث کے خلاف ہیں
 تو قرآن و حدیث پر عمل کرو۔ (اصول ابی کلثوم علی الحلیط : اور ہمارے اقوال کو دہرا
 پرے مار دو۔ (میزان شعرانی)

آپ کا پانچواں قول جو آپ زور سے کہنے کے لائق ہے : اذا صح الحدیث
 فهو مذہبی : صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہ کے ان اقوال سے دو امر منتفی ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کا

علم یقینی اور قابل حجت نہیں۔ اگر یقینی اور قابل حجت ہوتا تو آپ فرماتے کہ میں نے یہ
 تمام احکام قرآن و حدیث سے بغیر تہقّق اخذ کیے ہیں انہیں مضبوطی سے پکڑ لو اور دوسرے
 یہ کہ اُس وقت ائمہ دین کی جماعت بعد ایک نامتک موجود تھی۔
 اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ائمہ دین ایک یا فرقہ سے وہ اپنے امام کے قول کو
 خود سے پر ہیں :

نظر الامانی میں امام ابو حنیفہ ایک اور قول مذکور ہے : ما جاء عن رسول
 الله صلى الله عليه وسلم فاما المسألة والعين : یعنی حدیث سے جو کچھ ثابت ہو
 میرے سرگرموں پر۔

امام ابو حنیفہ کے اس قول کے مطابق برادران احناف کو تو یہ چاہیے تھا کہ وہ
 حنفی فقہ اور قرآن و حدیث میں جہاں ٹکراؤ پاتے تھے قطعی مسائل سے نو اور رجوع کر کے
 کتاب و سنت کے دامن میں پناہ دیتے۔ لیکن آج تک ہزاروں اختلافی مسائل میں
 انہوں نے امام ابو حنیفہ کے حکم کے باوجود قرآن و حدیث سے انحراف کو بھی اپنا
 سرمایہ جادوئی سمجھ رکھا ہے۔
 بسا محی الدین نے فتوحات مکیہ میں سند بیان کیا ہے کہ
 امام صاحب نے فرمایا لوگو! دین میں رائے سے کوئی بات کہنے سے بچو اور سنت کی پیروی
 کو لازم کر دو۔ کیونکہ جو سنت سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا (میزان شعرانی)

اقول :- امام صاحب آثار سنت پر زور دیتے ہیں اور بجا بات ائمہ دین کہتے ہیں۔
 آئندہ واقعات : کہ وہ میں ایک شخص دانیال کی کتاب لے کر آیا تو امام ابو حنیفہ
 اور دوسرے لوگ اُس کے قتل کے دہے ہوئے اور کہنے لگے کیا قرآن و حدیث کے
 علاوہ کوئی اور کتاب بھی دین میں ہے۔ (میزان شعرانی)

اقول :- امام صاحب قرآن و حدیث کے علاوہ ایک آدمی کے ہاتھ میں کوئی دوسری کتاب دیکھ کر بھی برداشت نہ کر سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقبال نقان پیش کیے گئے تو آپ نے قرآن پیش کیا۔ آپ کے سامنے توہیت پڑھی گئی تو آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی کتاب پیش کی گئی تو آپ نے کھجور کے خوشے سے اُسے پیسا اور بجائے حنفی جہاں آج قرآن و حدیث کی تعلیم پڑھیں گے معاویہ میں طلباء کے سالہا سال ثقہ کے من گھڑت مسائل پر خرچ کر دیتے ہیں ہمارے مونی مدارس میں عقائد جیسے ضروری علم میں جو ہماری تعلیم کا تہتر حاصل ہوتا ہے صرف شرح عقائد نسخی پڑھائی جاتی ہے جس کی نسبت نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہ تو نقلی حیثیت سے قابل اعتبار ہے نہ نقلی حیثیت سے بھی نقلی غش۔ جس نے فراہمیت کے قدم اُگے بڑھایا وہ شرح موائف کی جدول جلیوں میں گم ہو گیا۔ اس سے آگے قدم رکھنے والے ڈرائی، طوسی، جہانی، وریا کوئی کے ذہنی فلسفات اور تیرنجات میں الجھ کر دو گئے۔ تباہی دین کہاں گیا۔ قرآن و حدیث کا مقام کیا رہا۔ پھر اگر قرآن و حدیث ہی نہیں تو مسلمان کہاں رہی؟

یہ ایک عجیب اور واضح حقیقت ہے کہ دیوبند جیسی عظیم الشان درس گاہ میں بھی سات پچھ سال انہیں پکڑوں کی بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ اور آخر میں کہیں جا کر حدیث کی بار آتی ہے اور سب سے آخر میں جا کر کتاب اللہ کا ٹبر آتا ہے جو کہ جلائین اور بیضاوی کی صورت بقرہ تک ختم ہو جاتا ہے۔

نوادقہ قول :- امام ابو حنیفہؒ نے کہا میری تقلید نہ کرنا۔ اور نہ امام مالکؒ کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ اور احکام دین وہاں سے لینا جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔ یعنی کتاب و سنت سے (تحفۃ الاحبار ذہبیاتہ الاولیاء)

اقول :- یاد رکھیے یہاں امام ابو حنیفہؒ نے اپنی تقلید سے عسات منہ کر دیا ہے اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ مگر کیا کہیں؟ کہیں ہرگز بغفلت میں کہیں ہرگز غرہ سے بچائیں، اس حنفی کی شاگردانہ نسبت والوں کو جنہوں نے اپنے ہاتھ حنفی مذہب

بنا کر توحید سے لے کر عبادت تک کے مسائل میں انہی من مانی کو رواج اور شائع کر رکھا ہے۔

آب ذہانتین، خزانہ انصاف سے بہت دھری اور شد کو چھوڑ کر یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا اپنے مذہب کے متعلق جو خیال ہے کیا آپ کے متقدمین اس پر کاربند ہیں۔ جواب صاف نفی میں ہے تو لا محالہ :

فقہ حنفی کی تدوین :

اور وہ پردہ داری صاف ظاہر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی تدوین امام صاحب کی وفات سے تقریباً پورے تین سو سال بعد شروع ہوئی۔ اور بارہویں صدی ہجری تک جاری رہی۔

فقہ حنفی کی پہلی کتاب قدود کے ۲۰۰ھ میں لکھی گئی۔ معتقہ: احمد بن محمد بن احمد بغدادی ہذا یہ : ۲۰۰ھ میں، معتقہ: ابو حاتم الدیلمی علی بن ابی بکر موشیانی

مؤید المصلح : ساتویں صدی ہجری میں

حضر الدقائق : سب سے پہلے، معتقہ: ابو البرکات عبد اللہ بن عبد المعز حنفی

شرح ذوقیہ : ۳۰۰ھ میں، معتقہ: عبد اللہ بن مسعود مجاہد

ذوق مختار : ۳۰۰ھ میں، معتقہ: محمد علاء الدین شیعہ علی حسینی

قانون عالمگیری : ۳۱۰ھ میں چند مہول احوال لوگوں نے مرتب کیا۔

آخر میں قاضی شہداء اللہ پانی پتی مصنف تفسیر منہجی نے ۳۲۵ھ میں مالا بد مذہب فارسی

میں اور سب سے آخر قاضی صاحب نے مشتی زیوراد میں لکھی۔ قدودی سے قاضی عالمگیری تک

تمام عربی زبان میں لکھی گئیں اور ان کے ساتھ ساتھ ہی قاضی ناس کا قاضی۔ قاضی تادریخ

قائدی براندیز وغیرہ بھی معرض وجود میں آئے۔

دس اہ قول :- امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ لوگ ہدایت پر ہیں گے۔ جب

تک کہ ان میں حدیث کے علماء ہوں گے۔ جب حدیث کو چھوڑ کر اوہ علم حاصل کریں گے تو

یگر جائیں گے۔ (میزان شعرانی)

اقول :- موجودہ اسلامی مدارس آپ کے سامنے ہیں۔

ہیادھو اے قول :- آثار اور طریقہ صالحین پر ہم جاؤ۔ اور ہر ایک نئی بات سے بچ کر وہ بدعت ہے کسی نے پوچھا کہ لوگوں نے عمل بالحدیث چھوڑ دیا ہے۔ اس کو نہ تیرا پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کا حدیث پڑھنا بھی عمل بالحدیث ہے۔ (میزان)

اقول :- آپ کا یہ ارشاد کہ ہر نئی بات بدعت ہے، احناف کے لیے ضرر بصیرت بننا چاہیے تھا۔ اور مسائل کے جواب میں آپ کا حدیث کو پڑھنا عمل بالحدیث ہے۔ آج کے مدارس میں کہاں گیا؟

بارھوا اے قول :- ضعیف الحدیث احب الی من آداب التوحالیٰ لوگوں کو ملنے کی نسبت مجھے ضعیف حدیث زیادہ محبوب ہے۔ (رد المحتار)

مندرجہ بالا اقتباسات سے تو صاف نظر آتا ہے کہ امام صاحب کی ذات سے ایسی باتوں کو منسوب کہ ناجوز قرآن و حدیث سے ملامت نہیں کھینچیں، یہ ضرور امام صاحب پر زیادتی ہے۔ ایضا علی سبب اختلافات میں مولانا محمد جیات سندھی جی اور اساتذہ القیاس میں ملامتیں فرماتے ہیں کہ کوئی قول امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ یہ سب دعوے ابو حنیفہ بنادنی اور من گھڑت ہیں اور متأخرین کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں جو سلف صالحین پر پھونپی گئی ہیں۔ اور ان کا فساد ظاہر ہے۔

اقول :- یہی بات تو ہم کہتے ہیں کہ اول توفیق حنفی سرے سے ایک غیر ضروری اور تفسیح اوقات اور شغلت و اختراق پر مبنی فن یا علم ہے۔ اور دوسرے یہ کہ امام صاحب کی وفات سے چونسٹھ سو سال بعد ایک مسلک کہ ابو حنیفہ کھو دینا کتنی عمل اور لغو بات ہے۔ و اساتذہ القیاس صفحہ ۹۱ پر بلا مین صنفی لکھتے ہیں: "تتبعین دہ قیاس جو صاف صاف کھلے ہوئے نہیں ہیں جن سے تنبیہ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ اکثر ان کی سند امام ابو حنیفہ تک نہیں پہنچتی۔" تو آپ اپنے دام میں عیاد آگیا۔

میں آگے چل کر تدوین حدیث کے ضمن میں اسماء الرجال اور ادبیت کے طرز

اور درایت کے فن کے متعلق اجمالاً تحریر کروں گا۔ مگر فہم حنفی کے متعلق یہ امر قابل غور ہے کہ فقہ کی تمام کتابوں میں ہر مسئلہ کے بعد عند ابو حنیفہ یا عند ابو یوسف یا عند زفر یا عند محمد یا عند شعیب وغیرہ کا مسئلہ کیا ثبت ہے۔ اول تو یہ بات ہی قابل توجہ ہے کہ تقلید شخصی کو اگر واجب قرار دیا گیا ہے تو ابو یوسف، زفر یا شعیب وغیرہ کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ اپنی امامدیش کریں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کے اور امام صاحب کے یہ مسائل اور احکام تین سو سال کے بعد کس طرح صحیح حالت میں صاحب قدوسی یا غائبی ہدایہ نے قلم بند کر کے مروج کیے۔

حدیث کے فن پر توجہ و تدبیر ہو۔ مگر کسی ذہید کو کے عند ابو حنیفہ کئے کے بعد ہم اُسے حرف آخر اور کلام ناطق سمجھیں یہ کونسی ننگ ہے :

طرح دل صاحب اور اک سے انصاف طلب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے واقعی ایک مدرس قائم کر کے دس دہائیوں کی بنیاد ڈالی۔ اور وہ ہر موقع پر کہتے رہے کہ پڑھو مجھ تک علم حدیث نہیں پہنچا اس لیے؟ اُن کو تو علی بن عبد رسول اللہ میری بات کو نبی علیہ السلام کی باتوں کے مقابلہ میں ترک کر دینا۔ مگر یہ ان طریقہ کے ذہنی زاد بیے اور تخیلاتی ماہر ادبیت بلند پایہ تھے۔ انہیں ایک حربہ مانتا چکا تھا۔ انہوں نے اس حربہ کی مدد سے خوب مبلغ آزمائی کی اور فیضیت کام کوں کے لیے اپنی طبعی سادگی کا کام لیا۔ امت کی بدعتی سے امام صاحب کو ایک نہایت غریب مگر ذہین شاگرد میرا گیا۔ جس نے آگے چل کر عیب عجیب نکل کھلائے۔

مصنفات بالامام صاحب کے امیران مزاج اور لغت طبع کے متعلق بھی آپ دو شناس ہوئے۔ علم دین کی نسبت امام صاحب کے فقہ کی طرف رغبت ہونے کے اسباب بھی آپ کے ملاحظہ کیے، اور پھر اس کے بعد امام صاحب کے اقوال بھی آپ کے پڑھے ہیں۔ ان تمام باتوں سے سولے اس کے اور کچھ فیض نہیں کیا جا سکتا کہ فقہ کا تمام سرمایہ امام صاحب کی طرف منسوب اقوال اور فضیلا امام صاحب کی زندگی کے حالات اک معتر ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

دیگر ائمہ کے اقوال :

مفسر بن عیسیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام مالکؒ کو کہتے سنا کہ :
 "لَا تَأْخُذْ بِمَا يَنْتَهِضُ اَخِي وَاصْبِرْ اَنْظِرْ دَاخِي دَاخِي كَلِمَاتُ اَخِي الْعَقَابِ
 وَالسَّنَةِ فَخُذْ وَاِجْمَعْ وَمَا لِمَنْ يَفُوقُ الْعَقَابِ وَالسَّنَةِ فَاتَّكِبْ"
 امام شافعیؒ کا قول ہے : "ما قلت دكان النبي صلى الله عليه وسلم
 قد قال بخلاف قولنا صح عن النبي صلى الله عليه وسلم ادلى و
 لا تقلدني في واذا صح خبر يخالف مذهبى فاتبعوه واعلموا
 انك مذ هبى"

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے : "لا تقلدني ولا ما لك ولا الشافعي
 ولا الشافعي وحذ من حيث اخذوا"

یہاں امام احمد بن حنبلؒ نے امام ابو حنیفہؒ کا نام نہیں لیا۔ سالانہ امام احمد بن
 حنبلؒ کے بعد ہوئے ہیں۔ کیا اس سے یہ قصد نہیں کہ امام مالکؒ اور شافعیؒ اور
 ثوریؒ کے مذاہب کی بنیاد تو قرآن و سنت پر ہے۔ اگر قرآن و سنت سے مسائل
 کے استنباط میں غلطی ہو جائے تو اسے ترک کر دیا جائے۔ مگر حسن مذہب کی بنیاد
 ہی قیاس و رائے پر ہو اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ کو وہ کیا چھوڑیں اور کیا پکڑیں؟
 فاضل فاضل۔

سطور بالا سے واضح ہو گیا کہ مخصوص امام کی تقلید قطعاً ناجائز ہے۔ امام ابن
 تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ چاروں اماموں سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اپنی
 تقلید سے منع کیا ہے۔ اور یہی حکم دیا ہے کہ جب ان کو کوئی بات کتاب و سنت
 سے معلوم ہو جائے اور ان کے قول سے قوی تر ہو تو وہ اسی بات کو اپنی کتاب
 و سنت سے معلوم ہوئی ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ)

بیشک تمام ائمہ مجتہدین اپنے شاگردوں کو بظاہر کتاب و سنت پر عمل کرنے کی
 ترغیب دیا کرتے تھے اور کہتے تھے جب تم کو کوئی بات کتاب و سنت سے معلوم

ہو جائے تو ہماری بات کو دیوار پر لٹے مارو۔ (میزان شرفی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷)
 شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں : تمام مجتہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی تقلید
 نہیں کرتے تھے۔ (مجموعہ فتاویٰ)

• بیشک امام جماعت نعمان نے اپنی تقلید اور دیگر کی تقلید سے منع کیا ہے۔

(عقد المجید مطبوعہ مدینہ منورہ صفحہ ۴۲)

جلال الدین سیوطیؒ کہتے ہیں : ہرگز نہیں روا رکھا مالکؒ، ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے
 کسی کے لیے اپنی تقلید کو دیگر انہوں نے منع کیا اس سے اور کسی کو اس بات میں ڈھیل
 نہیں دی۔ (کتاب الرد علی من اهل الالارض)

الغرض کمال تک انسان لیے حوالوں کا استنباط کر سکتا ہے اور پھر اپنے اقوال کی
 ضرورت ہی کیا ہے۔ جبکہ ائمہ اربعہ کے اقوال ہمارے سامنے موجود ہیں۔ سوچئے، سمجھئے
 اور غور کرنے والی بات صرف یہ ہے کہ آخر کتاب و سنت پر عمل کرنے کی بجائے
 ہم کبھی مخصوص افراد کے ایسے اقوال کو عز و جان بنا لے گئیں جنہوں نے بار بار خود اپنی
 زبان سے اپنی تقلید سے روکا ہو۔

لَا تَتَّبِعُوا كَثِيرًا مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آلَ الْاَعْدَابِ وَكَلَّمَتْ
 بِرَسُولِ الْاَسْبَابِ وَقَالِ الْقِيَمَةُ لَقَدْ كُنْتُمْ فَرِحْتُمْ بِهٖمْ كَمَا تَفْرِحُونَ
 كَذٰلِكَ يُؤَيِّدُ بَعْضُهُمْ اٰمَاتُ لِهٖمْ حَسْرَاتٍ عَلَيْهِمْ دُمُوعٌ بَارِدَةٌ
 مِّنَ السَّآءِ - (بقرہ : ۱۷۶-۱۷۷)

جب تم بصدی کرنے والے کوئی تا بعد از کرتے تھے ان سے بڑا ہونا نہیں
 گئے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے تو تمہیں گئے فاش کر دیں ایک
 بار پھر ترقی ملے تو تم ان سے اس طرح بڑا رہو جس طرح وہ آج ہم سے بڑا
 ہوئے ہیں۔ اسی طرح امتد ان کے حسرت ناک اعمال ان کو دکھائے گا۔ اور
 وہ جہنم سے ٹھنڈا پانی پائیں گے۔

شہادت ذوالنورینؑ

ترسیم و اضافہ
طبع شافعی

حکیم فیض عالم صدیقی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

عرضے ناشر

شہادت سیدنا ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غالباً ۶۵ھ کے
قرعہ میں طعن ہوئی ہمارے پاس کتاب مذکورہ کا ایک نسخہ اس وقت بنیاد پر کتاب لکھتے
ہیں کتاب بدیہی تھی۔

ہم لوگ عام متداول تاریخوں میں ایک کچھ پڑھتے چلے آ رہے ہیں ان میں کاتھولک ذیہ ذوالنورین
کے قصا میں بن زمین و آسمان کا فرق نظر آیا، مگر جب تفصیل مواضع کے بحوالہ اوقات پر
خال الذہن ہو کر غور کیا تو انکھوں سے پڑے پڑے پٹے چلے گئے، درمیان روشن ہوتا چلا گیا اور
تسلسلہ واقعات تصویر بن کر آنکھوں کے سامنے آجرتے رہے۔

عالم اسلام کے علوم ترین شہید اعظم یعنی سیدنا ذوالنورین جنہیں ۴۰ سال کی عمر میں
لگا کار و ماہ شدید محاصرے کے بعد اکتیس دن کو کا پایا ساٹھ پانچ پر کیا بیت شہادت
معلم بربریت اور نبوت سے جس طرح شہید کیا گیا اس کی مثال تاریخ اسلام میں نہیں
ملتی۔ مگر آج کی دنیا کا جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے وہ ان ہی شہداء شہیدوں
کی ذہنی انشراح ہے جن کے روحانی آب و حیدر سے پہلے سیدنا ذوالنورین کا علم کو شہید
کیا۔ پھر سیدنا ذوالنورین کو شہید کر کے غلامیہ موت کا غم کیا، اور اپنی یادگار بریں و بد اعمالوں
کی پردہ پوشی اور اپنے بچاؤ کے لئے سیدنا علیؑ کی آڑ لی مگر جب آپ بھی ان کی سب
مرضی ان کے کام نہ آئے تو انہیں بھی شہید کر دیا ان کے بعد سیدنا حسنؑ کو ذوالنورین نے
انہیں زخمی کیا ان کو شہید کرنے پر تکی گئے مگر وہ بچ کر مدینہ پہنچ کر اسلام، حق ہو گئے
تو سیدنا حسینؑ کو گھر گھر کر کے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر جب سیدنا
حسینؑ کو فرسے میں منزل کے فاصلہ پر پہنچے تو انہیں بھی ملامت ہو گیا کہ یہ لوگ میرے
بھائی ہیں تو انہیں دیکھ کر اس سے پہلے میرے باپ اور بھائی کا کرچکے ہیں، قومہ امی

نام کتاب ————— شہادت ذوالنورین

مواضع ————— حکیم فیض عالم صدیقی

تعداد ————— ایک جز

ایڈیشن ————— دوسرا

صفحات ————— ۱۰۴

سال ————— ۱۸۸۲

کتابت ————— فاروق صبیح احمد جہلم

قیمت —————

ناشر ————— شبان الہدیہ حیدر آباد گجرات

————— ملحقہ سہیتے —————

۱۔ حکیم فیض عالم صدیقی۔ جامع الہدیہ محلہ ستریاں جہلم

۲۔ قاضی عبدالقدیر فاضل ناظم اعلیٰ شبان الہدیہ تریل ضلع گجرات

۳۔ حاجی رحمت اللہ امیر جمعیت الہدیہ پشاور

جامع الہدیہ، چوک قوارہ۔ پشاور صدر

۴۔ مولانا عبدالواحد سلفی محلہ چراغ پورہ لالہ پورہ گجرات

۵۔ مکتبہ عثمانیہ ۲۷ مسلم لیگ کوارٹر کراچی

۶۔ مکتبہ عزیز ۲۷ جامع مدرس چوک داگراں۔ ۵۰ ہند

مقام سے غایت اسلام کے پاس پہنچنے کے لئے عازم دمشق ہو گئے۔ مگر جب وہ ملک کے تمام پر پہنچے تو انہیں بھی ختم کر دیا گیا۔

اور یہ سلمان تاریخ سازی اور حدیث نویسی میں مصروف تھے تو یہ لگے۔ بالیقہ کا تئیر کہ انہوں نے مصروف تھے تاریخ ہمارے مکتبے کو کچھ متاثر انداز میں موجود ہے وہ انہی لوگوں کی بنیادی اور گزیرہ وافر پیشکش دوستوں کا چہرہ ہے۔

اور اس کی صورت یوں ہوئی کہ آگے چل کر جب ان لوگوں نے دیکھا کہ معاویہ کی طرف سے بی بی حج واقعات بھی موجود ہیں اور سیرت کا کتابوں میں بھی بعض صحیح واقعات موجود ہیں تو انہوں نے غلط واقعات کو مختلف صورتوں میں بار بار دہرا کر اس طرح تمام عالم اسلام میں پھیلانے کی کوششیں کیں کہ آج حج واقعات کو آن دشمن اور مکذوبہ واقعات سے الگ کرنا کسی سطحی قسم کے چرچے سمجھے آدمی کے لیے کار و گم نہیں رہا۔

اور آج فوجت باغبار سید کہ ہمارے محراب و منبر بھی انہی نظریات کے ترجمان ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے پریس سے بھی غیر شعوری اور غیر محسوس انداز میں وہی باتیں دہرائی جا رہی ہیں۔ اس مقام پر مثلاً میں ایک سوئی کسی بات عرض کرتا ضروری سمجھتا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انداز البی کو نساء البی مستن کا مد من النساء فرما کر نہ اہمیت، مؤرخین کو کچھ سرمدی عطا فرمایا ہے کہ دنیا بھر کی کوئی طاقت ان کی مہر نہیں اور حضور نبی کریم نے سیدہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق فرمایا ہے کہ میری انداز میں عائشہ کا مقام ایسا ہے جیسا کہ اس نے میں تریدا کا مقام۔ مگر ہمارے محراب و منبر سے آج بھی علیہ السلام النساء فاطمہ الزہراء کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ اگر یہ مقام حضور نبی کریم کی بی بیہ سے کسی کو بخشا تھا تو وہ سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا ہو سکتی تھیں۔ جن کی شان میں نبی کریم نے فرمایا تھا صحیحہ افضل بنات

سیدہ فاطمہ کا مقام اپنا، سیدہ زہراء کا مقام اپنا اور سیدہ ام کلثوم کا مقام اپنا۔ یہ تمام بنات الرسول اپنے اپنے مقام کی حامل تھیں مگر سیدہ النساء کے خطاب سے انہی بنات المؤمنین کے مقابلہ میں اتنی حق تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف ایک کو

توازا مدعیان اہل سنت، بلا تفریق المحدثین، اخوات، شوافع، حنابلہ اور فقہاء میں امام مالک کے پاس شریعتی کوئی ثبوت نہیں یہ صرف انہی نظریات کا کاہوس ہے۔

اللہ تعالیٰ امام ابن تیمیہ کو جنت میں بلند مقامات عطا فرمائے جنہوں نے سب سے پہلے امام مالک کے اس سرطانی چھوڑے کی تشخیص کر کے اس پر شریعتی کی طرح مثال کر گزرتی کہ اس سرطانی چھوڑے کی حیثیت سے آگاہ کیا۔ اور ان کے بعد امام ابن العربی نے امت کو خبردار کیا۔ ابن العربی کے بعد طویل خاموشی طاری رہی۔ ماضی تزیب میں تحفہ اثنا عشر اور آیات میناٹ کبھی نہیں گھبران کا موضوع عقاید اعمال تک محدود رہا۔ البتہ مزاجیرت نے تاریخی انداز میں اس کام کو سنبھالا اور ان کے بعد محمود احمد عباسی نے زعمائے شواہد کی زبان میں حقائق کا ذخیرہ پیش کیا مگر تاریخی خلا پڑتا ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سعادت کا سہرا جس مجاہدین دولت کے لئے تیار کر رکھا تھا وہ ظہیم شخصیت اس وقت ہمارے درمیان یکم ضعیف عالم حدیثی کے نام سے موجود ہے۔ موصوف نے اس انجی سازش کے مال و مالک سے جس جو کچھ انداز میں ملت کو دشمناس کرایا ہے وہ کسی صاحب دل پر مر و کا کام ہے۔

انجی سازش کہاں سے چھوٹی، کیسے چھوٹی، کیسے پروان پڑھی، اس کے عقائد و اعمال کے شگوفے کیسے چھوٹے، ان پروردگار کی آبیاری کیسے ہوئی اور کس نے کی۔ اسلامی عقاید کے پہلو پر پہلو انجی عقاید کس طرح پھیلنے چھوٹتے رہے، مسعودی بغداد دہلی، کھنڈ، میسور میں ان لوگوں نے کیا کیا، ان کے دین کی بنیاد کس بات پر ہے ان کا رب کون ہے؟ ان کا دین کونسا ہے، ان کی شریعت کیا ہے؟ محمد رسول اللہ کی ازواج اور صحابہ مگر یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہیں اس پروردگار کی کتابوں ہی سے حاصل ہوا ہے۔

تمہاری ذوالقورین کے مطالعہ کے بعد دل میں اس قسم کی آرزو روشن چلنے لگیں کہ ذوالقورین کی قدرت میں خود حاضر ہونا چاہیے۔ مگر بعض اصحاب سے اس قسم کے تاثرات خبیثہ میں آئے کہ مصروفیت نہایت خشک مزاج قسم کے انسان ہیں اور ایک آلودہ تمام

سے بھی مٹنے میں آ کر وہ وہ کسی ملک کے مکین کی خدمت کے منہوا ہیں بہر حال ہم چند اہل
 ہر سب بادشاہ اور حکمرانوں کے ہوش اس پر بزرگ کی خدمت میں پہنچے چند کلمات میں ہی معلوم
 ہو گیا کہ موصوف کی خشک مزاجی کی ہوائیاں اڑانے والے یا تو خود احساس کو بہتری کا شکار
 ہیں اور یا تو ہیں اپنی خود ساختہ غور و جوی قدر کی کو موصوف کے کسی قسم کے خطرات
 لاحق ہیں۔ چہنچہ آتش شوق، خوش خلق، رحیم اور غنڈہ سے دل و دماغ کا انسان کہاں کیا
 تھا۔ ہم نے اپنی صحبت میں ہی ہر قسم کے اعتراضات کی ایک طویل فہرست آپ کے سامنے
 لکھ رکھی۔ اور یہاں قدر میں چند خدمت کے پیش نظر ہر قسم کی جملہ خدمت کے لئے
 تیار ہو گئے۔ مگر وہاں تو دور دور تک خشک مزاجی تو دیکھنا نہ ہوئی تا کہ گواہی کا اثر نہ نظر آیا
 اور نہ ہی خدمت پیشانی سے ہمارے اعتراضات کے ایسے جوابات ملے ہیں جو تفسیر فرمایا کر
 طبیعت میں الیضان ہی نہیں بلکہ ایک گونہ سکون سا محسوس ہونے لگا۔

اور اس کے بعد بینہ بھر میں کم از کم ایک بار حاضر ہونے کا معمول بن گیا۔ ادب اور
 کیفیت ہے کہ جب تک حاضر نہ ہوں ایک خط سا محسوس ہوتا ہے گویا یہ ماضی اب جا رہا
 روحانی فدا بن گئی ہے۔ حکیم صاحب کی بذات حضور خیا کریم کی ذات اقدس کے متعلق
 نہایت ہی نازک ہیں اور روزانہ مطہرات اہمات المؤمنین کی قدا ت قدس سید صاحب کرم
 رضوان اللہ علیہما جمعین کے متعلق قرآن و احادیث کی روشنی میں جس طرح موصوف تذکرہ
 عقیدت پیش کرتے ہیں کا شک بہت اور فراغت ہو تو اسے ضبط تحریر میں لاکر ملک و قوم
 کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ فدا ہے رسول و ائمان و دوازہ مطہرات علیہ السلام
 صحابہ اپنے بذات کے بجز غارت سے موقی رول کرنا نہ رہتا اور ہم اپنی جھوٹ یا اس
 بھر بھر کر قوم کے سامنے لٹاتے رہیں۔

اپنے ان اثرات میں ہم منفرد نہیں۔ بلکہ جو بھی ایک بار اسی مرد پر کی خدمت میں پہنچے
 گیا وہ کچھ ماضی کے ہی تھا۔

چنانچہ جمعیت اہل حدیث کے مشہور خطیب، ادیب، راہنما اور معانی حضرت مولانا
 حافظ محمد ابراہیم گیلانی اور صاحب دلی بزرگ سے ملاقات کے عنوان کے

تحت لکھتے ہیں:-

"چند ہی منٹوں میں حکیم صاحب، ایسے مکمل مل گئے کہ سب سے
 طبیعت کا تمام خرم و جباب اور اعتراضات بے تکلفی میں بیل گیا
 میں اس بات پر مجبور تھا کہ جن دوستوں سے حکیم صاحب
 کی خشک مزاجی بکلیت نوائی کا ذکر کرنا تھا ان کے لئے
 رب ذوالجلال کے حضور میں مغفود و گنہگار ہوں۔"

اسی مضمون میں آگے مل کر لکھتے ہیں:-

اس مجلس میں ہماری گفتگو کا محور یا دو ترشید عقائد کا شیعہ
 تاریخ اور ازاول تا این دور عالم اسلام میں ان کی سازشوں
 اور رشید دانیوں سے تھا، حکیم صاحب کا مطالعہ اس
 عنوان پر بہت وسیع ہے اور وہ جوابات بھی کرتے ہیں اکثر
 یا حوالہ کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:-

میں نے اس ماحول سے جو کچھ اخذ کیا اس کے مطابق حکیم صاحب
 نہایت زیرک، معاملہ فہم اور دور اندیش بزرگ ہیں۔۔۔ ان کا
 ماحول ان کی دیانت و انانیت کا محضرت ہے۔

حکیم صاحب کے متعلق حافظ میر پوری صاحب کے آخری کلمات جماعت کے لئے شامل رہے
 ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

حکیم صاحب کو اس بات کا شدید گلہ ہے کہ جماعت کے مبلغین
 روحانی اور سطحی کاموں میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔
 لیکن کوئی ایک بنیادی اور علمی کام ایسے ہیں جن کی طرف کماتر
 توجہ مبذول نہیں کی جا رہی۔

ترجمہ روزنامہ اہل حدیث، ۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء

اس حقیقت سے کسی کو فلاح کی خیال نہیں کہ حکیم صاحب دس سال سے اصلاحات عوامہ اور تعلیمی ترقی کے کام میں توجہ تھیں۔ اس بعد حالات کے باوجود اپنے مخصوص انداز میں اپنے حق کو قائم کرنا نہیں، اپنے حق کی تمام صلاحیتیں اور اپنے حق کی آخری کو بڑی تک اس دیرانگی کی عیدیت پر عمل کرتے رہتے ہیں۔

شبناں احمدی دیشیہ پبلشرز کے کارکن اپنے ابتدائی ایام سے ہی یہ داعیہ سے کر میدان عمل میں، ترسے تھے کہ معاشرہ کو تو بخیر ہے راہ روئوں کی اصلاح کے لئے تو وہ زندگی کی کسی شعبہ سے متعلق ہوں اپنے آپ کو مجاہدانہ وار وقفہ کئے رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمارے ہر کارنامہ کو برکت کریم لوگ پہلے دن سے تائید کرے گا۔ اپنے آپ سے کئے گئے سوا عید پر عمل پیرا ہیں تبلیغی انداز میں آج تک بیسیوں اصلاحی مکتبہ ہو چکے ہیں جن میں ملک ملت کی اہم شخصیتوں کے خطاب ہو چکے ہیں۔

اللہ علیہ اذان میں شہادت سیدنا ذوالنورین کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت ہمارا پہلا قدم ہے ہم حکیم صاحب کے عزیزوں احسان ہیں کہ موصوف نے ایک کسی مطالبہ یا شرط کے اس کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے ملحق توفیق شبناں احمدی پبلشرز کو دیا ہے ہم امید کرتے ہیں کہ حکیم صاحب انشاء اللہ آئندہ بھی اپنی سالیفات کی طباعت اور نشر و اشاعت کی سعادت ہمیں محروم نہیں فرمائیں گے۔

(حافظ آغا علی عبدالقدیر خانپور)

ناظم اعلیٰ شبناں احمدی پبلشرز

یکم جنوری ۱۹۶۹ء

شبناں احمدی پبلشرز کے گورنر اپنے محسن اور مرقی حاجی رحمت اللہ صاحب غفرلہ کی سرپرستی پر جس قدر فخر و ناز ہے کہ جسے جن کی سرپرستی اور مالی تعاون سے ہم اپنے فرائض کو عمل کی بات آسانی سے سر انجام دے رہے ہیں۔

شہادت سیدنا ذوالنورین

مقدمہ طبع ثانی

۱۹۶۵ء میں شہادت ذوالنورین طبع ہوئی جس پر مآثرات مثبتاتی، شمس الاسلام اور وقت روز چٹان، غلام الدین اور الاسلام نے بھرپور تائید کی تبصرے لکھے۔ بہت دیر اور اعتدال میں بھی جلال الدین نعیم صاحب نے حوصلہ افزائی فرمائی۔

پہلا ایڈیشن اپنی مضمونی انارمیت کی وجہ سے چند ماہ میں ختم ہو کر آیا اب ہو گیا اور دوسرا ایڈیشن کے لئے اتفاق شروع ہو گئے۔ مگر میں اپنی دیگر تالیفیں مہر و فیاض نیز غنائی امور کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ کر سکا اچانک شبناں احمدی پبلشرز کے گورنر نے دوسرا ایڈیشن شائع کر کے ارادے کا اظہار کیا تو میں نے یوں محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بہت بڑے فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش فرما دیا ہے۔

شہادت ذوالنورین کی اشاعت پر جن دینی اور علمی مکتبوں اور جن اکابرین ملت کی طرف سے تائیدی اور توصیفی خطوط طے ان کے ذکر کی یہاں ضرورت ہے نہ فائدہ البتہ چنانچہ کتاب سے اس قسم کے خطوط معمول ہوئے کہ کتاب کے بین اسطور سے سیدنا ذوالنورین کی شہادت کی ضرورت کے متعلق اس قسم کے اشارات کا اظہار ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ کا اس فعل میں ہاتھ تھا اور یہ بات مشاہیرات صحابہؓ سے بڑھ کر شان صحابہؓ کے تقبض ہونے کے مترادف ہے میں اس موقع پر اس حقیقت کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ غبی نظریات کے خلاف

پروردگار سے مسلمانوں کے قلوب و اذان میں کچھ اس قسم کے تاثرات جاگزیں ہو چکے ہیں کہ سیدنا علیؑ یا حضرت حسینؑ کے حالات قلبیہ کرتے وقت یہ تصور رکھیں کہ چاہیے کہ ان سے کسی قسم کی لغزش سرزد ہوئی ہے۔ مگر ایسا کہنے والے ہی بے دینی قرعاس و قلم کے ذریعے اور

وَمَا أَشْكِرْ لَنَا وَلَا خَوَاتِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجِدُ فِي قُلُوبِنَا
عِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا بِالْحَقِّ

میں کسی دوسرے مقام پر پناہ لینے کے لیے ۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۱ء کے معلق واقعہ کریمکا ہول
کراں ڈرون کی اس پالیسی سے متعلق ان کے انڈیا کرپس کے ریکارڈ پر کسی دوسرے صحافی کے
متعلق جو جو کہتے ہیں وہ سب سیدہ عظمیٰ کا نام درمیان میں آئے تو شہزاد صاحب نے کسی
تلاویز میں ان سے نکل آئیں گی۔

ایسے لوگ ان حقائق سے قطعاً بے بہرہ ہیں کہ صحابہ کرامؓ، مفسرین نہیں تھے اور سیدنا
عالیؓ بھی انہیں صحابہ کرامؓ میں سے ایک تھے۔

جنگ خندق میں مسیح

عقلمی کے باوجود ایک نوسٹ سالہ بچہ قوت کا مارا جانا مسترد و مفسدہ یاد رکھنا خیالی داستان کے مترادف قرار دے کر مجموعہ مجموعہ کرنا گویا موجب خجاست ہے۔ مگر ان تیرہ چودہ سالہ نوجوان لڑکوں کو مؤثر و معنادار کا لہجہ جیسا کہ ان کے قلم پر نہیں دیکھا ہم پیش کرتا مشاعرہ حسنائے ہنگامہ۔

مغزوہ اُحد میں سیدہ ام عمارہ مولادہ اور صفور صادق و مصطفیٰ کے آگے پیچھے سینے
 پہنچ کر ہر کاروں کی طرف سے اُن کے لئے تیروں کے سامنے ڈال دیے ہوئے ہیں اور صفور فرماتے ہیں
 اُم عمارہ تم پر میرے ماں باپ قربان مگر سیدہ فاطمہ کا صفور کے زخموں میں پڑا اہلکار رکھنا
 آج ہر مقام پر شمال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے حالانکہ سیدہ صدیقہ بھی اُن کے ساتھ موجود
 تھیں۔ مگر سیدہ صدیقہ کا کہیں کسی نے بھول کر رکھ دیا نام نہیں لیا۔

قرآن وحدیث کا سلاطین اور ان کو سمجھنا اور بات ہے اور انہیں چاہئے کہ
گنہگار اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا علیؑ کو اس وقت تک کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ خازن کے پاس موجودگی میں دوسرا آگاہ بھیج دیا کہ اب جیل کے دروازے سے آگاہ کا رازدار کرنا اور عقوبت وارہ امتصاصی میں آگاہیت فرمائیے۔ اور قہر مند ہو کر مسجد نبویؐ میں بھیجا۔ ارشاد فرمایا جیل کے اندازوں میں سیدنا علیؑ کے لئے موجب

فخر و مایا بتا ہو سکتا ہے۔ مگر اس ابو العاص بن ربیع کے متعلق کسی مقام پر برسرِ سیطرہ پر توجہ
کرنا بھی مشاجرات صحابہؓ کے زمرے میں گھسٹ لیا جاتا ہے جو ابو العاصؓ اور نبیؐ پر کھجوریں اور
شیر لاد کر مشبہ انھم میں بانگ دیا کرتا تھا حالانکہ ابھی اسلام نہیں لایا تھا اور نبیؐ علیہ السلام
زیبا کرتے تھے کہ ابو العاصؓ نے دامادی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور سرِ بکری ابو العاصؓ میں جنہوں
نے سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بھی کوئی نکاح نہ کیا۔ یہ سیدہ زینبؓ
وہ ہیں جن جنہیں نبیؐ علیہ السلام نے افضل بنائی زیبا تھا۔ مگر آج جیسا عا البشی لسن کا حد
عن النساء کے صریح خلاف سیدہ فاطمہؓ کو ہر فرقہ کے خطیب اپنے خطبات میں سیدہ
النساءؓ فاطمہ الزہراءؓ کو کر دیا کرتے ہیں۔ اگر یہاں اہم بات المومنین کے بھانے بنات الرسولؐ
کا نام لینا ہی ضروری تھا تو وہ سیدہ زینبؓ ہو سکتی تھیں مگر اس قسم کے حقائق کا انکشاف
سبائیت زدہ ذہنوں کے لئے مشاجرات صحابہؓ میں آتا ہے سیدنا علیؓ کی کمین سے واپسی پر
کیا ہوا تھا کہ ان کے صحابی ساقیوں کو نبیؐ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنا پڑا تھا۔ مگر۔
سیدنا اللہؓ فاطمہؓ نے بخاری کی روایت کے مطابق کہ سیدنا علیؓ نے چھ ماہ تک سیدنا صدیق اکبرؓ
کے ہاتھ پر معیت نہ کی تھی کہنا جو ہم نے مگر اس جلیل القدر انصاری صحابی سعد بن عبادہؓ کے
متعلق بار بار دہرائے چلے جاتے کہ انہوں نے سر سے سبے بریت ہی نہ کی تھی ان کے نزدیک
کوئی گناہ نہیں سیدنا علیؓ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے ہرمزان مجوسی کے قاتل سیدنا
عبید اللہؓ کو بارہ سال بعد گرفتار کرنے کا حکم دیا نہیں مقتول مجوسی کے مسلمان بیٹے نے قتل نہ لائے
قبول ہری اللہ کے لئے معاف کر دیا تھا معاف تو ہو رہا ہے۔ مگر سیدنا فاذ التورینؓ کو یہ کہتے
چلے جاتے کہ انہوں نے اپنے شرابی رشتہ داروں کو عامل بنایا تھا حالانکہ سیدنا علیؓ کا
واقعہ صحیح ہے اور سیدنا عثمانؓ کے متعلق صریح بہتان تراشی کی گئی۔

سیدنا علی کا نام نہاد نو مسلم محسوس ہو جاتا تھا۔ ان سے خلافت گریہا علیین دور
اسلام ہے۔ مگر سیدنا انیسویں واک صحابی رسول کا سیدنا عثمان کا کسی کڑی ہونا بہت
بڑا جرم ہے سیدنا علی کا غرور جو کہ کسی موقع پر نبی علیہ السلام کے حکم کے خلاف مدینہ
چھوڑ کر آیا ہوا تھا۔ ایک تعلیم کا نام ہے مگر سیدنا ذوالنون لانی علیہ السلام کے استاد

کے مطابق سیدہ رقیہ الزہراء کی تیار داری کی وجہ سے جہ میں شامل نہ ہونا نہایت قابل افسوس اور غم
ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک صحابی کی اغوش میں عین اسلام میں اور دوسرے کے عین اسلامی
افعال میں ناقابل معافی برکت لگا تا رہے سو سال سے یہ دو مجوس کے گھٹو جوڑ کی نگہ سالی سے
جو جھوٹے سیکے و طیل کوصل کر رہا ہے خواہ ان ایمان میں غلط لفظ ہو کہ ہمارے بافتوں تک
پہنچے اگر سہ پہا ہمارے انہیں زرخاں سمجھ لیا ہے امتداد زمانہ نے ہماری پیمان کی صلاحیتیں
ہی سلب کر لی ہیں صحابہ کرام کے متعلق مسلمانوں کا ایمان باہم اقدسیت اقدسیت اقدسیت
کے مرکز کے گرد گھومتے ہوئے ہی ملازمتی نجات کا موجب بن سکتا ہے اور جس کے دل میں کسی
صحابی کے متعلق ایک شخص اس کے ہزاروں حصے جتنا بھی نہیں ہو گا وہ اسے جہنم میں لے جائیگا
سبب ہو سکتا ہے۔

صحیح واقعات بیان کئے ہیں یہ عجیب کیسے اذکار کیا جاتے ہیں کہ ان کے دل میں لانا صحابی
سے متعلق بعض پاپا یا کلمہ اللہ قتل ایسی سٹی ہو جیسے اپنے امن میں رکھے۔ ایک سچا مسلمان
اصحابیہ کا بیجو ہم پر ایمان رکھتا ہے اور اسے موجب نجات سمجھتا ہے یہ دستور یہاں لکھنے کی
اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ شہادت ذوالنورین کے سلسلہ میں اکثر مقامات پر رسیدنا
غنی کا ذکر آیا ہے جس سے بعض سبائیت گوؤں کے دلوں میں شکوک و شبہات کے چھپرے سرسبز رہے
نظر آئے ہیں۔ انہیں ایک رافضی کی تالیف الامامہ والیاستہ کو مانع قرار دے کر لکھی ہوئی
کتابوں تو عین اسلام نظر آتی ہیں۔ مگر قرآن اور صحیح احادیث کی مدد شکنی میں مرتب کردہ شہادت ذوالنورین
سے بغض علی کی کو محسوس ہو گئی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

شہادت ذوالنورین پر ملک بھر کے ہم ترین بڑائے کے بعض

ماہنامہ میثاق لاہور جولائی ۱۹۸۰ء

اس کتاب کے مصنف جناب مولانا یحیٰ فیض عالم صدیقی صاحب ایک صاحب شہریت
پسند عالم ہیں ہمارے کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ کے موضوع پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ اس
سلسلے میں ان کی قلم سے بہت سی مفید کتابیں لکھی جا چکی ہیں جو شائق ہو سکی ہیں۔ اور ان کتابوں
نے قبول عام کا تمام حاصل کیا ہے۔ ایک خاص کردہ صفت امت مسلمہ کو آفرینیں اٹھانے کے لئے
محبت اہل بیت کے نظریے کے تحت اکابر صحابہ رسول اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر یا محبتوں
خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ
تعالیٰ عنہم انہیں کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کی ہے
آج مجھے یہ گروہ اپنے کام میں پہنچنے سے بھی زیادہ مستعد ہے۔ اس گروہ نے اپنے سب سے
کا بہت سب سے زیادہ حضرت عثمان ذوالنورین کی ذات اقدس کو مانا ہے۔ زیر نظر کتاب اپنے
عنوان کے لحاظ سے قوس شہادت ذوالنورین سے نامزد کی گئی ہے اور اس میں زیادہ تر
فہم پر غلط فہمی کی شہادت کے حقیقی اسباب و علل کا اظہار کیا گیا ہے لیکن پوری کتاب کے
میں اسطورہ ان غلط اور گمراہ کن باتوں کا ابطال موجود ہے جن کا سہارا لے کر ایک خاص
گروہ امیر المؤمنین امام عادل اور شہید مظلوم حضرت عثمان ذوالنورین کے متعلق سوئے
ظن پیدا کرنے کا مذموم حرکت کرتا ہے۔ شہادت عثمان کے ضمن میں تاریخ کے صحیح اور حقیقی
تحریر و مقال سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ اور انشاء اللہ انتہائی مفید ہو گا۔

بہشت و جہنم الخالدین (۱۶ جولائی ۱۹۷۹ء)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس درجہ کے انسان ہیں اور جس حیثیت کے مسلمان ہیں اس کے لئے قرآن وحدیث کے دلائل اس قدر ہیں کہ ان کا جمع کرنا بھی محکم سے لیکن وہ ذاتِ اقدس میں سے ہیں اس لئے حدیث نبوی فرشتے شرم کھاتے تھے آج بدد، ماوراء الذمہ شرم نہیں کھاتے اور اس قلمِ ترین انسان پر کچھ اچھا لگنے کو تحقیق کا نام دیتے ہیں تاہم نکل فرعون یوسفی کے اصول کے پیش نظر ہر دور ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود رہے اور ہیں جنہوں نے ہر طریق سے اہل ذلیف و خدائت کا مقابلہ کیا اور ان کی جھیلانی بوئی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کیا۔

جناب حکیم فیض عالم صاحب سے صدیقی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں جو حق کے حمایت کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہیں۔ موصوفت جو اس سے قبل کبھی ایک بھیجی کتابیں لکھ کر اہل انصاف سے اور حاصل کر چکے ہیں اپنی اس تازہ کتاب میں سیدنا عثمان کی یہ سنت و کردار پر مبنی خوبصورت اور تحقیقی سے قلم اٹھایا اور غنہ سبائیت کی حقیقت کو افسوس کے ساتھ قبول اور منسلک چھپتی قرآن کفایہ ادا کیا ہے۔

ہم آپ سے لکھے لوگوں سے گزارش کریں گے کہ وہ جماعتی اور گروہی تعصب سے پاک ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ خدا کرے کہ یہ کاوش ان غلط فہمیوں کے ازالہ کا باعث بن جائے۔

ماہنامہ شمس الاسلام حیدرہ (اپریل ۱۹۷۷ء)

زیر نظر کتاب کا موقوف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وہ خلافت کی شورش اور آپ کی شہادت کے سبب پر وہ اٹھتا ہے اس موقوف پر اب تک کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے اہل سنت کی ترقی نہ کئے اور اس کو ہمیشہ کے لئے اندرونی خلافت سے دوچار کرنے کی سازش کی خلافت کو منہم کرنے کے لئے عمال پر یہ اعلیٰ الزامات عائد کئے اور عامۃ المسلمین کے اندر ایک عام بے یقینی پیدا کرنے کی کوشش کی نتیجہً انہیں کچھ عہدہ حاصل ہو گئے جن کی مدد سے قبولائے مدینہ منورہ پر یروش کی سیدنا عثمان غنی نے ان کے اعتراضات کا جواب دے کر اپنا دفاع کیا لیکن ان کے اوپر تو اراٹھانے کی شدت سے مخالفت کی۔ اس طرح انہوں نے اپنے حقوں سے دیا مگر مدینہ الرسول کی بے رحمی کی امانت دہی۔

بات چیت سے صحت سے اس نام لفظ نظر میں آتا اضافہ اور کیا ہے کہ ان سبائیوں کو خود صحابہ کرام کے اندر بھی دہوا مل گئے تھے حضرت فاروق اعظم کی شہادت بھی اسی سازش کا نتیجہ تھی۔ مگر اس وقت صحابہؓ نے اندر اس کو ناپید حاصل دہی کے چند سالوں میں بعض اکابر یہ بھیجی میں شہن سے وابستہ ہو گئے تو سازشیں کھل کر سامنے آ گئے اور انہیں یہ جرات ہو گئی کہ قعر خلافت کو کچھ محاصرہ میں لے لیں۔ چونکہ عمال کو مدینہ کے اندر سبائیوں کے ساتھیوں کی طاقت کا اندازہ نہ تھا اس لئے باہر سے وہ خلیفہ کو کوئی مدد فرج سکے جس کے بیچ میں سازشیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے صحابہؓ کے اندر کون لوگ اس تحریک کو قوت پہنچانے کا ذریعہ بنے اس سوال کا جواب دینے میں جو پرکھ سے نہیں ملتا لیکن اشاروں کتابوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس کی ذمہ داری بنو ہاشم اور غصہ حضرت علیؓ پر ڈالتے ہیں۔ اس دلو سے کئے شہرت میں انہوں نے بیچ کی کتابوں سے بعض شواہد بھی پیش کئے ہیں۔ لیکن زیادہ تر خود رافعات سے مستفاد کا ہے۔ ہر اخبار و سب کے اتنی بڑی بات کہنے کے لئے مضمون کو شواہد سے مدلی کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہر قاری شبہ میں پڑ جائیگا۔

لیکن فاضل مصنف کا مہنہ ہونے میں شاید مشکل محسوس کرے۔ کتاب میں ضمنی طور پر شریعت کی کوسیدہ کاریوں کو خوب بے نقاب کیا گیا ہے۔ حاشیوں سے معنویات میں فراہم ہوتا ہے۔ کتاب کا پیش لفظ پروفیسر سید محمد شمس الدین کے قلم سے ہے۔
نچوڑی طور پر کتاب اچھی ہے اور سوچنے کا مواد فراہم کرتی ہے۔

جانتا ہے:-

فاضل بصرہ نگار نے لکھا ہے کہ مصنف شہادت عثمانی کی ذمہ داری بنو ہاشم اور خصوصاً حضرت علی پر ڈالتے ہیں اور واقعات کا اظہار مستشرق پرستہ اتنی بڑی بات کہنے کے لئے مضمون کو خواہ سے مزید مدلل کرنے کی ضرورت ہے۔

یہاں چند باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:-

۱۔ مضمون نگار کا نیک عملی قصد کی ایک نشانی میں صاحب بھیرت اصحاب کو دعوت مکر دیتا ہوں کہ قارئین عثمانی کی سرپرستی کا کیا مطلب؟

۲۔ اشتر کے لئے یہ فراموشی کا کیا مطلب کہ اشتر میرے لئے ایسا ہے جیسا میں نبی علیہ السلام کے لئے تھا۔ اس کی تلافی کے بعد اسے خوش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اس کی موت پر غم نہ کرنے کا کیا مطلب؟ کیا سیدنا علیؑ اس بات سے بے خبر تھے کہ اشتر ام راس کے ساتھی ہی عثمانی کے تھے۔

۳۔ ذرا فکر کو دور لے جائیے اور دیکھیں کہ ہرمزان مجوسی کے قاتل عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کا ولی الدیم اس کا بیٹا یا دوکان جو سچا مسلمان تھا قبول پیری فخر کنہ اللہ اللہ کی خوشنودی کے لئے معاف کر دیتا ہے۔

اس مقام پر اس بات کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے یعنی جو لوگ پہنچے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ نے اپنے مال سے ہرمزان کا خون بہا اور کہے عبید اللہ کو آزاد کیا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ اول تو ایک غلام کے قتل کے قصاص میں آزاد آدھا آزاد کو اس کے قصاص میں قتل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے

حضرت عبید اللہ کا قاتل فاضل قتل کے ضمن میں قتل نہیں کیا جاسکتا پھر

سیدنا عثمانؓ کا اپنی طرف سے خون بہا اور کہنا غلط ہے

مگر سیدنا علیؑ ایک مجوسی نو مسلم کو قتل کرنا حال میں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب میں انہیں جلتی تو وقت کے انتظار میں خاموش رہتے ہیں اور جب خاموشی عثمانؓ نام نہاد خلافت کا تاج ان کے فرقہ الود پر رکھتے ہیں تو وہ سب پہلے عبید اللہ کی گردناری کا حکم جاری کرتے ہیں مگر عبید اللہ کو اپنی سوتیلی والدہ سیدہ ام کلثومؓ بہت علیؑ اپنے باپ کے عہد پر سے واقف ہو کر شام کی طرف بھاگ جانے کا مشورہ دیتی ہیں۔ فاضل تبصرہ نگار تو سیدنا عثمانؓ کے قتل کے متعلق پوری کتاب پڑھ جانے کے بعد خواہر گوشت لگی محسوس کرتے ہیں مگر یہ سلسلہ تو نابرق افکار کی شہادت تک جا پہنچتا ہے۔

۴۔ سیدنا حسنؑ کو قتل کرتے ہوئے دیکھ کر سیدنا علیؑ فرماتے ہیں۔ بیٹے اجمعی طرح دھوکہ کرو تو حسنؑ مرنے کرتے ہیں اجمعی کل آپ نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو مجھ سے بہت اچھا دھوکہ کرتا تھا اور سیدنا علیؑ اپنے بیٹے کا یہ گناہ جواب سنا صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں عثمانؓ کی محبت زیادہ عطا کرے۔ واکاں دیکھتے ہوئے سیدنا عثمانؓ کے بعد سابق صدر عدلیہ مینٹز پریش میز دیکھیں: ماہنامہ عالمی دیوبند جلد ۱۱ شماره ۲۰۰۶، باب ۱۰۱، ص ۱۹۱، دینی مکتبہ ۱۹۹۷ء

۵۔ سیدنا ذوالنورینؑ کے طلب کرتے پر سیدنا علیؑ اپنے اڑھبہ باقر میں تھیں پیرا ہوتی تو تمام حاضرین نے واسطکاف طور پر کہا کہ آپ ہی قاتل عثمانؓ کے ذمہ دار ہوں گے اور آپ یہ پسند کر اپنے غصہ کو برداشت نہ کر سکتے اور داناں سے شرمینہ سے لگتے۔ مزید شواہد و نقل کر کے سیرت صدیقہ کا ثبات کا مطلق اعتراف ہو گیا۔

استقلال ثالث:-

اس صورت میں بعض ناچھوڑنے والے افراد شاید یہ کہیں کہ پیرا سیدنا علیؑ کا مقام کیا رہ جاتا ہے ان کی نظر اس حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی کہ عثمانؓ اور چہرہ بہ اور یہی بات

درمیں ہے سبب نا عاقلانہ سے جو فعل سرزد ہوا عقادہ قابل گردن زونی تھا اور سیدنا
 ہارون اعظم کو یہ کہہ کر منع فرمایا تھا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ بڑی ہے۔
 اگر ایک عام صحابی کا بدری ہونا اس کی تمام لغزشوں کا کفارہ ہو سکتا ہے تو سیدنا
 علی جیسے بلند مرتبہ صحابی کا جو عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہو۔ اصحاب شجرہ میں بھی شامل
 ہو۔ نبی اکا داماد بھی ہو اس کے متعلق ہونے کی بشارتیں بھی موجود ہوں۔ ان سے اس قسم
 کی لغزشوں کا صدور ہرگز ہرگز ان کے مقام صحابیت میں کسی کا موجب نہیں ہو سکتا
 صحابہ کرام سے اس قسم کی لغزشوں کا صدور ایک ہی اور ایک امتی کے درمیان کیا فرق
 ہو۔ حاصل یہ ہے یعنی نبی معلوم ہے مگر کوئی امتی معلوم نہیں ہو سکتا۔ ناظر خدمت شہ:

۴۔ ہفت روزہ چٹان (درجہ اولیٰ شہ)

مسلمانوں کے قلیف عثمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے بارے میں
 تحقیقی مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔ حضرت عثمان کی شہادت کی خبر خود رسول اکرم محمد
 مصطفیٰ ہی نے دے دی تھی۔ لیکن انہیں ہے گا نون نے جس طرح ۳۱ دن تک محصور کر کے
 بھیجا اور پیاس سے تڑپا کر شہید کیا اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی
 یہ اور بھی انتہائی گریباک بات ہے کہ انہیں کسی ویران جگہ محصور کر کے شہید نہیں کیا گیا
 بلکہ انہیں دارالحکومت میں ہی شہید کیا گیا۔ اور اس وقت حضرت علیؓ معروف زندہ تھے بلکہ
 افعال اور فضیلت جن حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نبیؐ اور خود حضرت رسول اکرمؐ کے مصطفیٰ
 کی خدمت میں حاضر ہونے اور اسلام کی حقانیت پر ایمان لائے۔ اسلام کا تامل بڑھتا گیا اور
 پھر ایک روز ایک رسول اکرمؐ نے اپنی حقیقی بیٹی سیدہ رقیہؓ کا نکاح اپنے اسی جان نثار حضرت
 عثمانؓ سے کیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا تو رسول کا ذات سنا اپنی دوسری بیٹی
 سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ اور ذوالحداد
 کہلائے۔

فاضل مصنف محترم حکیم فیضی عالم مدنی نے اپنی اس کتاب میں نہایت تحقیق
 کے بعد واقعات کی نقاب کشائی کی ہے۔ اور جو اصل تاریخ حقائق جاننا چاہتے ہیں اور اسلام
 کے ابتدائی دور میں ہونے والی سازشوں کا اجمالی خاکہ معلوم کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ
 کتاب عظیم رہبر ثابت ہوگی۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی آنکھوں سے تصدیق کی جی تار کر
 اس کا مطالعہ کرے۔ اسے خود معلوم ہو جائے گا کہ جو دیول اور ان کے جلیوں نے آج
 ہر مسلمان قوم کو کس طرح تاجی و جالوت کے گروہ میں دھکیل رکھا ہے ہم اس اچھی تائید
 اور محنت شاقہ پر فاضل مصنف حکیم فیضی عالم مدنی سے کوہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

لے: اعلیٰ ذوالنورینؓ از مولف:۔ ذوالنورینؓ کا عام فہم و معلوم صرف اس قدر
 ہمارے سامنے پیش کیا جا تا کہ سیدنا عثمانؓ کو اس لئے ذوالنورینؓ کہا جاتا
 ہے کہ یکے بعد دیگرے صفو صادق و معذوق کی دو صاحبزادیاں آپ کے نکاح
 میں آئیں مگر صرف اسی فضیلت کی وجہ سے نہ عثمانؓ ذوالنورینؓ کہا جاتا ہے تو
 سیدنا ابوالاعلیٰ بن ربیع اور سیدنا علی بن عبد مناف کو بھی ذوالنور کے
 القاب سے منسوب کیا جاتا چاہیے تھا۔ گو یہ بھی ایک وجہ ضعیف ضرورت تھی۔
 قرآن نے کسی مقام پر کسی غیر سے رشتہ داری کو وجہ فضیلت قرار نہیں دیا
 سیدنا عثمانؓ کو ذوالنورینؓ کہنے کی وجوہات اپنے اندر چند اور بہترین حقائق
 چھپے ہوئے ہیں۔

۱۔ آپ نے عوجہ اللہ و بار بھرت فرمائی۔ ہجرت حبشہ کے موقع پر نبی علیہ السلام
 نے فرمایا کہ حضرت کو طر کے بعد عثمانؓ کو یہی یہ شرف عطا ہوا ہے کہ اس نے
 معبودی کے ہجرت فرمائی ہے۔ دوسری ہجرت مدینہ کی ہجرت تھی۔

۲۔ سیدنا عثمانؓ دو اہم ترین مواقع پر موجود ہوئے کے باوجود موجود قرار
 دئے گئے۔ سزودہ بدر کے موقع پر حضور خاتم المصطفینؐ کی صاحبزادی
 سیدہ رقیہؓ اور بیارقیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ذوالنورینؓ

کوان کی بیمار داری کے لئے کھڑے ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی اور اس پر
 ہر کے مال غنیمت سے انہیں اپنا عدد حصہ دیا تھا۔ اسی طرح بیعت
 رضوان کے موقع پر سیدنا عثمانؓ موجود تھے بلکہ وہ بیعت ہی آپ کے حلقے کے
 قہاص کے لئے کی گئی تھی۔ بیعت کے وقت آنحضرتؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو
 سیدنا ذوالنورینؓ کا ہاتھ قرار دے کر خود ہی ان کی حرکت سے بیعت کی گویا بوسم
 انظران اور بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود آپ کو
 موجود اصحاب کے زمرہ میں شمار کیا گیا۔

۵۔ نو صدیقیت اور نورشہادت کا عجیب امتزاج آپ کی ذات اقدس میں
 موجود تھا۔

۴۔ آپ کی خلافت کے پہلے چھ سال خلافت قادوقی کا نمونہ تھے اور آخری چھ سال پرینا
 علیؓ کی نام نہاد خلافت کے اعزاز پر گویا ان دونوں فتوے کے پرتو کا مرکز ہونے
 لئے آپ کو نور النورینؐ بنا دیا۔

۵۔ شہادت کے لحاظ سے آپ کی خلافت کے پہلے چھ سال سکندر ذی القرنین کی
 فتوحات کے مشیل تھے اور آخری چھ سال اصحاب کہف کی زندگی کا نمونہ تھے۔
 سورۃ کہف کے ان دونوں قصات کے ہر توحی عجیب مماثلت آپ کی ذات
 اقدس میں جمع ہو گئی تھی۔

۶۔ آپ کی ذات صدیق اکبر کی سخاوت و جہت اور قادوقی اعظم کی فتوحات
 اور درویشانہ انداز کا ملک مہل علیؓ۔

۷۔ خلیفہ آپ کی ذات اقدس مجموعہ حسنات و کمالات تھی جس میں متعدد دو
 و قسم کی صفات کی یکجائی تھی آپ کو عالم ارحمی سے حشریں تعلیم تک کی فہما کی
 کی مخلوق لئے ذوالنورینؓ کے نام سے جانا و پہچانا اور پکارا۔

۸۔ آپ مدد و مدد ہی ہیں۔ جن کے تعلق قیامت تک عذاب و سب سے محفوظ
 بسبب میں کامل اعلیٰ و اعلیٰ ان کے لئے کوئی جہت نہیں ہے۔

اور ایسے ہوتے ہیں ذوالنورینؓ !!

۵۔ مہفتہ روزہ الاسلام گوجرانوالہ ۱۳۱۳ھ

محقق شہید جناب حکیم نسیمؒ سے عالم صدیقیؒ سے ہماری جماعت کے مایہ ناز اہل قلم ہیں
 تاریخ و سرور ان کی بڑی گہری نظر ہے۔

اختلاف امت کا المیہ حقیقت مذہب شیعہ۔ مقام صحابہ۔ واقعہ کربلا۔

بنات الرسولؐ اور حضرت رسولؐ صبیحی محققانہ کتابیں گمراہی لیشیں کی مغفوں میں زلزلہ
 برپا کر دیا ہے۔ اختلاف امت کا المیہ میں آپ نے قیامت اہل حدیث کے علاوہ مابینہ

کی مکمل تاریخ سمجھ دی ہے۔ اور مزائیت، افتخار الکا حدیث کے ساتھ ساتھ سوشلزم کا
 خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب شہادت ذوالنورینؓ بھی ان کی تحقیق و کاوش
 کا بے نظیر مرقع ہے۔ مکتبہ عزیزیہ کے منعم حافظہ عزیز الرحمن صاحب سہارنپور کے تحقیق
 چن کر انہوں نے مولانا صدیقی صاحب کے رشتہات فکر کو تو بے حد زراعت و ذہانت سے شائع کرنے
 کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت کرے اور مولانا صدیقی صاحب
 کی سعی و کاوش کو قبول فرمائے رشتہات ذوالنورینؓ کا دوسرا ایڈیشن جو اس وقت
 تھریٹن کے زیر نظر ہے شایان الہدیٰ یہیں شائع ہو کر امت کے انتہام سے شائع ہو رہا ہے
 ”ناشر“

یوں تو اسلام کی تاریخ میں خون شہداء کی رنگینی اور حادثات قاصد کی کمی نہیں
 لیکن حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس قدر دراز و بیک ہے کہ ان کی مثال
 پوری تاریخ میں نہیں ملتی حقیقت میں یہ عام اسلام کا سب سے بڑا المیہ ہے حضرت
 عفت، ہشتم و چار کے بے مثل انسان جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا تھا کہ عثمانؓ بہت حیا دار ہیں ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اسی ذہنی رسولؐ کا
 مقصد میں نے کم و بیش چالیس روز تک حواصہ دیکھے رکھا جب صدر میں آپ کے حق کے مضامین
 مکمل کر چکے تھے۔ تو آپ نے انہیں مطالب کرتے ہوئے کہا کہ اسے جو آخر میں جاری

میں تم میرے خون کے پیاسے پر شرارت اسلامی میں کسی شخص کے قتل کی تلقین ہی مہیجی
 ہیں۔ اس نے بدکاری کی پرتو سے سنگسار کیا جاتا ہے۔ اس نے قتل عمد کیا ہو تو وہ قصاص
 میں مارا جاتا ہے وہ مرتد ہو گیا ہو تو اس انکار برائے قتل کیا جاتا ہے۔ ستم اللہ کے ملنے
 بنا کر کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے۔ تم مجھ پر بدکاری کا الزام لگا سکتے ہو کیا میں رسولی
 کے برین سے چر گیا ہوں۔ مسلمانوں کو ابھی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد رسول
 اس کے بندے اور رسول ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی تمہارے پاس میرے قتل کی وجہ ہوا ہے
 باقی ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان درویشوں کے الفاظ کا کسی کے پاس
 نہیں جواب موجود تھا۔ لیکن پھر بھی مفسدین کے دلوں میں خوف خدا پیدا نہ ہوا اور
 مفسدین کی جماعت اپنے ناپاک ارادوں پر قائم رہی اور حضرت عثمان کے خون
 سے قرآن کو بھیج کر کے۔ یہی ستم یہ کہ اب بھی حضرت عثمان پر طعن و مزاح سے سزا دینے لگے
 جانتے ہیں ان کا کافی دھمکتا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ ایسی کہ بولتے۔ اور
 اور کوئی لائبریری خالی نہیں بولی چاہیے۔

۴۔ ہفت روزہ الاعتصام (۱۰ جون ۱۹۷۷ء)

زیر نظر کتاب شہادت ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے
 میں حقوق بنے نظر کرنے کے لئے تحقیق کے ساتھ لکھی ہے۔ سیدنا عثمان کی شہادت عالم
 اسلام کا وہ المیہ ہے جس کے گھاؤ کی تیس فیصد تک محسوس کی جاتی رہیں گی۔ مصنف
 صاحب نے نہایت محققانہ انداز میں آپ کی شہادت کے ان پرشیدہ گوشوں کے چرچوں
 سے نقاب کشائی کی ہے جو تمام تاریخوں میں موجود ہونے کے باوجود انتہائی پاکیزگی سے مسلمانوں
 کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔

اس کتاب کو شہدے سے رد گھنٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان کو
 چالیس دن تک محصور رکھنے کے بعد کس پیدوی سے قتل کیا گیا۔ اور باغیوں کے خوف و
 ہراس کی وجہ سے حضرت علی حضرت علی اور حضرت زبیرؓ جن سے میں شریک نہیں ہوتے
 ان کے جنازے میں سولہ افراد نے شرکت کی اور حضرت عثمانؓ کو باغیوں کے خوف سے
 یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس موضوع پر اپنی نوعیت کی اولین تائید ہے
 اور مصنف صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے پوشیدہ گوشوں کو کھینچ کر اس
 تعلیم خدمت انجام دی ہے۔ شامیہ اسلام کے ہر طالب علم کے لئے اس کتاب کا مطالعہ
 بہت ضروری ہے (صلاح الدین نعیم)

الا اعتصام ہر ماہی کتاب کی تحقیقات سے ادارہ الاعتصام کا متفق ہونا
 ضروری نہیں۔

استدراک۔ اس صورت میں جبکہ اہل سنت کے تمام فرقوں کے اکابرین نے اس
 "تالیف پر اپنے جرائد میں بیستوں تا چوبیس گیسے ہیں اور سیکڑوں قد آور
 دینی شخصیتوں نے موافقت کی اس کاوش کو مجتہد اور کونجی الفاظ میں سراہا۔ اور
 محنت کی داد دی ہے ادارہ الاعتصام کے عدم اتفاق کے متعلق سو گئے اس
 کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس نے خواہ مخواہ اپنے لئے جبکہ مناسبتی کامدان بہم پہنچا

ہے۔ سو سنی مسلمانوں کے لئے بنی بنام میں رکھے بنامیہ ادارہ
الہ عقائد کے پیش نظر اپنے انکارین کے اقوال ہوں چنانچہ دینیے مناوی بنامیہ
جلد نمونے طلحہ لاہور اور مناوی بنامیہ، جلد ۲ منہج ۱۳۳۰ھ ۲۴۵۰ھ مناوی بنامیہ
جلد ۳ حصے ۴۲۸ پر تو بنامیہ نام لکھا گیا ہے کہ اگر ایک ہی جگہ حضرت علی اور حضرت
معاویہ کی ذکر آئے تو حضرت معاویہ کو حضرت نہ لکھا جائے۔
دین میں شخصیت پرستی۔ دین کے لئے رسم قائم ہے اور پھر نفی پرستی
جب عقیدہ دوست بھی بڑھ جائے اور انسان حق و صداقت کے اظہار کو مصلحت
وقت اور مہمانت کی نظر کر دے تو سوائے الامان کے کیا کہا جاسکتا ہے۔
ادارہ الامتھام اپنی افتاد طبع کے باعث دوست نظری کا ترکہ پالنے سے پیش
فاصلہ رہا۔

جائزہ :-

فاضل بصرہ لکھنا کہ یہ خیال درست نہیں کہ سیدنا ذوالنورین کو پوریوں کے قبرستان
میں دفن کیا گیا تھا۔ آپ کو اپنے ذاتی مملوک یا غیر محض کو گرب یعنی پھولوں کی پھولوں کی
میں دفن کیا گیا تھا۔ یہ باغیچہ حبیب البقیع کے ایک گوشے میں واقع تھا۔ جسے بعد
میں حبیب البقیع میں شامل کر دیا گیا۔ جیسا کہ آج تک موجود ہے۔
۲۸-۲۹ سال پہلے مدینہ سے فارغ
کردیا گیا تھا اس وقت مدینہ میں پوریوں کا کوئی قبرستان موجود نہ تھا۔ ان کی قبریں
اگر کہیں تھیں بھی تو وہ ۲۸-۲۹ سال کی مدت میں ملیا میت ہو چکی ہوتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

از قلم جناب پروفیسر **لوہیت** سلمہ حب چشتی الحسینی شارح کلام اقبال غفر

اس میں کوئی شک نہیں کہ محرمی حکیم نعیم عالم صدیقی صاحب نے شہادت
سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کا ذکر بہت بڑی دینی اور علمی خدمت انجام دی ہے۔
اگر پاکستانی مسلمانوں میں ذوق تحقیق شمع نہ ہو چکا ہو تو عوام اور خواص دونوں
اس کتاب کو حیران بنائے اور مصنف کی قرار واقعی موصلا افریقی کہتے مگر سید
آہ نکاحی و تقلید و زوال تحقیق

فاضل مصنف نے اپنے مقدمے پر "وجہ تالیف" میں یہ بات بالکل صحیح لکھی
ہے کہ :-

ہر شیعہ نظریات ہیں چاہے کتنی سے تیرہ صدیوں سے اہل سنت کے اذعان و تقاب
کو محسوس کر رہے ہیں۔ ان کے پیش نظر علماء اہل سنت کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنے در بیان
رفع سبابر رفتہ ہیں، آئین باہر چلیے فردی اختلافات کو نظر انداز کر کے اس فتنہ
عظیم سے اُمت کو آگاہ کرتے اور اس کے اثرات کے لئے متحد ہو کر کوشش کرتے
مگر افسوس کہ علماء کی اکثریت اپنے فردی اختلافات پر اپنی تمام علمی کاوشیں اور ذہنی
مساعیات چھوڑ کر قریبی جیل آ رہی ہے اور اہل فتنہ کی طرف سے شہرِ مراث کی طریت اور
انکسیدہ شہ کے معنی ہے اس پانچویں حصے کے عوام الناس رعامتہ المسلمین آ رہی
دنیا کی تیار کردہ شہر کہ ویرانہ کی تعبیر میں گوستے چلے جا رہے ہیں۔
مظہب خدا کا سنی علماء ہم سے سینکڑوں مایوس مجتہد دوستدار، اعلیٰ کے سرور
میں مسر مل کر انہی کا راگ الاپ رہے ہیں۔

- محرّمی صدیقی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف بھوت صبح ہے یہاں صرف ایک شاہد پیش کرتا ہوں، جیسا کہ محرّمی صدیقی صاحب نے بھی لکھا ہے۔
- ۱۔ شیعہوں کے سرتاج شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی مرحوم متوفی ۱۲۰۹ھ جانشین مجدد عصر شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم اپنی تفسیر بارہ غم میں لکھتے ہیں۔
- ”رسول اللہ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے“
- تاریخ اس جہلی اور جھوٹی روایت کے معانی پر تو قرینی اور خود فیصلہ کر لیں کہ جب شاہ عبد العزیز جیسے سنی عالم نے اس روایت کو اپنی تفسیر کی زینت بنانے میں کوئی تامل نہیں کیا تو عوام شرک کی کس پستی میں پڑے ہوئے ہوں گے۔
- تعبیب بہ کثرت صاحب نے اس جھوٹی روایت کو رد کرتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر مسلمانی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو اس پر ایک طالب حق حسب علی اعتراضات کر سکتا ہے۔
- ۱۔ اگر حضرت علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو صاحب موصوف معبود ہوئے یا نہیں؟
- ۲۔ اگر نہیں ہوئے تو کیوں نہیں ہوئے؟
- ۳۔ اور اگر ہوئے تو وہ معبود ہو گئے یا نہیں؟
- ۴۔ حضرت صدیق اکبرؓ یا جابر امت حضرت علیؑ سے بزرگ ترین بلکہ افضل الصغائر ہیں تو حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف دیکھنے کا کیا ثمرہ ہوگا؟
- ۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبرؓ سے بھی بزرگ تر بلکہ افضل الناس اور افضل الانبیاء ہیں تو آپ کے چہرے کی طرف دیکھنے کا ثمرہ کیا ہوگا؟
- ۶۔ انھوں نے روایت مذکورہ حضرت صدیق اکبرؓ کی تفسیر تو دین ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی؟
- ۷۔ اگر النظر الی وجہ علیؑ عبارت ہے تو یہ عبادت نمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یا نہیں؟ اگر کی تو شرک کی لازم آیا یا نہیں؟ اور نہیں کی تو ترک واجب لازم آیا یا نہیں؟

- ۸۔ اس حدیث یا ارشاد رسولؐ پر کس کس صحابی نے عمل کیا؟
- ۹۔ اگر نہیں کیا تو ترک کی لازم آیا یا نہیں؟ نیز احادیث ارشاد رسولؐ ہوئی یا نہیں؟
- ۱۰۔ اللہ پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ حضرت علیؑ کو وفات دیکر اس نے لاتعداد مسلمانوں کو عبادت سے محروم کر دیا۔
- ۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت سے تشیع فرمایا یا نہیں؟ اگر نہیں تو ترک کی لازم آیا۔ اور اگر فرمایا تو یہ فعل شرک بنا یا نہیں؟
- ۱۲۔ حضرت علیؑ کو یہ مقام کب حاصل ہوا کہ ان کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت بن گیا؟
- نوٹ: فی الحال بارہ اعتراضات وارد کئے ہیں ان کے علاوہ اور اعتراضات بھی ریزر و اسٹاک میں محفوظ ہیں۔
- حقیقت یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کی اس شرک نوازی اور علی پرستی کو دیکھ کر یہ مصرعے ساختہ زبان پر آتا ہے۔
- ۵۔ جو کلمہ از کعبہ پر شیر و گدھا مانہ مسلمانی یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان کے ۵۰ فیصد مسلمان حضرت علیؑ کو مشکلی کشا، یقین کرتے ہیں اور ہر مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے انہیں پکارتے ہیں۔
- محرّمی صدیقی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر فرض کفایہ انجام دیا ہے۔ مجھے یقین ہے اس کتاب کے مطالعہ سے سنی مسلمانوں پر سید الشہداء امام مفلح حضرت عثمان غنیؓ کا مقام بھی واضح ہو جائے گا اور ان کی دینی خدمات کا کچھ اندازہ بھی ہو جائے گا۔
- مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی خرابی سمجھ کی وجہ سے اس کتاب کی غویبوں پر۔
- بالاستیعاب تبصرہ نہیں کر سکتا اس لئے اس قول حق پر اکتفا کرتا ہوں کہ صدیقی صاحب نے تمام طالبان حق کے لئے راہ تحقیق ہموار کر دی ہے اور وہ یہ بات بلا خوف و تردد کہہ سکتے ہیں۔
- ۵۔ صلائے عام ہے یا رات میں لکھنا سکھانے

* عصمت و عصمت اور شرم و حیا کے اس بے مثل انسان کے حضور میں جس کے متعلق
خاتم النبیین نے فرمایا: عثماناً حیی تسبی مشد الملائکۃ (رواہ ابی نضر)
عثمان بہت حیا واریبا ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

ان اشہل هذه الامۃ بعد نبیہا حیا عثمان (رواہ ابی نعیم)
نبی کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ حیا دار عثمان ہیں عثمان لیثمد
الملائکۃ و جن جن جن العسۃ اللہم ادر الحق معہ حیث دار
(رواہ الترمذی) عثمان سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس نے حبش عسرت
کا سامان کیا اور پاری مسجد کو فراج کیا یہاں تک کہ وہ ہمارے لئے کافی ہو گئی
۱۔ اس نصیب کے حضور میں جس کے متعلق شافعہ نے فرمایا:

عثمان بن عفان دینی فی الدنیا والاخرۃ (رواہ ابی یعلیٰ)

عثمان بن عفان دنیا اور آخرت میں میرے دوست ہیں۔

۲۔ اس بلند مرتبہ خوش نصیب بشریہ الجنت کے حضور میں جس کو آنحضرت نے اپنا
کفو فرمایا۔

۳۔ نبی علیہ السلام کے اس محبوب و اراد کے حضور میں جس کے متعلق آپ نے فرمایا
عثمان ام مکثوم الا بوجی من الصبر (طبری) میں نے عثمان کا ذکر کچھ ام مکثوم
سے نہیں کیا مگر بسبب وحی آسمانی کے۔

۴۔ جنت میں نبی علیہ السلام کے اس رفیق کے حضور میں جس کے متعلق ارشاد ہے

لکل نبی رفیق فی الجنة و رفیق فیہا عثمان (رواہ الترمذی) ہر نبی کا جنت
میں رفیق ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔

وینا تعین ہذا امک انت السیم العلیم وتب علیہ امک انت التواکیم

حکیم فیض عالم صدیقیہ راہب درویش

وجہ تالیف

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں بظاہر مسلمان تین گروہوں میں
بٹ گئے۔ اہل سنت والجماعت، اہل تشیع اور خوارج۔ تیسرے گروہ کا ظہور معرکہ
صفین کے دوران ہوا اور گواہی تشیع کا ظہور بھی اسی دوران میں ہوا اور وہ لوگ
کھل کر بہت بعد میں سامنے آئے مگر اس گروہ کی بنیاد سیدنا فاروق اعظم کی فتوحات
ایران کے دوران میں جلو لا اور نہادند کے مجوسی غلاموں کے ہاتھوں رکھی گئی ان لوگوں
کی سازش فروز کو مجوسی کی شکل میں سیدنا فاروق اعظم کی شہادت کا سبب بنی۔ ایرانی
حکومت کے بقیۃ السیف، ہتھالوں، ہرزاقوں اور کمر اور زسام کے دلوں میں اپنی
شہنشاہی کی تباہی کا بڑا صدمہ تھا۔ اور وہ اس صدمہ کو آج تیرہ چودہ صدیاں گزرنے
کے باوجود نہیں بھولے۔ اس وقت وہ صدمہ تازہ تھا اور وہ ہر ایسا کام کر گئے تھے
کے لئے تیار تھے جس سے ان کے نفیض و عناد کے جذبات کو کسی حد تک تسکین ملتی۔

فاروق اعظم کی شہادت کے بعد سیدنا ذ النورین کی خلافت کے ابتدائی پھر
سال بظاہر اس کے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں اندر اندر ان لوگوں کے نفیض و عناد
کے جذبات میں کھد بھادی رہی یہاں تک کہ عبد اللہ بن سبا و جیسا یہودی شاطری
ایک نئے انداز سے اسلام کے خلاف سازشوں کے تانے بانے تیار کرتے ہیں مشغول ہو گیا۔
واقعات کا سیاق و سباق اور اسباب و علل کا مالد و ما علیہ ان امور کی طرف راہنما
کرتا ہے کہ سیدنا عثمان کی شہادت بھی سیدنا فاروق اعظم کی شہادت کی ایک کڑی تھی۔

سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد یہ لوگ کھل کر سامنے آ گئے اور سیدنا علیؑ کو گھیر گھاڑ کر
خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ آپ کے ہاتھ پر جنت خلافت کرنے کے بعد تباہی کو شہابی
نے اپنی تحریک کا راز سرگرمیوں کے لئے ناموافق سمجھ کر سیدنا علیؑ کو آمادہ کیا کہ کوثر کو
دار الخلافہ بنایا جائے۔ چونکہ کوثر ایسی سازشوں کے پھینکے لئے موزوں تھا تھا۔

سیدنا علیؑ کے خطبات کو اگر گہما گہما کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی خلافت

کا تمام زمانہ ان لوگوں سے نکال دیتے اور آخر ان لوگوں کے ہاتھوں ہی خلافت شہادت سے سرفراز ہوتے۔ آپ کے بعد سیدنا حسن نے ان لوگوں کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد خلافت کا پتہ جو ہم کو نظر آیا۔ آپ کی مومنانہ فراست نے غیب سے سمجھ دیا تھا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر کوئی کام نہیں کیا جاسکتا اور ان کو سیدھا کرنے کے لئے سیدنا معاویہ سے بہتر تمام عالم اسلام میں کوئی انسان موجود نہیں ہے۔ سیدنا حسن کی یہ فراست نبیؐ کی پیشگوئی کی تفسیر تھی۔ اگر سیدنا معاویہ نے سہائیوں کے کس بل نکال کر رکھ دیئے۔ مگر کسین و رابین خلعت میں یہ لوگ نیز زمین اپنی تحریب کا رازہ سرگرمیوں میں مصروف رہے وقت موعود پر معاویہ بھی اللہ کو حیار سے ہو گئے اور حسن بھی۔ اب سیدنا امیر نے مذکورہ آرائے خلافت تھے۔ یہ لوگ تبدیلی خلافت کو ایک نیک شگون سمجھ کر سیدنا حسینؑ کو گھیرنے میں کامیاب ہو گئے اور آخر کار بلا کا ساتھ ولد و زور اور واقعہ مکر فراموش نہیں آیا۔ یہاں پہنچ کر یہ لوگ واضح طور پر شیعان علیؑ کے نام سے نہ نہ شہود پر نمودار ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تو اس وقت یہ لوگ شیعان علیؑ تھے نہ اب ہیں۔ اس وقت بھی اسلام دشمن سرگرمیوں میں نہ ماسک نظر اور آج بھی اسی تو گھر پر رہاں دواں ہیں۔ اس کا رستہ بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے تمام عقائد مجوس و زور کے عقائد کا جزو ہیں۔ ۱۵۰۰ سالہ جو نبی علیہ السلامؑ نے پیش کیا تھا اس کی ایک بات بھی ان کے دین میں موجود نہیں۔ میں نے ان سطور میں جن امور کی طرف اشارات کئے ہیں ان کی حقیقت بالتحقیق بالوضاحت اور مدلل طور پر میں اپنی سابقہ تالیفات حقیقت مذہب شیعہ، مقام صحابہؓ بنات الرسولؐ، عزت رسولؐ اور واقعہ کربلا میں بیان کر چکا ہوں۔

اگر بات یہ نہیں تاکہ کسی یعنی یہ لوگ اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق یا اپنے روحانی آب و جد کے عقائد کے مطابق اپنی تیار کردہ دینی دنیا میں جو جاسے کہتے تو ہمیں ان کے حالات اہل سنت کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی مگر بات بہت آگے بڑھادی گئی۔

ان لوگوں نے بظاہر نبی علیہ السلامؑ اور میں چار صحابہؓ کے علاوہ آج تک کسی

کو دعوت نہیں کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلامؑ اور ان میں چار صحابہؓ کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ ان کی زبان میں اللہ کو بدعا ہونا ہے محمد رسول اللہؐ پر سب سے پہلے لفظی سے قرآن لائے اصل یہ قرآن علیؑ پر نازل ہوا تھا۔ مگر ہمیں ان کے ان نظریات پر بھی کوئی اعتراض نہیں تھا جبکہ وہ اپنی بد زبانوں کو اپنی محفلوں تک محدود رکھتے۔ مگر ان کی تبلیغ نہ سرگرمیوں نے اہل سنت کی باہل اکثریت کو اپنے بھول میں جکڑ کر ان کے عقائد میں خستہ انداز کی ہے۔ اس صورت نے مجبور کر دیا کہ ان لوگوں کے حالات بیان کر کے اہل سنت کے باہل طبقہ کو ان غلط فہمیوں سے نکالا جائے۔

کتنی حیرانی کی بات ہے کہ نبی علیہ السلامؑ نے جسے مہدی و ہادی فرمایا ہو اور جس کے متعلق ارشاد مغفرت موجود ہو ایسے لوگوں کو آج اہل سنت کا ایک کثیر گروہ اپنی بہت کی وجہ سے اہل تشیع کی طرح برے لفظوں سے یاد کرتا ہے۔ اور اپنے خرمین دین و ایمان کو تیرا قتل کئے جاتا ہے۔

شیعی نظریات جس جا کہ سستی سے تیرہ صدیوں سے اہل سنت کے اذہان و قلوب کو مسوم کر رہے ہیں۔ ان کے پیش نظر اہل سنت کے علماء کا فریضہ تھا کہ وہ اپنے مذہب دین و دنیا کے سبب، دین دین، آئین بالجمہ وغیرہ کے ذریعہ اختلافات کو نظر انداز کر کے اس فتنہ عظیم سے اُمت کو آگاہ کرے مگر افسوس کہ ان علماء کی اکثریت اپنے ذہنی اختلافات پر اپنی تمام علمی کاوشیں اور ذہنی صلاحیتیں صرف کرتی چلی آ رہی ہے اور آج تک اہل سنت کی طرف سے شتر مرش کی طرح آگاہیں نہ کئے بیٹھی ہے اور عام شیعہ دنیا کی تیار کردہ مشرک و بدعت کی صحبتوں میں کودتے چلے جا رہے ہیں مگر کتنی علماء اہل سنت سے نہیں ہوتے۔ بلکہ مغرب خدا کا کشتی علماء میں سے بھی سسکیڑوں مالمیں جہتہ دستار اختیار کے سبب میں سر مل کر انہیں کا سارا گلاب رہے ہیں یہاں تک کہ شاہ

عبد العزیزؒ جیسے نالغہ فہم جن کے قلم سے تحفہ اشاعہ عشرہ جیسی ضخیم کتاب لکھی گئی پارہ غم قیامتوں کی تفسیر لکھتے ہوئے غیر محسوس کے طور پر شیعہ و سنیوں کے درمیان سے منافر ہو کر (انتقل الی وجہ علی عبادۃ) لکھنے سے نہ چو کے توان نہ

میں ماوراءشمال کا کیا ذکر؟

زیر نظر کتاب ”شہادت ذوالنورینؑ کے نام سے موسوم کی گئی ہے اور اس میں مرتبہ آپؐ کی شہادت کے واقعات ہی سموئے کی کوشش کی گئی ہے مگر اس کے بین السطور میں وہ اسباب و علل اور وہ واقعات و حالات خود بخود سامنے آتے چلے گئے ہیں۔ ”چودنیائے شیعہ“ کے مالک و ماحلہ پر خود بخود منطبق ہوتے چلے گئے ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام - عثمان

کنیت - اسلام لانے سے پہلے ابو عمرو۔

اسلام لانے کے بعد سیدہ زینبؓ رسول اللہؐ سے نکاح کیا تو حضرت سیدہ کے اظہار سے سیدنا محمد اللہ پیدا ہوئے ان کے نام پر ابو عبد اللہ کی کنیت سے مشہور ہوئے لقب - ذوالنورینؑ۔ حضورؐ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگر سے سیدہ زینبؓ اور سیدہ ام کلثومؓ آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ذوالنورین کے لقب کے متعلق گزشتہ صفحات میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

صلوات اللہ علیہ وسلمؐ کی پراثر و نفعی مشعل نہیں بلکہ وہ حاضر و غائب کی توفیق دہندہ ہے۔ کی صحاح اربعہ اور دیگر تمام ائمہات الکتاب میں نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادوں کا ذکر موجود ہے اس سلسلہ میں راقم کے دور رسات مکتوبہ مطبوعہ اور نبات الرسولؐ بھی ہر یکے میں مؤثر انداز میں چند شیعہ علماء سے اس موضوع پر خط و کتابت ہے اس موضوع پر ہر حرکت و سہل رہا دلورہ میں مولانا عبد الستار تونسوی اور مولوی محمد اسماعیل شیعہ کے درمیان شعبان ۱۴۰۰ھ میں ایک فیصلہ کن مباحثہ ہوا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ مولوی اسماعیل کوئی جواب نہ دے سکا۔

میرے رسائل نبات الرسولؐ کی طباعت کے بعد مرزا یوسف حسین نے البتولؑ نامی ایک سالہ لکھا اس میں مذکور ہے وہ کی کوڑی لایا چنانچہ کہتا ہے کہ سیدہ زینبؓ عظیمہؓ ہجرت کی نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئیں مگر پہلے نکاح سے آپؐ نکاح نہ ہوئے اور اطف یہ کہ اس کتاب میں وہ سیدہ زینبؓ، زینبہؓ اور ام کلثومؓ کو پہلے خاوند کی اولاد قرار دیتا ہے ناطقہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہیں۔ اس کے بعد کسی گل دور کو نہ انگشت ہوا وہ برس سے اس بات کا ہی منکر ہے کہ سیدہ طاہرہؓ کا کسی سے نکاح ہوا تھا وہ کہتا ہے کہ آپؐ کو نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئی تھیں (اگلے صفحہ پر)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نبی علیہ السلام کی ولادت یا سعاد سے پانچ سال بعد پیدا ہوئے اس حساب سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ سیدنا صدیق اکبر امام المؤمنین سیدہ فاطمہ زہرا سیدنا علی اور سیدنا زید کے بعد سیدنا عثمانؓ حضرت ابوبکرؓ کی جگہ سے اسلام لانے کو اسلام لانے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر ہے بقول ابن سعد حضرت طلحات حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت خدیجہؓ علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔

دشمنان اسلام کی طرف سے زیادتی جب آپ کے چچا حکم بن ابی عامر کو آپ کے رشتے سے آپ کی مشائخ یا مذہبوں اور مذہبات سے کہہ کر تو اپنے باؤ اجداد کے مذہب سے منحرف ہو گیا ہے خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تو اپنے آپا کی دین پرورد آجائے حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دین اسلام کو کبھی ترک نہ کروں گا خواہ یہ اڑتیں بہت سی میری جان بھی کیوں نہ چلی جائے۔ اللہ سے استقامت! کئی مرتبہ چپانے چٹائی میں لپیٹ کر اندر سے منہ دھو کر باؤ دینے سے دھواں دیا۔ مگر آپ نے نہایت صبر و استقلال، جرأت و پامردی اور حوصلہ مندی سے یہ تکلیفیں برداشت کیں اور مذہب اسلام پر ثابت قدم رہے۔

سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ سے نکاح اور ہجرت حبشہ سیدہ رقیہؓ نایاب النبی میں ابولہب کے بیٹے سے منسوب ہو چکی تھیں ابولہب نے یہ نسبت ختم کر دی تھی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہؓ کا نکاح سیدنا عثمانؓ سے کر دیا جو قریش مکہ کی ایذا رسائیوں دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں اس لئے نبی علیہ السلام کے حکم سے بارہ مرد اور چار عورتیں حبشہ کی طرف ہجرت فرمائے۔ سیدنا عثمانؓ نے معذرتی ہو کر رقیہؓ اس پہلی ہجرت کے قافلہ کے امیر بنے مگر چار سال کے بعد واپس آ گئے۔ غزوہ بدر کے وقت سیدہ رقیہؓ کی خدمت میں تھیں اس لئے نبی علیہ السلام نے سیدنا عثمانؓ

کو اپنی پیاری بیٹی کی تیار واری کے لئے گھر پر چھوڑ دیا تھا۔ فتح بدر کے بعد سیدہ رقیہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ کر دیکھ کر سیدہ رقیہؓ کو اپنے گھر پر لے آئیں۔ نبی علیہ السلام نے بدلتی کیفیت سے آپ کو پورا غصہ ہوا اور انہیں اصحاب بدر میں شہداء فرمایا۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ سے نکاح سیدہ فاطمہؓ کی بیٹی سیدہ ام کلثومؓ بنت رسول اللہ سے نکاح کیا گیا آپ خاموش رہے۔ سیدنا فاروقؓ نے نبی علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ام کلثومؓ سے بہتر شہید ہے گا اور عثمانؓ کو حضرت سے بہتر زوجی ملے گی۔ اس کے بعد سیدہ حضرت نبی مایہ السلام نے خود نکاح فرمایا اور سیدہ زینبؓ کو اس کے بعد منیٰ کا شرف حاصل ہوا۔ اور سیدنا عثمانؓ کو یہ کہہ کر کہ یہ حضرت جبریلؑ کے ہوتے ہیں اور اللہ کا پیغام ہے ہیں کہ میں اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح کر رہا ہوں۔ سیدہ ام کلثومؓ کی وفات پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے دل چاہیے کہ میری بیٹی کو یہاں تک رہا کر دوں کہ وہ میرے لئے نکاح میں دے دیتا۔

صلح حدیبیہ یا جنگ جمل وصفین کا پس منظر اس دوران کو پر سو کر آیا کہ ان کا ذکر اس طرح ہوتا ہے کہ یہ صلح حدیبیہ کا پس منظر ہے۔ صلح حدیبیہ کا پس منظر ہے کہ صلح حدیبیہ کے معرکوں سے کیا تعلق ہے؟ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جسے آج تک کسی محقق یا مؤرخ نے چھوڑا ہے نہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہی وہ غور میں یہ بھی شیعیت کی رسیہ کا۔ یوں کی ایک کڑی ہے۔

سیدنا عثمانؓ کے عہد میں غزوہ احد میں شامل تھے۔ غزوات الرقاع اور فطافان میں نبی علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اسلئے وہ میں غزوہ بنو النضیر اور غزوہ بنو جندبہ میں آپ شامل تھے ذی قعدہ کے عہد میں نبی علیہ السلام عمرہ کی نیت سے غارم کر ہوئے۔ ذی الحلیفہ کے مقام پہنچ کر احرام باندھا حتیٰ کہ مکہ نظر سے نہیں کے تا صلح حدیبیہ کے تمام پہنچ کر احرام باندھا حتیٰ کہ مکہ کو جب حضرت کی نیت کا علم ہوا تو غارم کعبہ کی زیارت سے مانع ہوئے۔

نبی علیہ السلام نے اپنے جہاں شماروں کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا اور فیصلہ ہوا کہ قریش
مکہ کے پاس ایک سفارت بھیجی جائے۔ آخر چودہ سو صحابہ کرام میں سے یہ سعادت صرف سیدنا
عثمانؓ کے حصے میں آئی کہ کاتب کو سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ اب یہاں واقعات کے ساتھ یہاں کو
مذہب پر کھتے ہوئے اس انتخاب کی طرف دیکھیے کہ سیدنا عثمانؓ کا مقام کس قدر بلند تھا۔
مورخین یہاں مختلف وجوہات بیان کرتے ہوئے بڑی بڑی فوجی و جہتی ہدوشوں سے کام لیا ہے
مگر حقیقت کی عزت کے لئے ایک اشارہ ہم دے کہ یہاں اس مقام پر اللہ تعالیٰ پر اصرار رکھوں
کو ان واقعات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا۔ اربعہ پیش آنے والے تھے اور جن سے مقام
عثمانؓ خارج ہوئے۔ ۱۔ لاقا عینی سیدنا عثمانؓ کو سال مدینہ سے ۲۸-۲۹ سال
بعد گنبد نضرہ اندر مسجد نبویؐ کے سایہ میں تلاوت قرآن مجید کے دوران شہید ہوا تھا۔ اور
اللہ تعالیٰ کی کرمیات منظور غمی کو نون عثمانؓ کا قصاص دیا جائے اس لئے عثمانؓ کو گھوڑا
سوار اس بات کو شہرت ملی کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں اور اس خبر پر نون عثمانؓ کے قصاص
کے لئے چودہ سو صحابہ کرام سے بیت لگئی اور ان کے لئے اپنی رضامندی کی سعادت کا
ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ **مَنْ لَمْ يَلْحَقْهُنَّ لَمْ يَكُنْ قَاتِلًا** میں نے ان کے لئے
اس نکتہ کے نظائر آپ کے لئے ذکر کر رکھے ہیں۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد دوبارہ مدینہ النبی میں نبی علیہ السلام کی نیابت کے بعد آپ کا
یہ تیسرا اعزاز تھا۔ الزمر میں سیدنا عثمانؓ کی بیعت سے پہلے کہ ان کے آپ کے دایں
آنسو بہ رہے ہو گئی الہیہ افواہ کی جہاں کہ آپؐ شہید کر دیتے تھے ہیں یہ سن کر نبی علیہ السلام
ایک دھت کے نیچے ان شریف فرما ہوئے کہ خون عثمانؓ پر جیت لی کہ یہ نبی عثمانؓ نہ تو تم
ہیں گے یا خود بھی نہ کہ شہید نہ ہو جائیں گے خون عثمانؓ پر ہر شے دال کی یہ بیعت ان کے
لئے بہ خاص قبول کا سرمایہ بن کر حاضر زونی چنانچہ ارشاد ہوا "یقیناً اللہ تعالیٰ ان
سودوں سے راضی ہوگا جلد وہ دھت تک پہنچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں
میں جوش گئے اس لئے معلوم کر لیا ان کے پرائیمن ان کا زلزلہ فرمایا اور انہیں قریب کی
فتحِ خیانتِ فرائی اور بیعت کی غلطیوں میں رہے حاصل کیے گئے اللہ تعالیٰ نصرت والہ

اسے خشنان تیری ذات والا صفات کے قربان اتیری وجہ سے ان پر وہ ہو گیت
کنندگان ہی کو اطمینان کی دولت نصیب نہیں ورنہ بلکہ قیامت تک تیری ذات قنود سے
محبت رکھنے والوں کے لئے موجب اطمینان رہے گی۔ ان پر وہ ہوئے جنت و جلا فی
نظارے نہیں دیکھے بلکہ ترے نقش قدم پر چلنے والے قیامت تک یہ نقصان سے دیکھتے رہیں گے
ان پر وہ ہوئی کو غیبتوں سے نہیں توڑا گیا بلکہ جب تک یہ آسمان و زمین قائم ہیں مسلمان تیری
ظلمتوں کے گیت گاتے ہیں گے اور غیبتوں سے نوازے جاتے رہیں گے اور پھر جب نبی علیہ السلام
نے دیکھا کہ نبی شمس کے لئے اتنی بڑی تقریب منعقد ہو رہی ہے تو اسے اس سعادت سے
بیوں ہو رہی ہو۔ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا بیست عثمان کا ہاتھ۔ تو کسی
محمد ﷺ بحقوق ابیہ بیستم کی بشارت سے سب کو سر فراز و فخر سعادت دارین
سے مشرف فرمایا۔ یہ رکے بعد دو سو موقعے کو سیدنا خشنان کی عدم موجودگی میں انہیں جو
اصحاب میں شمار فرمایا گیا یہ ذہنورین کی ہی ایک شوق تھی۔

اب میں آپ کو حملی و مصنفین کے معرکوں کے پس منظر کے قریب لاکچر ہوں اور آپ بھی
 طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ خونِ عثمان کے قصاص کے سلسلے میں جو معاہدہ کرامت و بیعت رضوان
 کے وقوع پر مجبور ہوئے ان میں سے عمل و مصنفین کے معرکوں کے وقت تک جس قدر مدد
 تھے ان پر اس حجت کی وجہ سے خونِ عثمان کے معاملہ میں قصاص کا مطالبہ ایک فرضِ عظیم
 تھا ان لوگوں کو بیعت رضوان کا منظر یاد تھا اسی بیعت رضوان سے عہدہ بردار ہونے
 کے لئے ان کی تالیف میں خونِ عثمان کے قصاص کے لئے ایسی بیعت نام ہوئی کہ جب تک
 ان سے جو کچھ خواہاں ہوں گے کیا۔ خونِ عثمانِ عالم الہی میں کوئی معمولی اہمیت نہ رکھتا تھا
 کراسی ہزار بلکہ ایک لاکھ سرگردوں سے انکس ہونے کے باوجود اس دولتِ تابِ دنیا میں اس
 قلم نے ہوسکا جب تک سیدنا امیر معاویہؓ نے قاتلینِ عثمانؓ کا کیا کیا۔ فردِ فخر و مہر و نعل
 بہشت نہ کیا۔ اگر بیعت رضوان میں شامل املاء و اہل و مصنفین کے حُرکوں میں شامِ شوکر ایڈٹ
 بیعت کا فریضہ ادا کرتے تو عثمانؓ نہ تھا نیلکٹ غلِ غلبہ کی وعید کے تحت ملازمین
 میں نہ نہرِ حیم جس ذریعہ ملا بقول ابن عباس ان پر پتھروں کی بارش جراتی باقی۔

سیدنا ذوالنورین کی خلافت اجماعاً امت

۲۶ ذی الحجہ ۱۰؎ قلیدہ دوم حسین فاروق اعظم مشہور موسیٰ گورہ برزان کی سازش سے جو بنیاد پر سلمان جوگر مدینہ میں قیام پذیر تھا ابو لوفیہ نے جو کسی کے ہاتھوں عین نماز میں قتل کر دی جو کوئی محرم کو واصل نہیں ہو گئے۔

سیدنا فاروق اعظم نے انجی شہادت سے پہلے نئے قلیدہ کے انتخاب کے لئے ایک چورگنی کو نسل مقرر کر دی تھی جس کے ممبر یہ تھے۔

سیدنا عثمان علیہ السلام سیدنا طلحہ سیدنا زبیر سیدنا سعد بن وقاص اور سیدنا عبدالرحمن بن مومن سیدنا عثمان کے انتخاب کے تفصیلی حالات کی یہاں ضرورت نہیں صرف اس قدر کہ دنیا کافی ہے کہ مختلف قلیدہ سے آپ علیہ السلام منتخب ہوئے۔

میں نے آئی اللہ منہ جوں کی بقولوں پر مقرر کرنے کو دل چاہتا ہے جو تاریخ کی اہمات الکتب سے قلیدہ تکرار سے ہوئے فرزند کے متعلق یہ حکم ازاد ہے۔ اپنے مختلف فرزندوں سے گویا سبکدوش ہو جاتے ہیں کہ فرزند نے سیدنا فاروق اعظم کی خدمت میں عرض کی کہ میرا ایک گھر سے زیادہ اجرت لیتا ہے آپ نے اس کے پیشے کے متعلق پوچھا کہ اس نے نماز اور نفاذی وغیرہ کیا کیا آپ نے بدست کر فرمایا کہ جو پیشے تم نے بیان کئے ہیں ان کے مقابلہ میں جو اجرت تم نے بیان کی ہے وہ زیادہ نہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا ایک چورگنی بھی بنا دو اس نے کہا کہ آپ کو ایسی چورگنی بنا کر دوں گا جو دینی دنیا کا گارہ ہے گی آپ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا کہ اس نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے صرف اتنی سی بات کہ آپ نے اسے فرمایا کہ میرے پیشے کے مقابلہ میں یہ اجرت جو تم نے بیان کی ہے زیادہ نہیں اور اس نے اتنی سی بات پر آپ کو قتل کی دھمکی دی یہ تو ایک غلطی سی بات تھی اصل بات تو وہ اتنی تھی کہ میں نے عرض ہوئی تھی کہ میری ساری شانہ کیا ہے اور اپنی دیگر نیافت کے علاوہ اس موضوع پر عیسٰی اہل بیت کو بھی کہ شہادہ کیم خدا ان سب پر میں ایک مضمون لکھ چکا ہوں۔

ان عقول کے اذہنوں کے لئے جو لیاہ کی آنکھوں سے دیکھنے کے عار کا ہو چکے ہیں اور انہی کی کسی کہتے ہوئے اپنے دین کا قلیدہ لگانے میں اس رات مصروف رہتے ہیں یہاں پھر وفات مذکور کی کتابوں (واقعی دیکھیں)

سیدنا عثمان کی پہلا خطبہ

علیہ السلام نے اپنے ایک محرم کے گھر کو بعد نماز ظہر اپنے سیدنا عثمان کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس وقت آپ غلبین دکانی میں رہتے تھے۔ منبر پر کھڑے ہو کر پہلا خطبہ اللہ تعالیٰ کی شاد کی پھر رسول اللہ پر درود بھیجا اس کے بعد عاترین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”لوگو تم ایک نیا ہو جانے والے گھر دنیا میں رہتے ہو۔ عمارت اور احاطہ باقی رہ گیا ہے موت کے آنے سے پہلے پہلے جس قدر دنیاں کر سکتے ہو کرو۔ زندگی کا کوئی حصہ نہیں تم زندگی کی منزلوں میں سے اس مقام تک پہنچ چکے ہو کہ معلوم نہیں دنیا ملک عدم کو پہنچ جاؤ یا شام کو خبردار ہو کر یہ دنیا ساز و سامان سے ملے شادی لہذا اس دنیا کے فریب میں نہ آنا۔ خدا تعالیٰ لوگوں کی کوتاہیوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے۔ اس کے حکم کی وجہ سے دلوں کے میں مبتلا ہو جانا۔ جو قسم سے پہلے گذر چکی

(حاشیہ: یہ آگے بڑھ کر ان کے مکر میں گرفتار ہو کر دیر بچھا برزان اپنے ہی مدینہ میں موجود تھا اور اس کی سابقہ حیثیت کو نظر کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم نے اسے کافی سہولتیں اور کئی عیسٰی میں بھیجا ہوا ہوں چوں کہ ان کی خوجات کو فریادیں تھیں وہ اب ان کے دل میں جو سی سلطنت کے سقوط کا بڑا بڑا تھا۔ نہادانہ کے حور سے جو کسی قدامت کے پیچھے پر اس نے ان سے مال و اموال کے لئے ایک زمین تو بھی ملاش کا بنیاد رکھی اور اپنی ما فرما علی کو بھٹے کا رتہ دے دیا۔ یہاں سے ان کو جو بیروں کے مکر میں گرفتار ہو کر آئے تھے رات علاقے کی کوششوں میں منہمک رہتے تھے۔ یہ واقعات تمام تاریخوں کی کتابوں میں موجود ہیں کہ ایک روز برزان، یہ زراہ جغیہ بحر ان لیلیا سیدنا علی کا غلام (عیسائی) ایک حکام پر کڑے کٹھن پڑ کر رہے تھے۔ اچانک ہاں سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا عثمان نے ان کا گھر بڑا انہیں دیکھ کر عینوں کیلئے گئے کہ وہ ان کی عقل سے ایک شخص یعنی بزرگ پر جو سیدنا عبدالرحمن نے خود ان کا گھر سے دیا احمد سے تیس روز بعد اسی شخص نے سیدنا عثمان کو عمر فاروق اعظم پر عین کھات نماز عکس کا نہیں شدید زخمی کر دیا اور ماہ تیرہ عیسائیوں کو شہید کر کے غور کر کے کیا۔ جبہ خیر دیکھا گیا تو سیدنا عبدالرحمن نے یہاں دیا حضرت علیہ السلام نے عین حقیقت حال سے واقف ہو کر صبر کر کے پھر کتب برزان کے ان پیچھے اور اسے قتل کر دیا جغیہ بحر ان کا گھر مقرر)

ان سے غیرت حاصل کرو اور دیکھو کہ دنیا نے تمہارے وہ لڑکے بیٹے کو ہر گئے جنہوں نے بڑے بڑے محنت میں زندگیاں بسر کیں اور دنیاوی آسائشوں سے فائدے اٹھاتے رہے اس دنیا کو اسی مقام پر رکھو جہاں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اور آخرت کی پہلائی طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کی بہترین دعا بیان فرماتا ہے۔

”اے نبی ان کے سامنے اس دنیا کی مثال بیان کرو کہ یہ زندگی بالکل ایسی ہے جیسے آسمان میں بارش ہوتی ہے تو اس سے قسم قسم کا سبزہ اُگ آتا ہے لیکن

اور خیر کہ خدا تعالیٰ سیدنا عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا سیدنا فاطمہ کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان سر آواز سے خلافت ہوئے تو سب پہلے ہی مقدمہ آپ کی پیش ہوا آپ نے سیدنا عبید اللہ کو زیرِ تلہ کے بیٹے قادیان کے حوالے کر دیا قادیان پچا سلطان تھا اور اس نے آپ کی سازشوں سے خوب واقف تھا ختم کر دے اور جلد ملکہ ۱۳۳ یعنی احمد اللہ نے سیدنا عبید اللہ کو چھوڑ دیا جو سیدنا علی سیدنا عبید اللہ کو تمام سورتوں کر کے قتل کر دے۔

المستدعا والجماعت کے بڑے غلو قسم کے عالمین جواب دہ بن گئے سیدنا ابی بکر کی شہادت سمجھ رہے ہیں کہ کتنا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی رقم دیکر عبید اللہ کو اتار دیا تھا اور سزا دے کر انہوں نے اپنے خالی دل سے غور کی رقم ان کی حق مانگ کر جیسی رافضی کے ان اتفاقوں کو کہ ملک و مروجہ میں اس فوجی ویش کی ستر سے ضرورت ہی نہیں تھی اب فوجی دیر کے لئے آگے بڑھنے سے پہلے اس دعا پر کہ جائے سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد سیدنا علی نے سر راز سے خلافت ہونے کے بعد سب پہلے سیدنا علی کو تختہ ری کا حکم دیا جو دس سالہ پرانا فیصلہ تھا اور اس کا ہاتھ سیدنا ام المومنین علیؑ جو رقی اعظم کا بیٹا تھا اور عبید اللہ کی بیوی کا بڑا بیٹا تھا اس نے اس کی طرف انہوں نے باپ کر سبایا اور دوسری طرف عبید اللہ کو کہا کہ جہاں کرشم میں معاشرہ کے پاس چلے جاؤ عمر بن خطابؓ عطا دی تمہارا سیدنا علیؑ کا عزیز عمل نا قابلِ فہم ہے کہ ایک کافر یا زنی کے قاتل کو دس سال کے بعد بھی گرفتار کرنے کے لئے جے میں ہیں مگر قادیان عثمان کو گرفتار کرتے کے حوالے چاہئے اور رقیؑ نا اہل و بالغ اہل باقی لکھے صغیر ا

انجام ہوا جس میں نہ شک ہو کہ اسی میں مل جاتا ہے کہ جو اسے اڑائے پھرتی ہے۔ اور اللہ کی ہر چیز پر زبردست ہے یہاں اور اولاد تو دنیاوی عزت کے لئے ہے یہاں عزت اعمال کا جو کہ ہے جن کی جزا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین ہے۔

اس خطبہ کے بعد آپ نے عہد کی نماز پڑھائی یہ پہلی نماز تھی جس کی امامت آپ نے فرمائی۔ معلوم دنیا کے نصف سے زیادہ اللہ کی شہنشاہی پر سر فراز ہونے کے بعد دنیا کی چھ تہائی اور بے رقیب کے ایسے کلمات میں آدمی کے زبان سے نکلیں اس کی قوت ایمانی بنیشت ایزدی توجہ الی اللہ اور روحانی بلندی کا اندازہ لگانا انسانی عقل سے باہر ہے۔

راشد برادرِ اختر معنی امیرِ مومنین علیؑ کے ہاں یہ کلام جو کئی خلافت کے گھیرنے کے بعد سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد سب پہلے ہی مقدمہ آپ کی پیش ہوا آپ نے سیدنا عبید اللہ کو زیرِ تلہ کے بیٹے قادیان کے حوالے کر دیا قادیان پچا سلطان تھا اور اس نے آپ کی سازشوں سے خوب واقف تھا ختم کر دے اور جلد ملکہ ۱۳۳ یعنی احمد اللہ نے سیدنا عبید اللہ کو چھوڑ دیا جو سیدنا علی سیدنا عبید اللہ کو تمام سورتوں کر کے قتل کر دے۔

شہادت کے وقت سب پہلے ہی مقدمہ آپ کی پیش ہوا آپ نے سیدنا عبید اللہ کو زیرِ تلہ کے بیٹے قادیان کے حوالے کر دیا قادیان پچا سلطان تھا اور اس نے آپ کی سازشوں سے خوب واقف تھا ختم کر دے اور جلد ملکہ ۱۳۳ یعنی احمد اللہ نے سیدنا عبید اللہ کو چھوڑ دیا جو سیدنا علی سیدنا عبید اللہ کو تمام سورتوں کر کے قتل کر دے۔

فتوحات

۲۵-۲۴ میں اسکندریہ کی بنیاد تفریق اور مدبروں کو مار دیا گیا۔ اگر مینافٹ
بڑا مسئلہ طرابلس، بیسوس، الیورائز اور کیش فتح کئے۔ بیت اللہ کو دست
دی ۲۷ قبرص کا جزیرہ اور سپین کا کچھ حصہ فتح کر کے ۲۸ میں فارس کا کچھ حصہ اور ہریانستان
۲۹ مسجد نبوی کو دست دی۔
۳۰ شہنشاہ پورس شخص، کرمان اور سیستان فتح کئے۔ بڑو گرد اسی سال قتل ہوا۔
اسی بڑو گرد کے گھر شہر بانو نامی بیٹی پیدا کر کے فاروق اعظم کے زمانہ میں مدینہ پہنچی کر سیدنا
حسین کی زوجیت میں، دینے کی فرمائی داستان آج زبان زد خاص و عوام ہے سنا
مسئلہ مدبرستان، چینی اور روسی ترکستان کے شہروں کے علاوہ طالقان، فاریاب
ہوژجان، طغرستان پنج اور پنجاب فتح ہوئے۔

احمدیہ گزشتہ صفحہ در سر شکار اور چران لوگوں نے ہی سیدنا علی کے فرق اور بد خلافت کا کھج رکھا اور
انہیں مل و صفین کے سرکوں میں گھسے پھرسے آخر ان میں سے ایک نے آپ کو بھی شہید کر دیا اور ان
لوگوں نے ہی سیدنا حسن کو نڈی انہیں کے لفظوں سے بتا دیا اور آخر سیدنا حسین کو کوثر کا شہید
کر کے تو میں بن گئے اور آج تک نہ کھتے پرست رہے ہیں۔

صلوات تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ جب محرم ۱۲ھ میں کاسیب کا مہو تو بڑو گرد کی عمر ۱۱ سال اور
۲۲ھ میں فاروق اعظم کی شہادت کے وقت بڑو گرد ۲۵ سال کا تھا بلولہ کے مہو میں جو ۱۰ھ میں بڑو گرد کی اس
وقت بڑو گرد کی عمر ۱۸ سال تھی کسی محرم میں ایران کے لوگوں کو غلام بنا کر مدینہ لایا گیا۔ گویا ۱۸ سال کے بونٹے
کے گھر شہر بانو نامی بیٹی کو جو ان دنوں مہو میں تھی اور ۱۲ھ میں سیدنا حسین کی عمر ۱۰ سال کے درمیان
تھی کسی عجیب غریب اور اس نے جو بے سودا داستان تو ہمیں پہلے سے یہ خیال بھی نہ آتا کہ وہ ۸ھ میں ۸ سال
رشک کے لئے کیا فرمائی گفتگو و شہر کر رہی ہوں میں نے پہلی بار یہ حدیث بریل کے مولانا ۱۳۰۷ھ میں پڑھ لی
تقصیر ہوش کی ہے لہذا مجھے وہاں سیدنا حسین کے سن پیدائش کے متعلق جو تفسیر ہو اسے سب کی ہر نفس
۱۰ھ میں فتح مکہ کے بعد ہوئی تسامح سے عزت برائی و مذہب ۱۰ھ میں تاریخ پیدائش کو بھی ہے حضرت
حسین کے سن میں پیدائش کی توفیق کے لئے میری تالیف حسن بن علی دیکھیے۔

فتنہ کی ابتداء

سیدنا عثمان کی خلافت کے ابتدائی چھ سال حضرت عثمان کی خلافت
کے زمانہ سے بھی زیادہ پورا سن تھے مگر بعد کے زمانہ میں ان بد باطن تحریک
خلاصہ نے جو بے چارے اذنی شروع کیں اور آج تک جن بے سرو پا روایات سے تائید کے صفحت
سیاہ کئے جا رہے ہیں اس سے بڑھ کر تاریخی بددیہی کی مثال ملنا محال ہے اسی زیر زمین
تحریک کے داعیوں نے مختلف مقامات پر کہیں یہ کتب شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ
بعض بدعات کو رواج دے رہے ہیں بعض مقامات پر اس قسم کی افواہوں سے عوام کو گمراہ
کرنا شروع کیا گیا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو عوام پر ترجیح دے رہے ہیں آہستہ آہستہ ان
افواہوں نے دور پکڑنا شروع کر دیا حالانکہ یہ سب محض کذب و افتراء اور آپ کی ذات پر
راسخ بہتان تھا نہ رشتہ عقیدت میں یہ روایت بیان کی جا چکی ہے کہ نبی علیہ السلام
نے جیش عسرت کے موقع پر فرمایا تھا کہ آج کے بعد عثمانؓ کو اس کا کوئی فعل نقصان
نہیں پہنچائے گا۔ آج اگر ہمیں کوئی طبع اس کا یہ مطلب افہام کرے کہ خدا خواستہ اگر عثمانؓ
کہیں اسلام سے بھی برگشتہ ہو جائیں تو ان کا ارتداد بھی ان کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ اس
کا اصل مفہوم یہ تھا کہ عثمانؓ کی نظرت میں نیکیاں اور پاکیزگیاں اس طرح جاری و ساری ہو چکی
ہیں کہ آپ اس بات کا امکان ہی نہیں کر ان سے کسی برائی کا صدور ہو سکے چنانچہ اس زمانہ کے
ایک عربی شاعر کے ایک طویل قصیدہ سے چند اشعار رقمین کی نظر ہیں۔

لا تأسأ کلوا ابد اجمع است کھر سرفا
اے ناسخ عثمانؓ کے زمانہ میں لوگوں کا مال و مال کرنا
اصل الاعاذۃ خن ملک ابن عثمان
کلوا ابد اجمع است کھر سرفا
اے ناسخ عثمانؓ کے زمانہ میں لوگوں کا مال و مال کرنا

عثمان ابن عفان اسی جبریت
قتل النصوص بحکمہ العرقان
ابن عفان وہ ہے جس کا قہر یہ تم کہہ کر خود میرا
کو قرآن کے حکم کے مطابق قتل کرنا ہے۔

ما زال لعل بالکتاب مصیبتا
فی کل عشق منہم و مہان
بیش سے قرآن کے حکم کی مخالفت کرتا رہا ہے اور لوگوں
کے اعظما و ارجح ہر اس کے احکام ماری کرنا ہے

عربکے یہود | بنی علیہ السلام سب، مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت مدینہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قریظہ یہ لوگ مختلف مواعیت پر اسلام دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیے گئے۔ حالانکہ بنی علیہ السلام ان سے ایک عہد نامہ لکھواچھتے تھے کہ ہم آپسے ہمبائیوں کی طرح ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ غزوہ بدر کے موقع پر بنو قریظہ غارت کے چند افراد نے ایک مسلمان عورت پر رونا کی جیب ان سے پوچھی گئی تو تمام قبیلہ آمادہ فساد ہو گئی۔ لہذا تمام قبیلہ کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔

مسند دو میں بنی علیہ السلام ایک دیوار کے نیچے تشریف فرما تھے کہ بنو نضیر کے چند بہنیں انہوں نے لینے سرداروں کے ایما پر آپ پر پتھر گرا کر آپ کو خاک بدھنم ہلاک کرنے کی سازش کی مگر آپ کو معلوم ہو گیا، انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا، غزوہ احزاب کے موقع پر بنو نضیر غارت اور بنو نضیر نے کریش مکہ کی خبر پورھوئی۔ اور بنو قریظہ نے جو مدینہ میں موجود تھے۔ وعدہ خلافت کے کہے عین محاصرہ کے ایام میں حملہ آوروں سے بھرپور تعاون کیا۔ اس جرم میں اس قبیلہ کے تمام مرد قتل کر دیے گئے مشہور یہودی رئیس کعب بن اشرف کو چند مجاہد پھیلے ہی قتل کر چکے تھے۔

مجوس و یہود کا گٹھ جوڑ | مجوس یہود کے روابط کی طرف کعب بن الاحباب کے واقعہ میں پہلے ہی نشاندہی کی جا چکی ہے۔ جغینہ عیسائی کا فاروق اعظم کی شہادت کی سازش میں شریک ہونا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہودیت، مجوسیت اور عیسائیت کے پیرو ایک ہیثیت فارم پر جمع ہو چکے تھے ہر زمان کے قتل کے ایوان ہیں کوئی مرکزی شخصیت نہ رہی۔

ان بخروی عناصر کا کھوج لگانے کے لئے ہمارے پاس اس زمانے کے واقعاتی تسلسل کے طور پر کوئی واضح ثبوت موجود نہیں مگر تاریخ و روایات میں باکھر کے واقعات کو جمع کر کے دیکھیں تو ایک منظم سازش کا بیوی آکھر کر ملنے آجاتا ہے اور میں ان سطور کے ذریعہ آپ کو اسی مقام کی طرف سے جانا چاہتا ہوں جو آج تک تاریخی پردوں میں گھومنا

اس کو کی سیاسی تاریکی کی دلدل سے صبح کی مسلمات پار اٹھنے کے لئے محنت اور مشاودہ آیا ہے اس منظر سے حقائق کو چھانٹ کر پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس مقام پر پتھا کر مجوس و یہود کے تیار کردہ بیولے کی کٹھنی میں بڑے بڑے جزا درجی قسم کے مورخ ہوش کر رہ گئے اور اپنی کم علمی، کم عقلی اور عدم بصیرت کو مشاجرات صیابہ کے ذیل میں چھپ کر اصل حقائق کا کھوج لگاتے سے ہی دست بردار ہو گئے انہیں صورت بھی پہنچو بھائی دیکھ بنی علیہ السلام جس جماعت کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے تھے سب کے سب ایسے اعلیٰ درجہ کے بلند کردار لوگ تھے کہ ان کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی انہوں نے سیاست کی خطرناک الجھن میں پڑ کر کوئی فتویٰ اور ریاست کو ماتہ سے نہ جانے دیا۔

مگر اس بات کو یہ مورخ قطعاً بھول گئے کہ مدینہ میں صورت صیابہ کلام بھی نہ تھے کہ ہم مشاجرت صیابہ سے دامن بچاتے بچاتے ان منافقین کی کاروائیوں کو بھی نظر انداز کر دیں۔ جو عبداللہ بن سبا کی روحانی ذریت کی صورت میں پیدا ہوتے پہلے جارا تھے۔ یا ان کو مسلم مجوسیوں اور مجوسی غلاموں کو نظر انداز کر دیں جن کی ایک کثیر تعداد مدینہ میں موجود تھی اور ان کو مسلم عیسائیوں یا عیسائی غلاموں اور نو مسلم یہودیوں کو بھی پیش نظر رکھیں جو ایک کثیر تعداد میں مدینہ بلکہ تمام عالم اسلام میں موجود تھے آپ نے گذشتہ سطور میں دیکھ لیا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم کے خلاف جو تحریک پھر ان پڑھ رہی تھی اس سے کٹر صحابہ واقف تھے۔ اور انہوں نے اکثر اشاروں اور کلمات میں آپ کو آگاہ بھی کر دیا تھا مگر وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظم کو کھل کر واضح طور پر کسی نے آگاہ نہیں کیا۔ یہ امر یقیناً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سازش کے نیچے کوئی اہم طاقت کارفرما تھی جس سے مذکورہ لوگ اصل حالات سامنے نہ لاسکتے تھے۔ اور آج تک سازش کے وہ پوشیدہ اسباب غنہ شہر مدینہ لاسے جا سکے۔

انتہائی افسوسناک اسباب | یہ کتنا افسوسناک امید ہے کہ سیدنا فاروق اعظم کو خلیفہ کیا جاتا ہے پھر وہی گرد و دھواں اٹھاتا ہے جو کہ غنہ شہر مدینہ لاسے اور

پھر انہیں دارالحکومت تبدیل کرنے پر مجبور کر کے کوئٹہ لے جاتا ہے اور فریں انہیں بھی شہید کر دیتا ہے۔ آگے بڑھتا ہے اور سیہ نا حسن کو برا بھلا کہتا ہے اور پھر زنجی کر دیتا اس کی طاقت پر مستی چلی جاتی ہے اب وہ گردہ کلک کر سامنے آتا ہے اور اپنے روحانی آپ جڈ کے عقائد کے مغلوبہ سے نئے عقائد کا خاکہ تیار کرتا ہے ساتھ ساتھ بسیدنا حسین کو کوئٹہ پہنچنے کی دعوت دیتا ہے مگر جب انہیں حقیقت حال کا علم ہوتا ہے اور وہ عازم دمشق ہوتے ہیں تو انہیں شہید کر دیتا ہے اور بعد میں تو انہیں کا جامہ پہن کر گریہ و ماتم میں مبتلا نظر آتا ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ سرور میں اس کو دے اسلام کے خلاف بھڑکاتا رہا انہیں اپنی طاقتوں سے کام لیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں میں نہایت چابکدہ سے شرکارانہ افعال و اعمال کو داخل کیا۔ مگر سادہ لوح مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ آج تک وہ اسلام کے ان اذلی وابدی دشمنوں کو نہ پہچان سکے۔ بلکہ ان کو اپنی جماعت میں شامل کئے ہوئے ہیں اور ان سے سلسلہ مناکحت و مصاہرت بھی جاری رکھے ہوئے ہیں مدبریت سے کہ سستی کھلانے کے باوجود پچاس سالہ فیصلہ عقائد بھی انہی دشمنان اسلام کے اختیار کئے ہوئے ہیں اور سستی و قادی کی سپرد وہی تو ہے فیصلہ انہی دشمنان اسلام کے ہم عقیدہ ہیں باغاف و گرتفصیلی مشیر ہیں۔

عبد اللہ بن سباؓ

مقامین کا سب سے والا ایک نہایت ذہین مگر خیار مکار۔ چالاک اور فتنہ گر جو دی تھا۔ توریت، انجیل اور قرآن کا عالم تھا نہایت سستا حاضر جواب اور حاضر دماغ تھا۔ یہودی جب جزیرہ نماعرب سے غارتی المید کر دیتے گئے تو وہ بظاہر مسلمان ہو گیا اور بالائی مشا (اور گنہگار کی زندگی میں حالات کا مطابعد کرنے لگا۔

ملہ جو دہشت میں سہا کو کوئی علی حسین شفیقہ اپنی تالیف نہایت تاریخ اسلام پر تحقیقی تبصرے میں ایک فرمی شخصیت قرار دیتا ہے اس شخص کا ایسا کہنا تین حال سے خالی نہیں یا تو مذکورہ شخصیت سے نفرت کرتا ہو اور کسی کو مذکورہ شخصیت پر ہے اور یا وہ اس قدر اپنے مذہب سے بیگانہ ہے کہ وہ ایک ایسی حقیقت کا انکار کر رہا ہے جس کا ذکر اس کے مذہب کی تمام کتب میں موجود ہے یا وہ جان بوجھ کر اپنے مذہب کے وجہ انکار باقی رکھتا ہو۔

عبد اللہ بن سباؓ کے متعلق علی ماثرہ فی کتبہ ہے کہ وہ خود نبوت کا مدعی اور علی مرتضیٰؑ کی الوہیت کا معتقد تھا۔ وہ شروع شروع میں یہ خیال رکھے کہ نبوت لیشنی کی نہ لگی گذارتے لگا کر ایران کی موسیٰ حکومت یا روم کی عیسیٰ کی حکومت، دونوں کو ختم کر دیں گی۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ معلوم دنیا کی یہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کے سامنے خس و فاشاک کی طرح بے چلی جا رہی ہیں تو اس نے اپنے منصوبے کی ابتدا کی۔ یعنی پہلے اپنے ہم قوم ان یہودیوں سے رابطہ قائم کیا جو بظاہر مسلمان ہو چکے تھے اور ان کی لاد سے ایسے مجوسیوں کو کاٹھنشا شروع کیا جو بظاہر مسلمان ہو چکے تھے یا بحالیت غلامی زندگی گزار رہے تھے جب اس کے پاس ایک جمیلت فراہم ہو گئی تو اس نے تمام مہاکبت اسلامیہ میں جہاں جہاں مزدوں کا بھرا اپنے کا ایک بیسیجے شروع کئے اور بعد میں خود بھی لکھوا بڑا اور گنہگار شروع کیا کہ علیؑ معبود و رب حق ہیں۔

واقعہ غار کوئٹہ میں کہہ کہ مائتہ السلیک کے ساتھ اپنے مذہب کی بااعمالیوں کی حدود پکڑی کرتا تھا۔ میں علی حسین اور اس جیسے دیگر شخصیتوں سے پوچھتا ہوا تھا کہ آخر تم لوگ کس مذہب کی دوڑی یا پیڑی رہتے ہو گے۔ یہی علی حسین اپنے اس کتاب میں یہ لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے اپنی مائتہ کو مسلمانوں کے سردار اعظم کی تالیفات سے سب کچھ سیکھا اور اس کے بعد میں کتب کے حوالے دیتا ہے کہ سب کی سب شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں مروج المذہب کا مولف مسعودی، توحید اللہ کا مولف شریعہ شامی ابن ابی الحدید، مفسر حسین کا مولف ابی حنیفہ، توحید اللہ کا مولف موسیٰ، تاریخ الشریعہ کا مولف محمد طبری، شیروازان کا مولف ابن ثناء، تاریخ الامم کا مولف علی، آثار البرزی، کتاب الکلی کا مولف عباسی، دھواکلی، الحسین کا مولف میر تقی، روضۃ الصفا کا مولف محمد قاضی، حرمی کے سب مشہور تھے۔ کتاب المہاسن، ذخیرۃ العوارض، روضۃ الاحیاء، معیب السیر، عوارض النبوة، سب سے نام ہیں۔ ابو الفداء، ائمہ کوئی اور یعقوبی، علی شیعہ تھے۔ سرائیہ شیعہ تھے کہ شاہ عبدالعزیز کے نام سے مشہور کی ہے۔ یہ لوگ ایسے جہاں مسلمانوں کو دھوکا دیتے چلے آ رہے ہیں انھیں کے لئے لکھے کتاب القلیس۔

تہذیبی تمام کتب میں عبد اللہ بن سباؓ کا نام نظر آ رہا ہے مگر اب تم اسے ایک فری شخص قرار دے رہے ہو اپنے باوجود اس نام صحرا صافی کا ایک ارتداد مسلمان بھی ہے باقی اگلے صفحہ پر۔

آگے بڑھنے سے پہلے اسی مقام پر اس کی مذہبی حالت اور اس کے عقائد و نظریات کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا علیؑ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ آپؑ کو اس کے متعلق معلوم ہوا تو بکواسمیں اورد اس کے برعکس اندر سے دیر لاپرواہی بیان ہو چکے ہیں ان کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا ہاں آپ واقعی محدود بزرگ ہیں۔ پس سیدنا علیؑ نے کہا انہیں تیری مالی ترسے ماقم میں دے دے شیعہ طائفہ جس سے مسخر کر دیا ہے اس عقیدے سے باز آجا اور تو میرے انکار کر دیا۔ تو اپنے آپ سے قید کر دیا میں روز متواتر اسے توبہ کی ہدایت کی جب وہ اپنے عقائد سے باز نہ آیا تو اسے آگ میں جلا دیا۔ و ساقب آل ابی طالب جو عمر بیچیں حدیثی و کلامی (۱۲)

فقہ سے غلطی تغیر کے ساتھ یہی واقعہ علیؑ حسینؑ زینبیؑ پوری نے لکھا ہے عبد اللہ بن عباسؓ - ماحیرہ گزشتہ صفحہ) ابان بن عثمانؓ کہتے ہیں میں نے سنا ابو عبد اللہ صوفی صاف کہتے ہیں انہی اللہ کی لعنت ہو جن سے پاک خدا نے انہیں زمین میں بھیجا ہے کہ وہ گمراہ ہوئے اور علیؑ کی قسم امیر المؤمنینؓ کو اللہ کے قریب قرار دینے سے انکار کیا تو انہیں علیؑ کی طرف اشارہ کیا کہ انہیں اللہ کے شکر کیوں ہو ہے پورے لوگوں، انہیں انہیں کے لئے جلاوت چھوڑیں ہم پر جو رحمت باندھا اور ایک روایت میں ہے کہ امیر المؤمنینؓ بیت ایسے کذاب مفسدین کے لئے جو بت پرستی پر مجبور ہوئے اور ہم پر افواہ کر کے ہماری ہی باتوں کو بھی لوگوں کے ہاں ساقط الاعتبار بنا دیا ہے خدا کی قسم اگر میں ابلیس کی ایک جماعت سے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ جو یہی تھا اسلام کا رکن علیؑ سے محبت کرنے لگا وہ اپنے زمانہ نبوت میں بھی حضرت یوشع بن نونؑ کے ساتھ ہیں وہی موشی چنے کا غلو کی وجہ سے عقیدہ رکھتا تھا اس نے اسلام کا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کے دعوے ہوئے کا الیہ ہی عقیدہ بیان کیا یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے امامت علیؑ کے فرض ہونے کا قول شہر کیا اور آپؑ کے اہل علم و غور و تحقیقوں سے وفات کی امر خدا تعالیٰ (صحابہ کرامؓ) کی تکلیف کر کے انہیں کو فرمایا (رجال کئی صفحہ)

عبد اللہ بن عباسؓ کے لئے الاخبار انوالی خبری ومن اثر ابن خلدون، ابن کثیر دیکھئے۔ مستشرقین میں سے رائے وارت کا صریح نامہ اندس دیکھئے۔ نیز دیکھئے مشہور شیعہ امام تقیؑ کی تالیف تہذیب المقال جلد ۲ صفحہ ۱۲۵

جہاں شیعہ کی طرف رجوع کر کے امیر المؤمنینؓ کے متعلق انہیں الوہیت کا سبق دیا اور آپؑ نے منع اس کے متبعین، اسے آگ میں جلا دیا (امان الصا، وقین فی شرح الامین، کتب مطبوعہ مدنیہ دہلی) اقلیدس: جہاں تک عبد اللہ بن عباسؓ کے ارتداد اور کفریات کا تعلق ہے وہ تو صحیح ہے مگر سیدنا علیؑ کا اسے آگ میں جلا دیا محض ایسا و بندقہ ہے۔ تاریخ کی اہم بات الکتب اس سے جو تشریح عیب اور جرح سیدنا علیؑ کی ذات پر یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ آپؑ نے اسے زندہ آگ میں جلا دیا۔ حالانکہ کثارت میں جو بات قطعاً حرم ہے اسے سیدنا علیؑ کی ذات کی طرف منسوب نہ کیا کہ بہت بڑا بہتان ہے۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسے چودھن کر دیا گیا تھا۔ مگر کہاں جلا دیا گیا۔ اس کا انجام کیا ہوا۔ اس کو جہاں ان لوگوں کے پاس کچھ نہیں۔

اصل واقعات یہ ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد بھی عبد اللہ بن عباسؓ مکررم تحریف و باور سیدنا علیؑ کی شہادت تک ان کے لشکر میں رہا۔ جنگ جمل سے پہلے سیدنا علیؑ اور صدیق اکبرؓ کا ناتان کے درمیان صلح کے مدارج تقریباً تقریباً ملے ہوئے تھے ان میں سے اور اس کے متبعین کو اس صلح میں اپنی موت نظر آتی تھی اس نے بعد اپنے متبعین کے اچانک صدیق اکبرؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ صدیق اکبرؓ کے لشکر نے بھی علیؑ نے وعدہ خلافی کر کے ہمارے لشکر پر حملہ کر دیا ہے انہوں نے اس غلط فہمی میں سیدنا علیؑ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ سیدنا علیؑ اور ان کے لشکر نے سمجھا کہ صدیق اکبرؓ کے لشکر نے وعدہ خلافی کی ہے میں رضائی شروع ہو گئی۔ جنگ جمل کے موقع پر بھی جب سیدنا علیؑ نے سیدنا معاویہؓ کی بیکار پر رضائی روک دینے کا حکم دیا تو مالک بن اشتر نے آپؑ کے حکم کی کوئی پرواہ نہ کی۔ مالک بن اشتر ابن سب کا خاص مشیر تھا۔ سیدنا علیؑ اس تحریفی گروہ کی دشمنوں سے خوب واقف تھے۔ ایک بار آپؑ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تم میں جو تائبین عثمانؓ ہیں سیر لشکر سے الگ ہو جائیں تو میں ہزار آدمیوں نے ہاتھ بلند کر دیئے کہ ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں گویا سیدنا علیؑ کے لشکر میں اس میں ہزار عبد اللہ بن عباسؓ تھے۔

اور خود اقمہ تکمیل کے بعد ہی سبائی ہوشیاریان علی کے نام سے شہر ہو چکے تھے ان میں سے کچھ
اچھے اور کچھ برے خواجہ کے نام سے موسوم ہوئے اور وہ آخرتاً وہ شہر چاہتے وہ
منہج جو دو کمر وہ معدن فیوض و برکات انہیں لوگوں میں سے ایک کے ہاتھوں میں
جتن ہوا اور اللہ العیون مدد و غیور

عبداللہ بن سبا اپنے کام کی ابتدا کرتا ہے جس وقت ابن سبا نے اپنے کام کی ابتدا
کی اس وقت مدینہ النبی کے تلاء وہ چار
اور مرکز کی مقام تھے کوثر جہاں کا گورنر عبید بن نعیر تھا۔ کوثر سے شرق کی طرف کے تمام
فرقی سو جہات اس کے ماتحت تھے۔ لہذا جہاں کا گورنر عبداللہ بن عامر تھا۔ دمشق میں
امیر معاویہ کی گوری تھی جس میں عبداللہ بن سمر گورنر تھے۔

ابن سبا نے اپنے کام کی ابتدا بصرہ سے کی۔ وہ بصرہ پہنچ کر کئی بن جیل نامی ایک
نفر بنہ ڈاکو کے ہاں مقیم تھا اس کی مدد سے وہ مجلس بنائی اور غنڈہ و نیند گے پر سے
بین تحریب کا سلسلہ شروع کیا۔ جب عبداللہ بن عامر کو اس کی خبر میرا کہ ہم تو ان کو
نے بلا کر مرگیا تھا کیا وہ ابن سبا نے عرب دیا کہ تو مسلم ہوں اور آپ کے ذریعہ سایہ رہنا چاہتا
ہوں۔ مگر ابن عامر کو اس کے اشاروں کنایوں کے پس منظر کا علم ہو چکا تھا۔ اس نے
اسے بصرہ سے نکال دیا۔ مگر بصرہ میں وہ اپنے ہم خیال لوگوں کی امی خاصی تعداد بھی
سمجھوڑ گیا تھا۔ کہ انہیں ابن عامر سے ملا وطن کرنے کی بجائے قید کر دیتے یا قتل کر دیتے۔
بصرہ سے نکل کر کوثر پہنچا۔ وہاں بھی اس نے ایسی ہی کاروائیاں شروع کیں وہاں
سے ولایت سے نکال دیا۔ مگر کوثر سے نکالنے سے پہلے اس نے لوگوں سے رابطہ قائم کر کے
انہیں اپنے دھب پر لگا دیا۔ حاصیہ بنوں نے علی بن ابیہا کے گھر ڈاکو کا قتل عام اور
اسے قتل کر دیا تھا۔ اور ولایت نے ان سب لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔ ان مشرکوں کے در
سب کے سب ابن سبا کی پارتی میں شامل ہو گئے۔

کوثر سے نکالنے کے بعد شام میں پہنچا مگر شام میں امیر معاویہ کی سیاست
پر بڑی متلاش و گرفت تھی وہاں اسے کوئی مہموزہ نہ ملا۔ لہذا وہ مدینہ منورہ غنڈہ و نیند کے ولی بن

چند شکوک پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور غنڈہ و نیند کے بعد وہ حضرت ابوہریرہ کے
پاس پہنچا اور وہی بات دہرائی جو حضرت ابوہریرہ نے سنا تھی بیان کی تھی کہ ہم
مال اللہ کا ہے۔ بات دہرائی تھی اور تھی میں مکرر اس بات سے ہم کام لیتا
پا تھا۔ تاکہ امیر معاویہ نے بیت المال میں مال جمع کر رکھا ہے اور اس کا شرعی طور پر
کوئی حیران نہیں حضرت ابوہریرہ حضرت ابوہریرہ غنڈہ و نیند کی طرح سادہ لوح نہیں تھے بلکہ نہایت
جزیر ذہن کے مالک تھے انہوں نے سنا تھا کہ یہ لوگ کیا اور کیا تو کہتے ہیں؟ جو ایسی فتنہ انگیز
باتیں کرتا ہے۔ خدا کی قسم تو یہودی ہے۔ وہاں سے بھاگ نکلا مگر حضرت معاویہ بن صامت
کو یہ کہنا اے امیر معاویہ کے پاس لے گئے۔ اور کہا اسی شخص نے حضرت ابوہریرہ کو آپ سے اٹھایا
ہے امیر معاویہ سے ساری زندگی میں اگر کوئی غلطی سرزد ہوتی تو حضرت یہ تھی کہ آپ نے اسے
و شوق سے نکل جانے کا حکم دیا اگر آپ اسے گرفتار کر لیتے یا قتل کر لیتے تو اس فتنہ کا فتنہ
ہو جاتا۔ و شوق سے نکل کر وہ مدینہ منورہ پہنچا مگر کوثر معاویہ میں اپنے ہم خیال لوگوں کی بھی
خاصی تعداد سمجھوڑ گیا۔ اور دمشق میں بھی اس کی باتوں پر لوگوں نے جو ایمان مایاں شروع
کر دیے۔

مصر میں اسے یہ ہدوت حاصل ہو گئی کہ مصر مدینہ سے بہت دور تھا۔ بعد معاویہ
کرام کی تعداد بہت کم تھی۔ یہاں بھی کرام نے کوثر اور بصرہ میں اپنے زور سے غلط کرتا تھا
کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی باطنی ہی جو اس ارادہ کے علاوہ تمام سزا یافتہ قسم کے
لوگ یا ان کے رشتہ دار شامل ہوئے شروع ہو گئے۔ گورنر کوثر ولایت کوثر کے رشتہ
داروں نے جیل کر دیا تھا۔ اب سعد بن العاص کوثر کے گورنر تھے بصرہ میں ابن سبا
کا اچھا جیلر تھا۔ ابن سمر کا م میں مصروف رہا۔ مصر میں اس نے اپنے فتنہ کوثر
سے بہت کر رہی تھی اور رحمت کے حقیقہ سے کہہ چکا تھا۔

ان اللہ فی فرض الیہ ان اللہ فی معادج قلع مکہ و فتنہ
چنگیزی تھی رحمت کے جنوں میں بیان کرنے کا دور رس مدینہ منورہ میں کہتا کہ
ہر نبی کا وہی مولا ہے رسول کریم کے وہی علی ہیں جو حکم ہی اکرم و قائم الانبیاء ہیں۔

اس لئے علی غلام الاربعاہ ہیں۔

ابن سبا کو مصر میں دیکھا کہ وہ مل گئے محمد بن جبر بن موسیٰ بن علی کا حبیب تھا اس کی عمر تیس سال کے قریب تھی کہ سیدنا علیؑ نے اس کی ماں سے نکاح کیا تھا۔ اس کی تمام تربیت سیدنا علیؑ کے گھر میں ہوئی۔

محمد بن منذرؒ، یہی مدنیؒ کا بیٹا ہے جو غلام نے عرفات کے میدان میں سیدنا فاروق اعظمؓ کو کہا تھا کہ آپ اس ماہ میں شہید ہو جائیں گے۔ یہ امور نہایت غور طلب ہیں اور بس بات پر عمل کرتے ہیں کہ اس سازش کا سلسلہ کہاں تک جا پہنچتا ہے۔

دینی فتنہ کے ساتھ ساتھ ابن سبا نے مختلف شہروں میں بھیجے ہوئے اپنے اہل بیعتوں کو ہدایت بھیجیں کہ اپنے مقامات پر سیدنا عثمانؓ کے عاملین کی زبانوں سے بیان کرنا شروع کر دے۔ سمجھا لو کہ جانتے تھے کہ یہ سب فتنہ ہے اور اپنے مشاہدہ کی بنا پر ان شکایات کو جھوٹ اور افترا سمجھتے تھے۔ مگر سب ایسے لوگ تھے جو کچھ کہتے وہ عربوں میں اثر انداز ہوتا رہا تھا۔ اب اس کی باری کے دور کرنے اس کی بڑا دیت کے معنی میں تھی کہ نہ ہر پلنگہ کو ایک نئی شکل دی۔ یعنی بصرہ کے۔ یا ببولت کو نیول اور مصر میں کی حروف اس قسم کے خطوط لکھوانے شروع کئے کہ بصرہ کے حوام پر جسے بڑے مقام پر رہتے ہیں کو فتنے سے متزلزل نہ کر دے اور بصرہ کے لوگوں کو کھٹنا شروع کیا اور جس کے سبب ان کے بصرہ اور کوثر کے لوگوں کو ایسی اہل فتنات ہم پہنچا فی ضرورت کیں۔ اس سبب ان فتنے کے ملک میں ایک عام شورش کی سی کیفیت پیدا کر دی، ہر شخص اپنے تمام پر یہ اطمینان کی کسی کیفیت تمسوس کرنے لگا۔

سیدنا عثمانؓ کو انہیں دیکھ کر یہ حال کیلئے اقدام کرتے ہیں | جب شورشیں عروج

پانچ سال ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن سبا نے ہزاروں صحابہ کرام میں سے صرف سیدنا علیؑ کی کراچی تحریک کے سرگرمیوں کے لئے ڈسال کے بعد پرستار کیا کرتے تھے کیوں غائب کیا مگر ان کے شجاعت، علم، علم، سخاوت، اقبال اور جو دنیا کی صفات میں بعض صحابہ سیدنا علیؑ سے بھی زیادہ تمام رکھتے تھے۔

برسے گئیں تو سیدنا عثمانؓ نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ فیصلہ ہوا کہ مختلف شہروں میں چند چیدہ اصحاب کو دیانت والہ کے لئے بھیجا جائے چنانچہ اساتذہ میں زید کو بصرہ، محمد بن سلمہ کو کوثر، عبداللہ بن عمر کو شام اور عمارؓ بن یاسر کو مصر کا طرف روانہ کیا گیا۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھئے کہ جن اصحاب کو دیانت والہ کے لئے مختلف صوبوں کی طرف بھیجا گیا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی سیدنا عثمانؓ کے خصوصی یا ذاتی قسم کے تعلقات نہ تھے چونکہ حضرت عثمانؓ ظاہر و باطن میں نہایت پاک طینت، پاک فطرت، نیک نیت اور نیک سرشت تھے اس لئے وہ دیانت داری سے صحیح حالات دریافت کرنا چاہتے تھے۔

آج جبرہ باطن قسم کے لوگ ان کی ستودہ صفات گرامی ذات پر بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو خصوصی رعایتیں دیں وہ خدا اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اساتذہ بن زیدؓ جنہیں بصرہ بھیجا گیا وہ اول المؤمنینؓ زید کے بیٹے تھے اور اس لشکر کے سالار تھے جسے نبی علیہ السلام نے اپنی مرضی موت کے دوران ہزار ہا اہل صحابہ کرام کے موجود ہوتے ہوئے اس منصب پر فائز کر کے مدینہ سے حرکت کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو شام کی طرف بھیجا گیا ان کے تعارف کی ضرورت نہیں، سابق بالاعہدہ سالاروں میں سے تھے زید و قنوی میں آغا بلند مقام رکھتے تھے کہ اہل صحابہؓ ان کا خصوصی عود پر احترام کرتے تھے۔ حق گوئی میں بے نیام نہ تھے۔ محمد بن سلمہ جو کوثر بھیجے گئے، صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمانؓ کے زمانہ میں محض کہ امتساب کے سہرہ تھے اور تمام امتغایمی امور ان کے تحران تھے۔ عمارؓ بن یاسرؓ جو مصر بھیجے گئے ان کی ذات بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں اولیٰ الذکر ہر اصحاب تحقیق و تفتیش اور دیانت والہ کے بعد واپس آگئے مگر عمارؓ بن یاسرؓ کو خندہ پردہ زول نے سر سے واپس ہوتے ہی راستہ میں اس خطرہ سے شہید کر دیا کہ ان کے واپس مدینہ النبیؐ میں پہنچنے پر ہماری خبر نہیں۔

لے بہ تار و پار کے والدین اور آپ کو دیکھتے تھے جانتے خودی اس وقت

مولے مصحف کے تمام مقامات سے تسلی بخش اٹھائیں آئیں چونکہ تخریب پسند گروہ
نہیر زمین اپنی تخریب پسند سرگرمیوں سے کام لے رہا تھا اس لئے بظاہر کوئی فتنہ نظر نہ
آیا اس کے باوجود سیدنا عثمانؓ نے اپنے تمام عاملین کے نام اور عام لوگوں کے نام بدین
مضمون ایک سرکل جاری کیا۔

کھلی چٹھرا

میں حبیب خلیفہ بڑا ہوں ام بالمعروف اور بنی عن المنکر پر میرا عمل ہے
اور میرے رشتہ داروں کا عام مسلما توں سے زیادہ کوئی حق نہیں مگر
مجھے علم نہ کہ رہنے والے بعض لوگوں کی زبان معلوم ہوا ہے کہ کام لوگوں کو مارتے اور
گناہیاں دیتے ہیں۔ اس لئے میں اس خط کے ذریعہ عام اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی کو
خلیفہ ملو پر گناہی لگی ہو یا بیٹا گیا ہو وہ حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں مجھے ملے اور جو کہ
اس پر مذمہ ہوا ہو خواہ میرے با محضوں یا میرے عاملوں کے ذریعے سے اس کا بدلہ

الغیر ما شہدوا فیہ من حقہ جب قریش مکہ سے ملان پر مزمینا تک کہ گھاٹا یہ عہد شکنی سے تہذیب و تمدن کا
شہید بن گئے۔ وقت کو تا رہا سیدنا عمارؓ نے پہلے گئے۔ عید نبوی کی تہجیر ہوئی تھی باقی میں پڑا تم ایک ایک شہید
الہستہ کہ سیدنا عمارؓ اور سیدنا ابوبکرؓ نے عید اسلام نے آپ کو کھرا کر نماز تفتاٹ الفشتا الباخیا
تھے ایک باقی گروہ قس کہے گا آپ کی طبیعت میں لہو و قناعت کے علاوہ موت پسندی کا عین میں
بدو و اقم موجود تھا نہایت سادہ مزاج صاف باطن اور سادہ کلام شہید کے دل سے محبت عثمانؓ نے جب آپ کو
در یافت حال کے لئے بھیجا تو آپ کی عمر شریف کے نوے سال گزر چکے تھے۔ بقول جری و ابن خلدون ان کو
مہر میں عبداللہ بن مسک کہ سنہ میں من خالد بن مذکور سو دان ہیں عراق اور کتا بن بشر شامل تھے دگر یا
وخلیفہ جری بدہ بن خلدون جز ۱ ص ۲۱۰ ۲۱۱ میں فرماتا کہ اگر لکھنا کان کیا کردہ دوسرے سے قتل کر چکے
ہیں۔ طبری ملکہ طبری کہتا ہے کہ اسی شخص باقی گروہ نے حضرت عثمانؓ کے نکاح اور سیدنا علیؓ کا قتل
حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے وقت سے مصر سے عریضہ آئے تھے وہ لوگ سے قتل کر دیا جہاں پر کوسین
کو محصور کر کے شہید کر دیا۔ طبری پندرہ سال اور علیؓ عریضہ آئے تھے تا کہ وہی وگتھے جن کے متعلق مذکور
علیؓ ان میں کہیں خادہ ہی جلد و مشا القادمان اسمعیلی ۲ باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے

وہ مجھ سے یا میرے شاہیوں سے ملے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ صدقہ کرتے وہوں
کو اپنے پاس سے جزا دے گا۔

اس مختصر لیکن دردناک خط نے تمام عالم اسلام میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔
سامعین بے اختیار رو پڑے اور سب نے رضیعت العر خلیفہ کے لئے دعائیں کہیں مگر کسی
ایک فرد نے بھی آپ کے سامنے کوئی شکایت پیش نہ کی۔ اس کے باوجود آپ نے تمام
عاملوں کو بلوا کر فہائش کی جسوجبات کے عامل مکہ میں تھے تو امت مسابہ کو ان کی
عدم موجودگی میں اور کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا۔

وقت گذرتا رہا فتنے بڑھتے رہے مگر رضیعت العر مظلوم خلیفہ رُحیل دیتے
رہے گوج کے بعد امیر معاویہؓ نے مدینہ پہنچ کر آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ
میرے ہمراہ شام چلیں یا حکم دیں تو میں فوج بھیج دوں مگر اس صدار اور رضائے الہی پر
شاکر خلیفہ انسان نے کوئی بات اپنے لئے پسند نہ فرمائی۔

واقعہ مارش گذشتہ صفحہ مگر معلوم نہیں کہ اسی محسوس شہادت کے باوجود کتاب راویوں کو کیسے جرأت پیدا ہوئی
کہ انہوں نے سیدنا عمارؓ کو جنگ مصلحین میں پہنچا کر سیدنا معاویہؓ کے خلاف جنگ میں کھڑا کر کے شہید کر دیا۔ انا اللہ
ماکرم علیہ طرہ برہمہ کیا جلتے تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ سال کی عمر کے ضعیف کو ایسا میدان جنگ میں پہنچا کر کھڑا کیا
کس میں نہ صبح ہو سکتا ہے اور مرالی یہ کہ مختلف فطرت و عکس کرنا دیکھ فری میں وہ عام باتیں تو نفور انگیز
سین فٹان اور سیدنا معاویہؓ کے خلاف ہیں مگر سیدنا عمارؓ کی شہادت نفور آئی۔

ماترین علیؓ ان محسوسات کے لئے ہی کہ تم کا وہ ارشاد ملاحظہ کیجئے جو آپ نے قادی الخشب
ذوالقرنہ اور جو کے مقامات پر ترقی ہونے والے لشکروں کے مستحق فرمایا تھا وہی لگتھے جو کوفہ، بغداد اور
مصر سے سیدنا عثمانؓ کو شہید کرنے کے لئے ان مقامات پر بھیج دیئے تھے یہاں بھی تاریخی ہادیان معاصر
کو جو کہ تم کے اس ارشاد کو رد و تردید کے لئے ان کی کفرت مایوس کیا جا رہا ہے حالانکہ میں لشکر کا تمام ان
مقامات کے لئے کس مقام پر نہ تھا عثمانؓ بن مالک کی شہادت کے متعلق میرا ایک تحقیقی مضمون پندرہ صد
صحیفہ امیریت کرچی کے شمارہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ کے صفحات ۱۰، ۱۱، ۱۲ پر ملاحظہ ہو جائے۔
اللہ اعلم بالصواب

۱۔ سبائہ مدینہ پہنچ گئی | نوبت باغجارسیدہ کو غریب لہندوں نے زیر زمین اچھی طرح طاقت پکڑ لی تو کھل کر سامنے آئے یعنی ایک خاص حکیم آدم مرگاس کے تحت کوفہ، بصرہ اور مصر سے ایسے وقتوں میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کہ سب ایک وقت مدینہ پہنچ جائیں۔

کوفہ سے چار لشکر روانہ ہوئے جن کا سردار عمرو بن اصم تھا اور اس کے ماتحت چاروں لشکروں کے سردار زید بن صوفان عبدی، اشتر نجفی، زیاد بن نصر حارثی اور عبد اللہ بن اصم تھے۔ اس لشکر کی تعداد چھ سو بیان کی جاتی ہے۔ اسی طرح مصر سے بھی چار لشکر روانہ ہوئے۔ ان کا سردار قانکی بن حرب بنی تھا اور اس کے ماتحت عبد الرحمن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر لیبی، سودان بن حران کنانی اور قیسہ سکونی تھے۔ اس لشکر کی تعداد چھ سو کے قریب تھی۔

بصرہ سے بھی چار لشکر روانہ ہوئے اس لشکر کا سالار علی بن قیس بن زہر عبدی تھا۔ اس کے ماتحت حکیم بن جبہ، ضریح بن غباد عبدی، بشر بن شریح اعظمی اور ابن الجریس بن عبد بن عمرو ضعیفی تھے۔ اس لشکر کی تعداد بھی چھ سو تھی۔ رجمی خلافت راشدہ ۳۵ھ) بقول ابن سعد بروایت ابی جعفر القاری باغیوں کی تعداد نو سو تھی۔ مصر کے چھ سو کوفہ کے دو سو، بصرہ کے ایک سو، مدینہ کے اکثر کھینے لوگ ان کے ساتھ ہو گئے تھے اور ان کے عہدوہان یا غیوں کے ساتھ ہو گئے تھے چونکہ ابن سعد سب سے قدیم مؤرخ ہے اس لئے اس کا بیان زیادہ صحیح ہو سکتا ہے۔

ملعون بن علی لسان محمد | کوفہ کے لشکر نے عموں کے مقام پر مصر کے لشکر کے ذوالقعدہ کے مقام پر اور بصرہ کے لشکر نے ذوالحجہ کے

واقعہ حارثہ کو رشتہ صلی، حارثہ باغی ہوئے تھے ایک بار سیدہ فاطمہ سے جو کچھ کہہ سنا، ممان کو بھی اندھا لگا کر لایا کہ یہ جو غریبہ عمارت میں سبائوں کے پتے چھو گئے اور جب وہاں سے واپس آ کر مدینہ گیا تو مصری سبائوں نے اقلیتہ مار کے غرت سے قتل کر دیا۔
آل وقیعہ الزہری ہوا را ماہا مر تذکرہ کراچی جوہر قی مشرق ۵۵ھ

مقام پر کھپ تائم کر دیئے یہی وہ تین مقام ہیں جہاں جمع ہوئے والوں کو نبی علیہ السلام ملے اور نہایت کچھ تھے۔ اور تمام محققین، محدثین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے مگر ان کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ان ملعونوں نے سیدنا عثمان کو شہید کرنے کے بعد سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس لئے کہ صحابہؓ میں وہی لا امدت خلافت کے سب سے زیادہ آرزو مند تھے اور وہی وہ ان علاقہ کے سب سے زیادہ تہدد تھے۔

ایک قابل تو سیر نہ تھے | مدینہ البقیۃ سے کوفہ، بصرہ اور مصر مختلف سمتوں میں واقع ہیں اور فاصلے بھی مختلف ہیں۔ ان کا ایک وقت مدینہ پہنچنا۔ ان کے لشکروں کی تعداد کا برابر ہونا برسرِ لشکر کی تنظیم کا ایک جلیسا ہونا کیا

اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ایک بہت بڑی، گہری اور نہایت سوچ و بچار سے تیار کی ہوئی سازش تھی۔ ان تمام لشکروں کی مجموعی تعداد اٹھارہ سو تھی۔ بعض روایات میں آٹھ سو تین ہزار بیان کیا گیا ہے۔ اگر تین ہزار والی روایات کو ہی صحیح مان لیا جائے تو وہ کون سے عوامل تھے کہ مدینہ البقیۃ میں عین مسجد نبویؐ کے سامنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے سامنے مسلمانوں کے ضعیف العمر، غریب، علیل، کو چاہیں دنوں ایک مہو کا پیا سا تڑپا تڑپا کر نہایت بے دردی، سفاکی، شقاوت، بربریت اور ظلم سے عین اس وقت ذبح کر دیا جائے ہے جب وہ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھا۔ آج یہ باور کرنے کی سی حالت کی جاتی ہے کہ غایبہ زولِ قعدہ مدینہ البقیۃ میں شہرِ نبویؐ پہنچے تھے مگر مدینہ البقیۃ کے پاسیوں کے لئے اس عینقتہ فقرہ انگیز، ذہنیت، قاتل اور باغی گروہ کے تعلق قلع سے کوئی نام مان تھا۔ مدینہ البقیۃ میں ابھی اب بس قسم کے سیکڑوں سے متجاوز صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ جنہوں نے قید و کسر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا۔ جن کے پاؤں کی ایک ضرب سے سمندر دہانے سے دیر سے

شہر: مدینہ نبویؐ کی اس چٹائی کی راکھ ہمارے ہر چہرے پر لگتی ہیں ماحولہ افکاران متناہ سے شہر
چہرہ نبویؐ نہیں چھتا۔

پہاڑوں پر لڑنے سے طاری ہو گئے جن کے بازوؤں میں اتنی سکت موجود تھی کہ یہ اٹھارہ سو بقول ابن سعد ۹ سو باغی ان کے سامنے پر کاہ عتبی وقعت بھی نہیں رکھتے تھے مگر ان کی موجودگی میں چند سوؤں کیست چورسات ہفتوں تک مدینہ النبی کی گلیوں میں مست سازوں کی طرح زندہ تھے اور ڈکراتے پھرتے رہے اور کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا گریہ مدینہ النبی کے پاسی تمام کے تمام اپنے گھروں میں دیکھ کر بیٹھے رہے آج یہ بھی باور کرانے کی سعی لا حاصل کی جاتی ہے کہ قصر خلافت کے دروازے پر قتلان فلاں اصحابان پیہرہ سے رہے تھے مگر یہ تمام کچھ ذیل تے رفیع کے ذریعے ہماری نامزوں میں گھس کر پہنچا اذ بان و قلوب کو سوم کر رہے ادریم اندھا دھند بقل رجب عقل کے مصداق اپنی نابینوں میں درج کرتے چلے جا رہے ہیں۔

عقل کہیں اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جو سات ہفتے تو اور انکار سو کے درمیان ایک لشکر بغیر کسی مقامی تعاون کے یوں پرے چلے چلا رہا ہو اور پھر مذکورہ تین مقاموں پر جمع ہونے والوں کے متعلق بھی اکثر کا یہ ارشاد کہ ان مقامات پر جمع ہونے والے ملعون ہوں گے، کیا کسی کو بھی یاد رہا یا راویوں کی اس کی وجہ کہ وہ سب جات کے عاملین نے اس عرصہ میں کوئی امدادی لشکر بھیجا؟

نبی اکرم کا دودھرا داماد جس سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر چورہ سو صحابہ کے لئے جنت کی بشارت کا سبب بنا جسے بخانے کہا اگر میرے گھر اور بیٹیاں بھی تو میں کیے بعد و جگر سے اس کے نکاح میں دے دیتا جس نے مدینہ میں بیٹھے پانی کا چشمہ خرید کر خزیب مسلمانوں کے لئے وقف کیا جس نے حبش عسرت کے موقع پر نصرت لشکر کے لئے سامان جنگ پیش کیا جس نے غزوت فادق کے زمانہ میں شہرہ قحط کے دوران سینکڑوں اونٹوں پر بارفلا سواروں کے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا جس کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اس بات سے زندگی بھر اپنے

نہ : شیروئے : انوم اور میان : ان : ان خصوص ان علامت سے تبارک و تعالیٰ

ستر کو نہ چھوڑا جو باغیعت کے وقت اپنے پیارے نبی کے ہاتھ میں دیا تھا جس کے ہاتھ کو نبی نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور یوں اپنے مکان میں نہایت شقاوت اور بے دردی سے ذبح کر دیا جائے اور مدینہ کے وہ ہائیگر و جہاندار بجاد و غازی باغیہ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں جو بار ہا موت سے آنکھیں لڑا چکے تھے۔

افسوس کہ امت سبائے نہایت عیاری، مکاری، چالاک کی اور قریب کاری سے اصل حالات آنکھوں سے اور جمل کرنے کے لئے مشاہرات صیہ کی کر میں ہمارے مؤرخوں کو اس غلط راستے پر جس پاکہ دستہ سے چلائے کی ہم شروع کی تھی آج تک ردائ وصال آ میرے سامنے میرے وجدان نے جو راستہ پیش کیا ہے وہ کوئی کموں تعلیموں کی گھاٹیوں سے نہیں گذرتا اور نہ ہی کسی سراسیمہ یا کرم ہو جاتا ہے بلکہ وہ حقائق و شواہد کی ایک شاہراہ اعظم ہے جسے سودا الاظم کی نظروں سے اور جمل کرنے کے لئے اختیار سے جبر پر جہوت تراشے مغرب پر نرسب تیار کئے اور سودا الاظم کے وہ بزم غم خویش محقق، مبصر اور مؤرخ اندھا و غند انہی کی سی کہنے میں مصروف ہو گئے اور سب بڑے کرم علمانی یہ کہ اسی سودا الاظم کے بعض برخود غلط قسم کے بزم غم خویش محققین نے اغیار کے ہاتھ مضبوط کرنے اور عوام کو گمراہی کی طرف لے جانے کے لئے خلافت و ملکیت میں گڈیے افتراب میں کتابیں لکھ کر اپنی نسلی عصبیت کو تسکین دینے کے سامان ہم پہنچائے کیا اس قسم کے کئی نماز افندی دنیا کے اندر ہر دور میں موجود تھے؟ یقیناً جواب اثبات میں ہوگا تو پھر اگر اس انکشاف و تحقیق کے اور میں ایسے لوگوں کے افراد و بہتان پنپ سکتے ہیں تو گذشتہ زمانہ میں ان کی زبانیں کون بند کر سکتا تھا۔

نگہ باز گشت افادوق اعظم کی شہادت کا اکثر صحابہ کو علم ہے مگر کمال کرات نہیں کہتے سیدنا عثمان کی شہادت کی پخت و پز کے لئے سبائی گروہ قریہ قریشی بستی علی الاملان منادی کر رہے سب ملتے ہیں مگر خاموش ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی مؤرخ کمال کرات نہیں کرتا۔

کیا حقیقت نہیں کہ ان مسلمان نمازیوں دیوں اور نبیوں کے بچے کوئی بہت بڑی

طقت کا برافراحتی اور بعد میں پیش آنے والے واقعات نے تمام حقائق میں واضح گات
صوبہ پر پیش کر دیئے مگر بعد ازاں سے

میں سے دس کے ساری داستان سے یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر نے ہندو کش حقائق کا مطالعہ تھا مگر صحت
بہتان پر بھی سیدنا عثمان کی ذات گرامی پر

اہل لیان مہارنہ کی اٹھارہ سو باغیوں کے سامنے بے بسی
کے چہرے سے نقاب کشائی کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر ایک بار میں آپ کو چند گات
کے لئے پیچھے جاتے پاپے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

اسلام نے مدینہ النبی کے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کر کے مہاجرین مکہ کا جاتی بندیا تھا
اور سلازوں کی بنیاد پر ایک نکتے نے یہ دور کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ مگر اوس وقت
یعنی انہر کے رد قیلولہ کے دنوں میں پرانی عداوت کے کچھ دھندے سے خوش فانی
تھے۔ ائمہ مدینہ کے منافقین اور خارج السلہ یہودی ریشہ دوانیوں سے کہیں کبھی بس
عداوت کی را کہ میں سے کوئی چنگاری سلگ اٹھتی تھی۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عمر بن الخطاب ابو عبیدہ جراح اور دوسرے
بڑے بڑے صحابہ مسجد نبوی میں اس سانحہ فظیفہ پر سالت و تیران جیسے تھے اور سیدنا صدیق اکبر
اور سیدنا غنی رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ طبقات ابن سعد کی روایت
کے مطابق عمر نے ابو عبیدہ بن جراح کو کہا باعدہ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں
کیونکہ رسول اللہ کی زبان مبارک سے آپ کو امین الامت کا خطاب مل چکا ہے۔ مگر آپ
نے انکار کر دیا اور کہا عمر تمہیں معلوم نہیں ہم میں ثنائی الشیخ اور صاحب رسول موجود ہیں
ابھی وہ ان باتوں میں مشغول تھے کہ تعقیف جو ساعدہ میں انہیں انصار کے اجتماع کی خبر
ملی حضرت عمر نے یہ سننے ہی سیدنا ابو بکر کو بلایا اور اس واقعہ کی خبر دی مگر آپ نے فرمایا
کہ نبی علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کے مقابلہ میں اولیٰ کا ہم نہیں۔ مگر سیدنا فادق اعظم

نے جواب دیا کہ انصار کہہ رہے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو ایک مہاجرین میں سے اور ہر امر
امت میں امتیازی طور پر تشکیک و افتراق کا سبب ہوگا۔

حالات کی نزاکت کے پیش نظر یہ تینوں اصحاب تعقیف میں پہنچے وہاں سعد بن عبادہ
کسیل اور عیصہ درمیان میں بیٹھے تھے خدا انکو استراگما اس وقت انصار اپنی مرضی کے مطابق
سعد کو تعقیف بنا لیتے تو مہاجرین کے لئے مدینہ میں دنیا تنگ ہو جاتی۔ منافقین اور یہود
انصار سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے کر مہاجرین کو مدینہ سے نکالنے میں بھی دریغ
نہ کرتے۔

انصار خلافت کے لئے اس حد تک تیار تھے کہ ایک انصار نے آٹھ کر کہا کہ ہم
اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اسے مہاجرین تم قلیل العدد ہو اور اس کے
باوجود ہمارا حق غصب کرنا چاہتے ہو۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو بکر نے نہایت
 نرمی سے ان کو جواب دیا مگر ان کا جوش و خروش بعد از ان بڑا چنانچہ جانی بن منذر
انصار نے کہا اسے انصار! امامت اپنے ہاتھ میں رکھو۔ کیونکہ یہ لوگ تمہارے
مطیع ہیں۔ کسی میں تمہارے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہوگی تم عزت و شہرت
تجربہ بہادری اور دیوبندی میں اپنا ثنائی نہیں رکھتے۔ ہم مہاجرین کے ساتھ زیادہ سے
 زیادہ یہ رعایت کر سکتے ہیں کہ ایک امیر ہم سے ہو ایک ان میں سے ہو۔ حباب کی تقریر
ابھی جاری تھی کہ سیدنا فاروق اعظم کھڑے ہو گئے اور کہا ایک میان میں دو قوموں میں
جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی قسم عرب کبھی بھی تمہیں امیر تسلیم کرتے۔ بدرضا مند نہیں
ہوں گے۔ عرب صرف ان لوگوں کی امارت پر رضا مند ہوں گے جن میں نبی علیہ السلام
مبعوث ہوئے اگر کسی طبقہ نے مہاجرین کی امارت سے انکار کیا تو اس کے خلاف
مہاجرین کے پاس دلائل ظاہر اور براہین قاطعہ موجود ہیں اس معاملہ میں مہاجرین
سے ہجرا کر کے والا باطل کا پیرو کار، گناہوں سے آلودہ اور ہلاکت کے گڑھے میں
گرنے والا ہوگا۔ حباب نے فاروق اعظم کی بات کاٹ کر کہا اسے گردہ انصار تمہاری
ہی تعدادوں کی بدولت اسلام کو شان نصیب ہوئی ہے تم نے ہی اسلام کو

اگر تم چاہو تو اسے اس شان و شوکت سے محروم کر سکتے ہو فاروق اعظم نے یہ سکر کہا اگر تم نے اس قسم کی کوشش کی تو اللہ تمہیں بڑا دکھ دے گا۔

بجول طبری حباب نے یہ سکر تلوار مسونت لی لیکن حضرت عمرؓ نے ان کا ہاتھ جھٹک کر تلوار چھین لی اور سعد بن عبادہ کی طرف بڑھے ابو عبیدہؓ نے یہ صورت حال دیکھ کر غمزدہ ہو کر دکا اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا اسے انصار تمہیں اتنے جنوں نے اس دین کی نصرت و حمایت کئے لئے ہے آپ کو پیش کیا تھا اور تم ہی سب سے پہلے اس کو نبی ہی کے درجے پر رہے ہو۔ یہ سکر بشیر بن سعد انصاری خرد جی نے کہا اللہ کی قسم اگر مجھ پہلے نہ لکھیں سے یہاں نہ گرنے اور دین میں سبقت کرنے کے معاملے میں مہاجرین پر فضیلت حاصل ہے لیکن ہم نے یہ سب کچھ محض رضائے الہی کی خوشنودی کے لئے اور اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کیا ہے۔ اللہ ہی کہیں اس کی جزا دے گا۔ پھر انصار سے مخاطب ہو کر کہا رسول اللہؐ قریش میں سے تھے ہم اس بات میں ان سے حجاب و انہیں کو نبی چاہتے ہیں بشرطیکہ باہر سکر سیدنا صدیق اکبرؓ نے انصار کی طرف دیکھا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کی پازر نے ان پر بڑا اثر کیا ہے۔ انصار کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بیٹھے ہیں ان میں سے جس کی چاہو معیت کرو۔ اس وقت شور و غضب بڑھ گیا تو یک لخت عمرؓ اٹھے اور پھر کو کہا باقیہ بڑھائیے۔ اور ان کا ہاتھ پکڑ کر معیت کر لی حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی معیت کر لی بشیر بن سعد اور دوسرے انصار نے بھی معیت کر لی اسلئے بن تغلبہ ریش اوس نے اپنے قبیلے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم اگر خندق ایک بار بھی خلافت پر قابض ہو گئے تو انہیں ہمیشہ تم پر فضیلت حاصل رہے گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیعت کر لی۔ مگر سعد بن عبادہ اپنی ضد پراستے رہے۔

بعد میں جب یہ کہتے ہیں کہ فضیلہ بن عوسا عذرہ میں جو کچھ ہوا وہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ہوا مگر معلوم ہوا کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہے یہ تمام تاریخوں کا لب و لباب ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا اچانک ہوا اور بالکل غیر لازمی طور پر ہوا اور سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ عام بیعت ہوئی۔

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ خط سیدنا علیؓ کے ایسا سے کھینچا گیا تھا۔ چنانچہ اسٹیکلو پیڈیا یوگرافیکا نے جو ان ایڈیشن جلد ۱۲ ص ۲۱۲ پر یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"THE HISTORY OF THE LETTER TO ABDULLAH BIN SARAH SEEMS TO HAVE BEEN A TRICK PLAYED ON THE CALIPH WHO SUSPECTED ALI OF HAVING HAD A HAND IN IT."

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ خط نہ تو امیر مروانؓ لکھوا سکتے تھے نہ عمرؓ انہیں ان کے کھینچنے پر ہی بعد اللہ بن مسعودؓ سے روانہ ہو چکے تھے اور یہی اس قسم کے کھینچا فعل کا سینا علیؓ سے ارتکاب ہو سکتا تھا۔ یہ سب یہ مانتی اُنہی بول توڑ کے

دلیقہ حاشیہ گورنر مصر (تاریخ قیس) یہاں کہ حضرت مروان فقید عالم اور اوس تھے قادیات قرآن میں من اقل ما اناس مشہور تھے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ امیر مروانؓ کا مزہ گی سے پہلے امیر معاویہؓ حضرت مروانؓ کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ کتاب اللہ کے تاریخی، اللہ کے دین کے فقید اور حدود اللہ قائم کرنے میں شدید ہیں (البیہار و النبیہ جلد ۱ ص ۲۵۵)

حضرت صفور صادقؓ راوی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے مسند آگے خلافت ہوتے کہتے آئے اور لوگ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ کے خیمہ میں کلاسی تھا آپ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں۔ صبح امام شافعیؒ میں ہے کہ حضرت مروانؓ کی امامت میں حضرت حسنؓ حسینؓ ماریں ادا کرتے تھے۔

آخر عبداللہ بن زبیرؓ کی فتنے کے نتیجہ میں یہ عظیم سبھی معصیان و دشمن پہنچ گئی اور اپنی بے مثال صلاحیتوں، عظمتوں، جلالوں کی وجہ سے عام اجتماع میں مسند خلافت کی نزہت بنی انھیں از حقیقت خلافت و ملوکیت مصنفہ لکھو محمود احمد عباسی ص ۳۹۲-۳۹۳ مگر مصنف خلافت و ملوکیت کو حضرت مروانؓ کے ہم عصروں کے علی الرغم جوہر مدراں گذرنے کے بعد ان میں وہ تمام برائیاں نہ آئیں جو کسی فت کا کتاب میں مصنف کو مل سکیں۔

کی زیرِ دیرِ بوسے کو بندہ بڑھ ہوئے۔ ریحِ عالمِ اسی مشنِ چشمنے سے ڈھلے
 پر شہِ جہادِ حریتِ پاکِ وقتِ سکندرِ مہم تھا اور ملتی پل بھی کسیہاں نہ نہا ہی تھا
 اور شعیبِ وقت بھی ہمیشہ دوراں بھی تھا اور خوشیوںِ زمانہ بھی امورِ مسدقت
 پر اس کی نظر اس قدر گہری تھی کہ تمام شمالی حکومت اپنے اپنے مقامات پر بیٹھے
 کانپتے رہتے تھے۔ وقتی طور پر جس طرح صدیقِ اکبرؓ کی خلافت کے وقت اختلاف
 رائے کی جو آگ و بگوشی وہ فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں بھی دلی رہی مگر جب
 فتوحات کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا اور جو کسی غلامِ بدینہ میں پہلے سرِ بڑھائے ہوئے اور
 انہیں سینہٴ علیؓ کی نگہداشت میں رکھا گیا جو بزرگانِ دین نے جو ایک نہایت شافعیانہ
 مسئلہ چاہا کہ اور جماعہ بدیدہ انسان تھا۔ اور عربِ پاک ایران کے ایک صوبہ کا گورنر
 رہ چکا تھا۔ مدینہٴ المنی کے گذشتہ حالات کا مطالعہ کر کے ایک نتیجہ پر پہنچا اور زیر
 زمین ایک تحریکی تحریک کی بنیاد رکھنے میں منہمک ہو گیا۔ افرادی قوت اس کے پاس تھی
 سینہٴ فاروقِ اعظمؓ کے زائد ان اور متفقانہ روئے سے جو لوگ ناگواری محسوس کر رہے
 تھے۔ اس پر یہودی و مسیحی کارپوں کا غیر محسوس طریقہ سے اثر ہوتا رہا۔ فتوحات کی کمزورت
 نے مال و دولت کے انبار لگا دئے تھے۔ وہ نئی پلوج میں نے ابدائے اسلام کی شانِ نزول
 زوال و سلبِ اُن کا عنصرِ حشر بھی نہیں دیکھا تھا اور اسلام کی شان و شوکت کے دور میں
 جو مالی کی سرمدوں پر قدم رکھا تھا۔ اس کے خیالات میں ہلچلی نہ تھی ہر موزن نے
 خلافتِ راشدہ کے زمانے میں واقعاتِ قلمبند کرتے ہوئے قطعاً اس بات کو نظر انداز
 کر دیا ہے کہ کسی پر کوفی کی اکثریت دگر کہولت سے لگے بڑھ کر عالمِ عبری کے صدادوں
 پر دستِ بدم سے ہی تھی اور معاشرہ میں ایک قسم کے اجتماعِ الفصدین کی کیفیت
 پیدا ہوتی ملی جاری تھی۔ ان حالات میں یہود و مجوس کی تحریکی زیرِ زمین سرگرمیوں کی
 اگر کوئی جزئیات بھی ہوتی تو جو ان طبقہ کے خیال میں جبکہ وہ ایک عظیم فارغ قوم کے
 فوہاں تھے۔ بعض چند سینہٴ کون کا کرنا تھا۔ اور دیر سے اس لئے سلطان تھے کہ اسی غیبی
 کیا جاوے سکتی ہیں تاریخِ واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ اس زیرِ زمین تحریکی تحریک کے اندر
 واقف تھے۔

عزیز تر یا ماسامندہ میرے لیے میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہے میرے لیے
 کوئی کوئی یا اور پوچھا تو اس نے کہا تا وقتیکہ آپ حجت الہیہ نہ ہو گئے فرمایا جو ختم نہیں
 ہوگا ہم آپ کو کتاب بخند میں پاتے ہیں کہ آپ جنم کے روز اول میں سے ایک روز
 پر گھر سے ہو کر دو گوں کو تنہا میں گرنے سے بچا میں نے جنمات ایسا سوچا سوچتا تھا
 جو کچھ حدیث نے کہا وہی کوئی نے کہا اور پوچھا پر بات بدل دی۔ اگر فاروق اعظم
 ذرا سختی سے انہیں پوچھتے تو تمام حالات سامنے آ جاتے اور سازش کی تمام کڑیاں بے
 نقاب ہو جاتیں۔

شہادت سے تین روز پہلے فرزند موسیٰ آپ کو قتل کرنے کی سازش دیتا ہے ایک
 معمولی موسیٰ غلام کو یہ جرات کیسے پیدا ہوئی۔ کہ فاروق اعظم پیسے بدرہہ و فلفلہ کے

تقریر مائید گذشتہ صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۰ و ۱۱۹ و ۱۱۸ و ۱۱۷ و ۱۱۶ و ۱۱۵ و ۱۱۴ و ۱۱۳ و ۱۱۲ و ۱۱۱ و ۱۱۰ و ۱۰۹ و ۱۰۸ و ۱۰۷ و ۱۰۶ و ۱۰۵ و ۱۰۴ و ۱۰۳ و ۱۰۲ و ۱۰۱ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۷ و ۹۶ و ۹۵ و ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ و ۹۱ و ۹۰ و ۸۹ و ۸۸ و ۸۷ و ۸۶ و ۸۵ و ۸۴ و ۸۳ و ۸۲ و ۸۱ و ۸۰ و ۷۹ و ۷۸ و ۷۷ و ۷۶ و ۷۵ و ۷۴ و ۷۳ و ۷۲ و ۷۱ و ۷۰ و ۶۹ و ۶۸ و ۶۷ و ۶۶ و ۶۵ و ۶۴ و ۶۳ و ۶۲ و ۶۱ و ۶۰ و ۵۹ و ۵۸ و ۵۷ و ۵۶ و ۵۵ و ۵۴ و ۵۳ و ۵۲ و ۵۱ و ۵۰ و ۴۹ و ۴۸ و ۴۷ و ۴۶ و ۴۵ و ۴۴ و ۴۳ و ۴۲ و ۴۱ و ۴۰ و ۳۹ و ۳۸ و ۳۷ و ۳۶ و ۳۵ و ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱

پانچویں باب: امیر المؤمنین خیر السلام کی اولاد اور ان کے ناموں کے ذکر میں جو ستائشیں تھے۔ (۱۰۷۱) تھے
 ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۰۔ ۹۹۹۔ ۹۹۸۔ ۹۹۷۔ ۹۹۶۔ ۹۹۵۔ ۹۹۴۔ ۹۹۳۔ ۹۹۲۔ ۹۹۱۔ ۹۹۰۔ ۹۸۹۔ ۹۸۸۔ ۹۸۷۔ ۹۸۶۔ ۹۸۵۔ ۹۸۴۔ ۹۸۳۔ ۹۸۲۔ ۹۸۱۔ ۹۸۰۔ ۹۷۹۔ ۹۷۸۔ ۹۷۷۔ ۹۷۶۔ ۹۷۵۔ ۹۷۴۔ ۹۷۳۔ ۹۷۲۔ ۹۷۱۔ ۹۷۰۔ ۹۶۹۔ ۹۶۸۔ ۹۶۷۔ ۹۶۶۔ ۹۶۵۔ ۹۶۴۔ ۹۶۳۔ ۹۶۲۔ ۹۶۱۔ ۹۶۰۔ ۹۵۹۔ ۹۵۸۔ ۹۵۷۔ ۹۵۶۔ ۹۵۵۔ ۹۵۴۔ ۹۵۳۔ ۹۵۲۔ ۹۵۱۔ ۹۵۰۔ ۹۴۹۔ ۹۴۸۔ ۹۴۷۔ ۹۴۶۔ ۹۴۵۔ ۹۴۴۔ ۹۴۳۔ ۹۴۲۔ ۹۴۱۔ ۹۴۰۔ ۹۳۹۔ ۹۳۸۔ ۹۳۷۔ ۹۳۶۔ ۹۳۵۔ ۹۳۴۔ ۹۳۳۔ ۹۳۲۔ ۹۳۱۔ ۹۳۰۔ ۹۲۹۔ ۹۲۸۔ ۹۲۷۔ ۹۲۶۔ ۹۲۵۔ ۹۲۴۔ ۹۲۳۔ ۹۲۲۔ ۹۲۱۔ ۹۲۰۔ ۹۱۹۔ ۹۱۸۔ ۹۱۷۔ ۹۱۶۔ ۹۱۵۔ ۹۱۴۔ ۹۱۳۔ ۹۱۲۔ ۹۱۱۔ ۹۱۰۔ ۹۰۹۔ ۹۰۸۔ ۹۰۷۔ ۹۰۶۔ ۹۰۵۔ ۹۰۴۔ ۹۰۳۔ ۹۰۲۔ ۹۰۱۔ ۹۰۰۔ ۸۹۹۔ ۸۹۸۔ ۸۹۷۔ ۸۹۶۔ ۸۹۵۔ ۸۹۴۔ ۸۹۳۔ ۸۹۲۔ ۸۹۱۔ ۸۹۰۔ ۸۸۹۔ ۸۸۸۔ ۸۸۷۔ ۸۸۶۔ ۸۸۵۔ ۸۸۴۔ ۸۸۳۔ ۸۸۲۔ ۸۸۱۔ ۸۸۰۔ ۸۷۹۔ ۸۷۸۔ ۸۷۷۔ ۸۷۶۔ ۸۷۵۔ ۸۷۴۔ ۸۷۳۔ ۸۷۲۔ ۸۷۱۔ ۸۷۰۔ ۸۶۹۔ ۸۶۸۔ ۸۶۷۔ ۸۶۶۔ ۸۶۵۔ ۸۶۴۔ ۸۶۳۔ ۸۶۲۔ ۸۶۱۔ ۸۶۰۔ ۸۵۹۔ ۸۵۸۔ ۸۵۷۔ ۸۵۶۔ ۸۵۵۔ ۸۵۴۔ ۸۵۳۔ ۸۵۲۔ ۸۵۱۔ ۸۵۰۔ ۸۴۹۔ ۸۴۸۔ ۸۴۷۔ ۸۴۶۔ ۸۴۵۔ ۸۴۴۔ ۸۴۳۔ ۸۴۲۔ ۸۴۱۔ ۸۴۰۔ ۸۳۹۔ ۸۳۸۔ ۸۳۷۔ ۸۳۶۔ ۸۳۵۔ ۸۳۴۔ ۸۳۳۔ ۸۳۲۔ ۸۳۱۔ ۸۳۰۔ ۸۲۹۔ ۸۲۸۔ ۸۲۷۔ ۸۲۶۔ ۸۲۵۔ ۸۲۴۔ ۸۲۳۔ ۸۲۲۔ ۸۲۱۔ ۸۲۰۔ ۸۱۹۔ ۸۱۸۔ ۸۱۷۔ ۸۱۶۔ ۸۱۵۔ ۸۱۴۔ ۸۱۳۔ ۸۱۲۔ ۸۱۱۔ ۸۱۰۔ ۸۰۹۔ ۸۰۸۔ ۸۰۷۔ ۸۰۶۔ ۸۰۵۔ ۸۰۴۔ ۸۰۳۔ ۸۰۲۔ ۸۰۱۔ ۸۰۰۔ ۷۹۹۔ ۷۹۸۔ ۷۹۷۔ ۷۹۶۔ ۷۹۵۔ ۷۹۴۔ ۷۹۳۔ ۷۹۲۔ ۷۹۱۔ ۷۹۰۔ ۷۸۹۔ ۷۸۸۔ ۷۸۷۔ ۷۸۶۔ ۷۸۵۔ ۷۸۴۔ ۷۸۳۔ ۷۸۲۔ ۷۸۱۔ ۷۸۰۔ ۷۷۹۔ ۷۷۸۔ ۷۷۷۔ ۷۷۶۔ ۷۷۵۔ ۷۷۴۔ ۷۷۳۔ ۷۷۲۔ ۷۷۱۔ ۷۷۰۔ ۷۶۹۔ ۷۶۸۔ ۷۶۷۔ ۷۶۶۔ ۷۶۵۔ ۷۶۴۔ ۷۶۳۔ ۷۶۲۔ ۷۶۱۔ ۷۶۰۔ ۷۵۹۔ ۷۵۸۔ ۷۵۷۔ ۷۵۶۔ ۷۵۵۔ ۷۵۴۔ ۷۵۳۔ ۷۵۲۔ ۷۵۱۔ ۷۵۰۔ ۷۴۹۔ ۷۴۸۔ ۷۴۷۔ ۷۴۶۔ ۷۴۵۔ ۷۴۴۔ ۷۴۳۔ ۷۴۲۔ ۷۴۱۔ ۷۴۰۔ ۷۳۹۔ ۷۳۸۔ ۷۳۷۔ ۷۳۶۔ ۷۳۵۔ ۷۳۴۔ ۷۳۳۔ ۷۳۲۔ ۷۳۱۔ ۷۳۰۔ ۷۲۹۔ ۷۲۸۔ ۷۲۷۔ ۷۲۶۔ ۷۲۵۔ ۷۲۴۔ ۷۲۳۔ ۷۲۲۔ ۷۲۱۔ ۷۲۰۔ ۷۱۹۔ ۷۱۸۔ ۷۱۷۔ ۷۱۶۔ ۷۱۵۔ ۷۱۴۔ ۷۱۳۔ ۷۱۲۔ ۷۱۱۔ ۷۱۰۔ ۷۰۹۔ ۷۰۸۔ ۷۰۷۔ ۷۰۶۔ ۷۰۵۔ ۷۰۴۔ ۷۰۳۔ ۷۰۲۔ ۷۰۱۔ ۷۰۰۔ ۶۹۹۔ ۶۹۸۔ ۶۹۷۔ ۶۹۶۔ ۶۹۵۔ ۶۹۴۔ ۶۹۳۔ ۶۹۲۔ ۶۹۱۔ ۶۹۰۔ ۶۸۹۔ ۶۸۸۔ ۶۸۷۔ ۶۸۶۔ ۶۸۵۔ ۶۸۴۔ ۶۸۳۔ ۶۸۲۔ ۶۸۱۔ ۶۸۰۔ ۶۷۹۔ ۶۷۸۔ ۶۷۷۔ ۶۷۶۔ ۶۷۵۔ ۶۷۴۔ ۶۷۳۔ ۶۷۲۔ ۶۷۱۔ ۶۷۰۔ ۶۶۹۔ ۶۶۸۔ ۶۶۷۔ ۶۶۶۔ ۶۶۵۔ ۶۶۴۔ ۶۶۳۔ ۶۶۲۔ ۶۶۱۔ ۶۶۰۔ ۶۵۹۔ ۶۵۸۔ ۶۵۷۔ ۶۵۶۔ ۶۵۵۔ ۶۵۴۔ ۶۵۳۔ ۶۵۲۔ ۶۵۱۔ ۶۵۰۔ ۶۴۹۔ ۶۴۸۔ ۶۴۷۔ ۶۴۶۔ ۶۴۵۔ ۶۴۴۔ ۶۴۳۔ ۶۴۲۔ ۶۴۱۔ ۶۴۰۔ ۶۳۹۔ ۶۳۸۔ ۶۳۷۔ ۶۳۶۔ ۶۳۵۔ ۶۳۴۔ ۶۳۳۔ ۶۳۲۔ ۶۳۱۔ ۶۳۰۔ ۶۲۹۔ ۶۲۸۔ ۶۲۷۔ ۶۲۶۔ ۶۲۵۔ ۶۲۴۔ ۶۲۳۔ ۶۲۲۔ ۶۲۱۔ ۶۲۰۔ ۶۱۹۔ ۶۱۸۔ ۶۱۷۔ ۶۱۶۔ ۶۱۵۔ ۶۱۴۔ ۶۱۳۔ ۶۱۲۔ ۶۱۱۔ ۶۱۰۔ ۶۰۹۔ ۶۰۸۔ ۶۰۷۔ ۶۰۶۔ ۶۰۵۔ ۶۰۴۔ ۶۰۳۔ ۶۰۲۔ ۶۰۱۔ ۶۰۰۔ ۵۹۹۔ ۵۹۸۔ ۵۹۷۔ ۵۹۶۔ ۵۹۵۔ ۵۹۴۔ ۵۹۳۔ ۵۹۲۔ ۵۹۱۔ ۵۹۰۔ ۵۸۹۔ ۵۸۸۔ ۵۸۷۔ ۵۸۶۔ ۵۸۵۔ ۵۸۴۔ ۵۸۳۔ ۵۸۲۔ ۵۸۱۔ ۵۸۰۔ ۵۷۹۔ ۵۷۸۔ ۵۷۷۔ ۵۷۶۔ ۵۷۵۔ ۵۷۴۔ ۵۷۳۔ ۵۷۲۔ ۵۷۱۔ ۵۷۰۔ ۵۶۹۔ ۵۶۸۔ ۵۶۷۔ ۵۶۶۔ ۵۶۵۔ ۵۶۴۔ ۵۶۳۔ ۵۶۲۔ ۵۶۱۔ ۵۶۰۔ ۵۵۹۔ ۵۵۸۔ ۵۵۷۔ ۵۵۶۔ ۵۵۵۔ ۵۵۴۔ ۵۵۳۔ ۵۵۲۔ ۵۵۱۔ ۵۵۰۔ ۵۴۹۔ ۵۴۸۔ ۵۴۷۔ ۵۴۶۔ ۵۴۵۔ ۵۴۴۔ ۵۴۳۔ ۵۴۲۔ ۵۴۱۔ ۵۴۰۔ ۵۳۹۔ ۵۳۸۔ ۵۳۷۔ ۵۳۶۔ ۵۳۵۔ ۵۳۴۔ ۵۳۳۔ ۵۳۲۔ ۵۳۱۔ ۵۳۰۔ ۵۲۹۔ ۵۲۸۔ ۵۲۷۔ ۵۲۶۔ ۵۲۵۔ ۵۲۴۔ ۵۲۳۔ ۵۲۲۔ ۵۲۱۔ ۵۲۰۔ ۵۱۹۔ ۵۱۸۔ ۵۱۷۔ ۵۱۶۔ ۵۱۵۔ ۵۱۴۔ ۵۱۳۔ ۵۱۲۔ ۵۱۱۔ ۵۱۰۔ ۵۰۹۔ ۵۰۸۔ ۵۰۷۔ ۵۰۶۔ ۵۰۵۔ ۵۰۴۔ ۵۰۳۔ ۵۰۲۔ ۵۰۱۔ ۵۰۰۔ ۴۹۹۔ ۴۹۸۔ ۴۹۷۔ ۴۹۶۔ ۴۹۵۔ ۴۹۴۔ ۴۹۳۔ ۴۹۲۔ ۴۹۱۔ ۴۹۰۔ ۴۸۹۔ ۴۸۸۔ ۴۸۷۔ ۴۸۶۔ ۴۸۵۔ ۴۸۴۔ ۴۸۳۔ ۴۸۲۔ ۴۸۱۔ ۴۸۰۔ ۴۷۹۔ ۴۷۸۔ ۴۷۷۔ ۴۷۶۔ ۴۷۵۔ ۴۷۴۔ ۴۷۳۔ ۴۷۲۔ ۴۷۱۔ ۴۷۰۔ ۴۶۹۔ ۴۶۸۔ ۴۶۷۔ ۴۶۶۔ ۴۶۵۔ ۴۶۴۔ ۴۶۳۔ ۴۶۲۔ ۴۶۱۔ ۴۶۰۔ ۴۵۹۔ ۴۵۸۔ ۴۵۷۔ ۴۵۶۔ ۴۵۵۔ ۴۵۴۔ ۴۵۳۔ ۴۵۲۔ ۴۵۱۔ ۴۵۰۔ ۴۴۹۔ ۴۴۸۔ ۴۴۷۔ ۴۴۶۔ ۴۴۵۔ ۴۴۴۔ ۴۴۳۔ ۴۴۲۔ ۴۴۱۔ ۴۴۰۔ ۴۳۹۔ ۴۳۸۔ ۴۳۷۔ ۴۳۶۔ ۴۳۵۔ ۴۳۴۔ ۴۳۳۔ ۴۳۲۔ ۴۳۱۔ ۴۳۰۔ ۴۲۹۔ ۴۲۸۔ ۴۲۷۔ ۴۲۶۔ ۴۲۵۔ ۴۲۴۔ ۴۲۳۔ ۴۲۲۔ ۴۲۱۔ ۴۲۰۔ ۴۱۹۔ ۴۱۸۔ ۴۱۷۔ ۴۱۶۔ ۴۱۵۔ ۴۱۴۔ ۴۱۳۔ ۴۱۲۔ ۴۱۱۔ ۴۱۰۔ ۴۰۹۔ ۴۰۸۔ ۴۰۷۔ ۴۰۶۔ ۴۰۵۔ ۴۰۴۔ ۴۰۳۔ ۴۰۲۔ ۴۰۱۔ ۴۰۰۔ ۳۹۹۔ ۳۹۸۔ ۳۹۷۔ ۳۹۶۔ ۳۹۵۔ ۳۹۴۔ ۳۹۳۔ ۳۹۲۔ ۳۹۱۔ ۳۹۰۔ ۳۸۹۔ ۳۸۸۔ ۳۸۷۔ ۳۸۶۔ ۳۸۵۔ ۳۸۴۔ ۳۸۳۔ ۳۸۲۔ ۳۸۱۔ ۳۸۰۔ ۳۷۹۔ ۳۷۸۔ ۳۷۷۔ ۳۷۶۔ ۳۷۵۔ ۳۷۴۔ ۳۷۳۔ ۳۷۲۔ ۳۷۱۔ ۳۷۰۔ ۳۶۹۔ ۳۶۸۔ ۳۶۷۔ ۳۶۶۔ ۳۶۵۔ ۳۶۴۔ ۳۶۳۔ ۳۶۲۔ ۳۶۱۔ ۳۶۰۔ ۳۵۹۔ ۳۵۸۔ ۳۵۷۔ ۳۵۶۔ ۳۵۵۔ ۳۵۴۔ ۳۵۳۔ ۳۵۲۔ ۳۵۱۔ ۳۵۰۔ ۳۴۹۔ ۳۴۸۔ ۳۴۷۔ ۳۴۶۔ ۳۴۵۔ ۳۴۴۔ ۳۴۳۔ ۳۴۲۔ ۳۴۱۔ ۳۴۰۔ ۳۳۹۔ ۳۳۸۔ ۳۳۷۔ ۳۳۶۔ ۳۳۵۔ ۳۳۴۔ ۳۳۳۔ ۳۳۲۔ ۳۳۱۔ ۳۳۰۔ ۳۲۹۔ ۳۲۸۔ ۳۲۷۔ ۳۲۶۔ ۳۲۵۔ ۳۲۴۔ ۳۲۳۔ ۳۲۲۔ ۳۲۱۔ ۳۲۰۔ ۳۱۹۔ ۳۱۸۔ ۳۱۷۔ ۳۱۶۔ ۳۱۵۔ ۳۱۴۔ ۳۱۳۔ ۳۱۲۔ ۳۱۱۔ ۳۱۰۔ ۳۰۹۔ ۳۰۸۔ ۳۰۷۔ ۳۰۶۔ ۳۰۵۔ ۳۰۴۔ ۳۰۳۔ ۳۰۲۔ ۳۰۱۔ ۳۰۰۔ ۲۹۹۔ ۲۹۸۔ ۲۹۷۔ ۲۹۶۔ ۲۹۵۔ ۲۹۴۔ ۲۹۳۔ ۲۹۲۔ ۲۹۱۔ ۲۹۰۔ ۲۸۹۔ ۲۸۸۔ ۲۸۷۔ ۲۸۶۔ ۲۸۵۔ ۲۸۴۔ ۲۸۳۔ ۲۸۲۔ ۲۸۱۔ ۲۸۰۔ ۲۷۹۔ ۲۷۸۔ ۲۷۷۔ ۲۷۶۔ ۲۷۵۔ ۲۷۴۔ ۲۷۳۔ ۲۷۲۔ ۲۷۱۔ ۲۷۰۔ ۲۶۹۔ ۲۶۸۔ ۲۶۷۔ ۲۶۶۔ ۲۶۵۔ ۲۶۴۔ ۲۶۳۔ ۲۶۲۔ ۲۶۱۔ ۲۶۰۔ ۲۵۹۔ ۲۵۸۔ ۲۵۷۔ ۲۵۶۔ ۲۵۵۔ ۲۵۴۔ ۲۵۳۔ ۲۵۲۔ ۲۵۱۔ ۲۵۰۔ ۲۴۹۔ ۲۴۸۔ ۲۴۷۔ ۲۴۶۔ ۲۴۵۔ ۲۴۴۔ ۲۴۳۔ ۲۴۲۔ ۲۴۱۔ ۲۴۰۔ ۲۳۹۔ ۲۳۸۔ ۲۳۷۔ ۲۳۶۔ ۲۳۵۔ ۲۳۴۔ ۲۳۳۔ ۲۳۲۔ ۲۳۱۔ ۲۳۰۔ ۲۲۹۔ ۲۲۸۔ ۲۲۷۔ ۲۲۶۔ ۲۲۵۔ ۲۲۴۔ ۲۲۳۔ ۲۲۲۔ ۲۲۱۔ ۲۲۰۔ ۲۱۹۔ ۲۱۸۔ ۲۱۷۔ ۲۱۶۔ ۲۱۵۔ ۲۱۴۔ ۲۱۳۔ ۲۱۲۔ ۲۱۱۔ ۲۱۰۔ ۲۰۹۔ ۲۰۸۔ ۲۰۷۔ ۲۰۶۔ ۲۰۵۔ ۲۰۴۔ ۲۰۳۔ ۲۰۲۔ ۲۰۱۔ ۲۰۰۔ ۱۹۹۔ ۱۹۸۔ ۱۹۷۔ ۱۹۶۔ ۱۹۵۔ ۱۹۴۔ ۱۹۳۔ ۱۹۲۔ ۱۹۱۔ ۱۹۰۔ ۱۸۹۔ ۱۸۸۔ ۱۸۷۔ ۱۸۶۔ ۱۸۵۔ ۱۸۴۔ ۱۸۳۔ ۱۸۲۔ ۱۸۱۔ ۱۸۰۔ ۱۷۹۔ ۱۷۸۔ ۱۷۷۔ ۱۷۶۔ ۱۷۵۔ ۱۷۴۔ ۱۷۳۔ ۱۷۲۔ ۱۷۱۔ ۱۷۰۔ ۱۶۹۔ ۱۶۸۔ ۱۶۷۔ ۱۶۶۔ ۱۶۵۔ ۱۶۴۔ ۱۶۳۔ ۱۶۲۔ ۱۶۱۔ ۱۶۰۔ ۱۵۹۔ ۱۵۸۔ ۱۵۷۔ ۱۵۶۔ ۱۵۵۔ ۱۵۴۔ ۱۵۳۔ ۱۵۲۔ ۱۵۱۔ ۱۵۰۔ ۱۴۹۔ ۱۴۸۔ ۱۴۷۔ ۱۴۶۔ ۱۴۵۔ ۱۴۴۔ ۱۴۳۔ ۱۴۲۔ ۱۴۱۔ ۱۴۰۔ ۱۳۹۔ ۱۳۸۔ ۱۳۷۔ ۱۳۶۔ ۱۳۵۔ ۱۳۴۔ ۱۳۳۔ ۱۳۲۔ ۱۳۱۔ ۱۳۰۔ ۱۲۹۔ ۱۲۸۔ ۱۲۷۔ ۱۲۶۔ ۱۲۵۔ ۱۲۴۔ ۱۲۳۔ ۱۲۲۔ ۱۲۱۔ ۱۲۰۔ ۱۱۹۔ ۱۱۸۔ ۱۱۷۔ ۱۱۶۔ ۱۱۵۔ ۱۱۴۔ ۱۱۳۔ ۱۱۲۔ ۱۱۱۔ ۱۱۰۔ ۱۰۹۔ ۱۰۸۔ ۱۰۷۔ ۱۰۶۔ ۱۰۵۔ ۱۰۴۔ ۱۰۳۔ ۱۰۲۔ ۱۰۱۔ ۱۰۰۔ ۹۹۔ ۹۸۔ ۹۷۔ ۹۶۔ ۹۵۔ ۹۴۔ ۹۳۔ ۹۲۔ ۹۱۔ ۹۰۔ ۸۹۔ ۸۸۔ ۸۷۔ ۸۶۔ ۸۵۔ ۸۴۔ ۸۳۔ ۸۲۔ ۸۱۔ ۸۰۔ ۷۹۔ ۷۸۔ ۷۷۔ ۷۶۔ ۷۵۔ ۷۴۔ ۷۳۔ ۷۲۔ ۷۱۔ ۷۰۔ ۶۹۔ ۶۸۔ ۶۷۔ ۶۶۔ ۶۵۔ ۶۴۔ ۶۳۔ ۶۲۔ ۶۱۔ ۶۰۔ ۵۹۔ ۵۸۔ ۵۷۔ ۵۶۔ ۵۵۔ ۵۴۔ ۵۳۔ ۵۲۔ ۵۱۔ ۵۰۔ ۴۹۔ ۴۸۔ ۴۷۔ ۴۶۔ ۴۵۔ ۴۴۔ ۴۳۔ ۴۲۔ ۴۱۔ ۴۰۔ ۳۹۔ ۳۸۔ ۳۷۔ ۳۶۔ ۳۵۔ ۳۴۔ ۳۳۔ ۳۲۔ ۳۱۔ ۳۰۔ ۲۹۔ ۲۸۔ ۲۷۔ ۲۶۔ ۲۵۔ ۲۴۔ ۲۳۔ ۲۲۔ ۲۱۔ ۲۰۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔ ۰۔

جہاں سے اہل کتب کے یہ نکال بڑی جت و جھجک سے ہوتا تھا۔ اس کو گھر سے جہاں تک
 طویل کھینچا تھا تو خرماسی بن جاتا تھا کہ ہر گھر کا نکال حضرت عمرؓ سے ہزار بار لگے مگر

معاذ فیض کو علی الاعلان قتل کی دھمکی دے۔ ان دنوں شواہد کی موجودگی میں کیا اس بات سے
 انکار کیا جاسکتا ہے کہ فاروق اعظم کی شہادت کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش کا ہاتھ نہیں
 تھا؟ صرف چند نو مسلم یہودی یا عجمی اپنے اندر اقدام نہیں رکھتے تھے۔ غور کیجئے کہ اس
 سازش کے پیچھے کوئی خفیہ ہاتھ تھا؟ اگر وہ سازشی لوگ معمولی حیثیت کے تھے تو کونسی اور
 حدیث دلی زبان میں انہماک خیالات کے بعد خاموش کیوں ہو گئے؟ انہیں کس کا مدد تھا یا
 انہیں کئی حکومت میں کسی عہدہ کے ملنے کی توقع تھی۔ بہر حال صورت پر بھی تھی یہ بات
 پانچ یقین تک صحیح ثابت ہوتی ہے کہ اس سازش کو کسی اہم ترین شخصیت کی حمایت اور
 سرپرستی حاصل تھی۔ اور سیدنا فاروق اعظم اپنی قلبی پاکیزگی اور حسن ظن کی بنا پر اس
 قتل کی تجویز سنسکر بھی خاموش رہے۔

ایضاً اشارہ گذشتہ صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۰ و ۱۱۹ و ۱۱۸ و ۱۱۷ و ۱۱۶ و ۱۱۵ و ۱۱۴ و ۱۱۳ و ۱۱۲ و ۱۱۱ و ۱۱۰ و ۱۰۹ و ۱۰۸ و ۱۰۷ و ۱۰۶ و ۱۰۵ و ۱۰۴ و ۱۰۳ و ۱۰۲ و ۱۰۱ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۷ و ۹۶ و ۹۵ و ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ و ۹۱ و ۹۰ و ۸۹ و ۸۸ و ۸۷ و ۸۶ و ۸۵ و ۸۴ و ۸۳ و ۸۲ و ۸۱ و ۸۰ و ۷۹ و ۷۸ و ۷۷ و ۷۶ و ۷۵ و ۷۴ و ۷۳ و ۷۲ و ۷۱ و ۷۰ و ۶۹ و ۶۸ و ۶۷ و ۶۶ و ۶۵ و ۶۴ و ۶۳ و ۶۲ و ۶۱ و ۶۰ و ۵۹ و ۵۸ و ۵۷ و ۵۶ و ۵۵ و ۵۴ و ۵۳ و ۵۲ و ۵۱ و ۵۰ و ۴۹ و ۴۸ و ۴۷ و ۴۶ و ۴۵ و ۴۴ و ۴۳ و ۴۲ و ۴۱ و ۴۰ و ۳۹ و ۳۸ و ۳۷ و ۳۶ و ۳۵ و ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱

و ائمہ کرام کے بعد بھی ان کی وفات کے بعد انہی عہدہ کی خدمت کیا
 و ائمہ کرام کے بعد بھی ان کی وفات کے بعد انہی عہدہ کی خدمت کیا
 و ائمہ کرام کے بعد بھی ان کی وفات کے بعد انہی عہدہ کی خدمت کیا
 و ائمہ کرام کے بعد بھی ان کی وفات کے بعد انہی عہدہ کی خدمت کیا

خلافت عثمانی | سیدنا فاروق اعظم نے شہادت سے پہلے سے خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک چھوڑ گئی مشاورتی کونسل تشکیل دے کر فرمایا کہ یہ میرا پاپا ہے میرے کثرت رائے سے جسے موندنا تمہیں خلیفہ منتخب کر لیں کس کونسل کے اراکین میں اپنے بیٹے عبداللہ کو بھی شامل کیا مگر ساتھ ہی حکم دیا کہ عبداللہ صرف بعد ایک مہینہ کے کونسل کا رکن ہے اسے خلیفہ منتخب کیا جائے تو میں بحث و تمحیص اور جھگڑا کر کے بعد سیدنا عثمان کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔

نگر باز گشت | سیدنا صدیق اکبر کی خلافت کی انعقاد کے وقت بھی سیدنا علی کی آمد نہ ہوئی تھی نہ ہوسکتی۔ فاروق اعظم کی وفات کے وقت بھی آپ محروم رہے۔ اب تیسری بار بھی آپ کا مہیااب نہ ہو سکے۔ اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سیدنا علی کے ہواؤں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ کچھ ایسے ہی عوامل تھے کہ صرف اٹھارہ سو باغی چھ سات تھے مدینہ میں نہ رہتے پھرتے ہیں اور آخری کے دوسرے داماد کو ہمارے ہمدلی سے فتنہ کر دیتے ہیں اور یہی بلوائی سیدنا علی کے ہاتھ پر بیت خلافت کرتے ہیں گویا بیڑی لوگ آپ کے فرق اور پرتاج خلافت رکھتے ہیں۔

واقعیہ پیشہ اشراف مسلم شیعوں کی صفات اربعہ میں سے تین کا ذکر کرنا رہنا مستحسن ہے۔

- ۱۔ فرد کوئی دلدرد نہ لگا۔ ظہور و کثرت میں اس کا ہر ایک باب یاد رکھنا چاہیے۔
- ۲۔ اصنافی مشرقی اصول کا یہ طبع اور کثرت میں کچھ جزو سوم باب ۲ مشق ۲۰۲۔
- ۳۔ الاستبصار فی احوال الایمہ و تابعین ج ۱ ص ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶

تو سعدیؒ نے ابراہیمؑ کو یہ باتیں سن کر کہا اور مدینہ سے تین تلواریں لے کر پہلے پہل پہنچ کر پہنچا۔

۱۷۔ حضرت مروان کے متعلق مورخین نے بھی یہ الزامی سے کام لیا ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ خصوصاً اور حاکم کو کہ ایک نمرہ غلطہ بنو قریش حقیقی یعنی مصطفیٰ ثلاثہ، ولایت ہے اور میں اللہ کے ساتھ ہے۔ یہاں پر یہ کہیں کہیں ابنا لیبہ اور اس میں جلی علی کہ کہیں کہیں نے کی خوش کی ہے۔ ایسے ہی کسی قسم کے نابالغ و ناقص نگاہ کو قرار دیا جائے گا۔

القیہ وائشہ گر دشر حنفیہ کے طریق کا کام تھا، حضرت خلیفہ کو سیدنا امرواؤں کی ذات کے متعلق کیا بھیجی بغیر بات کیے کی ترغیب میسر نہیں ہوئی۔

کہے کہ طریقہ پیچھے تھے اس لئے اب یوں ناکام لوٹ کر جانا ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ لہذا خط کا ممنون تیار کر کے تمام اپنے اپنے شہروں کو بظاہر روانہ ہو گئے اور اُسی موجی سمجھی سکیم کے تحت تین تین منازل کا سفر کرنے کے بعد واپس آ گئے خط کے جعلی ہونے کا سب سے زیادہ ثبوت یہ ہے کہ خط عبداللہ بن مسیح کے نام تھا۔ ادبواثریوں کو معلوم تھا کہ عبداللہ بن مسیح الناکہ خط کی سازش سے پہلے ہی مصر سے طریقہ روانہ ہو چکے ہیں۔

تغییر دین اور ملت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید سے بھی ہوئی نہایت اہمیت پر مبنی علیہ السلام کے
وقت: چنانچہ اس وقت ہی کہ اسلام کو ان کے صحابہ کی معیت میں ہندوستان میں لایا گیا (۱) اور ان کے

خارجہ علماء اپنی کتابت کے جس مرقاۃ رجلہ عدلی من کبار والا حقہ الخ یعنی حضرت مرقاۃ
کرامہ تاجین اور قضا علیہ کے نزدیک اس حدیث کی عظیم شہادت میں ہے اور نہایت قدر میں چنانچہ صحاح
میں سے پہلی بنیٰ مسند الساعدی نے ان سے روایت کی ہے اور عوامہ مرقۃ حضرت مسیحی کی روایت صحیح
بخاری میں موجود ہے حضرت علی بن ربیع العابدین کی روایت بھی حضرت مرقاۃ سے صحیح بخاری میں موجود
ہے (باب التمسع والقرآن والا زاد الخ) حضرت مرقاۃ سے روایت کرتے والوں میں مسید بن
المسیب عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقیل بن مسعود اور یحییٰ بن عبد الرحمن بن امارۃ و عروۃ الزبیری و اک
بن مالک القفاری عبید اللہ بن شداد و یحییٰ بن علی القفاری و ابی ایک جماعت ہے بلکہ عبد الرزاق
حمی بن کسی قد شہیت بھی تھی اور امام ابی یوسف مشہور تھے اور ان سے بھی حضرت مرقاۃ سے روایت کی ہے
مولانا امام مالک و صحیح بخاری اور سنن ابی یوسف و صحاح کی عظیم کتابیں ہیں ان میں حضرت مرقاۃ
کے ارشادات و فتاویٰ اور فتاویٰ فیضیے موجود ہیں جنہیں فقہائے اسلام نے شرعی فتاویٰ کی حیثیت دے
حافظ ابن جریر ہی اس کا بیان کیا ہے ان کے آثار کے بن الزبیریان من ان لا یتصفی الحدیث
الخ (حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت مرقاۃ حدیث میں ان فیر متبع ہیں) ان سے حضرت پہلی بن مسد
صحابی نے ان کے صدق پر زبیر کہہ کر کہا ہے اور ائمہ کے سولے باقی محدثین نے بھی ان پر اعتماد کیا ہے
شیخ الاسلام امام تیمیہ لکھتے ہیں کہ صحاح مستند میں حضرت مرقاۃ کے متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں
اور ان کے تواتر ان کے تواتر سے بطور سند پیش کرتے ہیں (باب الخ لکے صفحہ ۲۸)

بخاری کی روایت کے مطابق سیدنا علیؑ نے سیدہ فاطمہؑ کی وفات یعنی چھ ماہ تک بیعت
وکی نہ کی۔ حضرت محدث یعقوبی نے سیدنا علیؑ کے ساتھ چند دیگر صحابہ یعنی عباس بن عبدالمطلب
فضل بن عباسؓ، زبیر بن عوامؓ، عمار بن عبیدہؓ، مقداد بن عمروؓ، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ
عمار بن یاسرؓ، بلال بن عازبؓ، ابی بن کعبؓ وغیرہ کے نام بھی گنوئے ہیں۔
یعقوبی نے اپنے بعض دفع کی بنا پر یہ نام گنوئے ہیں اور اگر بعض محال آئے
تو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو اتفاقاً غلطی کے بعد یہ سب تاہل و عیال نہ تھے یہ
صرف صدیق اکبرؑ کا ان پر احسان تھا کہ انہیں معاف کر دیا اور دوسری بات یہ کہ
یعقوبی ان چند ناموں کا ذکر کر کے بتا کر دینا چاہتا ہے کہ چونکہ تمام لوگوں سے
صدیق اکبرؑ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی لہذا اتفاقاً غلطی نہیں ہو ا تھا۔
مگر وہ اس بات کو کہیں بھول گیا کہ یہاں تو بھول اس
کے چند صحابہ کوام سے صدیق اکبرؑ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی مگر سیدنا علیؑ کے
ہاتھ پر تو صحابہ کرامؓ کی کثیر جماعت میں سے صرف چند ایک نے بیعت کی تھی اور وہ
بھی اس وقت جب قالین عثمانؓ ان کی گردلوں پر تھواریں لے کر کھڑے ہو گئے تھے
مگر انہی لوگوں نے اسے چل کر نبو شہی سیدنا معاویہؓ اور امیر مینہجہ کے ہاتھ پر بلند چڑھ
اکراہ متفقہ طور پر بیعت کی۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ یہی وہ سوال ہے جس کا کھل کر آفتاب
ملک کسی نے جواب نہیں دیا۔

گو سیدنا علیؑ کے دل میں حصول خلافت کا خیال نہ در تھا مگر اس کے باوجود آپ کے کسی قول سے کسی کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میرے لئے نبی علیہ السلام نے نفلوں وقت اس قسم کی کوئی وصیت فرمائی تھی کہ تم میرے بعد میرے جانشین ہو گے یہ اصطلاح یا راجح طریقت کی بہت بعد کی ایجاد ہے۔ اب تاریخ ایک اور وقت الشیخ ہے صدیق اکبرؑ کو اصل حق ہو گئے اور تھے وقت فاروق اعظمؓ کے لئے وصیت کر گئے گویا سیدنا علیؑ کے لئے خلافت کا دوسرا موقع بھی جاتا رہا۔ فاروق اعظمؓ جس تدبیر و تدبیر و مصلحت اور شان و شوکت سے خلافت

ذہنیت کی پیدوار تھی۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تمام بلوائی بظاہر مصلحتیں پہرے کر
مصر، کوئٹہ اور بعض گورنرانہ ہو گئے۔ مگر مشہور مجلسی نقشبند پر دوازہ سالک اشتراک معہ
چند اشعار کے مدینہ میں موجود رہا۔ اور یہ کس بات کا بین ثبوت ہے کہ خط کی سازش
کا خالق وہی تھا۔

چند تنقیحات | اس کا سیدنا عثمانؓ نے جلیلی القدر صوفی کے متعلق یہ کہا
جاسکتا ہے کہ انہوں نے بظاہر بلوایوں کو مطمئن کر کے واپس
کردیا اور باطن ان کے قتل کا ارادہ کیا۔

۲۔ کیا انہوں نے صرف گورنر مصر کو چھٹی لکھی یا دوسرے صوبہ جات کے
گورنروں کو بھی اگر صرف مصر کے گورنر کو چھٹی لکھی تو جوڑ کے لحاظ سے کوئٹہ
اور بعض کے بلوائی بھی مصر کے بلوایوں کی طرح مجرم تھے تو دوسرے گورنروں
کو ایسی چھٹیاں کیوں نہ لکھیں۔

۳۔ عید الفطر بن سراج اس وقت مصر میں موجود ہی نہ تھا تو اس کے نام چھٹی
لکھنا چہ معنی دار ہے؟

۴۔ بلوایوں کا بیان ہے کہ قاصد کہیں سائنٹ آنا کہیں چھپ جاتا۔ کیا اس قسم کے
قاصد یوں راستے میں تعین چھوٹ کر تے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ اور کیا قاصد
کسی ڈرامہ کا ایکٹ تھا۔ اور اتنی اہم چھٹی سے کراستہ میں رہ کر سنا کر رہا تھا
۵۔ کیا بقول محمد بن مسلمہ یہ شہرت مروان بن الحکم کی تھی؟ اگر ہم حضرت مروانؓ
کے کردار کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مروانؓ کا مقام اس قسم کی
سوقیات و حرکات سے بہت بلند تھا۔ اور پھر اس میل سازی میں ملوث ہونے میں مروانؓ
کا کیا فائدہ تھا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر چھٹی بلوایوں نے لکھی تو اس پر سیدنا عثمانؓ کی مہر
کیسے ثبت ہوئی۔ اس کا جواب نہایت آسان ہے اگر وہ مہر وہی تھی جو دیور خلیفہ
حضرت حمزہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہ چکی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی

تو اس پر جو الفاظ کندہ تھے کیا ایسے الفاظ کسی اور کو بھی پر کندہ نہیں ہو سکتے تھے آج
آپ آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ جعلی مہروں کے ذریعہ لوگ لاکھوں کے
فرار کر رہے ہیں۔ اگر مہر سیدنا عثمانؓ کی ذاتی تھی تب بھی اس کی نقل تیار کرنے میں بلوایوں
کے لئے کوئی امر مانع تھا اور سب سے بڑھ کر یہ مہر والا خود کس نے دیکھا کس نے مہر
کی تصدیق کی۔ یہ صرف بلوایوں کی جین و کار تھی۔ اس خط کی روئے کے متعلق کسی
کتاب میں کوئی محسوس شہادت موجود نہیں بلکہ عند اللہ۔

سیدنا عثمانؓ کا خط بلوایوں کی شورش | اب ہم ان واقعات کے قریب آ گئے
ہیں۔ بلوایوں سے طویل گفتگو کے بعد آپ نے پہلے جوڑ میں فرمایا۔

”اللہ کی قسم اہل مدینہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ حسب ارشاد رسول
ملعون ہیں تو قبیلہ میں گندہ مکی ہے پس لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ
نعر شوق کو فائدہ کریں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ
بن حیلہ نے ان کو بٹھایا اور سیدنا عثمانؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ عثمانؓ
تم مہر سے نیچے آؤ ہم تم کو ایک عیا پنا کر ایک بڑے اونٹ پر سوار
کریں گے۔ اور جس طرح تم نے بزرگوں کو شہر بدر کیا ہے ہم تم کو حیل
و غمان بھیج دیں گے۔ حضرت عثمانؓ جبکہ جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ
جوجاء بن سعید غفاری جو حضرت ابوذرؓ کے خاندان سے تھا اور بیعت
رضوان میں شامل تھا کو درمیز تک پہنچ گیا اور حضرت عثمانؓ سے خطبے کا
وعدہ حاصل کیا اپنی زبان پر مار کر توڑ دیا۔ یہ وہی وعدہ تھا جسے نبی علیہ السلام
ہاتھ میں لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد حضرت
سفینہؓ کے ہاتھوں میں رہا۔ اور اہل کایان نے کبھی روز اس کے پاؤں
میں آکر کی بیماری پیدا ہو گئی۔ اور مر گیا (حضرت سفینہؓ کو بڑا ملا حسین مدنی) پھر
زید بن ثابتؓ آئے۔ ان کو محمد بن قیس نے بٹھایا اور اس کے بعد بلوایوں نے ہڈیوں کو

مگر گوگول نے ان کو مسجد سے نکال دیا۔ اب وہ باہر سے پھر پہنچ گئے۔ آپ ایک پتھر کی چوٹ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تو آپ کو گھر پہنچا دیا گیا۔ پھر وہی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو لوگوں کو زانی سے روک دیا۔ علیؑ غلو اور زہری عبادت کو اسے۔

اس وقت چند اموی مد امیر مردان بیٹھے ہوئے تھے ان لوگوں نے سیدنا علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا۔ یہ الفاظ دارین کے لئے قابل غور ہیں۔ گذشتہ صفحات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، ان کی مدد سے یہ دو بارہ (ان الفاظ پر غور کیجئے) یہ سب کا روایا تہاری ہیں۔ علی بن ابی طالب نے کچھ جواب نہ دیا غصے

میں اظہار کر باہر نکل گئے (ابن ندیم حوالہ شدہ تاریخ جری مصر ص ۲۵۵) اس کے بعد میں دن تک امیر المومنین نے نمازیں پڑھائیں پھر روک بیٹھے۔ باقیوں کو محمد بن ابوبکر اور محمد بن ابی بکر کا بیٹے محمد سے سن پاپ بیٹھے کا بیٹے ذکر ہو چکا ہے پڑی تو قیامت تھی۔ (جری مصر ص ۲۵۵)

کوئی سید احمد تلمیذ سید نجم الدین لکھنوی اپنی تالیف شواہد الصادقین میں جو اولی کرم دین مرحوم کی ایک کتاب کے جواب میں لکھی ہے اس کے ص ۱۲ پر اعتراض کرتے ہوئے بولے انوار الہامیہ مطبوعہ طبرستان، شواہد استیاب معرفت الاصحاب تعنیف یوسف بن عبد البر بنی کاتب ہے دکان، علی، سیفی علی محمد بن ابی بکر دین فضلہ لادن کانت لہ عبادتہ واجتہاد وکان من حضر قتل عثمان وقیل انہ مشاؤکفی دملہ حضرت علیؑ محمد بن ابی بکر کی تعریف کرتے تھے اور اس کو فضیلت دیتے تھے کیونکہ

صلوہ درویشوں میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ غور رہے تھے اور حضرت حسنؑ و حسینؑ معروف تھے حضرت علیؑ نے دیکھ کر کہا وہ تو اچھے لوگ تھے کہ ان کی آپ نے ایک شخص کو مار ڈالا اور دشمنیت انہیں طے کرنا تھا۔ حضرت علیؑ نے دیکھ کر کہا کہ ان کے خدا تھا تو ان سے فخر کیا کا جز اور بڑھ گئے۔

ذاتی رقیہ اور زہری مومنان عقائی (مذہب تبارک)

وہ صاحب عبادت و اجتناب ہونے کے علاوہ قتل عثمانؓ میں حاضر اور شریک تھا۔

املاوی فوجوں کے احکام | ان میں سے کئی حالات کی نزاکت کے پیش نظر آپ نے اپنے اعمال کو امدادی نہ قرار دیا تو انہوں نے معاشرہ میں شدت پیدا کر دی یہاں تک کہ آپ قیصر خلافت میں منصور ہو کر رہ گئے۔ اور مسجد نبویؐ میں باقیوں کے سر فخر غافقی نے نمازیں پڑھانا شروع کر دیں سیدنا علیؑ مجبور ہو چکے تھے۔

محاصرہ کے ایام میں آپ کو دوسرا خطبہ | اس شدید محاصرہ کے دوران ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا۔

”اے اہل مدینہ! میں تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تم پر کسی اچھے کو غلبہ نہ ملے۔ اس حال میں اچھی اللہ سے رحمہ لی پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کو معلوم نہیں کہ عمر کے دشمنی ہونے کے وقت تم نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی بہترین نبیؐ کو مسلمانوں کا غلبہ نہ ملے۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگ میرے سابق الامیان ہونے کو نہیں جانتے؟ اور یہ جانتے کے بعد میرے قتل پر آمادہ ہو۔ حالانکہ زانی مرتد اور ذاتی بغیر حق کے علاوہ کسی کا قتل جائز نہیں یا دیکھو جب تم مجھے قتل کرنا لو گے تو تمہارا بیٹا کروں پھر دیکھ لو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تم سے اختلاف نہیں کرتا گا۔“ (ابن ندیم حوالہ شدہ تاریخ جری مصر ص ۲۵۵)

اس خطبہ میں مخاطب حضرت اہل مدینہ تھے مگر آپ کی باتوں کا کسی نے جواب نہ دیا۔ کیوں؟ تبسیر الخطبہ | آپ نے اپنے مکان کی چوٹ پر چڑھ کر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ میں سب کو کھانا لیا تم جانتے ہو کہ میں میں سینے پائی ہ صورت ایک کنواں تھا جس میں کو میں نے اس وقت خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا جب سلمان پالی تیشا خرید کر پیتے تھے۔ میں نے اسے اپنی ایک قرآن پڑھا خود باقی مسلمانوں کی طرح پانی پیتا رہا۔ بڑا بیوقوف تھا کہ اس نے سب سے تو اپنے

ہیں لاکر دیکھئے۔ لوگوں کا خیالی تھا کہ سوائے حضرت ام المؤمنینؓ کے ان حالات میں کوئی بھی قصر خلافت کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر باغی راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ انہیں بتایا کہ میں صرف چند عیتوں اور دوسرے لوگوں کی امانتیں لینے کے لئے جا رہی ہوں مگر ان ملعونوں کو ذبح و غیر شرم نہ آتی چند ایک نے آگے بڑھ کر آپؐ کے غم کے منہ پر مارا۔ اور اس کی کمر کا پتکا کاٹ لیا۔ پتھر پکا اور آپؐ گرنے کے قریب ہو گئیں۔ کچھ لوگ پہنچ گئے انہوں نے پیٹکا باز پھا اور گھونک پہنچا دیا۔ اس بات پر تمام موزنین متفق ہیں کہ ام المؤمنینؓ یہ تیرہ بھول کی وصیتیں اور امانتیں حاصل کرنے آئی تھیں اور ساتھ ہی ان کا ایک شیعہ بھی لائی تھیں (ابن خلدون مولانا رحمہ اللہ)

۱۔ (بقیہ مائتہ کثرہ صفحہ ۸۱) میں غلطی میں غلط کیا جائے چنانچہ مل گیا تو آپؐ سے درود اہل مذاہب پر لکھنے کے بعد ازمن بن عبد اللہ انصاری چاہتے تھے کہ آپؐ کے بعد روزہ لگائیں اور برکت سے سب سے پہلے وہ لکھائیں۔ جب آپؐ نوڑ لکھ چکے تو سب انصاری نے دعا کر لیا اور پھر بیدار ہوئے۔ (طہر دین)

۲۔ یہ مشہور شیعہ روایت ہے کہ جب آپؐ مدینہ پر قدم نہ رکھ سکے تو آپؐ نے ایک کھوکھلی سے اپنے خیمہ کے دروازہ پر چڑھ گئے خیمہ کے اندر سے ایک فاتحہ پڑھا کہ آپؐ کو ہان کا ہمارا پیش کیا اور میری آت دی

۳۔ سائبرین علی بن ابی طالب (مذہب سلف)۔

۴۔ مذہب اہل جہنم کے عقائد ہے کہ وہ ہم آپؐ (رضی اللہ عنہ) سے ملے پہنچ گئے اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا (مذہب اہل جہنم)

۵۔ اس مذہب کے عقائد ہیں کہ وہ اپنی قلوب کی بازیگری سے جھوٹے ہیں۔

۶۔ امام زکریاؒ اس حالت میں مخالفت کو آواز دی کہ تم میرے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو کہ میری شہادت

کرنے کی ہلچل ہے۔ (ابن مسعودؓ سے ایک روایت نکلا کہ ان میں ایک نبیؐ کو بھی کہہ دیجئے اور یہی

امام اس کو تمہاری قدرت دکھانے کے لئے اپنے خیمہ کی طرف سے گئے اور پتھر گھونکوں ایک گڑھا کھودا

اس میں سے پانی نکال دیا کہ وہ دیش سے فرمایا ہم ہانہ کے مکان میں صرف ان ظالموں پر

اتماہم جہت کرتے ہیں (خلافت المعاصی ص ۱۱)

معصفت خلافت المعاصی نے عجیب ڈرامہ پیش کیا ہے کہ انعام دشمن کی فوج کے ایک آدمی کو

مبارہ سے گھنٹوں کھودتا ہے اور پانی نکالتا ہے مگر دشمن ہار دل طون کھڑے گریاتاشا دیکھتا ہے

(باقی صفحہ ۸۱)

معاشرہ کی شدت کے بعد ان صحابہؓ کو قتل نہیں ہو گئے اگر کوئی لکھتا ہے تو تلوار سے کٹھکتا ہرگز۔ البتہ کامن کو کون غارت ہو گیا۔ باغی شہر کے گلی کو بڑوں میں دندناتے پھرتے تھے غورنری عام ہو گئی اس حالت میں بھی منیف ابوعبیدہؓ کوہ وقار بنا بار بار کفر کی سے سر نکال کر باغیوں کو نصیحت کیا کہ تاہم فتنہ و فساد سے بچنے کی تاکید کرنا کہ لا الہ الا انت اور رسولؐ کی احادیث انہیں یاد دلانا مگر باغی سخت جواب دیتے (بقول طبری صحابہؓ کی مدت ۴۶ روز ہے) (ریح بری معصوم خلافت مائتہ)

اس حساب سے اندازہ لگائیے کہ اگر صحابہؓ کے انعام ہو ہی روز ہی آپؐ پانی کی شدت محسوس کرنے لگے تھے تو باقی ۳۲ روز میں آپؐ پر آپؐ کے کپڑے کی گدڑی ہوگی۔ اور کیا قیصر خلافت میں صرف آپؐ اور آپؐ کی زوجہ جگان تھیں۔ معلوم نہیں کتنے تھیں۔ لاوارث ہو جائیں اور فقر و مساکین اس مکان میں موجود تھے۔ کتنے شہر خوار تھے کتنے اسکے بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر ہلاک ہوئے اور پھر سیدنا عثمانؓ کی آنکھوں کے سلسلے جس شخص کی فیاضی حیا و عصمت، رحمہ کی اور وقت قلب و نبیائے اسلام میں مسلمات کا

(بقیہ مائتہ کثرہ صفحہ ۸۰) پھر وہ پانی نکالتا ہے مگر خود چتا ہے نہ اپنے کپڑے کی پیاسی غریبوں کو پانی

پینے کے لئے دیتا ہے اور امام کو شہر خوار لگا دیا حالت پر دم آئے اور انہیں پیاس سے مر جاتا دیکھ کر ہوا

ان پر دم نہیں کرتا۔ یا عجیب۔ بہر حال شیعہ مذہب کا یہ بیستالی روایات دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ کھانے کا

تاریخی روایات سے ہی معلوم ہوئے کہ آپؐ فرم فرما کر کے مضامین میں نہیں اور کبھی نہیں

کے بعد انہیں زندہ اور باقیہ برکت کرتے کے لئے کوفہ سے باہر کیا دیش کی جانب روانہ ہو کر کھانے کے

مقام پر پہنچ کر شب باغی کے لئے قیام پذیر ہوئے (طہرین مستیدان علی نے فہرہ لکھ کر

کوفہ لایا تھا انہیں سخت چھوڑا ہوا کو دیش پہنچ کر آپؐ جاری ہو گئے اور پیش کر دیئے تو ہادی

غیر نہیں سس خدشے چاک کھل کر آئے آپؐ کو شہر دیا۔ اس سے پہلے ہی لوگ تھیں دینیں

تہ مکر میں تھیں ایسے وقت میں اس کی گھنگو کھل ہوئی تھی اہلک طرائی چھوڑ کر اسی جزیرہ

وہاں توبہ کی شہادت کا سبب بن چکے تھے۔

مقام رکھتی تھیں۔ آپ کے قلب رحیم و کریم پر ان مہموک اور پیاس سے بلبل بلبل کر جان دینے والوں کی طرت دیکھ دیجھ کر کیا گذرتی رہی ہوگی۔

حالات انتہا کو پہنچ گئے | جب حالات انتہا کو پہنچ گئے تو نبی امیہ کے چند وزیروں اور مہاجرین و انصار کے چند تاجران مسلح ہو کر قہر خلافت میں پہنچ گئے۔ ان میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حبشہ حبشیہ، پسر بن علی اور محمد بن طلحہ بھی تھے حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن زبیر کو ان کا امیر بنا کر مکہ دیا کہ ہرگز لڑائی نہ کرنا اور کس زادہ پر کچھ نہ بھڑا حضرت عثمانؓ تاریخ اور بیات کی کتاب میں قتل ہوئے۔

بقول ابن سعد ان کی تعداد سات سو تھی اس کے بعد سیدنا عثمانؓ نے سیدنا علیؓ کو بلایا دیگر ممتاز صحابہ کو اٹھ کر اٹھ کی صورت سیدنا عثمانؓ کو اس لئے بلایا جو گا کر باغیوں پر حضرت ان کا اثر تھا اور کہا آپ ان لوگوں کے پاس جائیں اور انہیں صحابہ میں کردہ کس برکت سے باز جائیں آپ انہیں اس بات کا یقین دلانے کریں ان سے ایسا نہ عہد کروں گا اس پر سیدنا عثمانؓ ان کے پاس گئے اور فرمایا اسے لوگو اتم نے حقوق کا مطالبہ کیا تھا وہ پلور سے گئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے وعدہ کیا ہے، اس پر بلوایا جاتے جواب دیا آپ صحت سے کراہیں حضرت عثمانؓ نے واپس آکر تمام صورت حال سے مطلع کیا۔ تو آپ نے فرمایا میرے اور ان کے درمیان ایک مدت مقرر کر دی بڑی عیش و تمذین کے بعد تین دن کی مدت مقرر ہوئی۔ حضرت عثمانؓ سے ایک معاہدہ نکھوایا گیا کہ تین دن کے اندر اندر تمام شکائیں رفع کر دی جائیں گی۔ اور جو حاکم انہیں ناپسند ہیں انہیں برطرف کر دیا جائے گا۔ اس معاہدے پر معزز مہاجرین اور انصار کو گواہ مقرر کیا گیا اور معاہدہ کی تحریر کے بعد جو چند اصحاب اپنے اپنے طور پر قہر خلافت پر پہرہ رکھ رہے تھے مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

(طبری ص ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰)

مدینہ کے لوگوں کی مدد کیوں نہ کی | ابن سعد لکھتا ہے کہ اصحاب نبیؐ نے اگر حضرت عثمانؓ کی مدد نہیں کی تھی۔ تو اس کا سبب یہ تھا کہ وہ قتل و خونریزی کو پسند نہیں کرتے تھے

اصل بات یہ تھی کہ وہ اس زمان میں تھے کہ حاملہ قتل تک نہیں پہنچے گا۔ پھر انہوں نے ان کے حامیوں میں جو کچھ کیا اس پر تادم ہونے سے یہی بیان کی قسم اگر معاہدہ نہ نکلتے یا ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر باغیوں کے منہ میں صرف مٹی ہی تھوکر دیتا تو وہ ضرور ذلت کے ساتھ واپس ہو جاتے (طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۱۰)

اقوال سے۔ ابن سعد نے بڑی پتہ کی بات کی ہے۔ مگر وہ اس بات کو گول کر گیا کہ انصار و مہاجرین اور مدینہ کے چند سوکھتہ صفت لوگ کس طرح اتنی بڑی جرأت کر سکتے تھے۔

شہادت ذوالنورینؓ کے پیچھے وہ اصل وہی عوامل کار فرما تھے جو سیدنا فاطمہؓ کی شہادت کا موجب بنے یہ ایک سازش تھی اور عظیم سازش تھی جسے مدینے کے چند بڑے لوگوں کی سہمہ رستی حاصل تھی۔ اس مقام پر یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ آپ مدینہ النبیؐ میں قتل و خونریزی پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس بات سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا گیا کہ آپ مدافعانہ کوششوں کو بھی ترک کر چکے تھے مادہ کوششہ صفحات میں آپ کو ایک خطہ تائید کی نظر سے گزر چکا ہے جس میں آپ نے مدینہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے اپنی مدد کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی یہ سچا ہے کہ آپ چند روز سے زیادہ کے بھر یا الجھت تھے۔ آپ کا دھار، منانہ، حالی جوصلہ کی اور خیرین علی یا جہیزہ جس مقام کا حامل تھا جہاں کسی قسم کی جلد بازی کا حائل تخیل بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اس لئے آپ صبر و حوصلہ، بردباری اور محنت سے چاہتے تھے کہ یہ لوگ فساد سے باز آکر ان حرکات سے باز آجائیں۔ آپ کے ستر حارہ جہات نے قند پر درگوں کو فتنوں کی پخت و پز کے لئے مواقع فراہم کئے۔ اس خرن صحابہ کرام کا وہ گردہ جو ہر قیمت پر آپ کا دفاع کرنا چاہتا تھا فخر و کوشش پیچھے رہنے پر مجبور ہو گیا۔

تین روز کی مہکت کا عہد نامہ مرتب ہو گیا اور عہد نامہ مرتب ہونے کے بعد | یہاں مدافعانہ جہاز تو خیر آنے لگیں کرشم سے مدافیانہ، کوفہ سے قحطار اور اصرہ سے جاشع انداز کی فوجیں لے کر روانہ ہو چکے ہیں

و اعلیٰ نمود بدشمن ابھریے کے قتل اور دیکھ کر چلے گیا۔ ابھر یہ اعلیٰ کا پروردگار یعنی محمد ابن ابی بکر
تیرا دوست و میل کے ہمراہ آیا اور آپ کی راہ بھی پکڑ لی اور اسے بھیجتا جس سے ڈر جائیں گھر سے
کی آواز سنی گئی۔ آپ نے اسے فرمایا اسے پیچھے پھری و راہ بھی چھوڑ دے۔ آج بھی میری راہ بھی

چھوڑ دے (ظہرات ابن سعد ج ۱ ص ۱۹۴)

محمد بن البرکات کو آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہارا باپ زندہ ہو تو یہ ہے اس پر مصلیٰ کی قدر کرنا۔ محمد بن البرکات یہ سن کر شرمندہ ہوا اور دائی بھی چھوڑ کر چلا گیا۔ ابن قدون ا
مگر ابن سعد کی روایت ہے کہ اس نے دائی بھی چھوڑ کر سر میں برہمی ماری اس وقت
آپ قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ فسیک فیک جمہ اللہ و هو السبع العلیہ
اور خون مقدس سے یہ کلمات خون آلود ہو گئے۔ کنان بن یزید بن عتاب نے برہمی کے
دار کہنے جو آپ کے خلق ملک پہنچ گئے پھر تلوار سے کہ آپ پر جو حد اور شریعہ کر دوں
وہ بقا ہے ابن سعد حدیث میں ایک روایت کے مطابق عمران الرازی نے آپ کو شہید کیا۔
تقریباً ابن عبد اللہ راوی ہے کہ جب کنان نے آپ کو زخمی کیا تو آپ نے فرمایا
بسم اللہ۔ خون آپ کی دائی بھی پر پٹنگ رہا تھا قرآن سننے سے آپ نے بائیں
پہلو پر تکیہ لگا لیا اور زبان پر سبحان اللہ العظیم تھا آپ کا مولا خون فسیک فیک جمہ اللہ
و هو السبع العلیہ پر جا کر گرا۔ آپ نے قرآن بند کر دیا۔ آپ کے ایک حبشی
غلام نے کنان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

ابن خلدون کے کتابت کے مصداق کثیر کا ناخلف بیٹا بھی واپس آگیا تھا۔ سودان میں غزالی
قیصر اور داعی تھے آپ پر حملہ کیا آپ کی وجہ ناکہ کرنے وار روکنے کے لئے ہاتھ آگئے
کیا قرآن کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے ایک نے
سودان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور دوسرے غلاموں نے قیصر کو قتل کر دیا غافقی
نے لٹ مار کر قرآن پر سے پھینک دیا۔ کلاؤم بھی جیسی نے سید ناکہ کے سر سے چادھیں
لی۔ مصر کا وقت متاثر کیا۔ آفتاب رخص ہو پادشاہ متعجب ہو کر حکم دیا نہایت
جلے لے لیں اور جیسے کسی کی حالت میں انتہائی شقاوت و قسارت سے انہیں ورنہ کی جاکر
اور بیس کی شدت سے غلام خان قلعہ متعجب سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۱۰۱. ابن قلدوان عصر اول خانقاه شریفیه ۳

اس کے بعد باقی لوگ ہا میں سے ہوتے ہو گئے۔

مذمت خلافت | عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ سے مروی ہے کہ حکیم محمد بن مسلمہؒ کو کاپ کے ہاتھ پر جمعیت کی گئی اور ۸ روزی الجہد سے سو روز جمعہ عصر کے بعد شہید کر دیے گئے۔

عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتیرہ راوی ہیں کہ شہادت کے وقت ان کے حواریوں کے پاس تین سو لاکھ درہم، سو چھ لاکھ دینار، ایک ہزار اڑتھائی گنہ اور دواوی القراری میں دو لاکھ دینار کی قیمت کے صدقہ تھے۔ بلو احمول نے سب کا سب مال لوٹ لیا۔

تذہبن | آپ کا جنازہ شہر شہر کو مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان اٹھایا گیا جنازہ کے ساتھ جمیر ابن مطعم، میکشم بن خزام، ابو جحیم، حذیفہ بن یمان اور یحییٰ بن اسماعیل جعفری نے نماز جنازہ پڑھائی، تاکہ حضرت امیر المومنین علیؑ کے جنازہ میں شرکت ہو سکے۔

عمر بن عبدالمطلبؓ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ سے پہلے آدمی تھے۔ رابع بن مالک اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ میں بھی جنازہ کے ساتھ تھا۔ ہمیں باغیوں کا بڑا خوف تھا یہاں تک کہ ہم نے انہیں حش کو کب و مجبوروں کی مہلواری میں سپرد فاک کر دیا۔ حضرت علیؑ، علیہ السلام اور سیدہ جنازے میں شرکت کی نہیں ہوئے۔ آج جریدہ بات زبان زخما میں دعوا ہے کہ آپ کو یورو کے قبرستان میں دفن کیا گیا یہ بھی سب ثابت زدہ دہشوں کی اختراعات ہے حش کو کب کے معنی ہیں مجبوروں کی مہلواری کہ وہ باغیچہ جنت البقیع کے ایک کنارے پر واقع تھا اور سینہ فاؤنڈیشن کی ذاتی ملکیت تھا۔ یہود و قریش اور زور و زوراء نے ۶۶-۷۰ سال پہلے مدینہ سے خارج الدہر کر دیئے گئے تھے۔ مدینہ میں اگر کسی وقت ان کا قبرستان موجود بھی تھا تو وہ اس قبرستان میں لایا میٹ ہو چکا تھا۔ حش کو کب یعنی جنت البقیع کا ایک حصہ بن گیا۔ یہاں ایک امر قبیلہ غزوہ کے تمام ہارے ہوئے کو قاتلین عثمان کے نام جلوس میں لے کر گئے۔ حضرت علیؑ کو ان کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ حالانکہ وہ سب کچھ اللہ کے سامنے ہو گا۔

اگر حسین علی سرور نے غارت ہوئے ہی ان گنتی کے لوگوں کو کفر کو دار تک پہنچا دیتے :
آپ کی باقی زندگی بھی امن سے گزرتی اور وہ اس طرح ترقی کر کے جہادوں کی تعداد میں بڑھ
کر ان کی شہادت کا موجب بنتے اور آگے چل کر سیدنا حسن کو زلیل کرنے کا سبب بھی بن
جاتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آگے چل کر سیدنا حسین کے قتل کا سبب بنتے۔

آج امیر یزید پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے قاتلین حسین سے قصاص کیوں
نہ لیا۔ مگر آج تک اس طرف کسی نے قیصر دیکر سیدنا علیؑ نے قاتلین عثمانؓ سے قصاص کیوں
نہ لیا۔ یزید نے قاتلین حسین کو دربا سے دھکے دے کر نکال دیا تھا مگر سیدنا علیؑ نے
انہیں بڑے بڑے شہدے تفویض کئے۔

میشر الخیر سید ذو النورین کی اپنی شہادت کے متعلق بتاتیں

شہید کئے گئے اسی روز صبح اپنے ہمراہوں سے وہ خواب بیان کیا جو انہوں نے دیکھا تھا
انہوں نے کہا میں نے گذشتہ شب رسول اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھ سے
فرمایا اسے عثمان! تم ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔ الیہابی ہوا کہ آپ نے روزے
کی حالت میں صبح کی اور اسی روز شہید کر دیئے گئے۔

کثیر بن العلاء الکندی سے مروی ہے کہ عثمانؓ اس روز سوئے جس روز
قتل کر دیئے گئے۔ اور وہ جمعہ کا دن تھا جب وہ بیدار ہوئے تو کہا کہ اگر لوگوں کے
یہ کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ عثمانؓ نے آرزو میں کہیں ریشمی خیالی پلاؤ پہنایا تو میں تم
لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا۔ ہم نے کہا اللہ آپ کو نیکی دے آپ بیان کیجئے
ہم اور لوگوں کے قول پر نہیں ہیں فرمایا میں نے عالم دنیا میں رسول اللہ کو دیکھا
آنحضرت نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز ہم لوگوں میں موجود ہو گے۔

زید عثمانؓ جو راوی کے خیال میں بہت سزا فعیہ مروی ہے کہ عثمانؓ
کسی قدر سو گئے۔ بیدار ہوئے تو کہا: تو نے قتل کرے گی۔ یہ کہنے کہ ہر مؤمنین
برگوزن نہیں۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کو خواب میں دیکھا ہے ان

حضرت نے فرمایا آج شب کو تم ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔ حقیقت بن حدیث ہم تک
یہاں پہنچ کر ایک سوال پٹیا ہوتا ہے جس کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ اگر
اس ایک آدھ نے کچھ سمجھا بھی ہے تو صرف اس قدر کہ یہ لوگ اب ان کی زندگی سے اکتفا
کئے تھے۔ یعنی شہر سال کی عمر میں آپ خلیفہ بنے اور بارہ سال خلافت کرتے گزر گئے مگر
یہ کوئی جواب نہیں یہ محض ایک مشکل جو قسم کی تاریخی حقائق میں فائدہ پوری ہے۔

اصل حقائق یہ نہیں یاد کرو کیہ مختلف تاریخی روایات کی تائید حاصل ہے ان
ت روایات کے مابین نے معاہدات صحابہؓ کی آزمائشیں پہلو بہلو کر لیں جانے کی
کوشش کی ہے حقائق، حقائق ہیں اور اپنی جگہ اصل میں گذشتہ صفحہ کے بیان
السطور میں اس قسم کے اشارات پوری اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بعض مقامات پر
تاریخی نظائر اور شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ فاروق اعظمؓ کی شہادت سے
پٹے زبردست میں سازش نے جنم لیا تھا وہ حالات کے مطابق آگے بڑھتی رہی
پہنچتی پہنچتی رہی اور جب صحابہؓ کو اٹھ بیٹھ سے ہی چند ایک کی انہیں تائید حاصل ہو گئی
تو وہ سازشی عمل کر سکتے تھے۔ بعض بزرگ طبقہ لوگوں پر میرے یہ الفاظ گراں گزریں گے
کیا میں ان سے یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ کعب بن احبار نے کس بنا پر سیدنا
فاروق اعظمؓ کو کہا تھا کہ تین دن تک آپ شہید ہو جائیں گے۔ مذکورہ نے کس بنا پر
ایسے ہی کلمات آپ سے کہے تھے۔ سازشی محاورہ کے ایام میں کیوں۔ بارہ فرشت
علیؑ کو حالت بے ہوشی سے سیدنا عثمانؓ کے سامنے بھری ہمیں یہ حضرت علیؑ کو
کیوں کہا گیا کہ یہ سب سازش تمہاری ہے اور آپ حالت بیہوشی میں ہمیں سے امداد کر
پہلے گئے۔ قدر خلافت کے محاورہ کے وقت آپؓ کو ان سے کون نکال دیا جبکہ وہیں قصر خلافت
میں باقی صحابہؓ کو اٹھ بیٹھ سے اکثر کے نام ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ سیدنا عثمانؓ
کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے۔ پھر سب بڑھ کر کہہ کر آپ نے انہی یا غیور
سے کہنے پر مضطرب خلافت قبول کیا اور انہی کے کہنے پر مدینہ پہنچ کر کوثر کو دارالامارت بنایا
وہاں تک کہ تمام زمانہ انہیں ہی اپنا میسر بناتے رکھا۔

ابے ہم ہی اسے کو دوسرے نقطہ نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ محاصرہ کی حالت
۴۹ روزہ بیان کی جاتی ہے۔ باقی البعدہ کو فہرہ اور مصر سے جب مدینہ کی طرف روانہ
تو مقامی گورنر کو معلوم ہوا تھا جس پر اسے سے وہ لوگ گذرے بلکہ بازی چلائے
ہوئے گذرے۔ گویا تمام ملک کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ سیدنا عثمان کے خلافت مدینہ
جاء ہے ہیں۔ مگر نہ تو مقامی گورنروں نے توجہ کی نہ عام لوگوں نے کوئی نوٹس لیا۔

عبداللہ بن سعد گورنر مدینہ کو مطلع کیا۔ ابوہریرہ اشعری کو کوئی باغیوں کی
روا بھی کا عالم تھا۔ عبداللہ بن عامر کو بھی معلوم ہوا۔ مگر کسی گورنر نے باغیوں کو روکنے
کی کوشش نہ کی حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے پاس پوری مملکت فتح کرنے کی طاقت
تھی۔ پھر سیدنا عثمان خود بھی انہیں غلط فہم کر ملائے ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک
بھی لشکر لے کر مدینہ نہیں پہنچا اگر کسی نے چند افراد پرستش کوئی دستہ فوج بھیجا تو وہ
اس وقت پہنچا جب خلیفہ مظلوم کو شہید ہوئے کئی دن گذر چکے تھے۔ اور پھر انہیں بوکر

رج کے لئے روانہ ہوتے تھے اس سے زیادہ حیرت انگیز وہ بات ہے کہ سیدنا عثمان
عباس بن جوامیرج تھے انہوں نے حج کے موقع پر تمام عالم اسلام کے علماء کو
سامنے وہ خط پیش کیا جس میں آپ نے اپنا معاملہ اور صفائی پیش کیا تھی۔ خبری نے
یہ تمام خط نقل کیا ہے یہ خط تمام لوگوں نے سنا مگر ایک بھی خلیفہ کی مدد کے لئے نہ بچھا۔
ان تمام امورات کو تقریباً تیرہ سو نہیں نے بیان کیا ہے مگر اس کی وہ کسی نے
پیش نہیں کی خلیفہ مظلوم کی مدد کیوں نہ کی گئی۔ یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جو بعض کے
ذریعہ عالم اسلام میں سرایت کرنا چاہتا ان مخالفین کے لیے ہر سے سے غلاب گئی ہیں
مانع ہوا کرتا ہے۔

خلیفہ مظلوم کی مدد کیوں نہ کی گئی | عالم اسلام اس وقت وہ دھڑوں میں بے ہنگام
عوام اور سادوں میں ملتے جلتے کے ہر طبقہ
سے متاثر ہو کر خلیفہ مظلوم سے بغاوت ہو چکے تھے دوسرے لوگ جن کے ہاتھ میں طاقت تھی مگر
بیانیت کی قرینہ سستی سستی اور شہر شہر میں پھنی ہوئی دسیہ کاروں کو منہ یک

معمولی سی وقتی شورش سمجھتے تھے۔ تمام اعمال اور ذمہ دار قسم کے لوگوں کا خیال تھا کہ یہ
سکھتی بھر شورش پسند مدینہ میں پہنچے ہی ختم کر دے جائیں گے۔ انہیں یہ علم نہیں تھا
کہ مدینہ البتہ میں بھی ان کے درپردہ حمایتی ابھی خاصی تھے اور میں موجود ہیں جو ابھی خاصی
ہیت کے حامل اور ابھی خاصی طاقت کے مالک ہیں۔

خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد اور خاص کر سیدنا عثمان کے ہاتھ پر باغیوں کی
ہیت کرتے کے بعد حقیقت حال سامنے آئی تو تمام اپنے اپنے مقام پر کھٹ اٹھ کر
لپٹے گئے کہ ہماری معمولی سی سستی اور سہیل نے دنیا کے بے مثل فیاض، رحیم، کریم
اور مجرب انبیا انسان کو ہم سے چھین لیا ہے یہی وجہ تھی کہ اصل صحابہ میں سے سیدنا عثمان
کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہ کی اگر اس ضمن میں سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر کی
بیعت کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے تو وہ بیعت تلواروں کے سامنے میں لی گئی اور جب
انہیں موقع ملا وہ مدینے سے چل نکلے۔

میرزا ان مسطور پر یعنی لوگ ضرور انکے ہاتھ چڑھائیں گے اور یہ بھی ظہور
تفاوت و ملکیت کے مصنف کی قسم کے لوگ یا ان کی آنکھ سے دیکھنے والے اور ان کے
منہ ان قسم کے لوگ۔ مگر میں ان سے یہ اپیل کروں گا کہ وہ خود غالی الذہن ہو کر ان واقعات
کا سبب کا تجویز کریں۔ ان شاء اللہ انہیں صفات نظر آئے گا کہ حق اسی بات کے ساتھ
ہے جو قرآن نے بیان کی ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنورین کو اپنے
لیا سیدنا ذوالنورین کو اپنے قاتلوں کا علم تھا | تاہم ان کے متعلق علم تھا چنانچہ آپ
اور آخری خط جو سیدنا ابن عباس کے ہاتھ لکھیں حاجیوں کے نام بھیجا
تاریخ کی تمام کتب میں موجود ہے۔

آپ نے لکھا: میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جنہیں
خلافت کی طمع ہے یا عہد بازی سے کام لے رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے نماز
سے روک دیا ہے اور میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔

سازشیوں کے متعلق خلافت کی حق کا تصور نہایت کم عقلی ہے۔ یہ سب پاپڑ توئی کرکے
کی دھات سے لے کر سریر آرائے خلافت ہونے تک صرف علمی پیلیتے رہے۔
سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ | انہوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانے کے عاملوں
کو الگ کر کے اموی یعنی اپنے کینے کے افراد کو عامل مقرر کیا۔ میں ببالغہ ان عقل کے
اندھوں اور بصیرت سے محروم لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا تم نے یہ جو
کچھ لکھا ہے اس کا ثبوت تم کسی تاریخ کی کتاب سے ہم پہنچا سکتے ہو؟ اور آیا جو
کچھ تم نے لکھا ہے اپنے ایمان اور دین کو حاضر ناظر رکھ کر لکھا ہے؟ یا تمہارے
دین و ایمان، رخصت و سیبائیت کے ماتحتوں میں اس حد تک گرد ہو چکے ہیں کہ
تمہارے پاس انسانیت و شرافت کی قسم کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ میں یہاں
ان عاملین کی فہرست پیش کر رہا ہوں جو سیدنا فاروق اعظمؓ کے مقرر کردہ تھے
اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہے
اور پھر میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ سیدنا امیر معاویہؓ کے سوا جو صدیق اکبرؓ کے زمانہ
سے دشمن کے گورنر تھے ایک بھی اموی نہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
کئی امویوں کو اہم عہدوں پر فائز فرمایا تھا۔

- ۱۔ منافق بن عبدالحارث خزاعی جو غیر قریشی تھے اور مکہ کے گورنر تھے۔
- ۲۔ شقیان بن عبد اللہ ثقفی تھے اور طائف کے گورنر تھے۔
- ۳۔ یحییٰ بن منہبہ بنی نضل کے ثقیف تھے اور صنعاء کے گورنر تھے۔
- ۴۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ خزاعی تھے اور جبکہ کے گورنر تھے۔
- ۵۔ میسرہ بن شعبہ ثقفی کوفہ کے گورنر تھے۔
- ۶۔ ابو موسیٰ اشعری البصرہ کے گورنر تھے۔
- ۷۔ عمرو بن عاص بنی سہم میں سے تھے جو مصر کے گورنر تھے۔
- ۸۔ قثم بن سعد انصاری تھے جس کے گورنر تھے۔

- ۹۔ عبد الرحمن بن علقمہ کنانی فلسطین کے گورنر تھے۔
- ۱۰۔ عثمان بن ابی عامر ثقفی بحرین اور اس کے مضافات کے گورنر تھے۔
رحمۃ اللہ علیہما

در اصل بیعت کی وسیع کاریوں کا ابوس اس طرح ذہنوں پر سوار ہو چکا ہے
کہ آج اس کذب و بہتان کے بحر و فناء سے صداقت کے موتی چھنے کے لئے جس
غواصی کی ضرورت ہے وہ رخصت نے ہمارے ذہنوں سے چھین لی ہے۔
عثمانؓ! تجھ پر ریت کے ذروں، سمندروں کے قطروں، درختوں کے پتوں
بارش کے قطروں آسمان کے ستاروں سے اعتدافاً مضاعف درود سلام!
عثمانؓ! اسلام اور مسلمانوں پر تیرے جو احسانات ہیں ہم قیامت تک
ان احسانات سے عہدہ بردار نہیں ہو سکتے۔
عثمانؓ! تیری مظلومانہ شہادت پر ہماری آنکھیں قیامت تک آنسو بہاتی
رہیں گی۔

شہادت کے بعد:-

- عبد اللہ بن حکیم سے مروی ہے کہ عثمانؓ کے بعد میں کہیں کسی خلیفہ کے قتل
میں شامل نہیں ہوں گا۔ پوچھا گیا اسے ابو عبید آپ حضرت عثمانؓ کے قتل
میں شامل تھے۔ فرمایا کہ میں ان کے محبوب کا تذکرہ بھی معاومت قتل سمجھتا
ہوں۔
- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر سب لوگ قتل عثمانؓ پر متفق ہو جاتے تو ان
پر قوم نوط کی طرح چتر برسائے جاتے۔
- ناہد المجرمی سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے خطبرؓ یا اگر لوگوں نے حضرت
عثمانؓ کے خون کا سطل لے لیا تو ضرور ان پر آسمان سے چتر برسائے جائیں
گے۔
- سمیون بن مہزن سے مروی ہے کہ جب عثمانؓ قتل کئے گئے تو عبد اللہؓ نے

کہا اس طرح راستے ہاتھوں کا صلہ بنایا یعنی دسوں انگلیوں کے سروں کو عیا
اسلام میں شگفتہ کئے جائیں گے۔ ایک شگفتہ ایسا ہوگا جسے پہاڑ بھی
پہ نہیں کر سکے گا۔

• ابو قلاب سے مروی ہے کہ جب تمام میں مدی کو جو صند کا امیر تھا اس سانحہ کی
خبر پہنچی تو بہت رویا اور ہر کہا۔ یہ اس وقت ہوا جب خلافت نبوت آمدنی
تھیں لی گئی۔ اور ہری سلطنت ہو گئی کہ جس نے جس چیز کو پایا وہی اسے
کھا گیا۔ یہ روایت دو طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔

• یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ جب عثمان قتل کئے گئے تو اوصحابہ اللہ
نے جو مدی تھے کہا اسے اللہ میرے ہی لئے مجھ پر واجب ہے کہ میں ایسا
کردں۔ اور نہ بتوں بہانہ تک کر مجھے موت آجائے۔

• ابو صالح سے مروی ہے کہ عثمان کے ساتھ جو کچھ کیا گیا جب اس کا ذکر
کیا جاتا تو ابو ہریرہ رو اٹھتے۔ گویا میں اُن کو ہلے ہلے کہتے ہوئے سُن
رہا ہوں اور اُن کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔

• زبیر بن علی سے مروی ہے کہ زبیر بن ثابت یوم الدار میں عثمان پر روئے تھے

• اسحاق بن سبید نے کہا مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا میں نے حسان
بن ثابت کو یہ کہتے سنا۔

• وہ کان اصحابہ النبی عیشہ

• بلون تحس عند مات المسیح

• ابی اباعہ رخصت سلا مشد

• اسی دھنیا فی البقیع الفیلہ

• مالک بن دینار سے مروی ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے قتل عثمان کے دن

• عہد اللہ بن سلام کو کہتے سنا کہ آج عرب ہلاک ہو گئے۔

• طاؤس سے مروی ہے کہ جب عثمان قتل کئے گئے تو عبد اللہ بن سلام سے

پوچھا گیا کہ اہل کتاب اپنی کتب میں عثمان کے متعلق کیا پاتے ہیں انہوں نے
کہا ہم قیامت کے روز انہیں قاتل اور تارک نہ بتا دیا جائے گا۔

• خالد الریعی سے مروی ہے کہ اللہ کی مبارک کتاب میں ہے کہ میں نے ان کو

• عفان اپنے دونوں ہاتھوں اللہ کی طرف اٹھا کر کہتے ہیں کہ اسے میرے

• پروردگار مجھے تیرے مومن بندوں نے شہید کیا۔ چنانچہ سیدنا حسن نے

• ایک روز کوفہ کی مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنا ایک خواب اس طرح بیان

• کیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش عظیم کا ایک پارہ چھو کر

• کھڑے ہیں کہ صدیق اکبر لشریف لائے اور آنحضرت کے دکھش مبارک پر ہاتھ

• رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر فاروق اعظم تشریف لائے اور حضرت صدیق اکبر کے

• کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسٹے میں عثمان اس حالت میں پہنچ گئے

• کہ اپنا سر دونوں ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے کھڑے تھے اے اللہ العالمین اپنے

• بندوں سے جو جو انہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے اسٹے میں دیکھتا ہوں کہ

• عرش تھرا گیا اور اس میں سے دو پرانے زمین کی طرف غول کے جاری ہو گئے،

• لوگوں نے سب بد حسن کا یہ خطہ سنا کہ سبنا علی کی قدمت میں مرض کیا کہ آپ

• نے سن لیا کہ حسن کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں حسن وہی کچھ کہہ رہے

• ہیں جو انہوں نے دیکھا ہے۔

• جبریل بن عازم نے محمد بن سیرین کو کہتے سنا کہ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ

• تم لوگوں نے انہیں برحق کی طرح مانجا (یعنی ان کا تمام مال سے کرکھا لیا)

• پھر انہیں قتل کر دیا۔

• حسن سے مروی ہے کہ جب قاتلین عثمان گرفتار کئے گئے تو ابن ابی بکر یعنی

• محمد بھی گرفتار کیا گیا۔ اور گدھے کی کھالی میں بھر کر جلا دیا گیا۔

• عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب کوئی جی قتل ہوتا ہے تو اس کی امت

• سے ستر ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں اور جب کوئی خلیفہ قتل ہوتا ہے تو اس کے

پہلے پتیس ہزار آدمی قتل ہوئے ہیں۔ مگر سیدنا عثمانؓ کے قتل پر کم و بیش ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے۔

عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ چالیس لاکھ مربع میل کی آباد و شاداب گرام، لاکھوں تابعین اور کروڑوں تابع تابعین اور عربوں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن بنی کا دوہرا دامدار اسلام اور مسلمانوں کا محسن اعظم ہر شریعہ و حیا کا پیکار است مرحومہ ہیں سب سے بڑھ کر حکیم، کریم، متواضع، خدا ترس پورے اکیس روز منہ کبوتر کے بھوک اور پیاس کے شعلہ انداز سے نڈھال و تلذذ قرآن میں مشغول نہایت بے ادبی و شقاوت، پلہ رحمی اور سفاکی سے شہید کر دیا جاتا ہے۔

آج ہمیں تاریخ کے کونے کھد سے تلاش کرنے سے ایک رن بھر بھی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ اس معاملہ کا احوال عزم من الرسل کی زبان سے آہ و فغاں تو درکنار آفت تک کی آواز بھی نکلی ہو۔ اس کی شہادت کے بعد ایک زمانہ تک یعنی جب تک حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر تمام مسلمانوں نے بیعت نہ کر لی تمام عالم اسلام ایک سے شکستہ اور بے ملاج کشی کی طرح ہچکوسے کھاتا رہا۔ اور ان ہچکوسوں میں کم و بیش ایک لاکھ فرزندانِ قومید کو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔

عثمانؓ سے تجھ پر لاکھوں دُور و سلام!

کتابیات

احیاء القلوب	ابو نعیم
الاستیعاب	ترمذی
فردیہ کافی	ابو یعلیٰ
طبقات ابن سعد	مسندہ جوہر در جمیل
تاریخ قمیس	البیہقی
چری الساری	طبری
منہاج السنہ	عمر بن خطاب لوطادی
بخاری	شیعان ہذا عصف ہرستر
حضرۃ عثمانؓ و اکثر علمہ حسین	خضائین واداناشد
علامہ العیون	تیسر التورینج
شہید اعظم	تاریخ ادودہ
منہج الامان	رجال کشی
مکسۃ المصابیح	أخبار الطوال
حضرت عثمانؓ تاریخ اور سنی کی روشنی میں	تنقیح المقال
(مؤلف حکیم پروفیسر علی احمد شاہ)	اعلام الوریٰ با غلام الہدیٰ
نبات رسول	شرح ابن الجوزی
فتح السیاحہ	اصول کافی
فیض الاسلام	سیف صدام
قرب الاستاد	تاریخ و جرائع
تفسیر صافی	شرح شرایع قمی
مرآۃ العقول	کتاب شہادت
	الفرق بین الفرق
بیاس المیزین	
تبذیب	
کتاب شیعہ	
تحفۃ العوام	
تفسیر مجمع البیان	
تذکرۃ المعصومین	
ترجمہ قرآن	
(مجموعی مقبول)	
ناصح القوادیر	
قصیدۃ الصداقۃ العظمیٰ	
عبرت نامہ اندلس	
ابن قلدونی	
ابن اثیر	
ابن کثیر کی المہدیہ و المناہج	
وفاء الوفا للمسلم ووی	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مجموعہ صحابہ کرام علیہم السلام کی زندگی و خدمات کا تفصیلی مطالعہ

اصحابی کا بخوم و ناصیہ قادیانہ و اسی قادیانہ میں

شیرہ اصحاب کرام کے اندر میں ان میں سے کئی تالیفات و کردے ہدایت پاو گے

☆

مقام صحابہ رضی

شیعہ مذہب کی کتب کی روشنی میں

مؤلفہ

☆ حکیم فیض عالم صدیقی

ناشر

مکتبۃ فیض القرآن محلہ مستریاں

موت و مرگ و زندگانی و غیرہ کے متعلق جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں بیان کیا ہے اس پر عمل کرنا اور اس سے بچنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے غافل ہو جائے تو اس کا دل بے قرار ہو جائے گا اور اس کی زندگی بے مقصد ہو جائے گی۔

مقام صحابہ رضی

شیعہ مذہب کی کُترپ اُروشی میں

مؤلف

☆ حکیم فیض عالم صدیقی

ناشر

مکتبہ فیض القرآن محلہ مستویں
جہلم

مدینہ پہنچ کر کوثر نشین ہو گئے۔ مگر وہ لوگ تو اس بات پر ادھار کھائے بیٹھے تھے کہ ہم کسی صودت میں مسلمانوں کو اس وجہ سے جیسے نہیں دیں گے۔ مگر سیاست معاویہ کے سامنے ان کی نہ چل سکی اور وقت کے انتظار میں ہے جب سیدنا معاویہ بھی داصل بحق ہو گئے اور چون لاکھ مرہو میل کی اسلامی سلطنت کی ذمہ داری کا بوجھ امیر خدیج کے کندھوں پر پڑا تو اس گروہ کے جو لوگ سیاست معاویہ کے سامنے بے بس ہو کر کوڑوں کھاروں میں چھپے بیٹھے تھے پھر پڑیل کی طرح باہر آ گئے۔ انہوں نے کوڑوں کو اپنا مرکز بنا کر حضور اکرم کے نواسے سیدنا حسین کو گھیرنے کے واڈ شروع کر دیئے۔ سیدنا حسینؑ امیر خدیج کی خلافت کے ابتدائی ایام میں مدینہ سے مکہ پہنچ گئے تھے۔ یاد رکھیں کوئی وفود اور خطوط کا ناتنا بندہ گیا۔ حتیٰ کہ آنجناب حج سے فارغ ہوتے ہی خادم کو ذہ ہوئے۔ اس وقت کہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی۔ اور چچن لاکھ مرہو میل پر بھیا ہوئی اسلامی سٹیٹ میں سینکڑوں صحابہ کرام زندہ تھے۔ جن میں سے اٹھائی سو کے نام اسناد **الاحوال** اور تاریخی کتب میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے تمام جلیل القدر صحابہ کرام نے آنجناب کو سفر کوفہ سے منع کیا جن میں آپ کے بہنوئی سیدہ زینبؓ کے شوہر سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ آنجناب کے چچا سیدنا عبداللہ بن عباسؓ چند منازل تک روکنے کے لئے ہمراہ ہے۔ مکہ کے گورنر سے امن نامہ لکھوا کر پیش کیا گیا کہ مگر کوئی وفد نہ ان کی ایک نہ چلنے دی حتیٰ کہ روکنے والے تمام جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعینؓ مایوس ہو کر کوٹ لگے۔ اس سے پہلے آنجناب اپنے چچا زاد مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیج چکے تھے۔ مگر سے کوفہ تیس منزل کے فاصلہ پر ہے، ۱۶۰ ذوالحجہ ثعلبیہ کے مقام استر حویں منزل پر سیدنا مسلمؓ کے قتل کی خبر ملنے پر آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ جلد الیون جلد صفحہ ۲۶۳۔ ۲۶۴، عمدۃ الطالب ۱۷۹، مناقب الطالبین صفحہ ۱۱۰، تاریخ التواریخ کتاب دوم جلد ۶ صفحہ ۲۱۶، جلد الیون اردو جلد صفحہ ۱۶۵، سطر ۱۱، ایضاً سطر ۱۲، مناقب امی مخنف، طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۵، تاریخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۲۲ پر یہ تمام تفصیلات موجود ہیں کہ آپ نے ثعلبیہ کے مقام سے واپسی کا ارادہ فرمایا تھا۔ مگر عقیل کی اولاد کی قضاور کوفیوں کی سازش کے سامنے آنجناب اپنے ارادہ پر عمل نہ کر سکے۔ مگر انفرام کے مقام سے کہ ابھی کوفہ چند منازل کے فاصلہ پر تھا۔ آنجناب نے دمشق کا ارادہ کر کے کوفہ کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ ۹ محرم کو

مقام صحابہ کا بیلہ ایلین ۱۹۷۲ میں طبع ہوا۔ اور سیدنا میں نایاب ہو گیا جلد ہی اجاب کی جانب سے دوسرے ایڈیشن کے لئے تعاضے شروع ہو گئے۔ خیال تھا کہ بزرگیم و اعداؤ کا دوسرا ایڈیشن طبع کر دیا جائیگا۔ مگر بزرگیم و اعداؤ وہی بات رہی اہل صودت میں بھی دوسرے ایڈیشن کی طاعت کا انتظام نہ ہو سکا۔ اس عرصہ میں شہادت ذوالنورین کے دو ایڈیشن یکے بعد دیگرے تصدیق کائنات امیر المؤمنینؑ، امیر مردان بن الحکمؑ، مکتوبہ الصابح جلد ۲ کے فوائد غزنیہ پر ایک نظر اہل حدیث ہی حقیقی معنوں میں اہل سنت و جماعت ہیں۔ سلفیہ پیر شہید سیدنا حسن بن علیؑ، سرزمین پاک راجوری، خلافت راشدہ، شادان بنی امیہ، اسلام میں بزرگیم کے اکابر بن طبع ہوئیں جن میں سے ۴، ۲، ۳ اور ۴ حکومت نے ضبط کر لیں۔ اور سب سے اہم ترین یہ کہ سیدنا حسینؑ کا اپنے موقف سے رجوع اور سیدنا بن زبیرؓ کا خون کے سلسلہ میں ۱۶۔ ایم پی او کے تحت خوشاب پولیس نے گرفتار کر کے شاہ پور جیل میں بند کر دیا۔ چونکہ مقدمہ ابھی تک زیر سماعت ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ کہنا غیر قانونی بات ہے۔ البتہ نمبر ۴۔ ۵ کی جعلی کے متعلق میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ ان میں ملک و قوم یا کسی غیر مسلم کی دل آزاری کی کوئی بات تھی جس کی وجہ سے یہ نزو لگا۔ جلیل القدر کائنات قیامت تک کو تمام مومنوں کی ماں ہیں۔ سیدنا حسن بن علیؑ تمام اہل اسلام کا مشترکہ سربراہ ہیں۔ فوائد غزنیہ ہر ایک نظر میں چند تاریخی کذب بیانیوں کا انکشاف تھا۔ آخر ایسا ہوا کیوں؟ جب خوب غور کیا تو یہی نظر آیا کہ وہ گروہ آج تک اسلام خلاف بربر پیکار ہے جس کے ایک نمائندے نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو خاک و خون میں تر پا دیا تھا۔ جس گروہ کے چند باطن افرو نے حضور خاتم المعصومینؑ کے دوسرے داماد، اسلام کے محسن اعظم سیدنا ذوالنورینؑ کو کم و بیش دو ماہ قہر خلافت میں حضور رکھ کر عین تلاوت قرآن کرتے ہوئے ۸۴ سال کی عمر میں دھج کیا تھا۔ جس گروہ کے منجھے میڈا علیؑ کو مدینہ النبی سے نکال کر کوفہ لے گئے اور وہاں پہنچ کر جب انہیں اپنے ڈھب کا نہ پایا تو انہیں بھی توکب شمشیر پر رکھ دیا۔ مگر اس پر بھی صبر نہ آیا تو سیدنا حسنؑ کو زخمی کیا ان کے نیچے سے جانناز کھینچ لی ان کی خادہ کی عقل لٹا لیں اور وہ بہت شکل جان بچا کر سیدنا امیر معاویہؓ کی بنیاد میں

کر بلا کے مقام پر پہنچ گئے۔ حریچہ ہی آپ کے ہمراہ تھا وہاں عربین صدر جو رشتہ میں آپ کے مامول تھے سکری فون کے ہمراہ پہنچ گئے۔ آجنا ب نے جناب ابن سعد کے سامنے تین شرائط پیش کیں۔ مجھے واپس جانے دو۔ مجھے سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ مجھے زندہ کے پاس لٹانے دو وہ میرے چچا کا بیٹا ہے میرے تعلق وہ خود فیصلہ کرے گا۔ بعض روایات میں یہ کلمات ہیں کہ میں اس کے ہاتھ میں اپنا ماتہ دیدوں۔

کوفیوں کو ان ہر سہ صورتوں میں اپنی موت نظر آتی تھی۔ انہوں نے آجنا ب اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ اس جگہ میں جناب ابن سعد کا شک پہنچ گیا اور کوفیوں کو بھی واصل جہنم کر دیا۔

اب اس گروہ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آگیا۔ کہ عینین کا قاتل بڑی سہ ہے۔ اور اس بات کہ اس طرح ہتھیار دو ہزار خرما خرما کر دیا کہ اصل حقیقت کتابوں میں دفن ہو کر رہ گئی۔ اور ساتھ ہی اس گروہ نے اوسطاً ہر چار سال کے بعد ایک غلطی کو گھبرا کر خلاف موقع کے خروج کرانے شروع کر دیئے۔ تاریخ دسبر میں ان خروج کرنے والوں کی تعداد ۶۵۰ سے زائد ہے جن میں ایسے بکر دار بھی تھے جنہوں نے خانہ کعبہ کے پرے تک اتار لیئے۔ کعبہ کا وقتی توازن لوٹ لیا۔ قاضی نے کہ لڑکے سے بدھلی کی۔ مسجد نبوی میں شراب نوشی اور بدکاری تک کے ارتکاب کئے حتیٰ کہ خلاف عباسیہ کے زمانہ میں اس گروہ میں سے تین بھائی بغداد پر قابض ہو گئے جو تاریخوں میں آل بویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے مسجد میں علی الاعلان سبت صحابہ کے ان کے کتبے گھوٹائے۔ مجرم میں ماتم اور تعزیر با زبایاں شروع کیں۔

اسی گروہ کے ایک فرد ابن علقمہ نے عباسی خلافت کے زمانہ میں وزارتِ فہم کا منصب حاصل کیا اور اپنے ہم مسلک نصیر الدین طوسی کے ذریعے ہلاکوفان سے بغداد میں قتل عام کرایا۔ اسی گروہ کے چند پتیلے کمال مصر میں حکمرانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور فاطمین مصر کے نام سے ایک عرصہ تک عالم اسلام کے لئے بلائے بے و دان بنے رہے۔ اسی گروہ کے چند ٹھٹھیاں راودھر کی وزارتِ فہم کر کے نواب بن گئے۔ انہی کی سازش سے اور شاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور دلی کا قتل عام ہوا سلطان شیو کو انہی نے شہید کرا کے ہندوستان میں انگریزی

حکومت کا رستہ صاف کیا۔ صادق دکنی اور جعفر بنگالی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے ایران کے اسماعیل مغوی نے ساتھ ہزار تخریب کار مملکت اسلامیہ میں پھیلائے۔ مگر خلیفہ اسلام کو بروقت علم ہو گیا اور ایک ہی رات میں سب کو قتل کر دیا۔ اسی گروہ کی سازش سے تیمور نے اسی وقت با بڑیلہ بلڈلزم پر حملہ کیا جب وہ نصف سے زیادہ یورپ فتح کر چکا تھا۔ اسی گروہ کی ایک شاخ کے فرد نے حجرہ اسود اکھیرا اور اپنے دارالحکومت میں سے لے لیا۔ اسی گروہ کی ایک شاخ ایک صدی سے زیادہ مدت عالم اسلام کے لئے بلائے بے و دان بنی رہی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اور سلطان محمود غزنوی پر بار بار ان لوگوں نے چھپ کر حملے کئے۔

قاضی قریب میں لکھنؤ میں شیوعہ فسادات ہوئے تو ان لوگوں نے بھارت کی مسلم کش جماعت سیکولر سنگھ سے ٹیٹھ جوڑ کر کے سنیوں کے خلاف ایک محاذ بنایا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں چھب جوڑیوں کے محاذ پر جب تک ایک قادیانی کا نڈر آخر تک کے ہاتھ میں جنگ کی باگ ٹوڈ رہی مسلمان کشمیر کی شاہ رگ لکھنؤ کی دیواروں نے پہنچ گئے۔ مگر آخر حسین کو ہٹا کر اسی گروہ کے ایک فرد نے خان اپنے گروہ کے دوسرے فرد یحییٰ خان کو محاذ کی کمان سونپی تو جو ہوا قوم کے سامنے ہے۔

پاکستان کے دو ٹکڑے کیسے ہوئے؟ یہ تو صلی چھی باتیں نہیں۔ اسی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھ میں ایران کا اقتدار آیا تو ملک بھر سے تمام سنی بلوچوں، عربوں اور کردوں کو جن جن کر تم کیا گیا۔ اور آخر میں یہ نعرہ لگایا گیا کہ جو کام محمد رسول اللہ نہیں کر سکے وہ ہندی کرے گا۔ اور دوسرا نعرہ لگایا جو انٹرنیشنل ہرڈ ٹریبون پر سنیوں کی شائع ہوا اور پاکستان کے اکثر اخبارات نے اسے دوبارہ شائع کیا جس میں کہا گیا کہ تمام عالم اسلام میں محسن جاؤ۔ اور جس قدر تباہی و بربادی کر سکتے ہو اس میں کوئی کسر نہ چھوڑو۔ مقامِ مصائب کی تالیف کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کی بعض کتب کے اقتباسات سے انہیں بتایا جائے کہ مصائب رسول کا مقام کیا ہے۔ مگر ان لوگوں کے سامنے حق بیانی پتھر میں جو تک لگانے کے مترادف ہے۔ جہاں یہ لوگ اقلیت میں ہوتے وہاں حریت

رواداری اور محبت کا دروا پتے ہیں اور جہاں اکثریت میں ہوتے وہاں مسلمانوں کے خلاف بھیڑیے بن جاتے ہیں۔ اور چند دنوں سے انہوں نے چند سی مولویوں کو خرید کر مسلمانوں میں تفرقہ اور انتشار پھیلانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ معلوم ہوا ان سی مولویوں کو اچھا خاصہ آذوقہ ان لوگوں کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور اب انہیں صحیح العقیدہ مسلمان خارجی نظر آئے ہیں۔

فیض عالم - ۳۔ رمضان ۱۴۰۲ھ جامع اہل حدیث

مقام صحابہ

صفحہ ۵۵ سیدنا معاویہؓ سے پہلے اغیار کی ایک دسیہ کاری ملاحظہ ہو کہ سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہؓ کا نام ۲۴۱ ہجری تک کی تمام ایفیت میں سیدنا عبداللہؓ بن سیدنا عثمانؓ ذوالنورینؓ کے مرض کی ٹھونگ سے مرنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ سب سے پہلے ۲۴۱ھ "مستحسنہ مستندہ" ۷۷ھ تک کہ عدا اور وہ اپنی تالیف السوانہ میں یہ افسانہ لائے۔

امام ندوی، مبین الدین ندوی، ابن کثیر، امام ابن تیمیہ، امام مرزائی نے اپنی کسی تالیف میں عبداللہؓ بن سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کی مرض کی ٹھونگ سے مرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بخلاف اس کے مشہور مستشرق شرقی برمنگھم اپنی تالیف اسلام ان ایجوہا میں لکھتے ہیں کہ ایتھوپیا میں جبارتی نام کا ایک نہایت معزز قبیلہ موجود ہے۔ جو اپنے آپ کو سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیۃ کی اولاد سے بیان کرتا ہے۔ (صفحہ ۱۵۱ مطبع اکسفورڈ ۱۹۵۲ء) عبدالقادر خان نے آندوڈا ٹیٹ کے ایک شہادہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مشہور شیعہ مورخ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ ہجری اپنی تالیف مروج الذهب کے صفحہ ۳۴۱ میں لکھتا ہے عبداللہ اصغر اذکان بن اسرئیل و سبیین حاکم فخر و عینہ فکان ذلک سبب موتہ عبداللہ اصغر کی آنکھوں میں بیکان کی عمر ۶ سال تھی مرض نے ٹھونگ ماری اور وہ مر گیا۔

مسعودی آگے چل کر لکھتا ہے۔ وکان عبداللہ الاکبر یلقب بالمطرف لجمال و حسنہ

وکان کثیر الزرع و کثیر الطلاق (ایضاً) عبداللہ اکبر جو مطرف کے نام سے مشہور تھے نہایت خوبصورت تھے۔ وہ بہت نکاح کرنے والے اور کثرت سے طلاقیں دینے والے تھے۔ مسعودی نے سیدنا ذوالنورینؓ کے عبداللہؓ نامی دونوں بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ لوگ جو سیدنا عبداللہؓ کا وفات مرض کی ٹھونگ سے چھ سال کی عمر میں بیان کرتے ہیں جو چھ سال نہیں بلکہ ۶ سال ہے۔ اس مقام پر قابل غور بات یہ ہے کہ ۶ سال کی عمر تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ تفصیل کے کئے میری تالیف سادات بنی رقیۃؓ کا مطالعہ کیجئے۔ بالائی سزا رہ منظر آباد۔ آزاد کشمیر اور ضلع بارہ مولہ۔ مقبوضہ کشمیر میں اس لاکھوں رقیۃ سادات موجود ہیں۔ یہ وہی صورت ہے جو صدیقہ کا بیٹا ام المومنین سیدہ عائشہؓ صلوات اللہ علیہا کی عمر بوقت نکاح چھ سال بیان کی گئی ہے، یعنی ۱۶ سال کے چھ سال بنا دیئے۔ حضرت ام المومنین کی عمر شریف بوقت نکاح کے متعلق اب پیسیدوں کتب میں بتکار ذکر ہو رہا ہے۔ آج سے چند سال پہلے جب راقم آقم نے اپنی تالیف صدیقہ کا بیٹا میں حضرت ام المومنینؓ کی عمر کا ذکر کیا تو "بزرگ علمی معروف معنوں میں" علماء کرام، فقہ شہر گریبان و استیناؤں ہو کر جھپٹ پڑے۔

تبرہ از قلم حضرت مولانا عبد الرشید صاحب حنیف
مقام صحابہ ————— تالیف جناب علامہ حکیم فیض عالم صدیقی

سرمزمین پاک نہ ہند میں شیعیت بار و اخضر کا ترمید میں مسکروں اصحاب غفل
نے اپنی اپنی بساط علم کے مطابق کام کیا۔ مگر ان تمام کمیت اگر سنہ غر مطالعہ کا جائزہ نہیں دیتی
تفاضل کے تحت جو قبول عام حاصل ہوا اگر مستقل ضروریات کے نقطہ نگاہ سے انہیں نہ مٹام نہ
موسلا میں کی اصل ضرورت تھی یعنی بعض نے —

۱۔ اپنی کتب سے اپنے مسلک کی تائید میں دلائل و افراط پیش کرنے میں اتنے بولنے پر حرج کرنا کہ ایمان تو ان کے کفر فریق مخالفانے انہیں دشوار اعتقاد سمجھا۔

۲۔ بعض نے اختلافی امور پر برسرِ مصلحانہ فرسائی کی مگر تاریخ سے عدم واقفیت کی بنا پر قہر
کئے نہ ہوں کہ اصل نہ کہ سکے۔

۲۔ بعض نے اپنے عام رفقوں کے بل بوتے پر بڑی بڑی فحیم کہہ کر اپنی تالیف کیسے شریعت کا نایک
کوان کے عقائد سے تطبیق نہ کر کے نتیجہ قادی کے لئے ذہنی شکنجے پرستور موجود رہی۔ بعض نے
شیعی عقائد سے پردہ اٹھایا مگر ان عقائد کا رد و مبالغہ پر کما حقہ کثرتی رد وائل کے۔ اللہ تعالیٰ
کرد و کردت جت نصیب کرے علامہ سید محمود احمد عسائی المتوفی ۱۴ مارچ ۱۹۷۹ء کو جنہوں نے
شیعت کے سلسلہ میں اظہارِ نایک کالج کو کہ خلافت معارف و یرید پیش کر کے علمی دنیا کو چونکا دیا
اور شخص ایک مدرس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ جیسی حقیقت تو یہی ہے جو عباسی صاحب نے
بیان کی اور تائیں بھی اس پر شاہد ہیں مگر اس کے باوجود تاریخ کے یہ گوشے نفوس سے کیوں اجمل
کئے گئے۔ خلافت معارف و یرید کے ابو حقیق مزید اور حقیقت خلافت دلوکیت سے بے ملامت ہو

[illegible]

تعارف

تعارف: مولانا محمد رفیع عالم صدیقی کھلیک بلند پایہ کے ایک عارف و سچے کے باعث علمی و تحقیقی میدان میں ایک غلیظ عقائد رکھنے والے ہیں۔ ان کے تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور کتاب "طریقہ قادریہ رضویہ" کی کتاب "مقام صابریہ" پر نقد و تشریح تو صاحبِ محنت و علم کا کرم ہے مگر یہ کتابیں ان کی حقیقت میں تو اندازہ کر سکتا ہو کہ ان بعض غلط خیالوں اور دیگر غلط افہامات کے حاملہ کیا ہیں۔ ان کے کلام کو سننے میں سہانہ انداز اور جھڑ انداز سے مشروط ہے۔ ان کے کلام میں یہ بھی دیکھنا تو آئے کہ ان کا سوچنا اور انداز فکر اور اندیشہ کے اس قول کے مطابق تو میں دیکھنا و مشاہدہ کے ذکر سے تاریخ کو اس لئے آلودہ ہیں کہ ان کا جانا ناگزیر آئندہ نسلیں اثرات بدستِ محفوظ پس اولاد کے ناسیت و گشتِ فاعل کو زندہ رکھنے کی ذمہ داری بھی برعائد ہو۔

موصوف نے ایک نئی اور متوسط گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس خود دھوم کی طرح پرانے چرے جو کسی دیر درجہ کیل میں جنم لیتے
 راجہ جی میں شگفتہ انداز تحریکی سرزمین میں جہاں دینی اور دنیاوی تعلیم باہم کیل کے تمام اہم مساعف تھیں اسی میں
 بچانے کے لئے چنبا میں کہے اور دینی تعلیم کے نذرانہ تحصیل مکرگج دھن مالوت راجہ جی متھوہر شہر

[illegible]

دل کو تڑپاتی ہے، ایک گرمی محفل کو یاد بہ جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد — اس میں کون کون کر
نرمین راجہ نے اپنے محفل پر تہذیبی است اور اہل حق انسان پہلے کے سہرا ہے اپنے مقام پر شہرت و جہد حاصل
کر چکے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ تعینیت، تائین کے مقام میں موصوف تہذیب نظر کرتے ہیں، جنہوں نے ایک بنیاد اور اہل
نفسیات کی حیثیت سے نقد نظر اور تدریس کی بڑھانے کی ہے، اور اس کی منفعت دنیاوی کے قدم رکھا، طبیعت میں ایک
بافرت، استقامت، جدوجہد کے کچھ ماحول ہے۔ جسے بڑے شو حالات میں رسائی کی تلاش نہیں کر سکتا لیکن
یہی حصہ ہے کہ وہ اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور غریبوں سے بہرہ مند نہیں ہو سکے۔

ہر لمحہ گریز و تذبذب کے دریا بہا رہا وہ مرد سدا بہار کی جھونکے سے نہیں اُڑا رہا غمناک۔۔۔ جس غم پر کہ۔۔۔
 مولانا خلیفہ عالم راجہ دریا اپنے ملک اور وطن کی آبرورہی۔۔۔ عجب حقائق و کائنات ان کی ان دینی، ملی اور وطنی
 خدمات کو شرفِ قدیمیت سے سرازیر فرمائے اور تمام عینِ کرم و معصومیت کی گرانقدر بھائیہات سے فیضِ عام کا مالک بن گیا
 آج۔۔۔
 اخلاص مند

مرزا فقیر محمد راجوردی - جیلیم ۱۱/۲۵

ہر معیہ السلام کے جواب میں لکھتے ہیں اور اس کے بعد آپ نے کچھ فرمایا وہ آپ کی کلام نہیں ۱۱۱ سطر ۲
بجائے یہاں معیہ السلام سے ہی منکر ہو گئے۔ نور اللہ شہر ستر کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر نبی نے
فرستہ تھا تو وہی تو کھلی ہے مگر گودی کی گردن بنی فرستہ تھا تو وہی نہ کھلی تھی ۱۱۱ سطر ۱۹ کیا یہ سید کا
خبر تو ہمیں مرزا صاحب کی علمی نگاہ زبان مگر اس کتاب میں اپنے قرآن مجید کی حقیقی آیات مکہ پر اب
غلام کھلی چکا ایک بار مرزا صاحب اس قسم کا قرآن لکھنے کا دعویٰ کیا تھا شاید یہ اسی قرآن کی ادا ہو۔

آب خورد و گوارہ نگذاریے کہ جس علامہ کے پہلی سیع کے ۱۲۸ صفحہ کے کتاب میں مرد و نساء آیات کا مقدار غلطیوں میں اس کی تحقیق معلوم و کتاب کے مصنفات پر حضرت سیدہ ۱۱ حضرت ام المومنین سیدہ فاطمہ الزہراء علیہ السلام کے فضائل میں جو تقریباً ۱۸۰ صفحات و الجماعت کی کتب سے لکھے گئے اور ان سے کہ یہ مسلمان کو فخر نہیں محرم متناظر مسئلہ مرتب ۲۸ صفحات پر لکھا گیا ہے جس کا نمبر شروع مانتیہ میں چھپ کر آیا ہے (تفصیل)

[illegible]

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی

اس وقت دنیا میں کم و بیش ستر کروڑ مسلمان بچتے ہیں۔ جن میں سے زیادہ سے زیادہ پانچ کروڑ شیعہ ہوں گے ان میں سے کم و بیش ایک کروڑ اسماعیلی، باطنی اور فرطی ہوں گے۔ کم و بیش نصف کروڑ زیدی، ہوں گے اور ساڑھے تین کروڑ اسماعیہ اثنا عشریہ ہوں گے۔ ادنا گے چل کر یہ بھی مختلف شاخوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ یہ سب کے سب اپنے وضع کردہ اصولاتِ دینِ توحید، رسالت، امامت، عدالت اور قیامت کے متعلق بھی متفق الحیال نہیں۔ ہاں ایک بات میں ضرور متفق ہیں اور وہ یہ ہے سب صحابہؓ۔

آج تقیہ کی آڑ میں اکثر شیعہ جہلہ سینوں کو درغلانے کے لئے یہ کہہ کر اپنا بیچھا بھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم تو صحابہ کرامؓ کو برا نہیں کہتے۔ مگر یہ سب جھوٹ اور کذب کا لبادہ اڑھ کر کہتے ہیں۔ سب صحابہؓ کے سلسلہ میں راقم الحروف کا رسالہ "مہفواتِ شیعہ" الگ طبع ہو رہا ہے۔ ضمناً اس کتاب میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض شیعہ تو تبرکاتِ اصولاتِ دین میں شمار کرتے ہیں۔ مگر ان کے اس دعوے کے پیچھے کوئی نص نہیں، کوئی روایت نہیں۔ ان کے مزعومہ آئمہ میں سے کوئی ان کے اس عقیدہ کا مدعی نہیں گذرا۔ بلکہ جہاں تک سیدنا علیؓ کے خطباتِ شیعوں کی صحاحِ اربعہ ان کی تاریخیں اور رجسٹرندہ بھی کتب کا تعلق ہے سب میں خلافتِ صحابہؓ ثلاثہ کو خلافتِ حقہ کہا گیا ہے۔ حیرانی اس بات کی ہے کہ آج ان لوگوں کی مجالس و محافل میں جو سب دشتم، کذب و افتراء، بہتان اور دروغ بیانیوں سے کام لیا جاتا ہے ان کا مبلغ اور سرچشمہ کونسا ہے؟

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ ان تبرائی قسم کے شیعوں کو جہاں بھی چند سال حکومت کرنے کا موقع ملا انہوں نے جی بھر کر مسلمانوں کو لوہا قتل عام کیا۔ ان کی بہو بیٹیاں

کے قریب میں اگر ان پر اعتماد کر لیا۔ کتنا مبارک وجود تھا سیدنا حسنؓ کا مجھوں نے معاذ اللہ کی قتل کے لئے ہاتھ بڑھایا اور معاذ اللہ بیس سال تک نہایت سلطنت و جبروت سے سربرآئے خلافت رہے اور اس بیعت کا سال آج تک تاریخوں میں عام الجماعتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور کہتے نامبارک اور نحوس وجود تھے اشتر غفنی اور غافغنی بن حرب وغیرہ کے جنہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر کے گویا آپؐ کے سر پر کھنڈوں کا تاج رکھ دیا ہزاروں فرزندانِ توحید خاکِ خون میں تڑپ گئے۔ اور پھر انہی بیعت کرنے والوں میں سے ہزاروں نے آپؐ کو درودِ رکوع کا فرقہ کہنے سے گریز نہ کیا۔ اور ہزاروں نے آپؐ کو مقبامِ الوہیت پر لایا تھا اور آپؐ چکی کے ان دو پاؤں کے درمیان آکر بیٹھے رہے۔ گویا آپؐ کا یہ چار سالہ دور خلافت آپؐ کی زندگی کا عظیم المیہ تھا۔ آپؐ اپنے ان دوست فداکاروں کو سمجھاتے رہے، پکارتے رہے، ٹھکارتے رہے، انہیں صراحتاً تقسیم کی طرف بلاتے رہے، تلوار چلاتے رہے، پتھر پڑے، گھرے، سینھلے اور پھر لٹکارا مگر انہیں کہ ان پر کوئی اثر نہ ہوا، روئے جیسے، چلائے، گزر گزائے مگر وہ شس سے من نہ ہوئے۔ بلکہ جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارا مقصد یعنی دین کی تخریب کا منصوبہ مکمل ہو گیا ہے تو جس طرح انہوں نے فاروقِ اعظمؓ اور عثمانؓ غنیؓ کو شہید کیا تھا آپؐ کو بھی شہید کر دیا۔

خدا رحمت کند ان خدا دقانِ پاک طینت را
علیؓ تجھ پر اور تیرے پیشروں پر لاکھوں درود و سلام !

فیضِ عالم صدیقی

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

بحالتِ احتکاف جامع المحدث محلہ مٹرلاں جہلم

یعنی اللہ کہنے والے بھی شیعہ۔ اور شہنور محدث معصن بن لایحضرہ الفقیہ جیسے اسے
فرماتے ہیں کہ اللہ بھی شیعہ ہے۔ اسی لیے اختلافات سے شیعہ مذہب کی کتب بھری پڑی
ہیں۔ میں نے یہ چند اقومات نہایت رقت بھر سے جذبات سے یہاں محض اس
لئے قلمبند کئے ہیں کہ شیعہ اصحاب چند لمحات کے لئے تعصب اور عناد کی فقہا
سے نکل کر انصاف کی فضا میں جائزہ لے کر دیکھیں کہ آیا جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں
یا کر رہے ہیں درست ہے؟

میرے دوستو! اب آپ سیدنا ابوبکرؓ سے متعصب خلافت حبیب کر سیتے
علیؓ کے حوالے کر سکتے ہیں وہ تو جو ہونا تھا جو چکا۔ اور وہی ہوا جو نہایت
سے علم الہی میں تھا۔ اور تقدیر کے قلم سے لکھا جا چکا تھا۔ اب آپ کیوں
غواہ خواہ ہر بات کا تاریک پہلو سامنے لانے کے لئے عمر بنی اور متابع ایمان
پر یاد کر رہے ہیں۔

میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت آپ میں تین قسم کے لوگ ہیں، ایک
وہ جو آج تک جوس اور یہود کے گٹھ جوڑ کے پس منظر سے آگاہ ہیں اور
ان کی تیار کردہ ٹیکنیک کی روشنی میں دین اسلام کی تخریب میں لگے ہوئے ہیں
دوسرے وہ جو اس مذہب کو ضروریات زندگی کی فراہمی کا سبب جان
کر اپنی کشتی نجات کو رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔ اور تیسرا گروہ ان عوام
کا ہے جو محب اہل بیتؑ کے نعرے سے مست ہو کر اپنی سادہ لوحی، کم علمی
اور کم عقلی کی وجہ سے اس مذہب کے والد شیدا ہیں۔ مذہب کو سچ سمجھ
کر اس پر چلنے والا گروہ اصل میں بھی تیسرا گروہ ہے۔ مگر اول الذکر کے
ساحرائے انداز ایسے ہیں کہ انہوں نے ان لوگوں سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت
سلب کر رکھی ہیں۔

میرا ردئے سخن خصوصی طور پر آخر الذکر دو گروہوں سے ہے اور بنی نہایت
دردمندانہ طور پر ان کے جذبات سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ:-

چھینیں۔ کچھ کو لوٹا۔ مسجد نبویؐ میں قتل عام کیا۔ ولایت تک سے گریز کیا۔ مسجدیں
دیران کر کے امام باڑے تعمیر کرائے۔ ماتم اور تعزیر میں جبراً شیعوں کو شام
کیا علی الاطلاق سبب صحابہؓ کو رواج دیا۔ اذان میں کلمات بڑھائے۔ قرآن کو غلط
قرار دیا۔ فلک اور قمر طاس جیسے صاف واقعات کو غلط رنگ دیکر عوام کو گمراہ کیا
امہات المؤمنینؓ کی سطر و مقدس ذاتوں پر بہتان تراشیاں کیں نبیؐ کی اولاد کا
انکار کیا۔ بعض مظلوموں نے اپنی الوہیت تک کا نعرہ بلند کیا۔ خاطر اور مسئلہ کی شادیوں
کے سوانح رچائے، انجوت اور انجوتوں کی اصطلاحیں وضع کر کے انہیں علمی
جلے پہنائے۔ جبراً لوگوں کو شیعہ بنایا۔ سنت رسولؐ کا منہکا اڑایا۔ اللہ کو چھوڑ
بوٹنے والا قرار دیا۔ اپنے مزعومہ آئمہ کو رب کہا۔ خضفہ ایسی کوئی بات باقی نہ چھوڑی
جو بڑائی کی فہرست میں شامل ہو سکتی تھی۔ بارہوی امام کو کبھی، بھری میں پیدا کیا
کبھی ۱۲۰ھ میں اور آخر لا محدود مدت تک کے لئے کھلا چھوڑ کر یہ قید لگا دی کہ
جب تک صحیح العقیدہ ۲۱۲ مومنین پیدا نہیں ہوں گے امام غائب ظہور نہیں فرمائیں
گے۔ گویا جرم شیعوں کا اور سزا امام کو۔

مزید یہ کہ شیعہ مذہب میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر ان کے کوئی
دو مغیر یا محدث متفق ہو سکے ہوں۔ بلکہ اکثر ان کی مستند کتب کا یہ حال ہے کہ
ایک ہی کتاب میں ایک واقعہ کی کئی مختلف شکلیں موجود ہیں۔

نبیؐ کی چار بیٹیوں کا اقرار کرنے والے بھی شیعہ اور سوائے ایک کے باقی کے
وجود کے منکر بھی شیعہ۔ سیدہ ام کلثومؓ کے حضرت عمرؓ سے نکاح کے قائل بھی
شیعہ اور اس نکاح پر اول فرج تعصب منہ کی جھپٹی کہنے والے بھی شیعہ۔ اسے
جنیت کہنے والے بھی شیعہ اور ام کلثومؓ نبیؐ علیؓ کو ام کلثومؓ نبیؐ ابوبکرؓ کہنے والے
بھی شیعہ۔ مگر بلا میں پانی کی موج دگی کے قائل بھی شیعہ اور سیدنا حمینؓ کی پیاس
کی فرضی داستانوں کے خالق بھی شیعہ، مگر بلا کو سرسبز و شاداب قطعہ ارضی کہنے
والے بھی شیعہ اور اسے دیگر نزار کہنے والے بھی شیعہ۔ اذان میں انھماذان علیؓ

شیعہ مذہب کے ستر پہلو ہیں

میرے دوستو! ہم نے ایک دن ضرور مرنے سے ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ سمجھ بوجھ اور عقل دے رکھی ہے۔ اس سے کام لیجئے اور اس کتاب میں شیعہ مذہب کی کتب سے جو کچھ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اس پر عمل کر کے غارت گران دین و ایمان سے اپنا دامن بچائیے۔

شیعہ مذہب کو مذہب کہنا ایک مخالف ہے ایک دھوکا ہے ایک فریب ہے دنیا کے شیعیت اپنے اندر ان گنت پہلو رکھتی ہے۔ مگر میں ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ آج اس بھری دنیا میں سیکڑوں مذاہب وقت صحابہ کرامؓ کے متعلق ان کی مستند کتب سے مدح صحابہؓ اور سب سے مدح صحابہؓ کی مستند کتب سے مدح صحابہؓ میں ان کی تمام امہات الکتاب سے اگر حوالجات استنباط کیا جائے تو اس کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔ اس طرح اگر ان کی گھٹیا قسم کی کتب سے سب صحابہؓ اور ذم صحابہؓ کے مستند استنباط کیا جائے تو اس کے لئے بھی طے

ایک عمر چاہیے تیری زلفت کے سر ہونے تک ایک طرف نہ لوگ صحابہؓ کرام کو کائنات ارضی کی مقدس، پاکیزہ، مطہر اور کریم گئے کہ ہم اس کتاب کو نہیں مانتے۔ یا اہل سنت کی کتب سے مغولے کو برائے ترین مخلوق کہتے ہیں اور دوسری طرف ہر پناہی ان کے متوجہ جارہے ہیں۔ اب سخن دریں والا معاملہ ہے کہ صحابہؓ کرام کو پاکیزہ ترین انسان کہیں میں آپ کے مزعومہ آئمہ، مفسرین، محدثین اور مجتہدین کا ایک کثیر گروہ ہے۔ اور ان ستودہ صفات بزرگوں کی شان میں گستاخیاں کرنے والہ کے پاس امام، کسی مفسر، کسی محدث اور کسی مجتہد کا کوئی مستند حوالہ نہیں تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ کلام الہی، سیدنا علیؓ کے ارشادات، دیگر آئمہ کے فرمودات، صحاح اربعہ کی روایتیں اور دیگر امہات الکتاب کی روایات کے مقابلہ میں تاہین سب صحابہؓ اس دنیا کی کذا اور ازل ترین مخلوق میں محسوب نہیں کئے جائیں گے۔ فلینا من المتناہون فیقر علیہ صلی

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بیشک میں ستر پہلو رکھتا ہوں کہ بائیں ہاتھ سے نکل جانے کا موقعہ رہتا ہے ابو بصیر سے بھی روایت ہے کہ میں نے امام

ابو بصیر سے بھی روایت ہے کہ میں نے امام

الواحد لا۔ نحو سبعون وجمعاً
ان شئت اخذت كذا وان شئت
اخذت كذا۔
(اساس سے اصول معتمدیہ علی شیعہ مجدد)

حضرت علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ میں
کلام کرتا ہوں تو اس میں ستر پہلو رکھ لیتا
چاہوں تو اس پہلو کو اختیار کروں اور چاہوں
اس پہلو کو رے لوں۔

شیعہ مذہب میں کوئی چیز قابل اعتبار نہیں

قرآن و روایات غائب۔ کتب حدیث ناقابل اعتبار مجتہدین کے اقوال و روایات غائبہ
مات الفتویٰ، آپ سے اگر کوئی بات کرنا چاہے تو کس چیز کو سامنے رکھ کر کرے۔
آپ کے نزدیک اہل سنت کی تمام کتب سرے سے ہی ناقابل اعتبار ہیں۔ اب اگر آپ
کی کتب سے آپ کے مزعوم عقائد کے خلاف کوئی قول پیش کیا جائے تو وہ مستند نہیں
اور قابل بحث نہیں تو آخر کسی بات کو صاف کرنے کے لئے کیا چیز آپ کے سامنے پیش
کی جائے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثوم بنت علی سے
ہوا اور آپ کی تحریر تمام اہمات الکتاب اس بات پر ثابت ہیں۔ مگر آپ کہتے
ہیں یہ قطعی غلط ہے۔ آپ کو اہل سنت کی کتب و روایات کے بنی السطوح میں
کوئی معمولی سی بات نظر آجائے تو آپ اس پر طوفان مٹھا کر دیتے ہیں۔

سلف تواتر کے مکتوبین و مکتوبات میں چار بیس کے بعد شیعہ حضرت محمد بن ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایک خط لکھا ہوا موصول ہوا جس میں سیدنا علیؑ کے اصحاب کی طرف سے نکاح کے متعلق فہم و غم
کی ایک تالیف سے عبارت تھی کہ جو جب نبی علیہ السلام نے اسکو منبر پر بلوایا تو فرمایا کہ تم
میری بات نہ سنو۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ اس نے مجھے آزاد کیا تو علیؑ نے عذر دیا کہ تم نے کہا
یا رسول اللہ میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا یہ افواہ کسی دشمن نے پھیلائی ہے۔ ان الفاظ پر ماخذی کراہی
کرتے ہوئے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کے مرنے کے بعد لوگوں نے دیکھ دیا کہ وہ دشمن کون تھے۔ میں
نے مرزا صاحب کو ان کی اس تحقیق انہی کا اسی روز جواب لکھ دیا تھا۔ تاہم جواب الجواب سے
مردم ہل چکے ہوتے کسی پاس بیت رسالت نہیں۔ اس کا تذکرہ دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ لہذا علیہ السلام

ایک صدیق اکبرؑ کو دالذی جاء بالصدق وصدق به کا مصداق کہتا ہے، دوسرے
کہتا ہے وہ حجت تھا۔ ایک فاروق اعظمؑ کو عادل اور خلیفہ حق کہتا ہے اور دوسرے
کہتا ہے وہ طاغوت تھا۔ ایک آپ کو سیدنا علیؑ کا داماد تسلیم کرتا ہے اور دوسرے
عقب مناک کی بھتیجی اڑاتا نظر آتا ہے۔ ایک سیدنا ذوالنورینؑ کو نبی کا داماد اور علیؑ
کہتا ہے دوسرے کہتا ہے وہ لید کرنے والا تھا۔ ایک کہتا ہے نبی کی چار بیٹیاں تھیں
کہتا ہے نہیں صرف ایک بیٹی تھی۔ ایک کہتا ہے کہ بلا ایک سرسبز و شاداب قلعہ
تھا اور دس محرم سیدنا حسینؑ نے فوراً لگایا اور غسل کیا دوسرے کہتا ہے کہ بلا
چٹیل میدان تھا اور اس میدان میں آپ یمن روز و شب کے پیاسے شہید ہوئے
ایک کہتا ہے علیؑ نجف میں مدفون ہیں۔ دوسرے روایت نبوی میں بیان کرتا ہے تیسرا
نامعلوم مقام جاتا ہے اور جو تھا کہتا ہے آپ کی جگہ شیطان قتل ہوا تھا آ
زندہ اٹھائے گئے تھے تو بتلائیں کہ نجف میں دفن کون صاحب ہیں؟ شیعوں
کتب کہتی ہیں علیؑ اور حسینؑ کے قاتل شیعہ تھے ان کے ذاکر کہتے ہیں وہ سنی
ان کی کتب میں لکھا ہے جس نے اپنے شیعوں سے تنگ آکر حق خلافت معا
کے سپرد کر دیا مگر یہ کہتے ہیں انہوں نے قیقہ سے ایسا کیا تھا۔ خلیفہ وہ خود تھے
پھر کسے جل کو ایک شخص امامت کا ناجی ایک کے سر پر دھرتا ہے دوسرے دوسرے
سر پر تمیز تیسرے کے سر پر اور امامت والے سر پر جھتے بڑھتے سنیوں کو
پہنچ جاتے ہیں ایک متعہ کو تمام گناہوں کی مغفرت کا موجب گردانتا ہے اور
سلف میں شیعہ مذہب کے کوہلا سے متعلق تمام مبرٹے واقعات کی طرف نشانہ دیتی ہیں
تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کی تالیف "واقعہ کربلا" ملنے کا پتہ۔ مکتبہ نشر معلوم اسلامی میں آباد علی

عرب و عجم کے مشرکین کی زمین کا وارث بنائے گا۔ جیسے ان سے پہلے خلیفہ بنائے تھے۔ یعنی نبی اسرائیل کو ارضی شام میں جاہلوگوں کی ہلاکت کے بعد ان کے شہروں کا وارث اور باشندہ بنایا دیکھیں ہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم یعنی ان کو اسلام کے ظاہر کرنے کی قوت و طاقت دے گا۔ جو ان کے لئے دین پسند کیا ہے ولیبذلہم من دینہم انما یعنی ان کی اس کے بعد مدفن لئے گا کہ وہ مکہ میں مشرکوں کے غلبہ کی وجہ سے خوفزدہ تھے اسلام کی قوت اور نشر و اشاعت کی وجہ سے وہ امن کی حالت میں ہو گئے (صفحہ ۴۰۴ - ۴۰۳) مطبوعہ نجف جدید

(۳) تفسیر صافی میں بھی اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ ان کو زمین میں خلافت دے گا۔ یعنی نبی کے بعد ان کو خلیفہ بنائے گا۔

(۴) تفسیر طبری مجمع البیان میں ہے والمعنی لیورثہم ارض الکفار من العرب و البعوث فیقولہم سکا فحدا و ملکھا۔ یعنی ان کو عرب و عجم کے کافروں کی زمین کا وارث بنائے گا۔ اور ان کو دہاؤں کے باشندے اور بادشاہ بنائے گا۔
الغرض شیعوں کی ان تفاسیر میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو لوگ منصب خلافت پر فائز ہوئے وہ اللہ کے وعدہ کے مطابق فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ عرب و عجم ہمسرو شام کے ممالک میں اسلام پھیلایا، ان ممالک میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت دی اور مکہ میں کفار کے خوف سے ڈر کر زندگیاں گزارنے والے ایران مصر اور شام میں سکونت پذیر ہوئے اسلام کا بول بالا ہوا کفر و شرک نیست و نابود ہو گیا۔

اور یہ سب کچھ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں ہوا۔ علیم الہی میں یہ لوگ کائنات ارضی پر اس کی حجت تھے اور اس کا نام بلند کرنے والے تھے۔

آج اگر شیعہ مذہب کی اہمات الکتاب کو ہی شیعہ اصحاب نظر رکھتے ہوئے خلافت بلا فصل کے مزمعہ عقیدہ سے دستبردار ہو جائیں تو صدیوں کی اس شیعہ سنی کھینچ تانی کا فائدہ ہو سکتا ہے۔

بعد از ہلاکت جبارہ تا تصرف کردند آن چنانکہ تصرف ملوک در ممالک خود کو برآمدگ زمانے حق تعالیٰ پر وعدہ مومنوں و فاعلہ جزائرو دیار کسر و بلاد درم بدیشاں ارزانی فرمود (خلاصۃ المہج ۱۷۰ ص ۱۷۰)

آیت کے شان نزول اور تفسیر سے مندرجہ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ مہاجرین و انصار تمام کامل الایمان تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں عسرت کی جگہ لیرت بلکہ خلافت فی الارض کی بشارت دیتے ہیں۔

۲۔ قیصر و کمرے کی سلطنتیں فاروق اعظم کے زمانہ میں ہی تباہ ہوئیں۔ اس لحاظ سے فاروق اعظم کی خلافت میں جانب اللہ تھی۔

۳۔ اگر آیت استخلاف کے تحت صرف سیدنا علیؑ کو خلیفہ رسول مانا جائے تو آپ کے زمانہ میں ایک مروج پنج زمین بھی بنت نہیں ہوئی بلکہ اسی ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان فرزند ان توحید شہید ہوئے یہ باحسن کی خلافت کے چند ماہ بھی اسی طرح گذر گئے۔

۴۔ اگر یازدہ ائمہ کو اس آیت کے مصداق خلفاء فی الارض سمجھا جائے تو گیارہ ائمہ جو امویوں میں سے تھے تو ان کی زندگیاں امویوں اور عباسیوں کی ذلیفہ تاریکی پر گزریں۔ وہ لوگ زاہد قسم کے گوشت نشین بزرگ تھے۔ علمی یا سیاسی کسی شعبہ میں بھی وہ اپنے ہم عصر اصحاب علم و دانش سے بڑھ کر نہ تھے۔ پھر اس آیت کا مصداق ان کو گہرا نشان کی ذاتوں سے سوائے تمسک کے کیا کہا جاسکتا ہے۔

اب اپنے شیخ الطالیف محقق طوسی کی تفسیر البیان سے سہجئے۔

(۲) حضرت مقداد سے زراایت ہے کہ۔

اس آیت میں ان لوگوں سے وعدہ ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مومن و صالح ہیں۔ کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ

پہلا باب

صدیق اکبر رضی

بعد از انبیاء اول و افضل

پروانے کو چراغ ہے نبیل کو پیکل بس صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس
نام عبداللہ باپ کا نام عثمان کنیت ابو تمّازہ سلسلہ نسب عبداللہ بن تمّازہ عثمان
بن عاص بن عمر بن کعب بن سعد بن قیس بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن ثعلبی
مرہ پر ہوا کہ یعنی ساتویں پشت پر سلسلہ نسب رسول اللہ کے نسب سے جاملتا ہے۔
لقب عقیق کنیت ابو بکر، خطاب صدیق :-
امت میں صدیق کے خطاب کا جامہ آپ کی ذات پر ایسا دربر ہو کہ جب بھی
اسی میری دنیا میں خواہ کسی کے سامنے یہ لفظ بولا جائے مٹا اس کا ذہن آپ کی ذات گرامی
کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

امت مرحومہ میں سوائے "روافض" کے سب کے نزدیک اجماعی طور پر آپ ہی
صدیق کائنات ہیں۔ مگر روافض میں سے جو لوگ آج سیدنا صدیق اکبر کی شان میں گستاخانہ
الفاظ استعمال کر کے میز پر جہنم بناتے ہیں ان کے پاس بھی اس دشنام طرازی کا اپنے
دوازدہ آئمہ کی طرف سے کوئی ثبوت نہیں بلکہ ان کی تمام معتبر کتب سیدنا صدیق اکبر
کی فضیلت کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔

(۱) طبری اپنی تفسیر مجمع البیان میں والسا بقول الاولون من المہاجرین والانصار کے
تحت لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ اس کے بعد ابو بکر ایمان لائے۔
(۲) الذہبی جاکو بالصدقۃ، المہاجر کی تفسیر میں شیعہ مذہب کی اہم ترین تفسیر مجمع البیان
میں لکھا ہے کہ جاکو بالصدق سے مراد حضرت علی اللہ علیہ السلام ہیں اور صدق باہم سے مراد
ابو بکر صدیق ہیں (جلد ۱ ص ۴۹)

(۳) ان من اسلام کے تحت لکھا ہے کہ خدیجہ کے بعد ابو بکر اسلام لائے (مجمع البیان جلد ۱ ص ۴۹)
(۴) جو لوگ یہ جگہ اس کرتے ہیں کہ ابو بکر نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے وہ -
نہج البلاغہ کی عبارت پر ہیں :-

"خلیفہ رسول جناب صدیق اسلام میں سب افضل اور اس کے رسول کے سب سے
زیادہ مخلص تھے اور خیر خواہ تھے اور اس خلیفہ کے بعد خلیفہ ناروق اعظم اسی طرح
تھے جیسا تو نے سمجھا۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ ان دونوں حضرات کا مرتبہ اسلام میں بڑا
عظیم الشان ہے اور بے شک ان کی موت سے اسلام کو بڑا صدمہ اور زخم پہنچا
اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور ان کے احسن اور بہترین اعمال کی ان کو
جزا دے" (شرح نہج البلاغہ شیخ محمد بن محمد بن جبرانی جز ۳ ص ۴۵۵)

(۵) شیعوں کی معتبر اور مستند کتاب احقاق الحق میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جناب
ابو بکر میرے نانا ہیں کی کوئی آدمی اپنے اجداد کو گالی دینا پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے
کوئی شان اور عزت نہ دے، اگر میں صدیق کی عزت و عظمت اور تعلیم و تکریم کو تسلیم
نہ کروں (ص ۴)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ششم متوفی ۱۴۹ھ تک سیدنا صدیق اکبر کو ہی
صدیق تسلیم کیا جاتا رہا۔ امام موصوف کے سامنے کسی آپ کے منہ پھٹ شیعہ نے کہا اس
کیا ہوگا۔ جس امام صاحب کو یہ لفظ کہنے پڑے اور صدیق کے خطاب کے بہت بعد
میں متنازعہ مسئلہ بنا کر نہ بھلی کی ذات پر چسپاں کرنے کی کوشش کی گئی۔

(۶) اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ میں ابو بکر صدیق کی اولاد میں دو طرح سے شامل
ہوں۔ آپ کے ان الفاظ کی تشریح متعدد کتب شیعہ میں اس طرح کی گئی ہے کہ
امام جعفر کی ماں ام فرہہ قاسم بن محمد بن ابو بکر کی بیٹی تھیں اور ام فرہہ کی ماں اسماء
عبدالرحمن بن ابو بکر کی بیٹی تھیں (صافی شرح اصول کافی ص ۲۱۲ کشف الغم ۲۱۵-۲۲۷
احتجاج طبری ص ۲۰۵ جلاء العیون ص ۲۵۵)

(۷) وسیع جیل الاثنی الذی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن زبیر نے کہا کہ یہ آیت حضرت

منصرفین من صفین ای نبی انی وان اکن عمرت عمر من کان قبل
 "اے میرے بیٹے اگرچہ میری عمر جو پہلے گزری ہے اتنی نہیں ہے۔"
 (من قبل سے مراد خلفائے ثلاثہ ہیں ساتھ قریب مقابل کے) فقد نظرت فی
 اعمالہم پس تحقیق نظر کی تھی میں ان کے یعنی اصحاب ثلاثہ کے اعمال میں۔
 (یعنی اصحاب ثلاثہ نے اپنے در خلافت میں جو کچھ کیا میں نے اُسے غور
 سے دیکھا) فکرت فی اخبارہم راور فکر کیا تھا میں نے ان کی خبروں میں (یعنی
 جو کچھ وہ فرماتے تھے میں ان میں غور و فکر کرتا تھا اور سمجھتا تھا) درست فی
 آثارہم اور چلا میں ان کے قدروں پر (یعنی میں نے تمام کاموں میں ان کی بزرگی
 کی اور ہر قول و فعل میں ان کی متابعت کی) حتیٰ اعدت کا حدیث یہاں تک کہ میں
 اُن کی مانند خلیفہ ہوا (یعنی میں ان خلفاء کی طرح خلیفہ بنا) نہج البلاغہ علیہ
 سیدنا علیؑ کے اس ارشاد کے یہ الفاظ دوبارہ قابل غور ہیں سرت فی آثارہم
 یعنی میں ہم طور ان کے نقش قدم پر چلا۔ گویا کہ سیدنا علیؑ صدیق اکبرؑ سیدنا
 فاروق اعظمؑ اور سیدنا ذوالنورینؑ کی مقدس و بابرکت ہستیوں کو ہم طور قابل
 تقلید سمجھتے تھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے باعث عزت و افتخار
 سمجھتے تھے۔

سیدنا چاروں کو اللہ تعالیٰ حکم سے نبی نے اپنا ساتھی بنایا

(۱۰) تفسیر امام حسن عسکری میں ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ کو نذر ریدہ وحی حکم ہوا کہ جناب
 امیرؑ کو اپنی جگہ سلا دو۔ و اس کا ان تہت مصیب اباب کرمؑ اور صدیق اکبرؑ کو اپنا
 صاحب ریا ر مددگار بناؤ۔ آنحضرتؐ بموجب فرمان الہی ابوبکرؓ کے مکان کی
 طرف تشریف لے گئے اور ابوبکرؓ کو فرمایا۔

اخصیت ان تلوں معی یا ابابکرؓ تطلب کما
 اطلب تعرف بانث انت الذی تحملنی علی
 ادبہ تحمل علی لواء العذاب الخ
 اے ابوبکرؓ! اسی ہے کہ اس سفر و ہجرت میں تو میرے
 ہمراہ ہو جس طرح بکلافہ و شہدائے حق کے لئے شہداء
 کریں اسی طرح مجھے بھی شہداء کے لئے تدارک کر۔

ابوبکرؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے ہی بلال عامر بن نفیرہ جیسے
 لوگوں کو کفار سے خرید کر آنا دیکھا (مجمع البیان جلد ۵ ص ۱۵)

(۸) اب نہج البلاغہ کی طرف آئیے۔ نبی علیہ السلام کا مرض حبس نہ خفیف رہا خود
 لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ اور حبس بیماری میں شدت پیدا ہو گئی تو ابوبکرؓ کو حکم
 دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کی زندگی میں ابوبکرؓ کو درون
 تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے پھر حضورؐ وفات پا گئے (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۵)
 میں نے ایک دفعہ کسی بکچل رافضی کا قول پڑھا تھا جس نے نہایت ڈھٹائی سے
 یہ بکواس لکھا تھا کہ ابوبکرؓ بجز اُحزاب میں کھڑا ہو کر نماز پڑھانے لگا تو نبیؐ نے
 آکر اُسے شہاد دیا اور خود نماز پڑھائی۔ اس عقل کے اندھے کو اتنا بھی معلوم نہیں
 کہ اس وقت مسجد نبویؐ میں محراب کی صورت سرے سے تھی ہی نہیں اور پھر اگر
 سیدنا صدیق اکبرؓ نبی علیہ السلام کی اجازت کے بغیر نماز پڑھاتے تو صحابہ کرامؓ
 کیا خاموش رہتے۔ آپ کا یہ نماز پڑھانا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ آپ ہی
 نبی علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ پھر آپؐ نے ایک نہیں بلکہ پوری سترہ
 نمازیں پڑھائیں۔ اگر اد کوئی زبول سکا تو فرمائیے آپ کے لافٹے الاعلیٰ لاسیف
 الاذوق الفکار کیوں خاموش رہے۔ اور ایک نماز میں صدیق اکبرؓ نبی علیہ السلام
 کے پہلو میں کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے نبی علیہ السلام کی اقتدا کی اور صحابہ کرامؓ
 نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

اگر آج شیعہ مذہب کی تمام کتب اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
 کے متعلق تہریم کی بذر بانی سے پڑیں اور قیامت تک تمام شیعہ مل کر اس کام
 میں جُٹ جائیں مگر سیدنا علیؑ کے اس ارشاد کے بعد ان کی یہ تمام بے ہودگیاں
 باطل محض اور بے ہودگیوں پر عمل کرنے والے صریحاً سیدنا علیؑ کے منکرین ہیں
 محسوب ہوں گے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے:-

(۹) وصیتہ لہ علیہ السلام لحن بن علی علیہ السلام کتبھا اللہ بجا ضرب

میرے شیعوں دوستو! امام حسن عسکری کی اس روایت کے بعد اگر آپ صدیق اکبر کو ناسق فاجر، منافق یا کافر کہیں تو لازماً نبی علیہ السلام کے قول کی تکذیب ہے۔ کیا آپ کا وجدان، ایمان اور ایمان اب بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ آپ سراسر خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ اور اٹھارہ رسول کی مخالفت کے مرتکب ہو کر خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن رہے ہیں۔

صدق اکبر کا ایثار

بشعہ مذہب کی معتبر کتاب سیر الایمہ میں مذکور ہے:-
(۱۱) ابو بکر بن ابی قحافہ سے بود از زندگان ابو بکرؓ بن ابی قحافہ قریش کے بزرگوں میں قریش بادلت و حشمت مالاہد راہ آنحضرتؐ ایک بوڑھے تھے جو دولت و حشمت کے مالک تھے ایشا کردہ وجان برکت نہاد (صلوات) اور انہوں نے اپنا مال نبی علیہ السلام کی ذات پر قربان کر دیا اور آپ کے لئے جان بھیلی پر رکے خدمت میں رہے۔

ان مہربان، راضی، بین، و اشتگات اور اطہر من الشمس شواہد کی موجودگی میں ثنائی اثنین اذہانی القاری کی سو قیادہ، مغتربانہ، کذابانہ جابلانہ انداز میں اس قسم کی تفسیر کرنا جو صدیق اکبر امام حسن عسکری کی روایت کے الٹ اور نبی علیہ السلام کے ارشادات کے خلاف ہو سہلے درجے کی بردیانتی ہی نہیں بلکہ بے میاہی کی آخری حد تک دھبہ دین ہے۔

علمائے اہلسنت کی معتبر کتاب میں لکھی نے رجرات نہیں کی کہ وہ کسی مقام پر خلفائے اربعہ پر تقابلاً انداز سے خام فرسائی کرے۔ انہوں نے بقرہ۔ مولانا غفر علی خان مرحوم۔ مہم مرتبہ میں یا ران نبیؐ کچھ فرزن نہیں ان چاروں میں کے مصداق جب بھی فضا کی بیان کرنے شروع کئے، ایسا انداز اختیار کیا جو عین تعلیم اسلامی کی روح کو اپنائے ہوئے تھا۔ مگر انہوں نے حد افسوس کہ شیعوں نے اصحاب ثلاثہ کی شان کی تحقیق میں شرم و حیا کا دامن چھوڑ دیا۔ مگر اہلسنت کے نزدیک چاروں کے پندل ایک ہی نخل سرسبز کے پھول ہیں۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ قرآن مجید اس کام پر کار کیا ہے جس کا میں دعویٰ کرتا ہوں اور میری وفات کے سبب سے تجھ پر تم کے عذاب پہنچیں۔

مگر سبحان اللہ اقربان اسے صدیق تیری ذات پر تو نے اس وقت جو جواب دیا آج تک اس عالم رنگ و بو میں کسی جان نثار سے یہ نہ ہو سکا۔

یا رسول اللہ! انما عشت عسرا یا رسول اللہ! میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت کی خاطر سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہو جاؤں اور قیامت تک ان میں پھنسا رہا تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کر دوں میرے جان و مال اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا جرم ان اطعم اللہ علی قلبک لا جرم ان اطعم اللہ علی قلبک تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا دوحید ما فیہ موافقا لہما لاجری علی اور تیرے دل کی بات تیری زبان کے موافق پائی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمعمو یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو میرے لئے صادق اہمیت البصر والرأس من المجید ومنزلۃ من المبدن راسخ الاعتقاد جان نثار، وفادار اور کامل مومن پایا۔ بالیقین خدا تعالیٰ نے تجھ کو بمنزلہ میرے سمیع و لہجہ کے بنایا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو کہ سرور کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔

۱۔ امام حسن عسکری کے نام سے ردافض نے نبی علیہ السلام کی نبوت پر کتنے غیر محسوس انداز میں حملہ کیا ہے۔ گویا نبی خود یہ کہہ رہا ہے کہ لوگ تجھے کہیں کہ تو نے مجھے نبوت پر آمادہ کیا ہے ورنہ یہ میں نبوت کا مدعی نہ ہوتا۔

کی ہجرت سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی ہجرت کے واقعہ کے متعلق سیدنا صدیق اکبرؓ کے مقابل میں یہ ناعلیٰ مقام بلند کرنے کیلئے بیان کیا ہے کہ آپؐ کو اہل مدینہ کے سب سے بڑے بستر پر رکھ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان فعل کے انہوں کو کچھ سے۔ بات صرف اس قدر ہی ہوئی کہ کفار آئے علیؑ سے دریافت کیا اور چلتے بنے۔ یہ امر عربی روایات کے قطعاً سنا تھا کہ وہ بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں گھس گئے۔ اُسے سوتے ہی قتل کریں۔ بے خبری میں اس پر ہجو اور ہول چنچہ معترضینہ کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو وہاں دیکھا تو بڑے ہول واپس چلے گئے“ (تنبیہ البیان ص ۳۸)
”اللہ تعالیٰ نے انہوں نے وہاں ایک شخص کو چار دینار کر سونا پایا تو“ اجماعاً نقل ”تھا کہ پھر دھجکاٹے“
”کچھ بھینکے اگر سوتے ہیں کسی کو قتل کرنا عربی روایات کے خلاف نہ ہوتا تو سوتے ہوئے کو ہرگز نہ جگاتے“
”بہت سی باتیں کہجاری پتھروں کی آواز سے جاگ جائے“ (آئینہ جدید شیعہ ص ۳۳) جب آپؐ نے پتھروں کی آواز سنی کشت من راسدا اپنے سر سے پٹرا اتار دیا۔ کفار نے جب دیکھا کہ علیؑ ہیں۔ لا تغشوا علی محمد و آلہ“ یعنی علیؑ کو کچھ نہ کہو یہ محمدؐ کے فریب میں آگیا کہ کچھ چلتے بنے (آئینہ جدید ص ۳۴)
”تسلو اعدا کی جو حکما دلو اور نینروں اور بھالوں کے سامنے علیؑ کو ٹکرا کر دیکھو یہ کھٹنوں کذب و افتراء سے بھر پور تقریریں بھانڈنے والے اللہ کو کی جواب دیں گے۔“

اقول: یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دو پہر کے وقت صدیق اکبرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ تو صدیق اکبرؓ نے حضورؐ کی خلاف معمول تشریف آوری پر حیران ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ دو پہر کے وقت تشریف آوری کا مقصد؟ حضورؐ نے فرمایا گھر کے لوگوں کو الگ کر دو۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں آپؐ کے اہل بیت ہی ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے اور تم میرے ہمراہ چلو گے (مفہوم از صحیح بخاری) اور کچھ وقت آپؐ قیام فرما کر صدیق اکبرؓ کے گھر سے ہی آپؐ غار ثور کو روانہ ہو گئے۔ سیدنا علیؑ کو بستر پر سنانے کی روایات پہلے ہی موضوع ہیں۔

صدیق اکبرؓ غار ثور میں

(۱۲) نبی علیہ السلام غار ثور میں حضرت ابو بکرؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے کسی مورخ سے مانچنے ابو بکرؓ کے دل کو دسا کہ وہ بار بار غار ثور میں نہ لایا۔ (ثبوت نبوت مصنف ڈاکٹر نور محمد ص ۱۳۷)
”وہ لوگ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے چٹنی شرح کر دیا تھا کہ کفار آواز میں کرا اٹھیں اور نبیؐ کو قتل کریں۔“
”کن عظیم ہمتان ہے۔“

ثانی اثین از ہما فی العاد کی تفسیر میں امام حسن مسکری فرماتے ہیں کہ ہجرت کا سفر مشکلات، ایذاؤں اور صعوبتوں کا سفر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہجرت میں رفاقت سطر کے لئے نبی علیہ السلام کو فرمایا کہ ابو بکرؓ لا یؤتی تریں شخص میں چہت پنجر انہیں ساتھ لے کر جائیے۔ تفسیر کے لفظ یہ ہیں۔

وامرأ فانہ ان انسک ساعدک و ذلک فی الجنة من دفعا لک ص ۲۸
اللہ تعالیٰ کی کردار جنت میں نازل ہوں تجھ پر اسے صدیقؓ کو لے کر کچھ کہا سچ کر دکھایا اور کردار اور درو سلام ہوں اس نبیؐ امی پر جس کی صحبت نے مجھے گندن بنا کر اس پوری کائنات میں اپنا دوست منتخب کر کے تیری جان شاری کا ایسا صلہ دیا کہ زندگی میں تو اس کا رفیق، مرنے کے بعد اس کا ہم پہلو اور حشر میں اس کا ساتھی ہوگا۔

علیؑ اور نبیؐ ہجرت

مگر باوجود ہزار ہزار کوشش کے حضرتؐ اپنی کتب سے اس قسم کا کوئی مواد نہ پا کر شیعوں کی کتب کی طرٹ راغب ہوئے، نو وہاں جو کچھ نظر آیا اس نے ارباب علم و فضل پر ایک کیکپی سی طاری کر دی۔ ان محتبانؓ نے جہاں آپؐ کریمؐ اول ہم آخر ہم ملنا ہوا ہوا ہوا کے خطابات و القابات مجھے وہاں آپؐ کو لہجے کے ان مقامات پر پہنچا کر دم لیا۔ جس سے بعد غالباً پست ترین کوئی مقام نہیں۔

اُسی ہجرت کی شب کے بعد جب کفار مکہ نبی علیہ السلام کے مکان پر پہنچے اور علیؑ کو سونا پا کر پوچھا محمدؐ کہاں ہیں؟ تو علیؑ نے کہا ”میں محمدؐ کا نگہبان نہیں“ اس فقرے پر تنویر البیان و عمدۃ البیان میں جس طنزیہ انداز میں علیؑ کے تعلق اپنے بغض باطن کا اظہار کیا ہے وہ قابل توجہ ہے۔ چنانچہ یہ محتبانؓ علیؑ کہتے ہیں:-

”جناب امیر کی جان شاری، دلاوری یا حوصلہ، شیعہ مذہب کے اس قول سے بخوبی روشن ہے“ (تنویر البیان ص ۳۷ بحوالہ الصدیق نعم الرفیق ص ۵) (عمدۃ البیان ص ۱۲)
سیدنا علیؑ کے اس جہرا بیزاری پر حضرت علیؑ سے مزاحمت نہ کی اور کچھ کہنے کے علیؑ کا

عقل کے ناخن لو۔ نبی علیہ السلام بے خانماں ہو کر گھر سے کفار کے ظلم سے جلا وطن نہیں ہوئے تھے بلکہ اللہ کے حکم سے آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔

ہجرت کے تفصیلی واقعات

۱۵۔ اسی ہجرت کے واقعہ کو اپنے مشہور شیعہ مصنف علامہ حیدر علی دہلوی نے مندرجہ ذیل آیتوں پر مبنی مکتوب لکھا ہے۔
 (۱) تہذیب کے آئینہ میں مکتوب لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام اس پر مکتوب کے نزدیک سے گزرتے ہوئے ابو بکر کے گھر پہنچے۔
 (۲) اپنے ہجرت اور نیز آمادہ بود کہ سابق رسول خردادہ بود
 صدیق اکبر بھی ہجرت کے لئے آمادہ تھے۔ چونکہ نبی علیہ السلام اس سے پہلے آپ کو خبر دے چکے تھے۔

(۳) نبیؐ بر در خانہ کش چوں رسید بگوشش ندائے سفر در کشید
 ”نبی علیہ السلام صدیق اکبر کے گھر پہنچے۔ اور آپ کو سفر ہجرت سے مطلع کیا۔“
 (۴) چوں بو بکر زان حال آگاہ شد ز خانہ برد رفت و ہمراہ شد
 ”جب صدیق اکبر اس حال سے مطلع ہوئے تو گھر سے نکلے اور نبی علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔“

(۵) بقا آمد رول تا سر روز و شب بے یسر برد آں شاہ بفرمان رب
 ”نبی علیہ السلام تین شب روز اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیام پذیر رہے۔“

(۶) شدے پور بو بکر ہنگام شام بے بیردے در آن غار آب و طعام
 ”صدیق اکبر کا بیٹا شام کے وقت ان کے لئے کھانا اور پانی لاتا۔“

(۷) خودے ہم از حال اصحاب شرب و عیب حیندائے جہانرا خبر
 ”وہ کفار مکہ کے حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتا۔“

(۸) نبیؐ گفت پس پور بو بکر را بے کر اے چوں بدر اہل صدق و دعا
 ”نبی علیہ السلام نے صدیق اکبر کے بیٹے کو فرمایا کہ اے وہ شخص جو باپ کی طرح صدق و دعا پسند کرے۔“

۱۶۔ ابو بکر تمام گھر بار چھوڑ کر تمام قحطی کے گرد نبیؐ کی ہمراہی اختیار کرتے ہیں۔
 اپنا اونٹ سواری کے لئے پیش کرتے ہیں۔ آپ کا بیٹا کھانا پہنچاتا ہے۔ آپ کو کھانا بکھیر کر لے کر غار تک روزانہ لاتا ہے۔ اور ابو بکر نے بیٹے کے ہاتھ کفار کو پیغام پہنچاتے ہیں کہ ان کے ذریعے اطلاع دیتے ہیں مگر صحیح کرتا نا چاہتے ہیں۔
 بریں عقل و دانش بایک گریست۔

صدیق اکبرؓ ہی ثانی الثنیں فی الدعوۃ الی اللہ تھے۔

صدیق اکبرؓ ہی ثانی الثنیں فی الجہاں تھے۔
 صدیق اکبرؓ ہی نبیؐ کی زندگی میں مسلمانوں کے پیش ہو کر ثانی الثنیں کی خلعت سے سرفراز ہوئے۔ نبیؐ کی وفات کے بعد آپ ہی خلافت کے منصب پر فائز ہو کر ثانی الثنیں کے لقب سے ملقب ہوئے اور مرنے کے بعد نبیؐ کے پہلو میں دفن ہو کر بھی ثانی الثنیں کے منصب عالمی سے سرفراز ہوئے۔

حسین بن فضال کا قول ہے جو آپ کے صاحبزادے رسولؐ ہونے کا منکر ہے وہ کافر ہے (تفسیر کبیر ص ۲۵) بلکہ مطہر مہر جو شخص ابو بکرؓ کے اصحاب ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے (فتح البیان تفسیر کشاف، شرح اکبر) یہاں شیعہ ایک اور لم تراشتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ابو بکرؓ کے اونٹ پر سوار ہونے سے پہلے اس کی قیمت ادا کر دی تھی لا حافطہ، لا کاذب۔

دروغ گوئی نے ان لوگوں کو ایسا حوس باختر کر رکھا ہے کہ ہر بات میں تضاد ہی تضاد اور جھوٹ ہی جھوٹ۔

۱۷۔ چنانچہ سنیہ و تبریہ بیان میں شیعہ مصنف کیا لکھا ہے۔

جب آپؐ گھر سے نکلے تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا (۲۸۷)

ذرا ہجرت کے متعلق انداز بیان ملاحظہ ہو۔

”وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ظلم سے جلا وطن اور بے خانماں ہو کر گھر سے نکلا۔ عقل کثیت کو پیش مرداں بہانہ۔ اسے عجائب الہی بیت اور کلمہ گویان محمدؐ

۱۰) دو مجازہ ہائے کنول راہ دار بن کر مارا مساند بہ شیرب دیا
آپ دو مضبوط شتر چاہیں جو ہمیں شیرب پہنچا دیں۔
۱۱) برقت از پیش پور بوجہ زود بن بدنیال کار بیکہ فرمودہ بود
تصدیق اکبر کا بیجا جلدی اس کام کے لئے روانہ ہو گیا جس کام کا حکم نبی علیہ السلام نے دیا
۱۲) ہم از اہل دیں بدیکے حبیلہ دار بن برد کر دراز نبی آشکار
تصدیق اکبر کے بیٹے نے ایک صحابی کو نبی علیہ السلام کے حکم سے مطلع کیا۔
۱۳) از حیلہ دار این سخن شنود بن دو مجازہ دادم مہیبا نمود
اس صحابی نے جب یہ حکم سنا تو فوراً دو تیز گام شتر پہنچا دئے
بعض روافض نے یہاں ایک اور لم تر اشی کی ہے کہ نبی علیہ السلام ابوبکر کو ساتھ نہیں
لے گئے تھے بلکہ وہ از خود ساتھ ہو گئے تھے۔ اس کا جواب بھی یہ لوگ قاضی نور اللہ شہرانی
کی زبان سے سُن لیں۔

کسی شے کی اسی اعتراض پر قاضی صاحب لکھتے ہیں:-

جناب شیخ در جواب نوشتہ کہ اس کلمات
نہ مذہب علمائے شیعہ است بلکہ عوام
او باض بطریق استنباط کو نزدیک رسول شیار
سے افشائے راڈ کا اندیشہ کرتے تھے۔
از ابوبکر سے ترسید پس بایستہ کہ ہر
علمائے شیعہ کا مذہب نہیں بلکہ عوام ادبائش
ابوبکر، عمر، عثمان، باغود بر دے پس
بطور تمسخر کہتے ہیں۔ اگر رسول اللہ شیار
چنانکہ پیغمبر نہائی میرفت نہائی ابوبکر
میں ابوبکر سے ڈرتے تھے تو عمر و عثمان
سے بھی ڈرتے تھے۔ پس چاہیے کہ تینوں
سے ہمراہ لے جاتے اور جس طرح پیغمبر و دوسروں
کو ہمراہ لے جاتے تھے ابوبکر سے بھی چھپ کر
جا سکتے تھے۔ بہر حال محمد کا جانا اور ابوبکر کو اپنے ہمراہ لے جانا بے حکم خدا
نہ تھا۔

شیعہ کا طبقہ حبیلہ کہتا ہے کہ وفات کے وقت نبی علیہ السلام نے مسجد میں کھڑے رہے
تمام دروازے سوائے سیدنا علی کے دروازے بند کر دیئے۔ ایسا کہنے والے عقول
کو اتنا بھی علم نہیں کہ نکاح کے بعد سیدنا علی کی رہائش کے لئے وسط شہر میں ایک
انصاری نے اپنا مکان پیش کیا تھا اور آپ وہاں چلے گئے تھے۔ یہی قرۃ العلیہ میں لکھا ہے
داعی عند ذلک اے اطلاق الباب یعنی دروازے بند کر کے وقت وگوں
قال الناس اعلیٰ ابوابا و تلوک باب نے کہا ہمارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں
خلیفہ فقال ابی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ یہ بات
بلغنی الذی قلتم فی ابوبکر وانی رای شکوہ حضرت نے فرمایا جو کچھ ابوبکر کے لئے تھے
علی باب ابوبکر تو نہ واری علی کہلے مجھے پہنچ گیا ہے تحقیق میں دیکھا ہوں ابوبکر
با بیکہ ظلمہ کے دروازے پر نور کو اور ہمارے دروازے پر اندھیرے کو۔

۱۶- مصنف حیات القلوب لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو حکم دیا کہ جناب ابوبکر کو
ساتھ لے جائیے (جلد ۲) گویا سفر ہجرت میں صدیق اکبر کا ساتھ اللہ تعالیٰ نے لے
حکم سے تھا۔

۱۸- مصنف مجالس المؤمنین لکھتا ہے۔ بہر حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور
ابوبکر کو اپنے ساتھ لے جانا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بغیر نہ تھا مجالس المؤمنین ص ۲۰
۱۹- شیعوں کی شہور کتاب حلیہ جلد ۱ میں ہے۔ نبی علیہ السلام جب ہجرت کی رات ابوبکر
کے دروازے پر پہنچے اور ان کے کان میں سہری آواز دی۔ تو حضرت ابوبکر فوراً گھر سے
نکلے۔ اور ہمراہ ہو گئے۔ جب بیابان کا کچھ حصہ طے ہوا تو نبی علیہ السلام کے پاس مبارک
زخمی ہو گئے۔ تو حضرت ابوبکر نے نبی علیہ السلام کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا اور یہ
بہت تعجب کی بات ہے کہ مرزا بازل مشہور شیعہ عالم کی تالیف عزادت جدیدی بھی
ملاحظہ کیجئے۔ ہر گاہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سلطنت سے نکلے تو پہلے دروازہ ابوبکر
بن ابی قحافہ پر آئے کس واسطے کہ ابوبکر کو مطلع کر دیا تھا کہ ہمارا ساتھ چلنا پس اپنے
آواز دی اور گھر سے بلا کر اپنے ہمراہ لیا جب شہر سے باہر نکلے تو شرب کا راستہ پیش نظر تھا

پہلے ہی تیار کر رکھے تھے۔

(۷) غار کے قیام میں صدیق اکبرؓ کا بیٹا کھانا پانی لاتا رہا۔ اور نوکر بکریوں کا ریوڑ لاتا رہا۔ تاکہ آپ کو دودھ بھی دیا جائے اور سیدنا صدیق اکبرؓ کے بیٹے کے پاؤں کے نشان بھی بھڑ بکریوں کے پاؤں سے مٹ جائیں۔

(۸) صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر روحانی قوت سے سرفراز فرمایا تھا کہ نبی علیہ السلام کو اپنے دشمن مبارک پر سوار کر کے غارتک پہنچایا۔

(۹) آپ نے نبی علیہ السلام کی محبت میں گھر بار، اہل و عیال، مال و دولت سب قربان کر دیا۔

(۱۰) وہ ابوبکرؓ ہی تھے جب انہیں ان کے بیٹے نے اسلام لانے کے بعد کہا کہ۔

اے جان نفل! جنگ میں آپ کئی بار میرے تیر کی زد پر آئے مگر میں نے آپ پر تیر نہ چلایا۔ تو آپ نے فرمایا بیٹے اگر تو مجھے بحالت کفر اس جنگ میں نکل آ جاتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ شیعوں کی عادت ہے کہ اگر انہیں کسی عبارت کے بین السطور سے اپنے موافق کوئی معمولی سی بات بھی مل جائے تو وہ اس بات پر صغرائے کبر لے کر عمارتوں کو بنا کر ایک محل تیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس جھوٹ کے محل کی دیواریں کچی ہیں۔ ان کی بنیاد بالو پر ہے۔ مگر بھر بھی اپنی مانتے چلے جائیں گے۔

غار ثور کا واقعہ سطور گذشتہ میں شرح و بسط سے بیان کیا جا چکا ہے لا تعجزن ان اللہ معنا کے الفاظ پر شیعوں نے بڑی مغراری کر کے عجیب عجیب کجواں تراشے ہیں۔ یہی واقعہ امام جعفرؓ کی زبان سے سنیئے۔

۲۱۔ جب نبی علیہ السلام غار میں تھے تو آپ نے فرمایا میں ایک کشتی دیکھ رہا ہوں اور

اس میں جعفر اور اس کے ساتھی ہیں (واقعہ ہجرت حبشہ) صدیق اکبرؓ نے عرض کیا، کیا آپ انہیں دیکھ رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھائیے تو نبی علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر مسح کیا پس صدیقؓ نے بھی

حضرت رسولؐ نے نفیس مقدس کو پاؤں سے نکال لیا۔ اور پابہرہ راہ پہنچے سفر ہوئے یہ حال دیکھ کر ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے سلم کو اپنے شانے پر بٹھایا اور تھوڑی دیر چلے۔ ناگاہ صبح کے آثار نمودار ہوئے۔ مجبوراً سب راہ ایک جائے پناہ تلاش کی اور اس درخت میں ایک غار نظر آئی جسے عرب کے لوگ غار ثور کہتے تھے۔ آخر کار ابوہریرہؓ اس غار میں پناہ لی۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ غار میں داخل ہوئے۔ وہاں بہت سوراخ دیکھے تو اپنی تباہ و برباد کمر سوراخ بند کئے۔ ایک سوراخ رہ گیا تو مروانہ دار اپنا پاؤں اس میں استوار کیا پھر نبی علیہ السلام بھی غار میں تشریف فرما ہوئے۔ اور اسودہؓ ہو کر بیٹھے (۳۵)

صدیق اکبرؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا سیدنا علیؓ سے نکاح

۲۰۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہی حضرت علیؓ کو سیدہ فاطمہؓ کے رشتہ کے متعلق نبی علیہ السلام سے عرض کرنے کی مجازت دلائی اور رضا مندر کیا۔ در حضرت علیؓ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی جرات ہی نہ تھی (مجلس الزہراء ص ۱۷۱) خان بہادر اولاد جید رفیق) مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

(۱) بعثت سے پہلے ہی حضرت ابوبکرؓ نبی علیہ السلام کے احباب میں سے تھے۔ بلکہ صبح پر یہی کہ بعثت سے پہلے ہی نبی علیہ السلام کا صرف ایک دوست تھا اور وہ حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ (۲) نبوت نازل ہونے کے بعد سب سے پہلے نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی نبوت سے مطلع فرمایا اور فرمایا ایمان لے آئے۔

(۳) کئی زندگی کے تیرہ سال آپ نے اپنی تمام آسائشیں نبی علیہ السلام پر قربان کر دیں (۴) نبی علیہ السلام کی ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ اور سفر ہجرت میں آپ کی وفات کے لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیقؓ کو منتخب فرمایا۔

(۵) اس سفر میں جو تکالیف نبی علیہ السلام کو پہنچیں وہ صدیق اکبرؓ کو پہنچیں۔

(۶) سیدنا صدیق اکبرؓ کو پہلے ہی آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس سفر میں تم میرے ساتھی ہو گے اور سفر کا تمام سامان صدیق اکبرؓ نے اپنے پاس سے تیار کیا تھا۔ مدبر ترین نبوت

جعفر اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ لیا۔ (تفسیر قمی، مطبوعہ ایران ۱۵۴۰ھ)

غزوات حیدری شیعوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہے کہ ابو بکرؓ کا بیٹا ہر روز نماز کھانا اور پانی لاتا۔ نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا تو نہایت وفادار، صاف اور شفاف ہے (صفحہ ۶۶)

۲۲۔ مجالس المؤمنین کا غالی اور منہ پھٹ مصنف نور اللہ شوستری بھی لکھتا ہے کہ رسول اللہؐ ہمیشہ اپنے اصحاب کی جماعت میں فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر صدیقؓ کی سبقت و فضیلت صوم و صلوات سے نہیں بلکہ ان کے دل کی عقیدت منہ کی اور اخلاص کا ثمرہ ہے (ترجمہ مجالس المؤمنین ص ۸۸)

۲۳۔ شیعوں کے مزارعہ امام نہم محمد تقی متوفی ۲۲۰ھ کہتے ہیں میں جناب محمدؐ فضائل کا منکر نہیں لیکن ابو بکرؓ صدیق فاروقیؓ سے افضل ہیں ترجمہ احتجاج طبری ص ۸۳۔ امام جعفرؓ کا ایک قول سن لیجیے۔ امام موصوفؓ ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دونوں کے دونوں عادل اور منصف امام تھے۔ لفظ امام پر غور کیجئے اور اپنے منہ پر تھپڑ مار بیٹے اور اپنی عقل کا ماتم کیجئے حق ہی پر زندگی گذاری اور حق ہی پر دنیا سے تشریف لے گئے۔ قیامت والے دن دونوں پر رحمت ہو ترجمہ احتجاج الحق ص ۱۱۱

۲۵۔ واقعہ انک کے منمن میں سورہ نور کی آیت نمبر ۱۲۱ و لا یاتلوا الذلوا الفضل منکم ولا منکم فی شیعہوں کی مشہور تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ یہ آیت ابو بکرؓ اور علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ مسلح آپ کا رشتہ دار تھا اور نہایت غریب تھا آپ اس کی غربت کی وجہ سے ہمیشہ اسے کچھ خطبہ دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپ نے طعن بند کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کشائش دالے اور فضل دالے لوگ اپنے رشتہ داروں سے ہاتھ نہ کھینچیں۔ مگر با صدیقؓ اکبرؓ کو فضل دالے لوگوں میں شمار کیا گیا ہے (جلد ۱ ص ۱۲۲)

سیدنا علیؓ نے صدیق اکبرؓ کی بیعت کی

۲۶۔ حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ علیؓ اپنے گھر میں تھے کسی نے کہا کہ ابوبکرؓ

بیعت کے لئے مسجد میں بیٹھے ہیں۔ وہ فوراً محض قمیض پہنے بغیر چادر اور ازار کے اس خوف سے کہ ان کو بیعت کرنے میں دیر نہ ہو جائے گھر سے بھیج دیئے اُسے ادھر ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ اور اب کسی کو بھیج کر انہوں نے گھر سے کپڑے منگو کر پہنے اور پھر وہیں بیٹھ رہے (طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۹۵ طبع دکن)

۲۷۔ ابن جریر طبری متولد ۲۳۲ھ متوفی ۳۴۰ھ غالی شیعہ تھا۔ ابو جعفر متوفی ۲۵۵ھ نے واقعہ کو بلا برہمنی حسن لکھی۔ اسی ابو جعفرؓ کی روایات کو ابوبکرؓ کے بارے میں لوگ چک درست کر کے طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور یہی تاریخ طبری ابن کثیر اور ابن الاثیر کا ماخذ ہے یہاں بعض متعصب قسم کے مؤرخین نے ایک دھوکا دینا چاہا ہے کہ ابن جریر طبری دوسرے مورخین سے بھی اسی واقعہ کے ساتھ ہم سفر ہیں۔ کتنی جرات منہ بات ہے کہ محمدؐ ابن جریرؓ دو ہیں۔ دونوں ایک دن پیدا ہوئے ہیں۔ دونوں ایک ہی نام سے تفسیر اور تاریخ لکھتے ہیں دونوں ایک ہی دن مرتے ہیں اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہوتے ہیں شیعیت کی تبلیغ کے لئے کتنا دھوکا دیا جا رہا ہے۔ یہ عبارات ایسے نکاریاں، بیزاریب، یہ دھوکا بازیاں اس دقت تک ہی جلتی رہیں اور ایک طبری کے دوشے رہے جب تک کسی گریبان چاک نے اسے غافل و گور نہ کر کے جگمگ میں قدم نہیں رکھتا۔ طبری ایک ہی تھا اور وہ شیعہ تھا۔ اس کا بھانجا محمد بن العباس خوارزمی جبرائیل جو گوشت عہد ہوا ہے وہ اپنے ماموں کے متعلق فخریہ الفاظ میں کہتا ہے کہ میرا ماموں رافضی تھا وہ کہتا ہے طبری میرا ماموں تھا اور میں رکھوں وہاں رافضی ہوں دوسرے لوگ دوسرے رافضی ہیں۔ رافضی تھی، ابن جریر اور ان کے شیخ الشیوخ ابن حبان علامہ سلیمان متولد ۲۲۱ھ تمام طبری کو رافضی کہتے ہیں اور اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنی تاریخ میں جہاں بھی علیؓ اور مزارعہ امام کے نام لکھتا ہے ساتھ میں سلام لکھتا ہے جو شیعہ شمار ہے اور باقی صحابہ کے نام کے ساتھ کچھ بھی نہیں لکھتا۔ وہ دوسری پاؤں کے مسح کا قائل تھا۔ اس کی تاریخ کی آخری طبع اول طبع حنینہ کے منظر ۲۲ پر امیر معاویہ کے نام کے ساتھ لکھی لکھا ہے اور امیر معاویہؓ اور امیر ربیعہ کے ناموں کے ساتھ بعض الفاظ لکھے ہیں اس قسم کی سبکیوں نمایاں پیش کی جاسکتی ہیں کہ طبری ایک ہی گزرا ہے اور وہ غالی شیعہ تھا۔ اور اس کی شیعیت کا سبب بڑا ثبوت یہ ہے کہ مرنے کے بعد اسے مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا اور اپنے مکان سکون میں دفن کیا گیا۔ کیا فرض ہے یہ مقلدین مورخیت ہیچ اس مسئلہ کے؟ (مضمون حقیقت مقلدیت و مقلدیت مولانا علامہ سید محمود احمد جاسی)

حضرات شیخینہ کی فت نصیر

مذہب شیعہ کی ان تین معتبر تفسیر نے خلافت بلا فصل کا سرے سے خاتمہ کر کے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم کی خلافتوں کو مامور من اللہ قرار دے کر اس بحث کا سرے سے ہی خاتمہ کر دیا ہے۔ شیعہ اصحاب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ خلافت کی اس بحث کو ترک کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے تحت ان چھ تین چھوٹے قسم کی کاروائیوں کو ترک کر کے سچے مومن بن جائیں۔ چونکہ وہ آج مکہ نبی علیہ السلام کے احکام کے منکر رہے اپنے آئمہ کے ارشادات سے منحرف رہے اپنے مجتہدین کے اجتہادات سے انکار رہے اس لئے آج تک اپنے اندر ۱۲ مومن خالص بھی پیدا نہ کر سکے اور اپنی ان نافرمانیوں کی وجہ سے اپنے امام غائب کو بھی باہر نکل کر دنیا کی آزاد سوا میں جینے سے روکے ہوئے ہیں۔

جلسہ علماء الصون میں بحوالہ احتجاج طبرسی لکھا ہے کہ فرمایا امام شریعت نے کہ میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی گردن میں بیعت خلیفہ ہو جو زمانہ سے واقع ہوتی ہے۔ مگر عارے امام حاتم کو علی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اقوال اس حدیث کے مطابق تمام آئمہ کو کسی نہ کسی فتنب خلیفہ کی بیعت کرنی چاہیے اور ہر اچھی لوہی یعنی سیدنا علی نے اصحاب ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی سیدنا حسن نے سیدنا معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی سیدنا معاویہ کی وفات پر سلمان بن حرد نے کہا تمام ائمہ بدکارے اصل خدوہی بیعت نمودار تکتہ (سیح الاحرار یعنی معاویہ) جہم رسید ہوا، نوذ با اللہ من ذاکم اور حسین نے بیعت توڑ دی۔ گو یا حسین ایک جہنمی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مرکب ہوئے۔ کہا گیا شیعوں کا نظریہ عصمت آئمہ علی کرزین العابدین نے نیز مذہب کی بیعت کی رکافتی شیعوں کے ساتوں امام موسی کاظم مہدی عیسیٰ کو یا امیر المومنین کے خطاب سے مخاطب کہتے ہیں (اصول کافی کتاب الحجۃ بالغی، علاوہ یقرن صیغۃ صائق) امیر المومنین کا خطاب مئی سے پہلے کسی کا نہ تھا اور بعد میں استعمال کر کے گاہ کا فر ہے (کا فوکر امیر المومنین کہنے والا کون ہے؟) حتیٰ کہ امام مہدی بھی اس لقب سے ملقب نہ ہوں گے (ایضاً کتاب الحجۃ) تفصیل نظریہ امامت کی توحید کے عنوان کے تحت اپنے مقام پر مآئیدہ صفحات میں آئے گی۔

۲۷۔ حضرت علی نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور لوگوں کو بھی بیعت سے شدد کا۔ تاکہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں رکائی کتاب الردۃ ص ۱۳۷ بحوالہ جہد کرار نامی ص ۱۱۲

۲۸۔ بے شک ابوبکر صدیق چار باتوں کی طرف سبقت لے گئے جو مجھے حاصل نہیں۔ ابوبکر نے مجھ سے پہلے اسلام آشکار کیا۔ مجھ سے پہلے ہجرت کی۔ نبی کے بار غار ہوئے نماز قائم کی جبکہ میں گھروں میں تھا وہ اپنا اسلام ظاہر کر رہے تھے اور میں چھپاتا تھا (تتذیر لکھنا نیتہ الجیدریہ ص ۲ بحوالہ فیض الاسلام علی مرتضیٰ ص ۱۹۵)

حضرت علی کہتے ہیں میں اٹھا اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابوبکر کی حکومت ٹھیک اور روشن سیدھی رہی اور میں ان کی مجاہدانہ اطاعت کرتا رہا (تتذیر لکھنا نیتہ الجیدریہ ص ۲)

۲۹۔ اسامہ نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپ نے (مایا مال الاربرہ بیعت، بیعت خلافت تھی را احتجاج طبرسی ص ۱۱۵)

۳۰۔ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی (احتجاج طبرسی ص ۵۲ روایتی)

۳۱۔ ایک نہایت حیران کن بات اور عجیب سیجیے۔ اہلسنت کے مختلف فرقوں نے مختلف نظائر و شواہد سے صدیق اکبر کی خلافت پر استدلال کیا ہے مگر شیعوں نے ایک حدیث پیش کر کے صرف حضرت ابوبکر کی خلافت کا ثبوت ہی پیش نہیں کیا۔ بلکہ سیدنا فاروق اعظم کی خلافت کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور ساتھ ہی ائمہ المومنین کے بلند مقام کا اعتراف بھی کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ ایک دفعہ غمگین بیٹھی تھیں نبی علیہ السلام نے ان کو غمگین بیٹھے دیکھ کر فرمایا کہ میں تم کو ایک خوشخبری دے سناؤں کہ میرے مرنے کے بعد میرے جانشین ابوبکر ہوں گے۔ ان کے مرنے کے بعد تمہارے باپ عثمان کے جانشین ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت حفصہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے اللہ خبر عظیم نے بتایا ہے۔ (تغییر فی ص ۳۵۲، تغیر کافی ص ۵۲۳ تغیر مجمع البیان ص ۳۱)

سیدنا ابو بکرؓ اور فدکؓ

۳۳۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ذات اقدس پر فدک کے غصب کا اتہام لگایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں شیعہ مذہب کی معتبر کتاب حجاج الخلیفہ سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا فاطمہؓ کا فدک کے متعلق شروع میں کیا خیال تھا۔ اور حقیقت واضح ہونے پر آپؓ نے اپنے خیال سے کس طرح رجوع کیا۔

ان ابابکر لعنہ اسی فاطمہ انقبضت عنہ و هجرت و لم تبق لک بعد ذالک فی امر فدک الخ۔ ترجمہ۔ تحقیق حضرت ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ انہوں نے میرے پاس سے رخصت ہونے کے بعد فدک کے بارے میں کچھ کلام نہیں کیا تو یہ بات صدیق اکبرؓ کو ناگوار گذری۔ اور جناب فاطمہؓ کے راضی کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ ناراضگی کا ذکر شیعہ مصنف کا صریحاً دروغ ہے سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاں سے بالکل خوش واپس کئی تھیں اور جناب فاطمہؓ کو کہا اسے بیٹی بولنا جو کچھ آپؓ نے دعویٰ کیا ہے سچ ہے۔ لیکن میں رسول اللہؐ کو دیکھتا تھا کہ جب فدک میں سے آپؓ کا اور ملازموں کا خرچ دے چکے تھے تو باقی ماندہ کو فقرا مساکین اور مسافروں کو دیدیتے تھے۔ یہ شک کو بی بی فاطمہؓ نے فرمایا کہ جس طرح میرا باپ فدک کی تقسیم کرتا تھا آپؓ اسی طرح سے کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا مجھ کو اللہ کی قسم ہے اسی طرح کروں گا۔ جس طرح آپ کا باپ کرتا تھا بی بی صاحبہؓ نے کہا اے اللہ تو اس بات پر گواہ ہے۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ سے راضی ہو گئیں۔ اور صدیق اکبرؓ فدک کی آمدنی اسی طرح تقسیم کرتے رہے

لے۔ فدک کی تفصیلی بحث کے لئے میری تالیف "حقیقت مذہب شیعہ" دیکھئے۔ فدک کی تمام روایات کا ناظر ابروید کا بی بی عرفانی۔ راضی تھا۔ مگر ابروید کا نام ہے جو کہ دینے کے اسے ابروید غدیری نامی جلیل علی بن ابی العاص جو فتح مکہ میں نبی علیہ السلام کے حبیب تھے کو علی بن ابی طالب جاری کیا۔

سیرۃ النبیؐ میں ہے کہ بوقت وفات سیدنا صدیق اکبرؓ آپ کی خدمت میں پہنچے اور بی بی صاحبہؓ آپ سے راضی ہو گئیں (جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)۔
ایسا دیواروں کی بنیادیں باکو پر ہیں۔ مگر جھوٹ، کذب، افتراء، بہتان اور۔ غلط بیانیوں کے محلات اُسارتے چلے جائیں گے۔ اور حبیب اُنہیں آگاہ کیا جائے کہ یہاں تم جو کچھ کہہ رہے ہو تمہارے آئمہ، تمہارے مؤرخ، تمہارے مجتہد، تمہارے مفسر اس کے خلاف کہہ گئے ہیں تو بجائے قبول حق کے شہنام طرازی پر اُتر آتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ہجرت کے سفر میں معیت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔ آپ کو کئی روز پہلے نبی علیہ السلام نے ارادہ ہجرت سے باخبر کر دیا تھا صدیق اکبرؓ کے بغیر تمام مکہ میں نبی علیہ السلام کے ارادہ ہجرت سے کوئی آدمی واقف نہ تھا۔ اور جس طرح صدیق اکبرؓ نے اس راز کو نبھایا اور نبی کا ساتھ دیا وہ آپ کی کام تھا۔ مگر کج بازاری قسم کے شیعہ بکواس کرتے پھرتے ہیں کہ غار میں ابو بکرؓ نے خجنا شروع کر دیا تھا کہ کفار کو معلوم ہو اور وہ نبی علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کریں ان عقل کے اندھوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ابو بکرؓ اگر ایسا چاہتے تو ان کا دلو کا تین روز تک غار میں کھانا اور پانی پہنچاتا رہا۔ صدیق اکبرؓ کا غلام بیڑ بکریوں کا ریوڑ غار تک لاتا رہا۔ صدیق اکبرؓ کے پیش کردہ اونٹ پر نبی علیہ السلام نے یہ سفر فرمایا۔ ایک مسلمان تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ صدیق اکبرؓ کے قلب صافی پر اس قسم کے خیال کے کردار ہیں جسے کا غبار پڑا ہو۔ آج علیؓ کے نام سے دھوکا دیتے ہوئے شیعہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز علیؓ بن ابی طالب نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ اور آپ کے کندھوں پر سوار ہو کر نبی علیہ السلام نے بیت گمراہ تھے۔ فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کے حبیب علی بن زینب بنت نبی علیہ السلام تھے۔ رہا مسند نبی علیہ السلام کے دوش پر اُٹھانے کا تو شیعہ کہتے ہیں کہ امام کے بغیر نبی کا بوجھ کوئی اُٹھا نہیں سکتا۔ مگر خود ہی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ سفر ہجرت کے وقت صدیق اکبرؓ طویل فاصلہ بلکہ دو تین

میل کا فاصلہ نبی علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔

”صدیق“ ابو بکرؓ ہیں

سیدنا فاروق اعظمؓ

اگر نظر انصاف اور نظر تعمیق دیکھا جائے تو اس حقیقت سے کوئی منصف مزاج انسان اور کوئی ایسا انسان جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہو انکار نہیں کر سکتا کہ منکرین قصائل صحابہ کا دین، ایمان، بشرطیکہ ان میں موجود ہو، عزت و وفارسیکہ سب سیدنا فاروق اعظمؓ کا مہزون منت ہے۔ اگر سیدنا فاروق اعظمؓ ایمان کو فتح نہ کرتے تو مجوس کو کھوشی اسلام نصیب ہوتی۔ اور آج فاروقؓ کو گولیاں دینے والے یہ یازاریہم کے شہدے کسی منہ کی پھوٹ کی آرزو میں کسی منہ بچے کے در پر ناصیہ فرسا گنہگار آتے یا کسی دھن کے کتوں کی رکھوالی پر مامور ہوتے یا کسی مر زبان کی ڈبلورھی پر دست بستہ کھڑے نظر کرتے سیدنا فاروق اعظمؓ کا ان لوگوں پر عظیم احسان ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو ان جبارہ کی غلامیوں سے آزادی دلو کر نعمت اسلام سے سرفراز کیا۔ مگر ان لوگوں کو عقل نہ آئی تو ہی منہ وہی دھقان وہی مر زبان جب اسلام لا کر اپنی ریاستوں کے بچاؤ کا انتظام کر کے گدرے زمانہ کا خواب دیکھنے لگے تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے آبائی غلاموں کو دھڑکھڑکھڑ کر اپنے گرد اکٹھا کرنا شروع کیا۔ ہر زمانہ اسی طریق کار کو اپلاتے ہوئے ایک عام کسان کو ورنہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو شہید کرایا تھا۔ وہ دھقان اور مر زبان تو سمجھے رہ کر دوری ہلاتے رہے اور یہ آبائی غلام ان کے ہاتھوں میں پیمالت اسلام بھی کھلو تاہن کہ تخریب اسلام میں جُٹ گئے آج کے یہ منہ پھوٹ لوگ انہیں باقیات السبات کے نقش پا میں جہنول نے دین صرت اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ ٹمٹرنے چونکہ ایمان کو صخرہ کے پاری حکومت کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کیا تھا لہذا ہی بھڑاسے گالیاں دی جائیں تو آج تک اتنی عقل نہیں آئی کہ صحابہ کرامؓ تو آپس میں ایک دوسرے کے شفیق اور مجبور تھے آپس میں جیم تھے کیم تھے ایک دوسرے کے جانثار تھے ہمدرد تھے ایک دوسرے کے

۲۴۔ طبری لکھتا ہے کہ فرمایا حضرت امیر علیہ السلام نے کنا مع البنی علیہ السلام علی جلیل اذا تحرك الجبل فقال له قنانه ليس عليك الابني وصدیق و شہید راجعاً ہ ہم یعنی نبی صدیق اور میں جبل مرا پر کھڑے تھے اچانک پہاڑ ہلنے لگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا آرام پکڑ اسے پہاڑ کیونکہ تجھ پر نبی۔ صدیق اور شہید کے سوا دوسرا کوئی نہیں ۳۵۔ منزل ابن مسعود کہتے ہیں کہ فرمایا علیؓ نے کہ ابوبکرؓ ایک مرد ہے جن کا نام اللہ نے اپنے نبیؐ کی زبان سے صدیق رکھوایا۔ وہ رسول اللہؐ کے غلیبہ ہیں رسول اللہؐ نے ان کو ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔ پس ہم ان کو اپنی دنیا کے لئے پسند کرتے ہیں

۳۶۔ شیخ عاکم کو سنی کہہ کر اپنا بچھا نہ چھڑائیں۔ حافظ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ شیعہ تھا۔ بھر مستدرک حاکم کا مقام کتب احادیث کے طبقہ اول یا دوم میں نہیں بلکہ طبقہ سوم میں ہے جس میں صحیح ابن حبان بھی شامل ہے۔ حاکم کے متعلق ابو بکر غلیب کا قول ہے کان عیمل الی التیم یعنی اس کا میلان شیعیت کی طرف تھا۔

صاحب میزان الاعتدال کا قول ہے ثم هو شیعہ مشعور من غیو لغرض للشیخین وقد قال ابن طاهر سالت ابا اسماعیل عبد اللہ الانصاری عن الحال فقال امام فی الحدیث رافضی خبیث (ص ۲) پھر حاکم شہور شیعہ ہے مگر شیخین کی بیگونی نہیں کرتا۔ اور ابن طاهر نے کہا میں نے ابو عبد اللہ انصاری سے حاکم کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ یہ حاکم حدیث میں امام ہے لیکن رافضی خبیث ہے۔

تدریب الزادی میں ہے۔ مزید تفصیل کے لئے تدریب الزادی ص ۲۷۱ فتح المغیث بشرح التحقیق الحدیث بستان الحدیثیں اور تفہیمات کاتب کو دیکھیے۔

پسینہ پر خون بہانے کو تیار رہتے تھے تم ان کے سہرہ درگاہاں سے ٹپک پڑے، مگر جو نہ مکی گئے
 بکے چلے جاؤ شیعت کی اس بھری دنیا میں کوئی شیعہ مجتہد یا عالم کسی اپنے امام کی زبان
 سے صحابہ کو لٹم کے خلاف کسی ذمہ دارانہ طریقہ سے ایک لفظ بھی نہایت کر دے تو میں اپنے
 عقائد سے رجوع کرنے کے لئے تیار ہوں اور اب صحابہ کو لٹم کی شان میں مجھ سے اپنے آئمہ
 کی زبان سے سیکھو اوصافی کلمات سنئے اور اپنے گذشتہ اعمال سے رجوع کر کے اللہ تعالیٰ
 کے حضور میں سچا تائب بنکر حاضر ہو۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو اسلام کی اس جامعہ درباری کو
 ترک کر کے جو کچھ ہے وہ صاف طور پر سامنے آئے، کیوں مٹی کی آڑ میں شکار کھیتا ہے۔
 دیکھو سیدنا علیؑ حضرت عمرؓ کے متعلق کیا کہتے ہیں ا۔

۱۔ پھر حرب البختر کا وقت آخر ہوا تو انہوں نے عسکر کو بلایا اور خلافت سپرد کردی۔ ہم نے اُن کی بات مان لی۔ اطاعت کی، بیعت سے انکار نہ کیا۔ اور خیر خواہی کے دیر سے پر قائم رہے عسکر کی سیرت بھی پسندیدہ تھی اور وہ عمر بھر اقبال مند رہے۔

(ترجمہ البلاغۃ مترجم رئیس احمد جعفری اقتباس از خط ۸۰ تا ۸۸۵)

۲۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے فتح فارس کے متعلق سیدنا علیؓ سے مشورہ طلب کیا
 وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشخص من تقاتل الفرس بغيره فلهذا
 تحقیق مشورہ طلب کیا جناب ابیر سے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اپنی ذات سے
 تشریف لے جانے کا بارادہ جنگ اہل فارس کے۔“

ایسے اہم ترین معاملہ میں جو اس وقت سب معاملات سے بڑھ کر تھا سیدنا خاندانِ اہلِ علم کا سیدنا علیؑ ان سے مشورہ طلب کرنا ہر سچا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے درمیان کسی قسم کی کوئی شکر و رنجی نہ تھی۔

أَشَدُّ دَعْوًا عَلَى الْكَفَّارِ

اور تفسیر مجمع البیان و منبع الصارقین میں شیعہ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب دیان بدر کے متعلق فرمایا کہ جو جس کا رشتہ دار ہے اس کو اسی کا رشتہ دار قتل کرے۔ دیکھو ایسے کئے ایمان والوں کو آئندہ اعلیٰ الکفار کہتے ہیں کہ خدا کی محبت میں اپنے

رشتہ و قرابت وغیرہ کا بھی لحاظ نہ کیا۔

۴۔ سیدنا علیؑ نے سیدنا عمرؓ سے خلافت کے بارے میں فرمایا عن علی موعود من اللہ
ہماری خلافت موعود من اللہ ہے۔ وہو۔ ہذا وعد اللہ الذین آمنوا الخ اللہ تعالیٰ نے
مومنوں سے اس بات کا وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں خلافت رسلنت، عنایت
فرمائے گا۔

٥- بلاد الله لفلان فقد قوم الاعداد ادى العمل واقام السنة وخلف البيت ذهب الثواب قليل العيب اصاب خيرها وسبق شرها ادى الى الله طاعة والتقاة يحققه الخ

”انعام کرے اللہ فلاں پر“ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے رضی کا لکھا ہوا اصل نسخہ دیکھا جس میں فلاں کے نیچے عمرؓ لکھا ہوا تھا، اس نے کبھی گنہگار نہ کیا اور دعا کی بیاری کی (یعنی جہالت کے مرض کو دہرایا)، اور سنت کو قائم کیا اور بدعت کو چھوڑ ڈالا۔ پاکرامن کیا، رکم عیب تھا۔ باقی اس نے خوبی سنت کی اور رعب گلیہ فساد اور خدا کی بندگی کا حق ادا کیا۔ اور پھر سڑکاری کی حبلیاں چا بیٹھے (نہج البلاغہ)

۶۔ سیدنا علیؑ کے یہ الفاظ نہج البلاغۃ سے پڑھئے جو سیدنا عمرؓ کے حق میں اُن کی وفات کے وقت آپؑ نے فرمائے۔ اِدی الی اللہ طاعتہ و اتقوا محبہ۔

اس نے عمرؓ کی پوری پوری اطاعت کی اور کما حقہ اللہ کا تقویٰ اختیار کیا۔
 اور آج کے شیعہ اسی عمرؓ کو غیر مومن اور منافق کہہ رہے ہیں۔

۷۔ حوالہ نمبر ۲ کی شرح میں شارح نقی فیض الاسلام لکھتے ہیں:-

کہ اس سے مراد عمر نہیں آگے مل کر لکھتے ہیں۔

گمراہوں پر راہِ اُردو سردمِ شہر مارا
گمراہوں کو ہدایت پر لائے۔ تمام شہروں کے گول
برقینِ اسلام گردانید۔ احکامِ عینبر
را اجرا نمود۔ دنیاہ کارِ رابینِ پشت
کو تازہ فرمایا اور تمام خرابیوں کو پس پشت
دیکر ان کے زمانہ میں کوئی بھی فتنہ رونما نہیں ہوا
انداخت۔

میں کلمات کرنے والا سمجھتے تھے۔ علیؑ نے اس وقت تمام عالم اسلام میں غزوات کر رہے تھے۔ بڑا مسلمان سب سے بڑا مذاہب پایا اور اپنی زندگی بڑھانے اور رستہ ان کے حوالہ دینے میں دی۔ اس قرآن السعدین کے واقعہ کو قرآن ادنیٰ سے لے کر آج تک ہر دور فرق کے تمام محدثین اور مؤرخین اس طرح علیؑ التواتر بیان کرتے چلے آ رہے ہیں جو حق الیقین نکتہ پہنچ چکی ہیں۔ مگر وافض کے لئے یہ نکاح سولہاں روح بنا ہوا ہے۔ ہر طرف سے لاجواب ہو کر ایک کہتا ہے کہ یہ نکاح تھقہ کی وجہ سے ہوا۔ دوسرا حضرت علیؑ کے صبر و تحمل کی آڑ میں پناہ لیتا ہے۔ تیسرا خود ساختہ افعال کو اپنے آئینہ کی طرف منسوب کر کے اپنی تضحیک کا سامان پیدا کرتا ہے جو تھا موموم موموں کے دروازوں پر جیسے ساقی کرتا نظر آتا ہے، اور جب فزاری تمام راہیں اپنے پر بند پاتا ہے تو بد زبانی پر آتا ہے اور یہ قبول جاتا ہے کہ اس بد زبانی کی زد میں سب سے زیادہ سیدنا علیؑ آتے ہیں۔ یہ لوگ کس الکا کھنچنے کے لئے دن رات نئے سے نئے محبت تراش کر اپنے ایمان کی دجیاں فضا میں بکھرتے چلے جا رہے ہیں مگر کس قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان نادان دوست نادانوں کی ہمدردی خاندان رسالت کی عزت و حرمت کے لئے وبال ہو کر رہ گئی ہے۔

۱۔ فروع کافی شیعوں کی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ یعنی فروع کافی جس کے متعلق امام آخر الزمان کا ارشاد ہے ہذا کات لثیقنا یعنی یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ اس کے مصنف ہیں ان کے رئیس المحدثین شیخ الامام الحافظ ثقہ الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب کلبی نے اس کتاب کی جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ لوکلنڈ پریس کالمنو پر ایک خاص باب باندھا ہے

فی تسبیح ام کلثومؑ جس میں پہلی حدیث علی بن ابراہیم سے، دوسری محمد بن ابی عمیر سے صاف لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ آگے چل کر اسی باب میں ایک اور حدیث روایت کی گئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

و مکان الیوم بالامام مکان
انتظار من الخیر جمیعہ
لیصلہ فادرا افطعم الفقار
تفرق الخیر ذریعہ بلا غم شرع
فیض الاسلام ج ۱ ص ۲۴۱

سیدہ ام کلثومؑ کا نکاح سیدنا عمرؓ سے

سیدہ ام کلثومؑ کے نکاح پر آج تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور کئی مقامات پر مناظرہ انداز میں گفتگو ہو چکی ہے۔ مگر آج تک کوئی شیعوہ عالم اس نکاح کو حنبلا نہیں سکا اور نہ قیامت تک حنبلا سکے گا۔ دو کان بعضہم بعضہم میں بھی یہاں تفصیلی گفتگو کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر شیعوہ مذہب کی کتاب کا استیعاب کیا جائے تو بذات خود یہ ایک الگ کتاب بنیاد بنی ہوگی میں اب باب علم و دانش کے سامنے چند حوالہ جات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ عمرؓ طاغوت تھا عمرؓ شیطان اُسے الاساء الرجال کی لت تھی عمرؓ ام کلثومؑ تھا سیدنا علیؑ پر یہ فرض عظیم عائد ہوتا تھا کہ وہ اس بد سے کورٹ شیطان کو خواہ مر جائے ہرگز ہرگز اپنی زندگی نہ دیتے مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان کا علیؑ کو نسا علیؑ ہے اور وہ عمرؑ کو نسا عمرؑ ہے جس عمرؑ کو اس علیؑ نے اپنی بیوی دی۔ اگر علیؑ سے مراد سیدنا علیؑ بن ابی طالب کی ذات ہے اور عمرؑ سے مراد سیدنا عمرؑ بن الخطاب کی ذات ہے تو وہ علیؑ اور عمرؑ تو گویا ایک جان دو قالب تھے۔ علیؑ عمرؑ کے مخلص شیر بہرہ رسالت صادق درست اور یادنا یار تھے۔ علیؑ عمرؑ کو اپنا مرنی، محسن، ہمدرد اور مفلسی کے

لے متنازع لیکن ہرگز شیعوہ کے خلاف اس لئے مقبول قرآن امیر مشاہدہ شیعہ کی اتحاد صحت

لے مقبول قرآن امیر مشاہدہ

ہمارے اصحاب سے منع اور تنہا سے سہیل بن زیاد سے اس نے حسین بن
بشار اور اسلمی سے کہ لکھا میں نے خط طوت ابو جعفر (محمد باقر) کے سوال کرتے
ہوئے نکاح کے بارے میں پس کہا اس نے مجھے جس شخص نے خط لکھا
تمہارے اور پسند کیا تم نے اس کا دین اور اس کی امانت پس نکاح کو وہ اس
کے ساتھ اگر لایا نہ کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ پیدا ہوگا۔

یہاں یہ سوال ضرور پیدا کیا جائے گا کہ اس تیسری حدیث میں سیدنا عمرؓ یا سید
ام کلثومؓ کا ذکر نہیں۔ مگر مجھے بتایا جاتے ہیں اس حدیث کو اس باب میں لانے کا
کیا ضرورت تھی۔ اور لطف یہ کہ اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ فاطمی لڑکیوں کے نکاح
میں فاطمیوں سے جائز نہیں جبکہ وہ لوگ دیانتدار ہوں۔ اور اس حدیث سے
یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ پسندیدہ دین کے حامل اور دیانتدار تھے۔

اب آگے چلتے اور باب المتوفی عنہا زوجہ المدخول بھا این فتنہ و ما
عجب علیہا ص ۲ پر حمید بن زیاد سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے انتقال فرمایا
تو حضرت علیؓ ام کلثومؓ کے پاس گئے اور انہیں اپنے گھر لے گئے یہ حدیث اس بات
کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے کہ بیوہ اپنے ایام عدت اپنے والدین کے گھر گزار
سکتی ہے۔

ہمارے اصحاب سے منع اور تنہا سے سہیل بن زیاد سے اس نے حسین بن
بشار اور اسلمی سے کہ لکھا میں نے خط طوت ابو جعفر (محمد باقر) کے سوال کرتے
ہوئے نکاح کے بارے میں پس کہا اس نے مجھے جس شخص نے خط لکھا
تمہارے اور پسند کیا تم نے اس کا دین اور اس کی امانت پس نکاح کو وہ اس
کے ساتھ اگر لایا نہ کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ پیدا ہوگا۔

یہاں یہ سوال ضرور پیدا کیا جائے گا کہ اس تیسری حدیث میں سیدنا عمرؓ یا سید
ام کلثومؓ کا ذکر نہیں۔ مگر مجھے بتایا جاتے ہیں اس حدیث کو اس باب میں لانے کا
کیا ضرورت تھی۔ اور لطف یہ کہ اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ فاطمی لڑکیوں کے نکاح
میں فاطمیوں سے جائز نہیں جبکہ وہ لوگ دیانتدار ہوں۔ اور اس حدیث سے
یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ پسندیدہ دین کے حامل اور دیانتدار تھے۔

اب آگے چلتے اور باب المتوفی عنہا زوجہ المدخول بھا این فتنہ و ما
عجب علیہا ص ۲ پر حمید بن زیاد سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے انتقال فرمایا
تو حضرت علیؓ ام کلثومؓ کے پاس گئے اور انہیں اپنے گھر لے گئے یہ حدیث اس بات
کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے کہ بیوہ اپنے ایام عدت اپنے والدین کے گھر گزار
سکتی ہے۔

محمد بن یحییٰ دغیرہ سے بھی اسی باب میں ایک اور حدیث بیان کی گئی ہے۔ یعنی
علیؓ ام کلثومؓ کو اپنے گھر لے گئے۔

۲۔ الصافی: شیعوں کی دوسری اہم ترین کتاب ہے الصافی شرح اصول الکافی
جس کے مصنف ہیں سرآمد محدثین ملا خلیل بن الغازی قزوینی۔ اب دیکھئے کتاب الصافی
شرح اصول کافی مطبوعہ زکشتور پریس کتاب الحجۃ جز سوم باب شہادت دیکھ ص ۲۸۱ تا ۲۸۲
ملہ اس خلیل قزوینی کے تقدیر متبعو منہ کے متعلق شیعوں نے ایک حدیث بھی گھڑ رکھی ہے کہ
نبی علیہ السلام نے کہ قزوین میں ایک شخص ظاہر ہوگا اور وہ ایک خبیث کا ہنہام ہوگا اور لوگ اس کی طاعت
کی طرف متوجہ کریں گے۔ خواہ مخواہ مگر کہ مولیٰ باطن وہ مدبر دیکھا پہاڑوں کو خوف سے۔ ایک دوسری
حدیث بھی خلیل کے متعلق پہلی کی مرتبہ ہے۔ یہ احادیث مقدمہ کتاب میں موجود ہیں۔

جو راضی اپنی ددر رس ناریات کے بل برستے پر یہ کہتے ہیں کہ ام کلثومؓ نہت علیؓ
کا نکاح عمرؓ سے نہیں ہوا تھا بلکہ ام کلثومؓ نہت ابو بکرؓ کا عمرؓ سے نکاح ہوا تھا وہ آ
عمرؓ سے تیرھیں۔ اور ان دوست نما دشمنوں بزم خویش عقلمندے وقوف کو یہ
بھی نظر نہ آیا کہ ہم علیؓ کو کن الفاظ سے بار کر رہے ہیں۔ گویا علیؓ سے یہ کہلو آ رہے
کہ میں منہ کے بل گر پڑا اور میں نے کہا ہاں میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔

اقولے: اللہ تعالیٰ نبیؐ کے ذریعہ ایک سبب پر پیغام دیتا ہے۔ علیؓ اُسے
کھولتے ہیں اور اس میں لکھا پاتے ہیں کہ تیری پروردہ دری ہوگی اور اس سے مراد
یہ لی جاتی ہے کہ ام کلثومؓ کو عمرؓ نے زبردستی چھین لیں گے۔ عجب خدا ہے جو جانتا ہے
کہ عمرؓ ام کلثومؓ کو چھین لے گا۔ عجب نبیؐ ہے جو جانتا ہے کہ عمرؓ ام کلثومؓ کو چھین
لے گا۔ عجب علیؓ ہے جو جانتا ہے کہ عمرؓ نے ام کلثومؓ چھین لی ہے مگر پھر منہ کے
بل گر کر کہتا ہے کہ ہاں میں راضی ہوں اور میں نے یہ قبول کر لیا ہے۔

اس منہ پھٹنے تو خدا نے قدیر کی بھی طاقت و جبروت کا خاکہ اڑایا ہے
نبیؐ کو بھی نہ بخشا۔ اور علیؓ کو کہا کہ خواہ کسی قسم کے فسق و فجور ہوں حتیٰ کہ تمہاری بیٹی لکھی

چین کی کئی ٹوکس سے مس نہ ہونا۔

۴۔ الاستبصار شیعوں کی علم حدیث میں تیسری کتاب استبصار ہے اس کے مصنف ہیں محدث الاظم علامہ ابو جعفر طوسی۔ انہوں نے اس فن میں دو کتابیں لکھی ہیں اس وقت میرے سامنے الاستبصار فی اختلاف من الاخبار جلد ثانی مطبوعہ مطبع جعفریہ اس کے مصنف ہیں محمد بن یعقوب سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب عمر فوت ہو گئے تو علیؑ اُم کلثومؑ کو اپنے گھر لے گئے رعدت گزارنے کے لئے دوسری حدیث الحسین بن سعید سے بھی اسی مضمون کی ہے۔

۴۔ تہذیب۔ روافض کے ہاں حدیث کی چوتھی کتاب تہذیب ہے اس کے مصنف بھی علامہ طوسی ہیں۔ محمد بن احمد سے روایت ہے کہ اُم کلثومؑ بنت علیؑ علیہ السلام اور اُم کلثومؑ کا بیٹا زید بن عمر ابن الخطابؓ ایک ہی ساعت میں مدفون ہوئے اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ پہلے کون مرا۔ پس ایک دوسرے کا وارث نہ ہوا۔

۵۔ شافی۔ ابن شافی دینار بن ابیہ والائیم شیعوں کے نزدیک ایک نہایت مجتہد کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام سید مرتضیٰ علم الہدی متولد ۷۵۵ھ ہے سید مرتضیٰ شیخ مفید کا شاگرد تھا شیخ مفید کا قول ہے کہ ایک دفعہ خواب میں مجھے سیدۃ النساءؑ زیارت ہوئی۔ اور آپ نے فرمایا کہ میرے ان دفینوں میں سید مرتضیٰ اور زید بنی کو تعلیم دو۔ چنانچہ مصنف نے ہتھ اٹھا عشریہ اس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابی ثر نے اپنی بیٹی کا نکاح عمرؓ سے بطیب خاطر نہیں کیا بلکہ یہ عقد بار بار کی دہرا پیر ہوا۔ بلکہ نوبت تخلیعت و تہمدید اور نماز عمت تک پہنچی۔

اقول۔ بہر حال جیسے بھی ہوا نکاح ہوا اور ضرور ہوا۔ اور اُم کلثومؑ بنت سیدنا علیؑ سے ہوا۔ اُم کلثومؑ بنت ابوبکرؓ نہ کسی جلیفہ سے نہیں ہوا۔

۵۔ نہج البلاغہ کی شرح جو عبد اللہ بن ابی حامد عبد الحمید بن ہبیب اللہ المدائسی الشیبیہ بابن ابی العدید نے کی ہے۔ اس کی جز ثانی ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت المکرمہ پر جو عبارت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت عمرؓ ایک روزہ میں آئے جہاں جلیل القدر مہاجرین بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے کہا مجھے مبارک دو مجھے مبارک دو۔ انہوں نے پوچھا یا امیر المؤمنین کس بات پر آپ نے فرمایا میں نے اُم کلثومؑ بنت علیؑ سے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ قیامت کے دن تمام قسم کے تعلقات نبوی و دامادی ختم ہو جائیں گے۔ سوائے میرے لہب لب و اور صبر کے۔

اس روایت سے ایک اور بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ نبی علیہ السلام کے خسر تھے۔ سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؑ آپ کے داماد تھے اور اُم کلثومؑ سے نکاح کے بعد سیدنا علیؑ کا تعلق نبی علیہ السلام سے دوہرا ہو گیا۔ اور یہ چاروں قیامت کے دن نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔ ۷۔ محب السالمونین۔ روافض کی دنیا کی اہم ترین شخصیت جسے یہ لوگ شہید ثمانیہ کہتے ہیں۔ جس کی بددیہانی کی وجہ سے جب انگریزوں نے اس کی زبان گدی سے کھینچا دی تھی اور فوراً جہاں نے اس کے قتل کے بدلے میں دجنوں علماء کو جہاںگیر سے کہہ کر پھانسی دلائی تھی۔ اپنی مشہور تالیف مجالس المؤمنین میں متعدد مقامات پر اس نکاح کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ ایک مقام پر تو یہ کہہ کر تمام روافض کی وارثی مؤند ڈالی۔ اگر نبیؐ خسر بن عثمانؓ داد علیؑ خسر بن عمرؓ خسر تادیک۔ شد و شد۔

ایک مقام پر مجلسی لکھتا ہے کہ علیؑ نے عمرؓ کو اس لئے لڑکی دی کہ اس کی رخت طبعی اور اکھڑ پن کی اصلاح مقصود تھی (نوع بالہ) اقول۔۔ مجلسی کے اس قول سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ سیدنا فاروقؓ کی سیدنا علیؑ کے دل میں بڑی وقعت تھی بڑی قدر اور بڑی اہمیت تھی۔ اور سیدنا علیؑ نے سیدنا عمرؓ کی اصلاح کے لئے اپنی بیٹی تک قربان کر دی۔ آگے چل کر مجلسی لکھتا ہے کہ محمد بن جعفر طیار نے حضرت عمرؓ کی فوتبگی

نہایت متقی کامل الایمان اور پرہیزگار تھے۔ اور یہی بات اس مجوسی الاصل گروہ کے تربیت یافتہ افراد کو پسند نہیں۔ ان کا تو ایمان ہے کہ ان کے خدائے انہرس کے پیار یوں کو خطراتی سے نیت و نابود کرنے والی ہستی کو دن رات کو سا جائے۔

سید نادر النورین عثمان ابن عفان

شیعوں کی معتبر کتاب حدیث میں ہے کہ:-

”ثروت دامادی میں حضرت عثمان حضرت علی کے شریک ہیں کیونکہ ان کو پیغمبر خدا نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں اور وہ دونوں سیدہ خدیجہ کے بطن سے تھیں۔“ (حدیث تحقیق مطبوعہ مطبعہ خمس جدیدہ مکہ مکرمہ)
 ام کلثوم درجہ نبی کی بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں سیدہ رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان کا ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جو چار سال کی عمر میں سرخ کی چونچ مارنے سے فوت ہو گیا (نسخۃ الاخبار مطبعہ عین الفیوض ص ۳)
 حیات انقلاب فارسی میں ہے و تزویج کرد ام کلثوم دختر خرد را عثمان پیش از آنکہ بمکہ آمد و چونکہ عثمان نے اپنی بیٹی ام کلثوم عثمان کے نکاح میں دی اور قصتی سے پہلے وہ فوت ہو گئی۔ پھر رقیہ عثمان کے نکاح میں دی۔

سیدنا عثمان جامع القرآن تھے

تاریخ القرآن میں ابو عبد اللہ زنجانی علی بن موسیٰ القلیب با بن طاووس کی کتاب سعد السعود سے روایت کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ حضرت عثمان کے بارے میں غلو ذکر و اور قرآن مجید کے جملے کا ان پر الزام نہ لگاؤ۔

سُن لیجئے۔ ام کلثوم بنت علی ضرور عمر کے حوالہ عقد میں آئیں مگر وہ فاطمہ کے بطن سے دھتیں بلکہ ایک لونڈی زادی تھیں۔ چونکہ عمر کے والد بھی لونڈی زادہ تھے۔ اس لئے جوڑ کی ام ولد کے بطن سے تھی اس کا عمر سے نکاح کر دینا بیہودہ سے بیہودہ کامل جانا تھا۔

واہ مرزا صاحب لکھتے کو تو آپ یہ لکھ گئے کہ گویا جوڑ کی کسی امام کے ہاں کسی ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا کسی خاص، خاص، جیت، طاقت، قاسق اور ناجبر کے نکاح میں دیدینا کوئی جرم نہیں۔ مگر ذرا یہ بتائیے کہ زمین السابین، موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد تقی، علی نقی، حسن عسکری اور امام قاضی کن آزاد خورق کے بطن سے تھے۔ آپ کے علاوہ العیون والے رئیس المحدثین اور اصول کافی والے محدث اعظم تو ان ساتوں کو لونڈی زادے قرار دیتے ہیں را اصول کافی ص ۱۹۱
 شیعہ مذہب کی صحاح اربعہ بلا اختلاف اس نکاح کی مقرر ہیں۔ ادران میں کوئی ایک حدیث بھی اس قسم کی موجود نہیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ پھر رافض اپنی بدعتی سے اس نکاح کا انکار کر کے خواہ مخواہ جہنم کا بندھن بن رہے ہیں۔ یہ لوگ اس وجہ سے اس نکاح کے منکر ہیں اور بعض رافضی کے زقوم کو اپنی کذب بیانیوں سے سرسبز و شاداب کئے ہوئے ہیں کہ اگر اس نکاح کا اقرار کریں تو ان کا مزعومہ قصر رافضی ایک لمحہ میں پوند خاک ہو کر رہ جاتا ہے۔
 اس نکاح کا اقرار کرنے سے انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ صحابہ کرام کے آپس میں تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ اور اس صورت میں وہ مجوسیت اور یہودیت کا پیدا کردہ بغض ظاہر کرنے سے معذور ہو جاتے ہیں۔

اس نکاح سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو سیدنا عمر سے کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لوگ صحابہ کرام کو گالیاں دینے سے رک جاتے یعنی تخریب دین سے متعلق کاروائیوں سے انہیں دست بردار ہونا پڑتا۔ اس نکاح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر حضرت علیؑ کے نزدیک

بنیادی مناد من المعاد اولیٰ للمعاد الا
ان علیہا علیہ السلام وشیعہ ہواغایوں
قال دیناری مناد اخر النصارى لان عثمان
و شیعة هم الفاضلون (۱۳۸)
اولیٰ نہا میں ایک منادی آسمان سے ندا کرتا
ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ علی علیہ السلام اور ان کے
قائل دیناری مناد اخر النصارى لان عثمان
ایک منادی ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ عثمان اور
اس کے گروہ والے مراد کو پیچیں گے۔

سیدنا معاویہؓ

مشہور شیعہ مؤرخ ابن طلقی کی ایک روایت سیدنا علیؓ کے حالات کے تحت
آماں حق کے نمون میں سیدنا معاویہؓ کی تعریف میں آگے آئے گی (سیدنا معاویہؓ کے
علم کے بارہ میں سن لیجئے۔

۱۔ حضرت معاویہؓ نے کسی انصاری کو بانصد دینا بھیجے۔ انصاری نے کم سمجھے
اور اپنے بیٹے کو دے کر کہا انہیں لے جاؤ اور امیر معاویہؓ کے منہ پر دے مارو
صاحبزادے معاویہؓ کے حضور میں پہنچے اور اپنے باپ کے ارشاد سے مطلع
کرتے ہوئے کہا وہ تھوڑی کچی قسم کے بزرگ ہیں انہوں نے ایسا فرمایا ہے معاویہؓ
نے فرمایا تم ضرور اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کرو مگر اپنے چچا کا بھی خیال رکھنا
اور دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیا اور آخر میں اسے دگنی رقم دیکر
رخصت کیا (الغیرۃ ۱۳۸) ابن طلقی اس واقعہ کے لکھنے کے بعد کہتا ہے کہ
معاویہؓ کی ان خبریوں نے ہی انہیں عالم اسلام کا خلیفہ منتخب کر دیا تھا۔

۲۔ الامت والیاستہ کا جہول الاحوال رافضی مصنف لکھتا ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ
نے معاویہؓ کی وفات کی خبر سن کر کہا اے اللہ! معاویہؓ پر اپنی رحمت کو بیج کیجئے
واللہ وہ ان لوگوں کی مانند تو نہ تھے جو ان سے پہلے گزرے لیکن ان سے بعد
ان کی مثل آنے والا کوئی نہیں ہے (جلد ۴ ص ۱۳۸) (۱۳۸)

۳۔ مشہور شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتا ہے۔ امیر معاویہؓ مسجد میں کرسی رکھوا کر بیٹھتے

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! حضرت عثمانؓ نے قرآن کے جو اوراق جلائے وہ
تمام صحابہؓ کے مشورہ سے جلائے۔ آپ نے ہم سب کو جمع کیا اور فرمایا اس قرأت
کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ لوگ قرأت میں متاثر
کرتے ہیں اور یہ چیز کفر تک پہنچاتی ہے۔ تو ہم نے کہا آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے
فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایک قرأت پر جمع کروں۔۔۔۔۔ تو ہم نے کہا آپ نے
بہت اچھا فیصلہ کیا ہے (بحوالہ النور اسم بن ابراهيم، مائتہ ۱۳ شائع کردہ ادارہ
الحياء السنۃ گرجا کھ)

افسوس کہ شیعوں کو حضرت علیؓ کی اس روایت کے مقابلہ میں محمد بن جعفر رافضی
المعروف شیطان الطاق کے قول میں زیادہ صحت نظر آئی ہے جو اپنی تالیف امانت
میں لکھتا ہے کہ عثمانؓ نے اصلی قرآن جلا دیا تھا۔ حالانکہ امام زید نے جعفر صادق
کی مجلس میں اس پر انکار کیا تھا۔

حضرت علیؓ کی اسی روایت کے مقابلہ میں حسین محمد بن محمد بن نوری طبری کی کتاب
مشہد میں مرقوم ہر بات زیادہ پسند آتی ہے کہ عثمانؓ نے اصلی قرآن جلا دیا تھا۔

شیخ ابن بابویہ قمی نے معانی الاخبار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے:-
عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابابکر
متی عنزلۃ السمع وان عمر متی عنزلۃ ہے اور عمرؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نے میرے سمع کے
البصر وان عثمان عنزلۃ الغوار وحوالہ ہے۔

آیات جنیات)

فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ میں ہے۔ محمد بن علی الحلبي کہتے ہیں کہ میں نے امام
جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ فرمایا کہ نبی عباسؓ میں اختلاف پڑتا اور تمہارا اور میری
کا خراج یقینی ہے۔ میں نے عرض کیا نہ اس طرح ہوتی ہے۔ تو فرمایا:-

لہذا یہ کتاب تخت میں ۱۷۹۲ھ میں اور ایران میں ۱۷۹۲ھ میں چھپی تھی۔

جنگِ اُحد

شیعہ مذہب عجیب بھانپتی کا سوا نکتہ ہے صحابہ کرام کے بغض میں امدھ سے ہو کر یہ ایسی داعی کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جس کی زد سے نہ خدا اپنے نہ رسولؐ بچنا چہ غزوہ اُحد میں صحابہ کرام کو صیغور ڈھکنا ثابت کرتے کرتے انہوں نے نبی علیہ السلام کو بھی نہ چھوڑا۔

حین فرمن قومہ ولحق بالعدا من خونہم۔ یعنی مجھ سے جس وقت اپنی قوم سے بھاگا اور ان کے خوف سے غار میں لاق ہو ا (علیٰ اشراعیع ص ۱۲۱) نمود بانگہ من ذاک البغوات تمام مذاہب کی تاریخیں اٹھا کر دیکھو جن میں اسلام دشمن لوگوں کی تاریخیں بھی ہیں مگر جنگِ اُحد میں کسی نے ”غار“ وغیرہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ مگر شیعوں نے غارتیاری اور نبی کو بھاگا کر غار میں پہنچا کر دم لیا۔

اور فیصلہ کن امر ان اصحاب کے متعلق جو درہ چھوڑ کر نیچے اتر گئے تھے یا جو اخرا تفری کے عالم میں منتشر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ولقد عفا اللہ عنہم فرما کر ان کی ماضی اور مستقبل کی لغزشوں کو معاف کر دیا تھا۔ ولو فرضنا درہ کا چھوڑ دینا ان کی نافرمانی پر ہی دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اُن میں سے چند اصحاب نے اس وقت درہ چھوڑا تھا جب مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں فتح محال ہو چکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس لغزش کو معاف فرما دیا تھا۔ مگر کیا فرماتے ہیں نظریہ عصمت کے فالقین سیدنا علیؑ کے متعلق جب آپ نے غزوہ تبوک کے موقع پر نبی علیہ السلام کے ارشاد کے خلاف مدینہ چھوڑا جب بین سے مال غنیمت لاتے ہوئے راستہ میں ایک لونڈی سے خلوت کی حبسیدہ خاطر نہ کو نکاح کے وقت بیک وعدہ کے خلاف پانی اور ایندھن لانے کی تکالیف پہنچا میں اور دختر ابو جہل سے نکاح کا ارادہ کیا۔ جب شبِ ہجرت کفار کے استفسار پر بقول تویر البیان اظہاری بیزاری کرتے ہوئے کہا میں محمدؐ کا نگہبان نہیں۔

اور بلا استثنا ضعیف و کمزور و بیوقوف، بچے، عورتیں، لاوارث سب پیش کئے جاتے ہر شخص ان کے سامنے اپنی تکلیفیں پیش کرتا۔ آپؐ کے تدارک کا حکم فرماتے منکولوں کی داد بھی کرتے، پھر دربار میں کتے اور اُمراد شر فاد کو باریاب کرتے اور فرماتے تمہیں اخرا ف اس لئے کہا گیا ہے کہ تم کو اگر کسی طرف سے متعلق کچھ معلوم ہو تو مجھ تک پہنچاؤ (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ مصر)

۴۔ مشہور شیعہ مورخ امیر علی گھٹا ہے کہ مجموعی طور پر حضرت معاویہؓ کی حکومت اندرون ملک بڑی خوشحال تھی۔ اور خارجہ پالیسی کے لحاظ سے بڑی کامیاب تھی۔ (مبشری آف سیر ستر ص ۱۲)

۵۔ حسن نظامی جیسا غالی شیعہ اور مذہبِ رافضی لکھتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی کو گالی نہیں دی۔ بہت نرم دل تھے۔ زور اور سختی کی حکومت کو ناپسند کرتے تھے (محرر نامہ ص ۱۰۸۔ ۱۰۹ طبع دہلی)

۶۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کیونکہ یہ ایک ہی بیعت ہے جس میں نظر ثانی نہیں ہو سکتی۔ نہ نئے سرے سے اختیار کا حق حاصل ہے جو اس سے نکل گیا وہ اسلام پر طعن کرتا ہے اور جو تردد کرتا ہے سہل انگار ہے۔

اصحابِ بدر

• اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدر کے حق میں فرمایا:

اعملوا ما شئتم فقد عفرتکم رخصۃ الیہ شیعہ؟ کرو تم جو کچھ تم چاہو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

(اس کی تفسیر میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:-

• لعن اللہ اطلع علی اهل البدر فغفر لهم فقال اعملوا علی ما شئتم فقد عفرتکم رخصۃ الیہ شیعہ) اللہ تعالیٰ اہل بدر پر بخیر ہو ا پس انہیں بخش دیا۔ اور فرمایا کرو جو تم چاہو۔ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

شیخ علی حشریوں نے ہاں بہت بلند مقام رکھتے ہیں اپنی مشہور تالیف تذکرۃ الفقہاء کی چھٹی جلد میں لکھتے ہیں کہ اُحد کے دن حضرت ابو بکرؓ نے اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت نے منع فرمادیا کہ جلنے دے کوئی اذیرہ کام کرے گا۔

غزوہ تبوک

اس قسم کی تصریحات کا استنباط ایک طویل وقت کا مقتضی ہے شیعوں کا وہ گروہ جو نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد سوائے تین چار اصحاب کے سب کے ارتداد کا قائل ہے۔ انہوں نے جنگ بدر، جنگ اُحد میں شامل اصحاب کے فضائل دیکھ لئے ہیں۔ ان کے بعد اب غزوہ تبوک کے متعلق بھی سن لیجئے۔ بدر الدجی اشیعوں کی ایک مشہور اور مستند کتاب ہے اس کی دوسری جلد سے فارسی کا ترجمہ اردو میں پیش کیا جاتا ہے۔

”امام رضاؑ نے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے سب سے مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرما کر ان پر رحمت کی۔ مہاجرین و انصار کی صفت میں فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام کی تنگی اور عسرت میں پڑی کی، اور تبوک کے لشکر کو حبش عسرت کہتے ہیں اس لئے کہ وہ سخت تنگی میں تھے اور کس آدمیوں کے پاس صرف ایک ایک اونٹ تھا اور یہی حالت سامانِ خوراک کی تھی کہ ایک دن میں وہ دو آدمی ایک خرما پر گزارہ کرتے تھے (۷۵) نتیجہ یہ نکلا کہ حبش عسرت میں شامل اصحاب مؤمنین کا ملین میں سے تھے اور لطف یہ کہ سیدنا علیؑ اس لشکر میں سرے سے موجود ہی نہ تھے بلکہ بطور محافظ مدینہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے۔

اسے دوست پر یکسیدان حافظ قدس نے

غزوہ تبوک کے موقع پر نبی علیہ السلام نے اپنے عیال کی خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔ اور نبی غفار کے ایک شخص سباع بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔
لے۔ شکوۃ میں آنحضرتؐ کے مائتین کا نام ام مکتوم بتایا گیا ہے۔

چند لوگوں نے سیدنا علیؑ کے متعلق چہ بیگوئیاں شروع کیں کہ علیؑ ان کو نکما سمجھ کر آپؑ چھوڑ گئے ہیں سیدنا علیؑ کو یہ سنگسار مارے ضبط نہ رہا اور اس کو بند ہو کر نبی علیہ السلام کے حکم کے خلاف آپ کے اہل و عیال کو بے سہارا چھوڑ کر مقام جرت میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور عرض کیا کہ مجھے لوگ نکما کہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جھوٹ کہتے ہیں میں نے تمہیں اپنے اہل و عیال کی نگرانی کے لئے چھوڑا ہے۔ اس موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے کہ تمہیں میرے پاس وہ مرتبہ ملے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے پاس تھا (طبری جلد اول حصہ سوم ص ۸۵) طبع دکن، مجلس اپنی تالیف حیات القلوب میں لکھتا ہے کہ تبوک کے غزوہ کے وقت نبی علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔۔۔ بنا فیتن نے طعن دے تو آپؑ اسلمہ ہیں کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے (۷۵) اور یہی اس موسیٰ اور ہارونؑ کی مشابہت سے روانہ سیدنا علیؑ کی خلافت بلا فضل کی لم تر شے ہیں مگر نہیں سمجھ نہیں آئی کہ ہر دو کتب روانہ میں صاف لفظ ہیں کہ تمہیں اہل و عیال کی حفاظت کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔ اور اپنا نائب تو آپؑ نے ایک غفاری نوجوان کو بنایا تھا۔ اس لحاظ سے نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد اس غفاری کو نبیؐ کا جانشین ہونا چاہیے تھا۔

دوسری اہم ترین بات ہے کہ غزوہ اُحد میں درہ میں متعین صحابہ کرام کے چند آدمی فتح کے آثار دیکھ کر درہ چھوڑ کر میدان میں پہنچ گئے جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چشم زخم پہنچا اور اس واقعہ کو شیعہ اچھا اچھا کرنا ہوتا ہے۔ مگر علیؑ نے یہاں صریحاً نبیؐ کے حکم کی نافرمانی کر کے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اگر اس عرصہ میں نبی علیہ السلام کے اہل و عیال کو کوئی چشم زخم پہنچا تو کیا ہوتا۔ پھر اس پہلو سے بھی اس پر غور کیجئے کہ تین صحابہ کرام محض تساہل کی وجہ سے شامل غزوہ نہ ہو سکے جن کے ساتھ مسلمانوں کو اتنا عرصہ قطع تعلق کرنے کا حکم ملا جتنا وقت اس سفر میں لگا تھا۔ مگر علیؑ ان تین صحابہ سے بڑھ کر بعض لوگوں کے نکما کہنے سے حوصلہ

ہار کر نبی کے ارشاد کے خلاف مدینہ چھوڑ کر نبی علیہ السلام کے پیچھے چل پڑے۔
 حوصلہ دیکھئے ان اصحاب کا جنہوں نے اس موقع پر اپنا تن من دھن سب کچھ
 قربان کر دیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے گھر کا تمام اثاثہ حتیٰ کہ سوئی دھاگر چھلنی اور توالتک
 لاکر حضورؐ کی خدمت میں ڈھیر کر دیا۔ فاروقؓ نے اپنے مال پیش کیا اور عثمانؓ ذوالنہد
 نے ایک تہائی لشکر کے کھانے اور سواری کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا۔ سیدنا علیؓ
 کو نبی علیہ السلام نے اس موقع پر جوشیل ہاروں فرمایا تھا اس کا مطلب بھی یہ نہیں
 تھا کہ تم میرے بعد غلیظہ ہو گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہاروں علیہ السلام کی
 طرح تم بھی پیچھے رہ جانے والوں کو سنبھال نہیں سکو گے۔ اسی لئے اپنا نائب یعنی
 خلیفہ ایک غفاری نوجوان کو بنایا تھا اور علیؓ نہ گھر میں صرف اس لئے چھوڑا تھا کہ
 اہل و عیال کی حفاظت کرنا۔ یعنی انہیں ضروریات کی اشیاء لاکر دینا اور صرف گھر
 کی حفاظت کرنا۔

اسی جنگ کی تیاری کے موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا من جمعہ حبش العسک
 نلہ الجنۃ ”میں نے اس تنگ دست لشکر کے سفر کا سامان مہیا کیا اس کے لئے
 جنت ہے“ متعدد روایات میں ہے کہ اس لشکر کی تعداد تیس ہزار تھے قریب تھی۔ ان
 ایام میں سیدنا عثمانؓ کا ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف جانے والا تھا۔ آپ نے وہ قافلہ
 روک لیا اور تمام سامان نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس پر نبی علیہ السلام
 نے فرمایا ما ضرر عثمان ما عمل بعد الیوم ”آج کے بعد عثمان سے جو کچھ سرزد ہوگا
 وہ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا“

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شامل تمام جنتی ہیں

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ كُنُوا فِي بَيْتِ اللَّهِ عَمَلًا يَفْعَلُونَ اللَّهُ عَمَّا يُشَاءُ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا
 شیعہ المتوفی ۱۰۹۲ھ تغیر صاتی میں لکھتے ہیں:-

آنحضرتؐ فرمودند بدوزخ نرود نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ان رسولوں میں سے

یک کس انسان مومنوں کے در زیر شجر ہ کوئی ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ جنہوں
 بیعت الرضوان نام نہادہ اندہ بہت نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔
 آنحضرتؐ نے ایشاں فرمودہ کیونکہ حق تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے
 لقد رضى الله عن المؤمنين الخ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا۔

(رجل اصلا مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

غزوہ حنین

تقسیم غنائم کے موقع پر نبی علیہ السلام نے فرما دیا کہ ان کی تالیف تالیف
 کے لئے مال عطا فرمایا۔ تو انصار میں سے چند اصحاب نے اپنی کسی ایک مجلس میں
 اس بات کا ذکر کیا کہ ہمیں مالی غنیمت سے کم ملا ہے۔ بعد کے زمانہ میں روافض کے
 ہاتھ میں بھی معمولی سی بات ایک بہت بڑے بہتان اور افتراء کی صورت میں
 پروان چڑھتے چڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ لعنوا باللہ وہ سب مرتد ہو گئے تھے۔ مگر
 مگر ان عقل کے اندھوں کو آج تک اپنی مستند تغیر مجمع البیان لطیف سی کی یہ عبادت
 دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔

اس موقع پر نبی علیہ السلام نے جو ارشاد فرمایا اس کی موجودگی میں روافض کی
 خرافاتی سے انصار کے عمل و ایمان میں تو کمی ہونے سے رہی

یہ لوگ اپنے ہی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: اَفَلَا تَشْعُرُونَ يَا مَعْشَرَ الْانصَارِ اَنْ يَذَّوْبَ
 الناس الخ اسے گردہ انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریا لے کر
 گھر جائیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو لے کر گھر جاؤ۔ اس ذات کی قسم ہم کے
 ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی
 میں تو میں یقیناً انصار کے ساتھ چلوں گا۔ اور اگر ہجرت نہ کی ہوتی تو میں انصار
 کا ایک فرد ہوتا۔ اسے اللہ! تو انصار پر انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے ہاتھوں پر
 رحم فرماتے رہنا (جلد ۲ ص ۱۱)

صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ السلام کا جنازہ پڑھا

آج روافض کے داعیین اور خاکین اپنی مجالس و عطا اور محافل ذکر میں شہد مد سے منبروں پر چھل اچھل کر ان الفاظ کا تکرار کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے تو نبی علیہ السلام کا جنازہ تک نہیں پڑھا۔ ان لوگوں سے کون پوچھے؟ کیا پوچھے؟ کیسے سمجھائے اور کیا کیا سمجھائے کہ آیا تمام کذب و افتراء، جھوٹ اور بہتان کا ٹھیکہ تم نے ہی لے رکھا ہے۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اور کہتے چلے آ رہے ہو ان میں سے کوئی ایک بھی سچی بات کبھی تمہارے منہ سے نکلی ہے۔ تم لوگ بغضِ صحابہؓ اس قدر اندھے ہو چکے ہو۔ اور ان کی مقدس ذاتوں پر اس قسم کے بہتان تراش رہے ہو جن کی زد میں بالواسطہ تمہارے مزمومہ آئمہ بھی آتے ہیں۔ لیکن عذر شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ یہ ہے آپ کی اصول کافی اس میں مرقوم ہے:-

عن ابی جعفر علیہ السلام قال امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات ہوئی تو آپ پر زشتوں، مہاجرین صلت علیہ الملائکۃ والاعمال جن اور انصار نے گروہ درگروہ نماز پڑھی۔ والانصار فوجا فوجا (جلد ۳ ص ۳۷)

اب اس روایت سے متغیر کبرائے نکال کر آپ جو جہاں کہتے پھرتے ہیں۔ مگر حقیقت اپنی جگہ اٹھ ہے۔

جنگ صفین کے طرفین

جنگ صفین کے شہداء کے متعلق سیدنا علیؑ کا قول فیصل قتلائی و قتل معاویہؓ فی الجنة (بروایت یزید بن اسلم رواہ الطبرانی و مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۵) یعنی میرے لشکر کے مقتول اور معاویہؓ کے لشکر کے مقتول سب جنتی ہیں۔

نہج البلاغہ میں آپ کا ارشاد بایں الفاظ مرقوم ہے الامم اعدا لا ما خلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ بسوا (نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۳۵)

”ہمارا اور معاویہؓ کا سب معاملہ ایک ہی ہے۔ بجز اس کے کہ ہم عثمان کے خون کے متعلق اختلاف کیا۔ مگر ہم اس الزام سے بری ہیں۔“

سیدنا معاویہؓ کی خلافت

جب امیر معاویہؓ سربراہانے خلافت ہوئے تو انہوں نے اسی تمام عیار، بدکردار، مکار، اخراج اور نافرمان، برکش اور باغی عناصر کے کس بل ٹکال کر رکھ دئے۔ اور دنیا ہر اس فتنہ کا فائدہ ہو گیا اور ملک میں امن و امان کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ مگر سب صحابہؓ کے سلسلہ میں انہیں جو چاٹ لگ چکی تھی وہ زیر زمین دگنی ہو گئی۔ پہلے تو یہ لوگ علی الاعلان کچھ نہ کچھ کہہ کر اپنے دلوں کا غبار نکال لیتے تھے۔ مگر اب ان کے اہم ترین ستون جب پیوند خاک ہو گئے تو یہ لوگ غصے سے دیوانے ہو گئے اور ہاگل ہو کر اپنی چار دیواریوں کے اندر چھپ چھپ کر بکواس کرنے لگے۔ امویوں کے دور خلافت میں انہوں نے چند ایک علویوں کو گھیر کر غزوہ کرانے، مگر اپنے بلوں سے نکلتے ہی ان کے سر کھیل دیئے جاتے رہے۔ ان کا یہی حشر عباسی خلافت کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ مگر خلیفہ معتمد باللہ عباسی کی خلافت کے زمانہ میں جب مشہور غالی شیعہ ابن علیؑ کو وزارت کا عہدہ ملا تو اس نے ہلاکو کو بلا کر صرف بغداد کو ہی تباہ نہ کرایا بلکہ تمام عالم اسلام کا مرکز اجاڑ کر رکھ دیا۔ اور جب دوبارہ خلافت عباسیہ کا ظہور ہوا تو یہی خاندان نے اپنی رہی سہی کسر پوری کر دی۔

شیعہ مذہب میں تضادات کیوں

یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب تضادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ یعنی زیر زمین گروہ صحابہ کرامؓ کے حق میں جو بدزبانی اور بدگوئی کرتا رہا اس کا ذخیرہ الگ تیار ہوتا رہا۔ اور فاطمی اکابرین کے اس گروہ سے جو سچے مسلمان تھے ان سے جو شیعہ ملتے رہے وہ صحابہ کرامؓ کی تعریف کرتے رہے۔ نتیجتاً مذہب شیعہ تضادات کا مجموعہ بن گیا۔

انداز میں ضرور کرتے۔ آپ زیادہ پریشان اس وقت ہوئے جب جنگ صفین کے بعد عبداللہ بن سبا کے ساتھی اور آپ کی فوج کے کمانڈر انچیف مالک بن انس بن قاتل عثمان نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ چنانچہ اس موضوع پر آپ نے متعدد بار اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ شک میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؓ پر ان کی اپنی خلافت کا زمانہ سخت مشکلات کا زمانہ تھا۔ مکہ، مدینہ اور شام کی طرف سے تقاضا تھا کہ قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے۔ آپ کی اپنی فوج میں جو لوگ قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے حق میں تھے ان کی تعداد بھی کئی ہزار تھی۔ مگر آپ پوری طرح قاتلین عثمان کی گزرت میں آپکے تھے۔ اگر کبھی دبی زبان سے بھی آپ کے منہ سے اس قسم کے الفاظ نکلنے کہ قاتلین عثمان میرے لشکر سے الگ ہو جائیں تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ تلواریں لہراتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوتے اور علی الاعلان کہتے ہم سب عثمان کے قاتل ہیں۔ اور آپ کو یہ سب کچھ دیکھنا پڑتا۔ آپ کے بس میں یہی تھا کہ آپ انہیں زبانی منع کریں۔ چنانچہ آپ نے بار بار فرمایا کہ میرے پیش رو کو شنی کے مینار نہ ہدایت کے چراغ اور اسلام کے جاننا زیا ہی تھے۔ (تفصیل دوسرے مقام پر گزر چکی ہے) مگر آپ کی کوئی نہ سنا۔ حتیٰ کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

غرضیکہ سیدنا علیؓ کے گرد جمع ہونے والے گردہ کی حرکتیں اہل صفا کو نہایت ناگوار تھیں۔ سیدنا ابراہیمؓ انصاریؓ جنگ جمل تک آپکے ساتھ رہے اور پھر الگ ہو گئے۔ جریرؓ بن عبداللہؓ جنگ جمل کے بعد آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ قیسؓ بن سعدؓ نے جنگ صفین تک ساتھ دیا۔ بعد میں مصر کے والی بھی بنے مگر جب دیکھا کہ علیؓ اپنے بد زبان ساتھیوں کی گوشمالی کی قدرت نہیں رکھتے تو مداحی ہو کر مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ جو سی اور سبائی ذہن کی تیار کردہ

سیدنا علیؓ کی خلافت سے پہلے

سیدنا علیؓ کی خلافت کا زمانہ ان کے شیعوں نے ان کے لئے کانٹوں کی سیج بنا رکھا۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد پچیس سال آپ نے ہر قسم کی فراغت و آسودگی خوش حالی اور امن چین کی نعمتیں گزاری تھیں۔ اصحاب کبارؓ کے زمانہ میں تقریباً چالیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا۔ مگر سیدنا علیؓ نے کسی غزوہ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ خلفائے ثلاثہ آپ کی ماضی مدینہ میں ضروری سمجھتے ہوں اور اکثر امور اور بہات ملکی میں آپ کے مشوروں کی ضرورت پڑتی ہو۔ مگر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ نے خود کسی غزوہ میں شامل ہونے کا ارادہ ظاہر نہ کیا ہو اور اصحاب ثلاثہؓ میں سے کسی نے آپ کو حکماً بھیجا موزوں نہ سمجھا ہو۔ مختصر یہ کہ وجہ کوئی بھی ہو آپ کو گھر بیٹھے فدک کے حصے سے اور غنیمت سے اس قدر مال مل جاتا تھا کہ ایک بار فدک کا حصہ آنے پر آپ نے خود ہی یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا تھا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ غرہ میں تقیم کر دیا جائے۔

خليفة بننے کے بعد

مگر جب خلافت کا بار آپ کے کندھوں پر پڑا اور اپنے ساتھیوں کی نافرمانی سے واسطہ پڑا تو گزرے ہوئے زمانے کی یاد ستانے لگی۔ نبی علیہ السلام کے اکثر خطبات سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ اکثر گزرے ہوئے زمانے کی یاد کسی نہ کسی

وہ سب حضرات کبھی اور کہیں پیدا ہوئے ہوں کیا یہ تصور صریح کفر اور شرک محض نہیں ہے؟
مفوضہ اور غالیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کارِ جہان ائمہ
کے سپرد کر رکھا ہے۔ یہی لوگوں کو پیدا کرتے ہیں، مارتے ہیں، روزی دیتے ہیں۔ عبادت
ہیں اور مرنے کے بعد اٹھائیں گے اور عذاب دیں گے۔

اذان میں علی ولی اللہ کہنے والے پر لعنت

شیعہ امامیہ کے مجتہد اعظم مقید نے اپنی مشہور تالیف جو شیعوں کی صحاح اربعہ
میں شامل ہے یعنی "من لایحضرہ الفقیہ" کے باب الاذان میں لکھا ہے کہ مفوضہ ہی
ہیں جو اذان میں حضرت علیؓ کو ولی اللہ اور رضی رسول اللہ اور خلیفہ بلا منسل ہونے
کا اعلان کرتے ہیں، مولف من لایحضرہ الفقیہ لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ جزو اذان نہیں
جہاں جزو اذان کچھ کران کر اذان دیتے وقت کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اقول:۔ آج تمام شیعہ مساجد میں یہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں۔ بقول مصنف
من لایحضرہ الفقیہ یہ الفاظ دہرانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ آخر مصنف نے ان
الفاظ کے قائل کو ایسا کیوں کہا۔ بات بالکل سیدھی اور صاف ہے کہ ان الفاظ سے
بالواسطہ اصحاب ثلاثہ پر سب کا پہلو پیدا ہوتا ہے اور یہی سب باعث لعنت ہے
تجکیر کے ساتھ شیعوں نے نعرہ رسالت اور نعرہ جبرری گھڑا۔ اور لطف یہ کہ غیر شیعہ
جہلا بھی اس شیعہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اسی قسم کے نعروں سے اپنی محاسن
میں گہری پیدا کرتے ہیں۔

شیعی بدعت کا بانی بوہی خاندان تھا

مجوسی النسل بوہی خاندان جب بغداد پر تشریف لے کر آئے تو اس نے جو کچھ کیا وہ
علامہ غفری کی محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ میں الدلۃ العباسیہ کے صفحہ ۸۲ پر لکھیے
ملہ:۔ صاعقۃ الظنون فی رد عملاء البیون میں راقم نے اس موضوع پر کہ بقول رد انقضائہ
رب ہیں۔ تفصیلی بحث کی ہے۔ (درجہ بیعی ہے)

جماعت اب علی الاعلان "شیعہ علی بن گنتی" مگر اس بات کے باوجود وہ اپنی
کاروائیوں پر ایسی مطمئن نہ ہوئے۔ کچھ خوارج کا جاسہ دربر کے الگ ہو گئے
جو باقی رہے ان میں ذیلی شاخیں پیدا ہوتی رہیں۔ ان کے مقابلہ میں "کریم"
تشنص کے طور پر اہل سنت والجماعت کہلانے لگا۔ سیدنا علیؓ اور آپ کی اکثر
اولاد کا یہی مذہب رہا۔ علی بن حسینؓ (زین العابدین) ان کے بیٹے محمد باقرؓ ان کے
فرزند جعفر الصادقؓ، یا ان کی قسم کے علوی اپنے اپنے دور کی اہم شخصیتیں ہوئی
ہیں اور وہ سب کے سب اپنے وقت کے خلفاء کی بیعت پر مستقیم رہے۔

غالیوں اور مفوضوں کا مذہب

شیعیت کی مختلف شاخوں پر بحث کرنے سے پہلے مشہور زیدی شیعہ عالم
محمد بن الحسن دلمی کی شہرہ آفاق تالیف قواعد آل محمد مطبوعہ السادة مصر ۱۹۵۵ء کی
عبارت ملاحظہ کیجئے۔

بالغیوں کا مذہب پیش کرنے سے پہلے ہم غالیوں اور مفوضوں کی بعض باتیں
بیان کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ بھی انہیں میں سے ہیں۔ وجہ یہ کہ غالی ہوں
یا مفوض، اسامی باطنی ہوں یا شیعہ عشری امامی ان سب کے مذہبی اصول بہت
سے مسائل میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ امامیہ کا
مذہب باطنی مذہب کی دہلیز ہے۔ انہی کے ذریعہ لوگ شیعیت میں داخل ہوتے
ہیں اور سب کے سب شیعہ کے دعویٰ ہو کر دین میں غلو کرتے ہیں اور ملتانوں کے طریق
سے نکل جاتے ہیں۔ آگے چل کر بحث اہم لکھتے ہیں کہ:-

"ایک وجہ یہ ہے کہ یہ تمام ائمہ کو کفر کی جماعت کہتے ہیں۔ اور ان کا
نام انہوں نے ائمہ سرنگوں رکھا ہے۔ یعنی راہ راست چھوڑ دینے والی ائمہ،
پھر یہ لوگ نبی علیہ السلام کے زادہ سے لے کر آج تک کے تمام ائمہ، علیؓ
اور فضلہ ائمہ کو شیعہ طین اور اصنام کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک شیطانوں
میں پہلے بہت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ اور پھر عثمانؓ اور انہیں کی طرح کے دوسرے

شخص تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ابو بکر محمد بن عبد الرحمن بن عوف بن سعد بن ابی وقاص
ابو عبیدہ بن جراح، سالم مولائے ابن حذیفہ، مغیرہ بن شعبہ (مقبول قرآن امام ۳۹۵)
سعد بن وقاص آنحضرت کے مامور تھے، جن کو آپ نے فرمایا تھا میرے مال بآپ
آپ پر قربان ہوں۔ معاذ اللہ نبی علیہ السلام نے گویا منافقت سے یہ لفظ کہہ گئے۔
اور عباس بن علی علیہ السلام کے جبا ہیں۔ اور جہاں کے متعلق واضح طور پر کلیہ موجود ہے
العمر اقراب من ابن العسر ناد شراً لغت اور شرح کے لحاظ سے
جہا زیادہ قریب ہے بہ نسبت جہا کے پیٹے کے۔

۸۔ تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں ہے کہ الغشا سے مراد جناب اول اور المنکس سے
مراد حضرت ثانی اور البغی سے مراد مشر ثالث ہیں (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۹۔ سورہ بقرہ کی آیت ۹-۱۰-۱۱-۱۲ کی تفسیر کرتے ہوئے دشمن اسلام لکھتے ہیں کہ
اس سے مراد ابن ابی اسحاب اول اور ثانی اور منافقین میں سے جو ان کے ہمسر ہیں
جن کا نفاق ان کے کفر سے بڑھا ہوا ہے (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۱۰۔ تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ مراد یار سے وہ دونوں یعنی
ابو بکر و عمرؓ ان کا تیسرا ابو عبیدہ جراح اور جو تھا سالم مولائے حبیبہ اور ان کے ساتھ
عبد الرحمن و طلحہ تھے (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۱۱۔ تفسیر قمی میں سورہ بقرہ کی آیات ۲۰۴ اور ۲۰۵ کے تحت لکھا ہے کہ امام جعفر نے فرمایا
کہ یہ آیت اول و ثانی (ابو بکر و عمرؓ) کے حق میں نازل ہوئی ہے (مقبول قرآن امام ۱۵۵)
آیت ۲۰۴ ومن الناس من يعبدك قوله في الحيوة الدنيا لم يشهد الله
على ما في قلبه وهو لا يخبر الله بالخصار آیت ۲۰۵ واذنوا في الارض ليسوا
ويعبدك الخ والشا لله لا يجب الفساد

۱۲۔ تفسیر قمی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا
جس کے دشمن شیطان نہ ہوں۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن شیطان ابوبکر
و عمرؓ ہیں (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۱۳۔ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں جناب محمد باقر سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں
”قال الشيطان“ آیا ہے اس سے مراد عمرؓ ہے (مقبول قرآن امام ۱۵۵)
الغرض شیعت کی دنیا اس قسم کی مغویات سے بھری پڑی ہے۔ اور اس میں ان
بے چاروں کا قصور بھی نہیں۔ یہ لوگ جب خدا کو بھول جاتے والا اور جھوٹے کہنے والا
کہنے سے باز نہ آتے، شی کی تیس سالہ تبلیغ پر بہرہ کہہ کر پانی پھیر دیا کہ آپ کے مرنے کے
بعد سب مرتد ہو گئے اور زندگی میں تبلیغ کے لئے کفاس کے ماں شادی کیں اور ان کو
لڑکیاں دیں۔ علیؓ کو ان لوگوں نے بازاروں میں گھسیٹا، اور جب وہ غلبہ پٹنے تو ان کا
شہادہ توڑ دیا اور آخر شہید کر کے دم لیا۔ حسینؓ کو ذیل درسا کیا، حسینؓ کو بگاڑ کر قتل کیا۔
ایسے لوگوں سے کس کو جہاد کی امید ہو سکتی ہے کہ ان کے منہ سے کسی کے حق میں کوئی کلمہ خیر
نکلے گا۔ شیعوں مذہب کی بیسیوں کتب اس قسم کی عبارت سے بھری پڑی ہیں۔

تقدیراً شیعتنا خلاصۃ المصائب ص ۱۸ کہ ہمارے شیعوں نے ہیں ذیل درسا کیا کہ
والے اچھے اپنے آئمہ ہیں پھر دوسروں کے حق میں ان کی بدزبانی اور بے لگامی پر کیا ہوگا؟
صاحب استبصار کہاں تک گل افشائی کرتا ہے کہ علیؓ نے ایک بار بلا وضو نماز پڑھا دینی تھی
کا فی میں جناب امیر المؤمنینؓ سے خطبہ اوسید میں مرقوم ہے کہ میری جبرگیان اتنی
زیادہ ہیں کہ اگر میں ان کو بیان کروں تو ان کی کوئی حد و پابان نہیں ہو سکتی خود سے سننے
کے لئے مدت درکار ہے۔ مگر وہ بد بختوں نے مجھے چھوڑ کر خلافت کی قمیص کسی نہ کسی طرح
پر تکلف پہن لی۔ اور جس طرح ان کا کوئی حق نہ تھا۔ اس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے
لگے اور از روئے ضلالت گدڑی پر جا ڈٹے اور از روئے جہالت کار خلافت کرنے
لگے۔ (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

اقولے اور علیؓ چوبیس سال تک ان کے غیبات پر گزر کرتے رہے۔ ان کے خوف
سے بغیر نہ بند رہنے بھاگ کر مسجد میں پہنچے اور اول کے ماتھے پر بیعت کی۔ اور ثانی جو نبی ولیہ بنا
لے۔ خود علیؓ نہ کہتے ہیں کہ بیعت کے وقت انہوں نے بعد و علی الحسن و علی عقیل
رہے اللہ انہیں رحمت کرے۔ اور میرا شہادہ توڑ دیا۔

اس کی خدمت میں بیٹی کا نذرانہ پیش کیا۔

۱۵۔ کوئی خیرات احمد وکیل بھارت کے شہر گیا میں ہوا ہے اُس نے "نور ایمان" کے نام سے ایک نئی بات کا پتہ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں امانت دیانت بلکہ انسانیت کے نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ بڑے نوکری کوڑی لایا ہے اس کتاب کا صفحہ ۲۲۲ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ "پانچ حرفی الفاظ میں وسط کا حوت دل ہوتا ہے۔"۔ اس طرح فرعون، ہامان، تاملہ کے وسطی حرف کا، تم اور میں ہیں اور ان سے عمر بنتا ہے۔ آگے ملے لکھتا ہے اس وجہ سے ہم لوگوں کا عمر سے دلی نفرت رکھنا ہرگز خلاف تیاں نہیں بلکہ عین نفرت ہے۔

اقولے:- اور ہم لوگوں کا عین ایمان ہے کہ اس بھری دنیا میں علیٰ کو اپنی بیٹی کے لئے فرعون، ہامان، تاملہ کے قلب سے بڑھ کر کوئی شوہر نہ ملا۔

۱۶۔ کافی میں امام محمد باقر سے منقول ہے کہ ایک موقع پر جناب عثمان الخفاف نے امیر المؤمنین سے ملاقات کی اور کہا آپ ہی ہیں جو آیت با یکہا لعنتمون پڑھ پڑھ کر مجھ کو اور میرے یار ابو بکر بن ہرمن کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہی نہیں بلکہ کیا میں تم کو ایسی آیت کی خبر دوں جو نبی امیہ کے حق میں نازل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو قریب ہے کہ زمین میں فساد پھیلاؤ اور بچے رحمن کو قطع کر دو بحوالہ مقبول قرآن (مکتبہ)

کاشکہ میں اس مختصر کتابچہ میں یہ بیان کر سکتا کہ قطع رحم کرنے والے لوگ کون تھے۔ اگر شیعہ درست صورت اصول کافی میں ہی اپنے دوازدہ ائمہ کا حال پڑھ لیں تو جو وہ طبق رکشن ہو جائیں۔ اور جن بزرگوں کی طرف اس کا اشارہ ہے وہ تو رہتی دنیا تک ہدایت کے چراغ اور کائنات کی مدح کی طرح تابندہ رہنے رہیں گے۔

زمین میں فساد اور بربادی پھیلائے یا با بیٹوں نے۔ اموی توان کی بار بار

بغاوتوں کو نظر انداز کر کے ان کو اپنے الطاف و کرم سے توارفتے رہے۔

۱۷۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے سید اکھول اہل الجنة یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ جنت میں بزرگوں کے سردار ہوں گے یہاں مقبول قرآن امامہ والے کو شیطان الہام پہلے کر آپ نے اس طرح نہیں بلکہ سید اکھول اہل النار پایا ہوگا (اقتولے:- آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ تو ابوطالب اور ابولہب ہیں۔ آپ کو ہر بار کوئی نہ کوئی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی توصیف میں جبکہ تمہارے یازدہ ائمہ رطب انسان ہیں پھر تمہاری اس بے سرور پابا کی کیا قیمت:-؟ شیعیت کی دنیا اس قسم کی لغویات سے بھری ہوئی ہے۔ ان لوگوں کا ایمان ہے کہ اپنے روحانی اب و جد محسوس و مہرور کی جس قدر کالت کر سکیں کم ہے۔ ان لوگوں کے اس قسم کے بے نیابت کا متیاب ممکن نہیں۔ مگر حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہ بیانات تو بہت بعد میں گھرے گئے۔ سیدنا علیؓ کے جوا قول و ارشادات ان کی اہمات الکتاب میں صحابہ کرام کی شان میں موجود ہیں اس طرف بہ رنگ کیوں توجہ نہیں کرتے۔

یوں تو یہ لوگ نبی علیہ السلام کی تین صا جزاریوں کی مقدس ذاتوں کے منکر ہیں مگر حسب اپنی اہمات الکتاب میں سیکڑوں مقامات پر چار صا جزاریوں کا بار بار ذکر آنکھوں کے سامنے آیا اور قرار کا کوئی راستہ نہ سوچا تو اقرار میں بھی ایسا گستاخانہ انداز اختیار کیا جو انہوں کو ہی زیب دے سکتا ہے۔

پس اگر حضرت عثمانؓ وارہ باشند بڑوں کہ پس اگر نبی علیہ السلام نے عثمانؓ کو اپنی بیٹی دے دیا تو داخل سلیمان وارہ است۔ دلائل نے کند۔ تو وہ اس لئے تھی کہ عثمانؓ بظاہر سلمان تھا یہ امر برآں کہ باطن کا فرزند است۔ ذالیت قلب اس بات پر دلائل نہیں کہتا کہ عثمانؓ باطن میں ایشاں و دختر خواستن از ایشاں و دختر دارن یا ایشاں کا فرزند تھا یا اگر نبی علیہ السلام نے ان کو زوجیاں دے دیں تو دین اسلام دار علیہ کلمۃ الحق و طہیت معلیم۔ یہ یا ایشاں کے ہاں تھے نکاح کئے یہ بعد از اسلام و درخت۔ و درایں اصحاب بے شمار بود کہ اکثر انہا کی ترقی اور علو کلمۃ معلیم زادہ کئے تھے

بر عاقل مقابل پرشیدہ نیست و اگر انجنا بظہار
نفاق النبطان نے نمودار اسلام ظاہر ایشیا قبل
یہ کہ کرباں جناب لیسٹری تیلی از منصفی ماندند
(حیات القلوب ص ۵۸)

اور اس میں خیانت مسلمیت یقین جو کلمہ عقلمند پر پرشیدہ
نہیں اور اگر یہ علیہ السلام ان کے نفاق کو ظاہر فرماتے
اور ان کے ظاہری اسلام کو قبول فرماتے تو ان کے ساتھ صرف
خند کمر لوگ رہ جاتے۔

یہاں حیات القلوب کے اس بے لیمیت مصنف کی تفتیق پر رونا نہیں۔ مگر میرے بغیر چارہ نہیں کہ اس نے اگر کئی کے بیٹوں کا اعتراف کیا بھی تو خفی کی نوبت ہر سر سے سے بل جلا کر اسے کتبِ دستِ میدانِ نابریا بھر دے تم درست جس کے دشمن اس کا آساں لیں ہو۔
تجویری جزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

رفض کے سمندر پر یہ لگام لے جو اس کے سامنے آیا اپنی دو تیروں سے زخمی کر کے رکھ دیا۔ اصحاب ثلاثہ پر تو یہ برستے رہے مگر سیدنا عقیلؓ برادر علیؓ بھی ان سے نہ بچ سکے چنانچہ احتجاج طبرسی میں سیدنا علیؓ کا قول مرقوم ہے: **وذهب من کنت اعتقد بعجم مافی دین اللہ من اهل بیتی الخ** یعنی میرے اہل بیت کے وہ لوگ جاتے رہے جن کی قوت پر خدا کے دین میں مجھے نفور تھا اور اب صرف در ذلیل و خوار قریب زمانہ جاہلیت کے ہو گئے ہیں۔ یعنی عقیلؓ اور عباسؓ۔

حیات القلوب میں ملاقا قرمحلی لکھتا ہے۔ ابو جعفر طوسی نے بسند معتبر نقل کی ہے کہ فرمایا امام صادق نے کہ عباس کی ماں فضیلہ زہیرہ عبداللہ اور ابولباب کی ماں کنیز تھی۔ عبدالمطلب نے فضیلہ سے مہستی کی جس سے عباس پیدا ہوا۔ زہیرہ نے عبدالمطلب دعویٰ کیا کہ یہ کنیز ہماری والدہ کی طرف سے ہے وہیں وراثت میں ملے ہے اور اپنے بغیر اجازت سے اس سے منقارت کی ہے اور بددعا کا یعنی عباس جو اس سے پیدا ہوا ہے ہمارا غلام ہے پس عبدالمطلب نے سفارش کے طور پر زہیرہ کے پاس چند ذریعہ عزت قریشی بھیجے کہ زہیرہ راہی ہو کہ اس مطالبہ سے دستبردار ہو جائے۔ آخر اس فضیلہ زہیرہ رضامند ہوئے کہ عباس خزانے قریش کی مجلس میں نہیں بیٹھیں گے اور اس عہد نامہ پر قریش نے بطور گواہ کے ہر ایک گھوڑے اور ایک کبوتر پر ہمارے پاس ہے۔

شاید یہ بہتان اس لئے گھڑا گیا کہ سیدہ فاطمہ کی طرف سے وراثت کے متعلق جو ذمہ داری
پلندہ اتار کرنا تھا اس میں جب کوئی سیدہ واعباسؓ کا نام شامل کرے تو ہم یہ جھوٹ پیش کریں
تہا مجلسی نے اسی درافتہ کی برکفایت نہیں کی بلکہ مزید تازہ خانی فرماتی ہے کہ فرمایا
حضرت امام زین العابدینؑ نے کہ من کان بذامہ علمی فهو فی الاخرة اعمیٰ وقرآن العینی جماس
دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا ہوگا سیدہنا عبداللہؑ ادران کے باپ عباسؓ
کے حق میں نازل ہوئی ہے ۔۔۔

دوازده آئینہ کفر شیعہ مذہب کے نزدیک

۱۸۔ قیامت تک کی تمام بدیوں کا دوا الیوم کثر اور عمر کی گروہاں پر ہے۔ - بنو تمیم سے
 مراد ہے الیوم کثر بدی سے مراد ہے عمر بنو امیہ سے مراد ہیں عثمانؓ، معاذیہ اور یزید
 مروان اور ادراک مروان لعنت اللہ علیہم الاجمیع۔ احتجاج طبرسی میں جناب ابی المثنیٰ بن
 سے ایک حدیث منقول ہے فرمایا عنقریب عثمانؓ کے بعد معاذیہ اور اس کا بیٹا سلطنت
 پائیں گے پھر سات شخص اولاد حکم بن عامر سے یکے بعد دیگرے حکومت پائیں گے
 اس طرح ضلالت کے بھی بارہ امام ہوں گے۔ اور یہی وہ تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے
 اپنے منبر پر دیکھا کہ امت کو برگشتہ کر رہے ہیں۔ دس تو ان میں سے بنو امیہ میں
 سے ہوں گے، اور دوا الیوم کثر اور عمر جنہوں نے بنو امیہ کی حکومت کے لئے بنیاد رکھی
 اور ان دونوں کی گردنوں پر اس امت میں جتنے برائیاں ہوں گی ان سب کا دوا الیوم
 کے سر ہوگا (رجوالہ مقبول قرآن ماہیہ ۱۳۵ھ)

اقولے یہ مسنف احتجاج طبری نے کفر کے بارہ اماموں کی لم تراش کر، اس پر ایک حدیث بھی پیش کر دی۔ مگر مجھے اذہا انکس سے کہنا پڑا ہے کہ مصنف یہ حدیث پیش کرتے وقت ایک بہت بڑی غلطی کر تکب ہو کر اپنے دام میں خود ہی پھنس گیا۔ کفر کے بارہ امام اس نے منبر نبوی پر کون سے ہونے دیکھے۔ مگر ان میں سے نو کا پایہ تحت مدینۃ النبی نہیں بلکہ دمشق تھا۔ اور منبر نبوی تو مسجد نبوی میں تھا۔

میں شیعہ اصحاب کے معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ

۶۔ محمد اکبر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن متفقہ نے ۷۵۴ھ میں مدینہ میں المبتدی باللہ کے خلاف خروج کیا۔ ناکام رہ کر کھیر کردار کو پہنچا۔
۷۔ محمد بن حسن بن محمد ابراہیم بن حسن بن زید بن الحسن نے ۷۵۶ھ میں مدینہ میں المبتدی باللہ عباسی کے خلاف خروج کیا۔ جمہورہ ابن خرم میں ہے کہ نہایت درجہ فاسق و فاجر بن علی مسجد نبوی میں میچہ کر علائہ خراب پتیا تھا۔ اوہابی مدینہ کی چھوڑیوں سے فسق و فجور کرتا۔ اہل مدینہ کو بھوک پیاس سے مار ڈالا اور ان کو قتل کیا۔ تمام مدت میں مسجد نبوی میں جماعت کی نماز اور جمعہ نہ ہو سکا (صفحہ ۲) آخر سرکاری لشکر کے ہاتھوں داصل جہنم ہوا۔

۸۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن اور اس کے بیٹے علی بن احمد نے ۲۶۷ھ میں مدینہ میں المبتدی علی اللہ عباسی کے زمانہ میں خروج کیا۔ حسن بن زید کی اولاد میں سے ان دو باپ بیٹوں نے غلبہ حاصل کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ فواج مدینہ میں سخت خونریزی لڑائیاں ہوئیں۔ انہوں نے جعفریوں کو بھی نہ بخشا اور اپنے ہم جدی لوگوں کا قتل عام کیا۔ آخر عباسی لشکر نے انہیں داصل جہنم کیا اور مدینہ کے لوگوں کو آرام ملا (جمہورہ ابن خرم ص ۱۱۲ البدایہ ج ۲ ص ۱۱۲)

۹۔ محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم نے ۲۷۱ھ میں مدینہ میں المبتدی علی اللہ کے زمانہ میں بغاوت کی اس کا بھائی علی بھی شامل تھا۔ موسیٰ کاظم کے ان پڑوتوں نے مدینہ النبی کے ہزاروں لوگوں کو قتل کیا۔ مدینہ النبی کو برباد کیا۔ جعفر بن ابی طالب کی اولاد سے بھی تیرہ افراد کو قتل کر ڈالا اس کا لقب ہی تاریخ میں الملبیط یعنی ڈاکو ہے۔ ابن جریر طبری نے بڑی تفصیل سے ان کی بد اعمالیوں کا ذکر کیا انہیں کے متعلق کسی علوی شاعر نے چند شعر لکھے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:-

”پاک مصطفیٰ کا دارالہجرت برباد ہو گیا۔ اس کی برادری پر مسلمان گریہ دیکھا

کرتے ہیں۔ دے آنکھ مقام ابراہیم پر رو اور لحد مصطفیٰ پر رو۔ اور پاک منبر بھی بکا کر تا ہے اور وہ مسجد جس کی بنیاد پاکی پر رکھی گئی وہ عبادت گاہ

تھی۔ غالباً یہ شیعہ حضرت کو اپنی حدیث کا منہ پر جھرمٹا گیا ہوگا۔

کفریہ امام ان کے آئمہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ فاطمی، علوی اور طالسی جنہوں نے خلافت موقتہ کے خلاف وقتاً فوقتاً خروج کئے ان کی تفصیل ۶۸ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان کو ان میں سے پورے بارہ نے مدینہ النبی میں خروج کئے اور ایسی بد اعمالیوں کے مظاہرے کئے کہ تاریخ عالم جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ بارہ کے بارہ ہی شرابی، زانی، دہکیت، عیاش بدتماش لہر بدکردار تھے۔

دوازدہ آئمہ کفر کون؟

۱۔ محمد الارقط بن عبد اللہ بن حسن بن الحسن بن علی نے ۱۴۵ھ میں ابو جعفر المنصور عباسی کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا فی سادہ وقتہ مقاتل الطالبین ص ۱۱۲ خلقاً بکلاً تھا اور علی آنکھوں والا تھا۔ اسے یاران طریقت نے انفس الزکیہ بنا کر بڑی کشتہ بد دی۔ عمدۃ الطالب کے مصنف نے ”هذا مہذبنا اهل البیت“ لکھ کر بارہویں امام کے شہرہ پر پانی پھیر دیا۔ بعض شیعہ آج تک کہتے ہیں کہ وہ جنگ میں قتل نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا اور اس کی جگہ شیطان قتل ہوا (الفرق بین الفرق) اس شخص نے اپنی چند روزہ باغیانہ سرگرمیوں کے دوران جس کر دہاکہ مظاہرہ کیا تاریخیں اس کے ذکر سے مبرہی ہیں۔ مصنف اصول کافی نے متعدد مقامات پر اس کا ذکر نہایت برے الفاظ میں کیا ہے۔

۲۔ حسین بن علی بن حسن بن حسن بن الحسن نے ۱۶۹ھ میں موسیٰ الہادی عباسی کے خلاف اسی مدینہ النبی میں خروج کیا اس کے ساتھ اس کا بھائی فاضل بھی تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ کا واقعی خزانہ تک لوٹ لیا۔ ان کے ساتھی ابو الزنت بن محمد الارقط کو شراب نوشی کے جرم میں مداماری گئی۔

۳۔ محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن الحسن نے ۱۹۰ھ میں مدینہ میں مامون الرشید کے زمانہ میں خروج کیا، بغاوت میں کامیاب نہ ہوا اور مارا گیا۔

۵۔ محمد بن صالح بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن متفقہ نے ۲۳۳ھ میں مدینہ میں المتوکل علی اللہ کے خلاف خروج کیا۔ کان خر ج بسوقیۃ و جمع اذان آخری لکھ کر دیا گیا۔

میں اسے پسند نہیں کرتا کہ کسی کو دشنام دے۔ لیکن اگر تم ان کے کردار کو بیان کرو ان کے حالات کا تذکرہ کرو تو بے شک یہ مناسب ہے اور مقامِ قدس میں تبلیغِ تہذیب اور بہتر یہ ہے کہ انہیں سب و شتم کرنے کے بجائے یہ کہو بار خدایا! ہمارے اور ان کے خون کو بہنے سے بچا۔ ہمارا اور ان کے درمیان اصلاح کر دے (منہج البلاغہ ص ۸۷) سیدہ فاطمہؓ نہ کن لوگوں پر لعنت کرتی ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی دونوں بہنوں کی قبروں پر رمضان میں جاتیں اور ان کے لئے اس طرح دعا کرتیں۔

اے اللہ! اپنے نبیؐ کی بیٹی رقیہؓ اور اُم کلثومؓ پر اپنی رحمتیں نازل فرما یہ تیرے نبیؐ کی بیٹیاں ہیں۔ اور جبرائیل تیرے برگزیدہ نبیؐ کو ان کے بارے میں لکھتا اور تکلیف پہنچاتا اس پر تیری لعنت ہو اور تو اسے دونوں جہانوں کی نعمتوں سے محروم رکھ (استبصار جلد ۲ ص ۲۵۵ زاد المعاد باقر مجلسی ص ۲۳)

اہل شام کے متعلق سیدنا علیؓ کا ارشاد

لما سمع امیر المؤمنین جب امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے اپنے یاروں لعن اهل الشام من الصحابة سے قیام میں پر لعن طعن کرنا سنا، تو خطبہ پڑھا اور خطبہ قتال اصحابنا نقاتل اخواننا کیا کہ اہل شام ہمارے بھائی ہیں مگر ہم ان سے لڑتے ہیں حال اسلام علی ما دخل فیہ من مکر وہ مکر کا فریبہ۔ بلکہ ان کو ہماری خلافت المزیغ الخ (منہج البلاغہ) میں شیعہ ہوا ہے اس سبب کہ ہماری خلافت میں شیعہ کرتے ہیں۔

سیدنا علیؓ کے اس ارشاد سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں سیدنا علیؓ نے اہل شام پر لعن طعن کرنے سے اپنے ساتھیوں کو منع کیا۔ اہل شام کو اپنا بھائی قرار دیا۔ باوجود جنگ کرنے کے صرف اس قدر کہا کہ ان کو ہماری خلافت میں شیعہ ہوا ہے اب جو شیعہ اہل شام کو کافر کہتے ہیں انہیں یہ سبق کس نے پڑھایا ہے؟ حضرت جعفر صادقؑ نے (بابا کہ حضرت ابو جعفر میرے نانا ہیں کیا کوئی اپنے آباؤ اجداد کو سب و شتم کرتا ہے) (احقاق الحق ثانی اشین ص ۱۵)

دلوں سے خالی ہو گئی اور اس پاک سببی پر بکا کر جس کو مبارک کیا اللہ نے رسولوں کے خاتمہ کرنے والے کے ذریعہ سے ان لوگوں کو بڑا ہر مہینوں نے اس مدینہ کو برباد کیا۔ اور ایک ملعون ظلم و حاکم نے والے کی اطاعت کی (طبری جلد ۳ ص ۳۲۹)

واقعہ حرہ کی فرضی داستانیں اور کعبہ کی بے حرمتی کے افسانے اس کے سامنے گر دیں ۱۲۔ ایک علوی جس کا شجرہ معلوم نہ ہو سکا نے ۲۲۹ھ میں الرضی باللہ کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا۔ حافظ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ لوگ حج کے لئے نکلے لیکن اس کے ظلم کی داستانیں سنکر راستے سے ہی لوٹ گئے۔ گویا کفر کے اس بارہوی امام نے جو علوی ہونے کا مدعی تھا لوگوں کو حج کرنے سے ہی اپنے مظالم کی وجہ سے ڈر کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

یہ تو وہ بارہ ہیں جنہوں نے مدینہ النبیؐ میں خروج کیا۔ اور نبی علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق آئیم کفر بارہ ہی ہونے چاہئیں تھے۔ اور الحمد للہ کہ اس شقاوت اور بدعتی میں اس عسرت رسولؐ نے کسی دوسرے کو حصہ دار نہ بننے دیا۔ ان کے علاوہ جن دوسرے ترہین علویوں نے خروج کئے ان میں سے اکثر کے کردار سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہوا بھاگ نکلا ہوگا۔

مزعومہ دوازدہ آئیمہ میں سے تو سیدنا علیؓ کو چار سال اور سیدنا حسنؑ صرف پچھ ماہ خلافت رانامت، کا موقع ملا۔ باقی ۹ مہینوں اور عباسیوں کے وظائف پر گزر کرتے رہے البتہ مذکورہ بالا بارہ کو چند روز حکومت کرنے کا ضرور موقع ملا۔

تیسرا کی ممانعت

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا جو لوگ ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جبر کرتے ہیں۔ میں ان سے بری ہوں (حضرت امام جعفر صادقؑ ص ۲۲ مقدمہ) معاویہ کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا۔

● حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا میں دو طرح سے حضرت صدیق اکبرؓ کی ولادت میں ان شکوک و شبہات میں سے تمہارے لئے اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ تم صیبت کرنے والوں میں سے ہو۔

● شیعہ کی معتبر کتاب مفاتیح الشریعت اور مفاتیح الحقیقت میں ایک حدیث ہے جسے بحار الانوار میں ملا مجلسی نے اور قاضی نور اللہ شومسری نے بھی بیان کیا ہے فرمایا امام جعفر صادقؑ نے غیبت بہت بڑا گناہ ہے۔ اور بہتان و افتراء اس سے بھی بڑھ کر ہے جب عام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہے تو صحابہ کرامؓ کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہے۔ پس ان کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ ان کے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیئے اور ان کے ذمہوں سے نفرت رکھنا چاہیئے، کما سے لفظ حق تعالیٰ میں پیدا ہوتا ہے (بحوالہ بیہدایت) الحدیث کہ المسبب والجماعت امام جعفر صادقؑ کے ارشاد کے مطابق صحابہ کرامؓ کے دشمنوں سے صرف اسی بنا پر نفرت کرنے ہیں کہ ان لوگوں کے دین کا تمام عار و روت و بائزوں پر ہے۔ واقعہ کر بلا کے فرضی واقعات پر رونا پٹنا۔ اور صحابہ کرامؓ پر سب و شتم کرنا۔ ان لوگوں کو برسات کے انحراف کی طرح ہر بات میں صحابہ کرامؓ کی برائی ہی سو جھتی ہے۔

گلہ جفا نے دانا کہ حرم کو اہل حرم سے ہے

شیعیت کے چالاک دشمنوں نے جب صحابہ کرامؓ پر بلا واسطہ برسنے والوں کی کھپ تیار کر لی تو اب رخ ان کی طرف گھمایا جن کو ائمہ معصومینؑ بنا کر پیش کیا تھا چونکہ مقصد تخریب دین تھا جب اہل بیت کا نعرہ تو ایک اور تھا اب انہیں اہل بیت پر بالواسطہ بمباری شروع کی جا رہی ہے۔

انہوں نے ان بے حیا لوگوں نے اصحاب ثلاثہؓ کو جنت و ملائحت بولتے بولتے اپنے

ائمہ کو بھی زنجیر ان کی ستودہ صفات و اقوال کی طرف ان لوگوں نے ایسی ایسی انہونی باتیں منسوب کی ہیں کہ وہ اللہ کے نیک بندے اگر آج زندہ ہوتے تو سر پٹ کر رہ جاتے چنانچہ حضرت جعفر بن محمد باقرؑ جیسے عالم اور گوشت لیٹن زاہد کی طرف منسوب کیا گیا کہ:-

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام امام جعفر علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا قال سألته عن الخيل يكون من قال من الحنظل يستقي بسم السماء من البرصل ميتضامن ذلك

الماء قال لا بأس (فروغ کافی ج ۲ ص ۲۳) حرم نہیں۔

اسی ضمن میں فروغ کافی جلد ۲ صفحہ ۲۳ بھی ملاحظہ ہو۔

قلت له شعر الحنظل يعلی قتلت له شعر الحنظل يعلی امام سے خنزیر کے بالوں اور ان بالوں کی جلا و دھیتی بہ من مبرالتی رسی کے متعلق میں نے دریافت کیا جس کے شیراب منھا او میتوضا و مبخا ساتھ کنوئیں سے پانی نکالا جاتا ہے اس قال لا بأس به و زاد فيه علی بانی کو چینا یا اس سے ٹوکنا کبیا ہے فرمایا آپ نے کوئی حرج نہیں اور مزید یہ فرمایا کہ سوز کے حال قال الشعر والصوت كله ذکی اور شتم سب پاک ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام امام جعفرؑ سے روایت ہے اپنے فرمایا اگر تیرے قال ان سأل من ذكره شي من الت سے کوئی چیز مذی یا وزی جاری ہو مذی او وزی وانت في الصلوة اور نماز میں ہے تو اس کو مت دھوا و در فلا تقطع الصلوة ولا نماز قطع کر۔ تیرا وضو نہیں ٹوٹا اگرچہ الیرا اتمنقص له الوضوء وان بلم عقيدته تک پہنچ جائے۔

(فروغ کافی ج ۲ ص ۲۳)

عن علی بن جعفر قال سالت علی بن جعفرؑ نے کہا کہ میں نے ابا الحسن

وہی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے ہوتے علی رضا فعل خلافت وضع نظری
بزن خود کے عدم جواز کا فتویٰ صادر کرتے ہیں (استبصار ضلّہ)
اقولے۔ معلوم ہوتا ہے کہ احیاء الشریعہ، مفتاح الجنان، الزہرا اور
اسلام اور میبائیت مسلمان بادشاہوں کے تحت نیز مقبول احمد ترجم قرآن سے مصنفین
صرف بد باطن، بے حیا، بے شرم اور لعنت کے چیلے ہی نہ تھے، بلکہ بے علم، جاہل،
بد کردار، مفقود الالب وجہ بھی تھے۔ اقوام عالم اور مذاہب عالم کے خیالات میں
تباہیں اور اختلافت ہرگز نہیں ہوئے۔ غالی سے غالی قسم کے مناظرانہ ذہن کے
لوگوں نے اس فن میں سنیکیوں کی کتب تصنیف کیں جن میں سے اکثر اس وقت
ہمارے سامنے موجود ہیں۔ مگر اس قسم کی بدزبانی کا آج تک کسی کو یارا نہیں ہوا
اور نہ ہی کسی نے اس قدر اخلاقی مدد کو پا مال کر کے تہذیب و شرافت کی سربازار
دھجیاں یوں پاک کی ہوں۔ سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم سیدنا عثمان
ذوالنورین اس وقت دنیا کے ساتھ کوڑے سے نادم مسلمانوں کے دل کی دھڑکن ہیں
سیدنا علیؑ کو تو ان کی زندگی میں ان کے سامنے کافر کہنے والے ہزاروں پیدا ہو چکے
تھے۔ مگر اصحاب ثلاثہ کے افعال، کردار، اعمال، ایثار، عدل، فیاضی اور مکرّم
پر صدیوں بعد تک کسی نے انھیں تک نہ اٹھائی۔ آج کی حکومتیں۔ پولیس، جیل
صحت، انصاف اور مالیات جس نظام پر زندہ ہیں۔ وہ کون گرجا ہے جسے اس
بات سے انکار ہو کہ سب فاروق اعظم کے ذہن کے تیار کردہ خاکوں پر مرتب نہیں
الہنت کا ایمان ہے کہ اگر نبی کے بعد کسی پر نبوت کا نزول ہوتا تو وہ سیدنا فاروق اعظم
کی ذات ہوتی۔ الہنت کا ایمان ہے کہ فاروق اعظم زندگی میں ایک بار جس رکستے سے
گذر گئے شیطان قیامت تک اس راستے سے گزرنے کی اپنے اندر رکست پیدا نہیں
کر سکتا۔ الہنت کا ایمان ہے کہ فاروق اعظم نے مسندوں اور دریاؤں کو لٹکا راتو
انہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ الہنت کا ایمان ہے کہ فاروق اعظم نے
بہاڑوں اور گیہاں کو مخاطب کیا تو آپ کے نعروں سے دمٹ کر رہ گئے۔

علیہ السلام سے پوچھا کہ مرد اپنی عورت
کی شرمگاہ کا بوسہ لے تو آپ نے فرمایا کوئی
حرج نہیں۔

امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا اس آدمی کے
معلق جواہی ساس یا سالی سے نہ کرے تو
فرمایا اس کی دھسے وہ عورت اس پر حرام
نہیں ہوتی۔

امام جعفر صادقؑ سے کسی نے مشتبہ زانیہ
معلق پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے دگر
جما کر تاج ہے اس پر کوئی بات نہیں۔

جو شخص اپنی غم خوردوں سے نکاح کرے
جن کی حرمت قرآن میں ہے مثلاً ماؤں
سے اور بیٹیوں سے وغیرہ وغیرہ آخر تک
یہ نکاح کرنے کی وجہ سے حلال
ہیں۔

ان کا یہ نکاح یعنی ماں یا بیٹی سے نہ
تہیں اور نہ وہ اولاد جو اس نکاح سے پیدا
ہوئی ولد الزنا ہے۔

جو شخص اس اولاد کو نہ کی بہت دے
اس پر حد قائم ہوگی یعنی ایسا کہنے والے کو
سزا ملے گی۔ اس لئے کہ نکاح سے پیدا
ہوئے۔

ان کے اکبر بھی عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ جعفر (صادق) عورت کے دہریہ ہیں۔

ابا الحسن علیہ السلام عن الرجل
یقبل قبل امرئۃ قال لا بأس۔

(فروع کافی جلد ۱ ص ۲۱۲)

قال سالت ابا جعفر عن رجل
ذنا ما امرئۃ او اخت ما فقال
لا یحرم ذلك علیہ امرئۃ (فروع کافی
جلد ۱ ص ۲۱۲)

قال مسئلۃ من الدلت
قال ناکم نفسہ لایشی علیہ۔

(فروع کافی جلد ۲ ص ۲۳)

الذی یتزوج ذوات المحارم
التي ذكرها الله عز وجل في كتابہ
تحریمها فی القرآن من الامعات
والبنات الخی آخر کل ذلک حلال
من جهة التزوج۔

ولا یكون نکاحاً محمداً ولا
اولاداً من هذا الوجه اولاد
زنا۔

ومن ذلک المودود من حدلاً
الذین ولدوا من هذا الوجه
جلد الحمد لاند مولود۔

بتدریج رشدة (فروع کافی جلد ۲ ص ۲۵)

ان کے اکبر بھی عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ جعفر (صادق) عورت کے دہریہ ہیں۔

دیئے نیل کا واقعہ اور ساریہ کا واقعہ ان باتوں کے بین ثبوت ہیں۔

اہل سنت کا ایمان ہے کہ سیدنا علیؑ نے اس میری دنیا میں اپنی زوجہ انحضرتؑ کے لئے کس بچاؤ میں پچیس سالہ بڑے سے بڑھ کر شوہر نہ پایا۔ ہم آج اپنی لکھی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے وقت گھر میں بیٹے پر حد جاری کر رہا ہے اور رات کے وقت اپنی پشت پر لگی اور مجبوریں لاد کر مسافر بدولت کے شیموں میں پہنچا رہا ہے۔ وہ منظر آج بھی اہل سنت کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ فلاح صبر کے لڑکے کو بھی عام میں کوڑے لگوا رہا ہے اور رات کی غلوٹوں میں کسی مصیبت زدہ مسافر کی دروزہ میں مبتلا عورت کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے چولہے میں بھیڑیں مار مار کر اپنی محاسن مبارک کو راکھ آلود کئے ہوئے ہے۔ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ وہ ایک طرف بیت المال کے خارش زندہ انٹ کے جسم پر مالش کر رہا ہے اور دوسری طرف قیصر کا سیر اس کے سامنے کھڑا ہتھوڑ کا پ رہا ہے جتنم فلک نے ایک بار بھی یہ نظارہ دیکھا تھا کہ تواسید اور یروک کا نایاب معلوم دنیا کا سب سے بڑا حکمران عازم دمشق ہے مگر غلام انٹ پر سوار ہے اور اس نایاب عظیم کے ہاتھ میں انٹ کی مہار ہے تاریخ کے صفحات سے یہ حقائق کون مٹا سکتا ہے کہ چند توڑے شہد بھی مجلس شوریٰ کی اہمیت کے بغیر وہ اپنے تصرف میں نہیں لاتا۔ یورپ کی تاریخیں گواہ ہیں کہ قیصر کی ملکہ کا تحفہ جو اس نے اس نایاب عظیم کی بیوی کو بھیجا اس نے یہ کہہ کر بیت المال میں جمع کر دیا کہ تحفہ تو قیصر کی ملکہ نے میری بیوی کو بھیجا ہے مگر تاحصہ سرکاری ہے۔ پھر اس کے ہونڈ لگے گرتے کو بہن کو وہ سلاطین جابرہ کے سفر اس سے ہم کلام ہے۔ اور اگر کوئی مشیر یہ مشورہ دیتا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے اچھے لباس میں ظاہر ہونا ملکی وقار کے لئے ضروری ہے تو بڑے رعب سے کہتا ہے۔ ہمارے لئے یہی عزت اور وقار کیا کم ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

ابو بکرؓ اور عمرؓ زندگی میں بھی نبیؐ کے یار تھے۔ مرنے کے بعد بھی نبیؐ کے پہلو میں آسودہ ہو خواب میں اور قیامت کے بعد بھی نبیؐ کے دائیں بائیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں صاف لفظوں میں کہتا ہے **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ** گویا نبیؐ، ابو بکرؓ اور عمرؓ کا غیر ایک ہی معنی سے تیار کیا گیا اور ان کو اسی مقام کی طرف لوٹا دیا گیا اور اسی مقام سے ان کو اٹھایا جائے گا۔

نبیؐ کے ساتھ ”حبت اور طاقت“ **الْعَشَّةُ وَالْمَنْكُرُ** کو دفن کر کے نبیؐ کو مرنے کے بعد بھی ان کے جہنمی صیحوں کی دھم سے عذاب میں مبتلا کئے رکھنا یہ واقعی تمہارا کام ہے۔ مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تم لوگ ایک طرف تو سیدنا علیؑ کی قبر نجف میں بیان کرتے ہو، اور رہا ہل بڑے دھوم دھڑکتے سے جلتے ہو۔ اور دوسری طرف دیکھتے ہو کہ علیؑ نبیؐ کے ساتھ دفن کئے گئے ہیں۔ افسوس کہ صلیح

۱۔ عبد العزیز ابن عبد الملک ۲۱۸ھ ۲۲۸ھ ۲۳۸ھ ۲۴۸ھ ۲۵۸ھ ۲۶۸ھ ۲۷۸ھ ۲۸۸ھ ۲۹۸ھ ۳۰۸ھ ۳۱۸ھ ۳۲۸ھ ۳۳۸ھ ۳۴۸ھ ۳۵۸ھ ۳۶۸ھ ۳۷۸ھ ۳۸۸ھ ۳۹۸ھ ۴۰۸ھ ۴۱۸ھ ۴۲۸ھ ۴۳۸ھ ۴۴۸ھ ۴۵۸ھ ۴۶۸ھ ۴۷۸ھ ۴۸۸ھ ۴۹۸ھ ۵۰۸ھ ۵۱۸ھ ۵۲۸ھ ۵۳۸ھ ۵۴۸ھ ۵۵۸ھ ۵۶۸ھ ۵۷۸ھ ۵۸۸ھ ۵۹۸ھ ۶۰۸ھ ۶۱۸ھ ۶۲۸ھ ۶۳۸ھ ۶۴۸ھ ۶۵۸ھ ۶۶۸ھ ۶۷۸ھ ۶۸۸ھ ۶۹۸ھ ۷۰۸ھ ۷۱۸ھ ۷۲۸ھ ۷۳۸ھ ۷۴۸ھ ۷۵۸ھ ۷۶۸ھ ۷۷۸ھ ۷۸۸ھ ۷۹۸ھ ۸۰۸ھ ۸۱۸ھ ۸۲۸ھ ۸۳۸ھ ۸۴۸ھ ۸۵۸ھ ۸۶۸ھ ۸۷۸ھ ۸۸۸ھ ۸۹۸ھ ۹۰۸ھ ۹۱۸ھ ۹۲۸ھ ۹۳۸ھ ۹۴۸ھ ۹۵۸ھ ۹۶۸ھ ۹۷۸ھ ۹۸۸ھ ۹۹۸ھ ۱۰۰۸ھ ۱۰۱۸ھ ۱۰۲۸ھ ۱۰۳۸ھ ۱۰۴۸ھ ۱۰۵۸ھ ۱۰۶۸ھ ۱۰۷۸ھ ۱۰۸۸ھ ۱۰۹۸ھ ۱۱۰۸ھ ۱۱۱۸ھ ۱۱۲۸ھ ۱۱۳۸ھ ۱۱۴۸ھ ۱۱۵۸ھ ۱۱۶۸ھ ۱۱۷۸ھ ۱۱۸۸ھ ۱۱۹۸ھ ۱۲۰۸ھ ۱۲۱۸ھ ۱۲۲۸ھ ۱۲۳۸ھ ۱۲۴۸ھ ۱۲۵۸ھ ۱۲۶۸ھ ۱۲۷۸ھ ۱۲۸۸ھ ۱۲۹۸ھ ۱۳۰۸ھ ۱۳۱۸ھ ۱۳۲۸ھ ۱۳۳۸ھ ۱۳۴۸ھ ۱۳۵۸ھ ۱۳۶۸ھ ۱۳۷۸ھ ۱۳۸۸ھ ۱۳۹۸ھ ۱۴۰۸ھ ۱۴۱۸ھ ۱۴۲۸ھ ۱۴۳۸ھ ۱۴۴۸ھ ۱۴۵۸ھ ۱۴۶۸ھ ۱۴۷۸ھ ۱۴۸۸ھ ۱۴۹۸ھ ۱۵۰۸ھ ۱۵۱۸ھ ۱۵۲۸ھ ۱۵۳۸ھ ۱۵۴۸ھ ۱۵۵۸ھ ۱۵۶۸ھ ۱۵۷۸ھ ۱۵۸۸ھ ۱۵۹۸ھ ۱۶۰۸ھ ۱۶۱۸ھ ۱۶۲۸ھ ۱۶۳۸ھ ۱۶۴۸ھ ۱۶۵۸ھ ۱۶۶۸ھ ۱۶۷۸ھ ۱۶۸۸ھ ۱۶۹۸ھ ۱۷۰۸ھ ۱۷۱۸ھ ۱۷۲۸ھ ۱۷۳۸ھ ۱۷۴۸ھ ۱۷۵۸ھ ۱۷۶۸ھ ۱۷۷۸ھ ۱۷۸۸ھ ۱۷۹۸ھ ۱۸۰۸ھ ۱۸۱۸ھ ۱۸۲۸ھ ۱۸۳۸ھ ۱۸۴۸ھ ۱۸۵۸ھ ۱۸۶۸ھ ۱۸۷۸ھ ۱۸۸۸ھ ۱۸۹۸ھ ۱۹۰۸ھ ۱۹۱۸ھ ۱۹۲۸ھ ۱۹۳۸ھ ۱۹۴۸ھ ۱۹۵۸ھ ۱۹۶۸ھ ۱۹۷۸ھ ۱۹۸۸ھ ۱۹۹۸ھ ۲۰۰۸ھ ۲۰۱۸ھ ۲۰۲۸ھ ۲۰۳۸ھ ۲۰۴۸ھ ۲۰۵۸ھ ۲۰۶۸ھ ۲۰۷۸ھ ۲۰۸۸ھ ۲۰۹۸ھ ۲۱۰۸ھ ۲۱۱۸ھ ۲۱۲۸ھ ۲۱۳۸ھ ۲۱۴۸ھ ۲۱۵۸ھ ۲۱۶۸ھ ۲۱۷۸ھ ۲۱۸۸ھ ۲۱۹۸ھ ۲۲۰۸ھ ۲۲۱۸ھ ۲۲۲۸ھ ۲۲۳۸ھ ۲۲۴۸ھ ۲۲۵۸ھ ۲۲۶۸ھ ۲۲۷۸ھ ۲۲۸۸ھ ۲۲۹۸ھ ۲۳۰۸ھ ۲۳۱۸ھ ۲۳۲۸ھ ۲۳۳۸ھ ۲۳۴۸ھ ۲۳۵۸ھ ۲۳۶۸ھ ۲۳۷۸ھ ۲۳۸۸ھ ۲۳۹۸ھ ۲۴۰۸ھ ۲۴۱۸ھ ۲۴۲۸ھ ۲۴۳۸ھ ۲۴۴۸ھ ۲۴۵۸ھ ۲۴۶۸ھ ۲۴۷۸ھ ۲۴۸۸ھ ۲۴۹۸ھ ۲۵۰۸ھ ۲۵۱۸ھ ۲۵۲۸ھ ۲۵۳۸ھ ۲۵۴۸ھ ۲۵۵۸ھ ۲۵۶۸ھ ۲۵۷۸ھ ۲۵۸۸ھ ۲۵۹۸ھ ۲۶۰۸ھ ۲۶۱۸ھ ۲۶۲۸ھ ۲۶۳۸ھ ۲۶۴۸ھ ۲۶۵۸ھ ۲۶۶۸ھ ۲۶۷۸ھ ۲۶۸۸ھ ۲۶۹۸ھ ۲۷۰۸ھ ۲۷۱۸ھ ۲۷۲۸ھ ۲۷۳۸ھ ۲۷۴۸ھ ۲۷۵۸ھ ۲۷۶۸ھ ۲۷۷۸ھ ۲۷۸۸ھ ۲۷۹۸ھ ۲۸۰۸ھ ۲۸۱۸ھ ۲۸۲۸ھ ۲۸۳۸ھ ۲۸۴۸ھ ۲۸۵۸ھ ۲۸۶۸ھ ۲۸۷۸ھ ۲۸۸۸ھ ۲۸۹۸ھ ۲۹۰۸ھ ۲۹۱۸ھ ۲۹۲۸ھ ۲۹۳۸ھ ۲۹۴۸ھ ۲۹۵۸ھ ۲۹۶۸ھ ۲۹۷۸ھ ۲۹۸۸ھ ۲۹۹۸ھ ۳۰۰۸ھ ۳۰۱۸ھ ۳۰۲۸ھ ۳۰۳۸ھ ۳۰۴۸ھ ۳۰۵۸ھ ۳۰۶۸ھ ۳۰۷۸ھ ۳۰۸۸ھ ۳۰۹۸ھ ۳۱۰۸ھ ۳۱۱۸ھ ۳۱۲۸ھ ۳۱۳۸ھ ۳۱۴۸ھ ۳۱۵۸ھ ۳۱۶۸ھ ۳۱۷۸ھ ۳۱۸۸ھ ۳۱۹۸ھ ۳۲۰۸ھ ۳۲۱۸ھ ۳۲۲۸ھ ۳۲۳۸ھ ۳۲۴۸ھ ۳۲۵۸ھ ۳۲۶۸ھ ۳۲۷۸ھ ۳۲۸۸ھ ۳۲۹۸ھ ۳۳۰۸ھ ۳۳۱۸ھ ۳۳۲۸ھ ۳۳۳۸ھ ۳۳۴۸ھ ۳۳۵۸ھ ۳۳۶۸ھ ۳۳۷۸ھ ۳۳۸۸ھ ۳۳۹۸ھ ۳۴۰۸ھ ۳۴۱۸ھ ۳۴۲۸ھ ۳۴۳۸ھ ۳۴۴۸ھ ۳۴۵۸ھ ۳۴۶۸ھ ۳۴۷۸ھ ۳۴۸۸ھ ۳۴۹۸ھ ۳۵۰۸ھ ۳۵۱۸ھ ۳۵۲۸ھ ۳۵۳۸ھ ۳۵۴۸ھ ۳۵۵۸ھ ۳۵۶۸ھ ۳۵۷۸ھ ۳۵۸۸ھ ۳۵۹۸ھ ۳۶۰۸ھ ۳۶۱۸ھ ۳۶۲۸ھ ۳۶۳۸ھ ۳۶۴۸ھ ۳۶۵۸ھ ۳۶۶۸ھ ۳۶۷۸ھ ۳۶۸۸ھ ۳۶۹۸ھ ۳۷۰۸ھ ۳۷۱۸ھ ۳۷۲۸ھ ۳۷۳۸ھ ۳۷۴۸ھ ۳۷۵۸ھ ۳۷۶۸ھ ۳۷۷۸ھ ۳۷۸۸ھ ۳۷۹۸ھ ۳۸۰۸ھ ۳۸۱۸ھ ۳۸۲۸ھ ۳۸۳۸ھ ۳۸۴۸ھ ۳۸۵۸ھ ۳۸۶۸ھ ۳۸۷۸ھ ۳۸۸۸ھ ۳۸۹۸ھ ۳۹۰۸ھ ۳۹۱۸ھ ۳۹۲۸ھ ۳۹۳۸ھ ۳۹۴۸ھ ۳۹۵۸ھ ۳۹۶۸ھ ۳۹۷۸ھ ۳۹۸۸ھ ۳۹۹۸ھ ۴۰۰۸ھ ۴۰۱۸ھ ۴۰۲۸ھ ۴۰۳۸ھ ۴۰۴۸ھ ۴۰۵۸ھ ۴۰۶۸ھ ۴۰۷۸ھ ۴۰۸۸ھ ۴۰۹۸ھ ۴۱۰۸ھ ۴۱۱۸ھ ۴۱۲۸ھ ۴۱۳۸ھ ۴۱۴۸ھ ۴۱۵۸ھ ۴۱۶۸ھ ۴۱۷۸ھ ۴۱۸۸ھ ۴۱۹۸ھ ۴۲۰۸ھ ۴۲۱۸ھ ۴۲۲۸ھ ۴۲۳۸ھ ۴۲۴۸ھ ۴۲۵۸ھ ۴۲۶۸ھ ۴۲۷۸ھ ۴۲۸۸ھ ۴۲۹۸ھ ۴۳۰۸ھ ۴۳۱۸ھ ۴۳۲۸ھ ۴۳۳۸ھ ۴۳۴۸ھ ۴۳۵۸ھ ۴۳۶۸ھ ۴۳۷۸ھ ۴۳۸۸ھ ۴۳۹۸ھ ۴۴۰۸ھ ۴۴۱۸ھ ۴۴۲۸ھ ۴۴۳۸ھ ۴۴۴۸ھ ۴۴۵۸ھ ۴۴۶۸ھ ۴۴۷۸ھ ۴۴۸۸ھ ۴۴۹۸ھ ۴۵۰۸ھ ۴۵۱۸ھ ۴۵۲۸ھ ۴۵۳۸ھ ۴۵۴۸ھ ۴۵۵۸ھ ۴۵۶۸ھ ۴۵۷۸ھ ۴۵۸۸ھ ۴۵۹۸ھ ۴۶۰۸ھ ۴۶۱۸ھ ۴۶۲۸ھ ۴۶۳۸ھ ۴۶۴۸ھ ۴۶۵۸ھ ۴۶۶۸ھ ۴۶۷۸ھ ۴۶۸۸ھ ۴۶۹۸ھ ۴۷۰۸ھ ۴۷۱۸ھ ۴۷۲۸ھ ۴۷۳۸ھ ۴۷۴۸ھ ۴۷۵۸ھ ۴۷۶۸ھ ۴۷۷۸ھ ۴۷۸۸ھ ۴۷۹۸ھ ۴۸۰۸ھ ۴۸۱۸ھ ۴۸۲۸ھ ۴۸۳۸ھ ۴۸۴۸ھ ۴۸۵۸ھ ۴۸۶۸ھ ۴۸۷۸ھ ۴۸۸۸ھ ۴۸۹۸ھ ۴۹۰۸ھ ۴۹۱۸ھ ۴۹۲۸ھ ۴۹۳۸ھ ۴۹۴۸ھ ۴۹۵۸ھ ۴۹۶۸ھ ۴۹۷۸ھ ۴۹۸۸ھ ۴۹۹۸ھ ۵۰۰۸ھ ۵۰۱۸ھ ۵۰۲۸ھ ۵۰۳۸ھ ۵۰۴۸ھ ۵۰۵۸ھ ۵۰۶۸ھ ۵۰۷۸ھ ۵۰۸۸ھ ۵۰۹۸ھ ۵۱۰۸ھ ۵۱۱۸ھ ۵۱۲۸ھ ۵۱۳۸ھ ۵۱۴۸ھ ۵۱۵۸ھ ۵۱۶۸ھ ۵۱۷۸ھ ۵۱۸۸ھ ۵۱۹۸ھ ۵۲۰۸ھ ۵۲۱۸ھ ۵۲۲۸ھ ۵۲۳۸ھ ۵۲۴۸ھ ۵۲۵۸ھ ۵۲۶۸ھ ۵۲۷۸ھ ۵۲۸۸ھ ۵۲۹۸ھ ۵۳۰۸ھ ۵۳۱۸ھ ۵۳۲۸ھ ۵۳۳۸ھ ۵۳۴۸ھ ۵۳۵۸ھ ۵۳۶۸ھ ۵۳۷۸ھ ۵۳۸۸ھ ۵۳۹۸ھ ۵۴۰۸ھ ۵۴۱۸ھ ۵۴۲۸ھ ۵۴۳۸ھ ۵۴۴۸ھ ۵۴۵۸ھ ۵۴۶۸ھ ۵۴۷۸ھ ۵۴۸۸ھ ۵۴۹۸ھ ۵۵۰۸ھ ۵۵۱۸ھ ۵۵۲۸ھ ۵۵۳۸ھ ۵۵۴۸ھ ۵۵۵۸ھ ۵۵۶۸ھ ۵۵۷۸ھ ۵۵۸۸ھ ۵۵۹۸ھ ۵۶۰۸ھ ۵۶۱۸ھ ۵۶۲۸ھ ۵۶۳۸ھ ۵۶۴۸ھ ۵۶۵۸ھ ۵۶۶۸ھ ۵۶۷۸ھ ۵۶۸۸ھ ۵۶۹۸ھ ۵۷۰۸ھ ۵۷۱۸ھ ۵۷۲۸ھ ۵۷۳۸ھ ۵۷۴۸ھ ۵۷۵۸ھ ۵۷۶۸ھ ۵۷۷۸ھ ۵۷۸۸ھ ۵۷۹۸ھ ۵۸۰۸ھ ۵۸۱۸ھ ۵۸۲۸ھ ۵۸۳۸ھ ۵۸۴۸ھ ۵۸۵۸ھ ۵۸۶۸ھ ۵۸۷۸ھ ۵۸۸۸ھ ۵۸۹۸ھ ۵۹۰۸ھ ۵۹۱۸ھ ۵۹۲۸ھ ۵۹۳۸ھ ۵۹۴۸ھ ۵۹۵۸ھ ۵۹۶۸ھ ۵۹۷۸ھ ۵۹۸۸ھ ۵۹۹۸ھ ۶۰۰۸ھ ۶۰۱۸ھ ۶۰۲۸ھ ۶۰۳۸ھ ۶۰۴۸ھ ۶۰۵۸ھ ۶۰۶۸ھ ۶۰۷۸ھ ۶۰۸۸ھ ۶۰۹۸ھ ۶۱۰۸ھ ۶۱۱۸ھ ۶۱۲۸ھ ۶۱۳۸ھ ۶۱۴۸ھ ۶۱۵۸ھ ۶۱۶۸ھ ۶۱۷۸ھ ۶۱۸۸ھ ۶۱۹۸ھ ۶۲۰۸ھ ۶۲۱۸ھ ۶۲۲۸ھ ۶۲۳۸ھ ۶۲۴۸ھ ۶۲۵۸ھ ۶۲۶۸ھ ۶۲۷۸ھ ۶۲۸۸ھ ۶۲۹۸ھ ۶۳۰۸ھ ۶۳۱۸ھ ۶۳۲۸ھ ۶۳۳۸ھ ۶۳۴۸ھ ۶۳۵۸ھ ۶۳۶۸ھ ۶۳۷۸ھ ۶۳۸۸ھ ۶۳۹۸ھ ۶۴۰۸ھ ۶۴۱۸ھ ۶۴۲۸ھ ۶۴۳۸ھ ۶۴۴۸ھ ۶۴۵۸ھ ۶۴۶۸ھ ۶۴۷۸ھ ۶۴۸۸ھ ۶۴۹۸ھ ۶۵۰۸ھ ۶۵۱۸ھ ۶۵۲۸ھ ۶۵۳۸ھ ۶۵۴۸ھ ۶۵۵۸ھ ۶۵۶۸ھ ۶۵۷۸ھ ۶۵۸۸ھ ۶۵۹۸ھ ۶۶۰۸ھ ۶۶۱۸ھ ۶۶۲۸ھ ۶۶۳۸ھ ۶۶۴۸ھ ۶۶۵۸ھ ۶۶۶۸ھ ۶۶۷۸ھ ۶۶۸۸ھ ۶۶۹۸ھ ۶۷۰۸ھ ۶۷۱۸ھ ۶۷۲۸ھ ۶۷۳۸ھ ۶۷۴۸ھ ۶۷۵۸ھ ۶۷۶۸ھ ۶۷۷۸ھ ۶۷۸۸ھ ۶۷۹۸ھ ۶۸۰۸ھ ۶۸۱۸ھ ۶۸۲۸ھ ۶۸۳۸ھ ۶۸۴۸ھ ۶۸۵۸ھ ۶۸۶۸ھ ۶۸۷۸ھ ۶۸۸۸ھ ۶۸۹۸ھ ۶۹۰۸ھ ۶۹۱۸ھ ۶۹۲۸ھ ۶۹۳۸ھ ۶۹۴۸ھ ۶۹۵۸ھ ۶۹۶۸ھ ۶۹۷۸ھ ۶۹۸۸ھ ۶۹۹۸ھ ۷۰۰۸ھ ۷۰۱۸ھ ۷۰۲۸ھ ۷۰۳۸ھ ۷۰۴۸ھ ۷۰۵۸ھ ۷۰۶۸ھ ۷۰۷۸ھ ۷۰۸۸ھ ۷۰۹۸ھ ۷۱۰۸ھ ۷۱۱۸ھ ۷۱۲۸ھ ۷۱۳۸ھ ۷۱۴۸ھ ۷۱۵۸ھ ۷۱۶۸ھ ۷۱۷۸ھ ۷۱۸۸ھ ۷۱۹۸ھ ۷۲۰۸ھ ۷۲۱۸ھ ۷۲۲۸ھ ۷۲۳۸ھ ۷۲۴۸ھ ۷۲۵۸ھ ۷۲۶۸ھ ۷۲۷۸ھ ۷۲۸۸ھ ۷۲۹۸ھ ۷۳۰۸ھ ۷۳۱۸ھ ۷۳۲۸ھ ۷۳۳۸ھ ۷۳۴۸ھ ۷۳۵۸ھ ۷۳۶۸ھ ۷۳۷۸ھ ۷۳۸۸ھ ۷۳۹۸ھ ۷۴۰۸ھ ۷۴۱۸ھ ۷۴۲۸ھ ۷۴۳۸ھ ۷۴۴۸ھ ۷۴۵۸ھ ۷۴۶۸ھ ۷۴۷۸ھ ۷۴۸۸ھ ۷۴۹۸ھ ۷۵۰۸ھ ۷۵۱۸ھ ۷۵۲۸ھ ۷۵۳۸ھ ۷۵۴۸ھ ۷۵۵۸ھ ۷۵۶۸ھ ۷۵۷۸ھ ۷۵۸۸ھ ۷۵۹۸ھ ۷۶۰۸ھ ۷۶۱۸ھ ۷۶۲۸ھ ۷۶۳۸ھ ۷۶۴۸ھ ۷۶۵۸ھ ۷۶۶۸ھ ۷۶۷۸ھ ۷۶۸۸ھ ۷۶۹۸ھ ۷۷۰۸ھ ۷۷۱۸ھ ۷۷۲۸ھ ۷۷۳۸ھ ۷۷۴۸ھ ۷۷۵۸ھ ۷۷۶۸ھ ۷۷۷۸ھ ۷۷۸۸ھ ۷۷۹۸ھ ۷۸۰۸ھ ۷۸۱۸ھ ۷۸۲۸ھ ۷۸۳۸ھ ۷۸۴۸ھ ۷۸۵۸ھ ۷۸۶۸ھ ۷۸۷۸ھ ۷۸۸۸ھ ۷۸۹۸ھ ۷۹۰۸ھ ۷۹۱۸ھ ۷۹۲۸ھ ۷۹۳۸ھ ۷۹۴۸ھ ۷۹۵۸ھ ۷۹۶۸ھ ۷۹۷۸ھ ۷۹۸۸ھ ۷۹۹۸ھ ۸۰۰۸ھ ۸۰۱۸ھ ۸۰۲۸ھ ۸۰۳۸ھ ۸۰۴۸ھ ۸۰۵۸ھ ۸۰۶۸ھ ۸۰۷۸ھ ۸۰۸۸ھ ۸۰۹۸ھ ۸۱۰۸ھ ۸۱۱۸ھ ۸۱۲۸ھ ۸۱۳۸ھ ۸۱۴۸ھ ۸۱۵۸ھ ۸۱۶۸ھ ۸۱۷۸ھ ۸۱۸۸ھ ۸۱۹۸ھ ۸۲۰۸ھ ۸۲۱۸ھ ۸۲۲۸ھ ۸۲۳۸ھ ۸۲۴۸ھ ۸۲۵۸ھ ۸۲۶۸ھ ۸۲۷۸ھ ۸۲۸۸ھ ۸۲۹۸ھ ۸۳۰۸ھ ۸۳۱۸ھ ۸۳۲۸ھ ۸۳۳۸ھ ۸۳۴۸ھ ۸۳۵۸ھ ۸۳۶۸ھ ۸۳۷۸ھ ۸۳۸۸ھ ۸۳۹۸ھ ۸۴۰۸ھ ۸۴۱۸ھ ۸۴۲۸ھ ۸۴۳۸ھ ۸۴۴۸ھ ۸۴۵۸ھ ۸۴۶۸ھ ۸۴۷۸ھ ۸۴۸۸ھ ۸۴۹۸ھ ۸۵۰۸ھ ۸۵۱۸ھ ۸۵۲۸ھ ۸۵۳۸ھ ۸۵۴۸ھ ۸۵۵۸ھ ۸۵۶۸ھ ۸۵۷۸ھ ۸۵۸۸ھ ۸۵۹۸ھ ۸۶۰۸ھ ۸۶۱۸ھ ۸۶۲۸ھ ۸۶۳۸ھ ۸۶۴۸ھ ۸۶۵۸ھ ۸۶۶۸ھ ۸۶۷۸ھ ۸۶۸۸ھ ۸۶۹۸ھ ۸۷۰۸ھ ۸۷۱۸ھ ۸۷۲۸ھ ۸۷۳۸ھ ۸۷۴۸ھ ۸۷۵۸ھ ۸۷۶۸ھ ۸۷۷۸ھ ۸۷۸۸ھ ۸۷۹۸ھ ۸۸۰۸ھ ۸۸۱۸ھ ۸۸۲۸ھ ۸۸۳۸ھ ۸۸۴۸ھ ۸۸۵۸ھ ۸۸۶۸ھ ۸۸۷۸ھ ۸۸۸۸ھ ۸۸۹۸ھ ۸۹۰۸ھ ۸۹۱۸ھ ۸۹۲۸ھ ۸۹۳۸ھ ۸۹۴۸ھ ۸۹۵۸ھ ۸۹۶۸ھ ۸۹۷۸ھ ۸۹۸۸ھ ۸۹۹۸ھ ۹۰۰۸ھ ۹۰۱۸ھ ۹۰۲۸ھ ۹۰۳۸ھ ۹۰۴۸ھ ۹۰۵۸ھ ۹۰۶۸ھ ۹۰۷۸ھ ۹۰۸۸ھ ۹۰۹۸ھ ۹۱۰۸ھ ۹۱۱۸ھ ۹۱۲۸ھ ۹۱۳۸ھ ۹۱۴۸ھ ۹۱۵۸ھ ۹۱۶۸ھ ۹۱۷۸ھ ۹۱۸۸ھ ۹۱۹۸ھ ۹۲۰۸ھ ۹۲۱۸ھ ۹۲۲۸ھ ۹۲۳۸ھ ۹۲۴۸ھ ۹۲۵۸ھ ۹۲۶۸ھ ۹۲۷۸ھ ۹۲۸۸ھ ۹۲۹۸ھ ۹۳۰۸ھ ۹۳۱۸ھ ۹۳۲۸ھ ۹۳۳۸ھ ۹۳۴۸ھ ۹۳۵۸ھ ۹۳۶۸ھ ۹۳۷۸ھ ۹۳۸۸ھ ۹۳۹۸ھ ۹۴۰۸ھ ۹۴۱۸ھ ۹۴۲۸ھ ۹۴۳۸ھ ۹۴۴۸ھ ۹۴۵۸ھ ۹۴۶۸ھ ۹۴۷۸ھ ۹۴۸۸ھ ۹۴۹۸ھ ۹۵۰۸ھ ۹۵۱۸ھ ۹۵۲۸ھ ۹۵۳۸ھ ۹۵۴۸ھ ۹۵۵۸ھ ۹۵۶۸ھ ۹۵۷۸ھ ۹۵۸۸ھ ۹۵۹۸ھ ۹۶۰۸ھ ۹۶۱۸ھ ۹۶۲۸ھ ۹۶۳۸ھ ۹۶۴۸ھ ۹۶۵۸ھ ۹۶۶۸ھ ۹۶۷۸ھ ۹۶۸۸ھ ۹۶۹۸ھ ۹۷۰۸ھ ۹۷۱۸ھ ۹۷۲۸ھ ۹۷۳۸ھ ۹۷۴۸ھ ۹۷۵۸ھ ۹۷۶۸ھ ۹۷۷۸ھ ۹۷۸۸ھ ۹۷۹۸ھ ۹۸۰۸ھ ۹۸۱۸ھ ۹۸۲۸ھ ۹۸۳۸ھ ۹۸۴۸ھ ۹۸۵۸ھ ۹۸۶۸ھ ۹۸۷۸ھ ۹۸۸۸ھ ۹۸۹۸ھ ۹۹۰۸ھ ۹۹۱۸ھ ۹۹۲۸ھ ۹۹۳۸ھ ۹۹۴۸ھ ۹۹۵۸ھ ۹۹۶۸ھ ۹۹۷۸ھ ۹۹۸۸ھ ۹۹۹۸ھ ۱۰۰۰۸ھ ۱۰۰۱۸ھ ۱۰۰۲۸ھ ۱۰۰۳۸ھ ۱۰۰۴۸ھ ۱۰۰۵۸ھ ۱۰۰۶۸ھ ۱۰۰۷۸ھ ۱۰۰۸۸ھ ۱۰۰۹۸ھ ۱۰۱۰۸ھ ۱۰۱۱۸ھ ۱۰۱۲۸ھ ۱۰۱۳۸ھ ۱۰۱۴۸ھ ۱۰۱۵۸ھ ۱۰۱۶۸ھ ۱۰۱۷۸ھ ۱۰۱۸۸ھ ۱۰۱۹۸ھ ۱۰۲۰۸ھ ۱۰۲۱۸ھ ۱۰۲۲۸ھ ۱۰۲۳۸ھ ۱۰۲۴۸ھ ۱۰۲۵۸ھ ۱۰۲۶۸ھ ۱۰۲۷۸ھ ۱۰۲۸۸ھ ۱۰۲۹۸ھ ۱۰۳۰۸ھ ۱۰۳۱۸ھ ۱۰۳۲۸ھ ۱۰۳۳۸ھ ۱۰۳۴۸ھ ۱۰۳۵۸ھ ۱۰۳۶۸ھ ۱۰۳۷۸ھ ۱۰۳۸۸ھ ۱۰۳۹۸ھ ۱۰۴۰۸ھ ۱۰۴۱۸ھ ۱۰۴۲۸ھ ۱۰۴۳۸ھ ۱۰۴۴۸ھ ۱۰۴۵۸ھ ۱۰۴۶۸ھ ۱۰۴۷۸ھ ۱۰۴۸۸ھ ۱۰۴۹۸ھ ۱۰۵۰۸ھ ۱۰۵۱۸ھ ۱۰۵۲۸ھ ۱۰۵۳۸ھ ۱۰۵۴۸ھ ۱۰۵۵۸ھ ۱۰۵۶۸ھ ۱۰۵۷۸ھ ۱۰۵۸۸ھ ۱۰۵۹۸ھ ۱۰۶۰۸ھ ۱۰۶۱۸ھ ۱۰۶۲۸ھ ۱۰۶۳۸ھ ۱۰۶۴۸ھ ۱۰۶۵۸ھ ۱۰۶۶۸ھ ۱۰۶۷۸ھ ۱۰۶۸۸ھ ۱۰۶۹۸ھ ۱۰۷۰۸ھ ۱۰۷۱۸ھ ۱۰۷۲۸ھ ۱۰۷۳۸ھ ۱۰۷۴۸ھ ۱۰۷۵۸ھ ۱۰۷۶۸ھ ۱۰۷۷۸ھ ۱۰۷۸۸ھ ۱۰۷۹۸ھ ۱۰۸۰۸ھ ۱۰۸۱۸ھ ۱۰۸۲۸ھ ۱۰۸۳۸ھ ۱۰۸۴۸ھ ۱۰۸۵۸ھ ۱۰۸۶۸ھ ۱۰۸۷۸ھ ۱۰۸۸۸ھ ۱۰۸۹۸ھ ۱۰۹۰۸ھ ۱۰۹۱۸ھ ۱۰۹۲۸ھ ۱۰۹۳۸ھ ۱۰۹۴۸ھ ۱۰۹۵۸ھ ۱۰۹۶۸ھ ۱۰۹۷۸ھ ۱۰۹۸۸ھ ۱۰۹۹۸ھ ۱۱۰۰۸ھ ۱۱۰۱۸ھ ۱۱۰۲۸ھ ۱۱۰۳۸ھ ۱۱۰۴۸ھ ۱۱۰۵۸ھ ۱۱۰۶۸ھ ۱۱۰۷۸ھ ۱۱۰۸۸ھ ۱۱۰۹۸ھ ۱۱۱۰۸ھ ۱۱۱۱۸ھ ۱۱۱۲۸ھ ۱۱۱۳۸ھ ۱۱۱۴۸ھ ۱۱۱۵۸ھ ۱۱۱۶۸ھ ۱۱۱۷۸ھ ۱۱۱۸۸ھ ۱۱۱۹۸ھ ۱۱

ان شیعیان علیؑ نے اپنے خلیفہ بلافضل کو ان کے اپنے در خلافت میں ایک دن بھی آرام کا گزارنے نہ دیا اور آخر شہید کر کے دم لیا مگر اس پر بھی انتقام نہ کر کے آپ کے کاتب کو جیت و طاغوت اور فحشاء و منکر کے پہلو میں پہنچا کر دم لیا اللہ تعالیٰ کو درڑھا لعین ہوں ایسے سر پر سے حواس باختہ منہ بھٹا اور بے حیا انسانوں پر جن کے منہ سے ساری زندگی میں ایک بات بھی کام کی نہ نکلی۔

آئیے میں آپ کو الاساماء الرجال کے مناظر دکھاؤں۔ آپ کے توان بے حیا لوگوں نے محض پادریوں کی بازی سے کام لیا۔ میں آپ کو آپ کی کتب سے بقیہ صفحہ وسط تانا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ کون تھے۔ اب جگر حاتم کے بیٹے میری باری آئی حضرت لوط علیہ السلام کے اس فعل کا ارتکاب مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک فاطمی مشہور اس نے کیا اور دُنکے کی جوت کیا اور پڑے دھڑے سے کیا۔ یہ بزرگ فاطمہ آپ کے امام ششم حضرت جعفر کے بیٹے محمد کے بیٹے علی تھے۔ گویا امام ششم کے پوتے تھے۔ ان کے دوسرے ساتھی تھے امام چہارم زین العابدینؑ کے بیٹے حسن کے بیٹے حسین الافطس یعنی امام چہارم کے پوتے۔ انھوں کو میں ان کے تفصیلی حالات یہاں قلمبند کرنے سے معذور ہوں کہ ان دونوں نے بل کر حرم کعبہ میں کیا کیا بد اعمالیاں کیں۔

سیدنا علیؑ صحابہ کرام کے حق میں کیا فرماتے ہیں

بیچ البلاغۃ اور شیعیہ تفامیر کی روشنی میں

۱۔ میں نے اصحاب رسولؐ کو دیکھا۔ لیکن تم میں سے کسی کو بھی ان سے مشابہ نہیں پایا وہ پریشان بال صبح کہتے تھے رات سجدہ اور قیام (عبادت) میں گزارتے تھے اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو وہ خاک پر رکھتے تھے اور یاد باز گشت (قیامت) کے خوف سے انگاروں کی طرح تر پڑتے اور گھراں نظر کرتے تھے۔ ان کی پیشانی پر طول سجدہ کے باعث بکریوں کے نانو کے گھسے کی طرح نشانی پڑ گئے تھے جب کبھی خداوند سبحان کا ذکر ہوتا تو خوفِ خدا اور خوفِ جزا اور امیدِ ثواب سے (زر زخمی)

اُن کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے۔ وہ لرزہ براندام ہو جاتے۔ جس طرح باد تند سے (پڑے پڑے تناور) درخت پٹنے اور ڈولنے لگتے ہیں (ترجمہ بیچ البلاغۃ ص ۲۴) رہیں احمد جعفری

۲۔ سیدنا علیؑ فرماتے ہیں۔ با بیعی القوم الذین بالیجوا اباب کرمو وعمر و عثمانؓ علی ما یا یعوحم علیہ الخ (بیچ البلاغۃ)

یعنی میرے ساتھ اس قوم نے بیعت کی جس قوم نے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تھی۔ اور اسی شرط پر بیعت کی ہے جس شرط پر ان سے بیعت کی تھی۔ اب کسی حاضر شخص کو اختیار نہیں کہ وہ علیحدہ رستہ اختیار کرے مگر نہ غائب اس کی تردید کر سکتا ہے۔ تحقیق شوریٰ مہاجرین اور انصار کا کام ہے جس شخص پر انہوں نے اجماع کیا اس کا نام امام رکھ دیا تو یہ اللہ کی اور پوری امت کی رضا مندی کے لئے کافی ہے (بیچ البلاغۃ) اس ارشاد سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں

۱۔ اصحاب ثلاثہ کی خلافت پر حق ہے، سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر ہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے سیدنا خاندقؓ اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت کو معنی برحق قرار دیا۔

۲۔ سیدنا علیؑ کے ہاتھ پر اجماع خلافت نہ ہو سکا۔

۳۔ امام وہ ہے جسے قوم اپنے میں سے اپنا امیر منتخب کرے۔ مگر کیا شیعوں کا مذہب کا موعوبہ نظریہ امامت بموجب ارشاد سیدنا علیؑ ان سے سے باطل ہے۔

۴۔ آپ شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کے لئے مانتے تھے۔

مگر افسوس کہ وہی لوگ آپ کی خلافت پر متفق نہ ہو سکے۔

۵۔ آپ گویا خلافت بلافضل اور امامت کے متعلق نفع کے اصل عقیدہ سے واقف تک نہ تھے۔

۳۰۔ ایک موقع پر آپ نے اپنے شیعوں سے تنگ ہو کر نہایت رقت انگیز الفاظ میں فرمایا۔ این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقلوبہم الخ

(مہج البلاغۃ جزو اول صفحہ ۲۳)

وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کیا اور قرآن پڑھا تو اسے خوب اپنایا۔ اور جب جہاد کی طرف انہیں رغبت دلائی گئی تو میاؤں سے تلواریں سونت کر ایسے حقوق سے میدان جہاد میں پہنچ گئے جیسے خیرات اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے آتی ہے۔ وہ گردہ گردہ ہو کر زمین میں پھیل گئے اور قتال کے لئے قطار در قطار ہو گئے۔ ان میں سے شہید بھی ہوئے اور غازی بن کر بھی لوٹے زندوں کی وجہ سے ان کو بشارت نہیں دی جاتی اور مردوں کی وجہ سے ان سے تعزیت نہیں کی جاتی رابعی ان کے متعلقیت بھی ایسے ہی بلند کر دیا تھے جو زندہ لوٹ آئے والوں پر اظہار خوشی نہیں کرتے تھے اور شہید ہو جانے غمگین نہیں بلکہ خوش ہوئے تھے، واللہ تعالیٰ کے خوف سے (کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اور مسلسل روزے رکھنے سے ان کے شکم لاغر تھے کثرت دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے رشب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے زرد تھے۔ ان کے چہرہ پر خشوع و خضوع کرنے والوں کی کسی اداسی تھی۔ یہ میرے وہ بھائی ہیں جو گندہ چکے ہیں۔ اب ہمارے ذمے واجب ہے کہ ان کے لئے پیاس محبت کا اظہار کریں۔ ادا ان کی جدائی پر بیتاعت کا میں۔

سیدنا علیؑ کسی رقت قلب، درد انگیز انداز میں روح کی گہرائیوں سے صحابہ کرامؓ کی توصیف فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے ساری زندگی میں ایک بار بھی کسی ایک مقام پر کسی کے سامنے یہ نہیں فرمایا کہ نبیؐ کی وفات کے بعد وہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ پھر وہ ہذا سوال گذرنے کے بعد چند مبہول النسب، مبہول الاحوال و دشمنانِ دینی نے شیعیت کی آٹھ میں بسند معتبر معلوم ہوا ہے کے تباہ و پیکر میں

کہنا شروع کر دیا کہ بخائی و فساد کے بعد سوائے تین چار کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ مگر ان
جہل مکذیبینا علی کے ان خطبات سے یہ کیوں علوم نہ ہو کر اکابر ان لوگوں کو انبیاء کے بعد
دین میں افضل ترین انسان سمجھتے تھے۔

۴۔ اگے چلے اور عیسیٰ ملا فضل کا اشارہ کر گئی تھی اور اگلا پ سے محمدان علی ہیں تو جن انداز میں آپ نے صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے اسی انداز میں صحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے جہنم کا اندھن پینے سے بچو۔

لقد رايت اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ضارعي منك
 يشجعهم لعداؤنا ليجعون الخ (فتح البلاء عربي) میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کے صحابہ کو دیکھا میں تم میں سے کسی کو بھی ان جیسا نہیں پاتا وہ صبح کو درجوں میں آتے
 ہوتے تھے اور رات کو مسجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے۔ وہ کسی اپنی بیٹیاں
 زمین پر رکھتے تھے۔ اور کسی رخا رہے۔ وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو ایسا معلوم ہوتا لگا لگا رہا
 پر کھڑے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے درمیان لمبے سجدے کمنے کی وجہ سے سینہ سے
 گھٹنوں کی طرح گئے ٹپے ہوتے تھے۔ جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو بہا دیتیں
 یہاں تک کہ (ان کے) گریبان تر ہو جاتے اور غدا بے خوف اور ثواب کی امید سے
 ایسے لڑتے اور کھپاتے جیسے تیز گندھی میں (مقبوض اور تباہ) درخت کی حالت ہوتی ہے
 (اررد ترجمہ فتح البلاء لا موروٹ)

میں ابتداء میں ان حقائق کی طرف اشارہ کر چکا ہوں کہ شیعہ مذہب میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر تمام شیعہ متفق ہو چکے ہوں۔ شیعہ مذہب میں ہر بات کے کئی پہلو ہیں اور اگر ان تمام پر غور کیا جائے تو نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ ایک خارجی پہلو دوسرا تعبیراتی۔ ان گول نے تعبیراتی پہلو کے تمام مآزم کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جس سے محبت صلح، اتفاق، اتحاد، اخوت، رواداری اور انسانیت کے اقدار کی روح کو جلا ملتی۔ اور سراسر خارجی پہلو اختیار کر کے ان اقدار کو اپنا یا جو نفرت، حقارت، نفیض جہد، کینہ، ہشہر، فساد، بغیث، بہتان اور افرار کے جذبات کا حامل تھا۔ اگر کوئی یہ لوگ

ترتیب: کشمیر سے وہ بھائی راج زندہ ہوتے، جنہوں نے قرآن پڑھا اور اس پر کما حقہ عمل کیا
 احکام شریعہ میں خود کیا اور ان کو بجالائے۔ سنت نبوی کو زندہ کیا اور بدعات کو ختم کیا۔
 جب جہاد کی طرف بلائے گئے تو اپنی جانوں کو ختم کیا زندہ ہونے کی صورت میں اپنے
 قادیان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی پوری اتباع (تالبداری) کی۔

افسوس کہ ان جلیل القدر بے مثال اور سیرت و کردار کے قابل تقلید محبوں کو آج بازاری سطح کے لوگ جیت ~~و~~ حکومت کے ناموں سے پکار کر اپنی رویا بازی اور بد بختی میں اضافے کرتے ہیں۔

٨- حتى يؤمنوا بحملتهم وبلغهم منيأ تهم الخرج اليلاعة (ع)

ترجمہ: تا آنکہ ان صحابہ کرام کو کنٹرل مفوض نہ پہنچا یا اور نجات کے مقام تک پہنچا دیا
ان کی لاشیں سیدھی ہو گئی اور ان کی ایمانی چٹان اپنی جگہ ٹنگ گئی اور عین وہ پورے طریقہ
ہدایت یافتہ، کامل الایمان اور مجسم خیر ہو گئے (مخدا میں بھی اس قافلہ کے آخر میں تھا۔
آپ کے ان خطبات میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی اس بات کا نہیں ملتا کہ نبی علیہ السلام
کے بعد صحابہ کرام نعوذ باللہ تہرہ ہو گئے تھے بلکہ آپ کی زندگی کی مثالیں اس انداز میں پیش
کرتے ہیں جیسے وہی لوگ بعد میں آنے والوں کے لئے چراغِ ہدایت تھے۔

۹۔ ہم گروہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے ابا، بیٹوں، بھائیوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیتے تھے، اور اس سے ہمارے ایمان یقین اور اوراومت پر گامزن میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔ مکالمات خفاہ پر صبر اور دشمن سے جنگ پر شوق بڑھتا جاتا تھا۔ (سبح البلاء علیہم اعدائے)

۱۔ صحیفہ کا مسیّد نا علیؑ (زین العابدینؑ) کی دعوات کا مجموعہ ہے۔ اس میں آپ کی یہ دعا مرقوم ہے۔

اللهم صل على اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم والذين احسنوا الصلوة اليه
 حرمہ "اے اللہ خیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی رحمت نازل فرما جنہوں نے بہت
 بھین طرح حضور کی صحبت کی جو میتوں میں مثیلہ کئے گئے اور آپ کی نصرت میں مشکلات

میں اللہ تعالیٰ کو شہادہ و عادل مانتے ہوئے دل کی گہرائیوں کی بھرپور صداقت سے کہتا ہوں کہ اس تالیف کا مقصد محض اور محض شیعہ دوستوں کے سامنے ان کا بقول سابق پیش کرنا ہے۔ میرے پیش نہ یہ امر ہے کہ میں ایسی تالیف پیش کروں جلا جواب ہو اور لوگ داد واد، مرجحہ کہہ اٹھیں نہ مناظرانہ مقصد پیش نظر ہے۔ یہ ایک بات ہے کہ نقلی اثرات جو صرف ہندی اور غلوں، محبت اور پیار کی بے پایاں لہروں کے دوش پر سوار ہو کر ناقصوں کے لئے کچھ سخت قسم کے الفاظ کی لرزش کا سبب بنیں۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ کوس کے پس منظر میں وہی غلوں و پیار کا رنر ہے جو کسی نہایت عزیز دوست کی غلطی پر اسے ٹھکنے کے لئے الفاظ کو ذرا سخت کر دیتا ہے۔

میرے شیعہ دوستوں! سیدنا علیؑ کے ان ارشادات کو اپنے دماغوں میں نقشے ہوئے
 عز و عظمت و مہر و صفات کو نکال کر انصاف کی نظر سے دیکھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں
 اُعدنا العراط المستقیم کا در کرتے ہوئے غلویت میں گمراہ نہ ہو جاؤ۔ عاجزی کرو اور طلب بدلتا۔
 چاہو۔ یقیناً اور یقیناً شرح صدر ہوگی۔ درنہ ٹھہرے کلمے شیعہ دوستوں! جہالت کا
 بار بھی قیامت کے دن تمہارے کندھوں پر ہوگا۔

لیجیملو اوز انصام کا ملکہ بردہ الفیقلہ ومن اوزار الذین لیفسدنہم
بغیر علم الامارہ ما بینہون ۱۴۶
ترجمہ: اگر اٹھادیں بوجہ پوسے دن قیامت کے اور کچھ بوجہ ان کے جن کو پہچانتے
ہیں تھے تحقیق بڑا بے بوجہ جو وہ اٹھاتے ہیں۔

۶۔ وکان احب اللقاء الیہم
تعاود اللہ وانہم ینقلبون علی
مثل الجمر من ذکر معاد (ص ۲۸۵)

ان کو (صحابہ کرامؓ) اللہ سے ملنے کی ملاقات ہی
سب ملاقاتوں سے زیادہ محبوب تھی یہی آخرت
کا ذکر کر کے ایسے اضطراب سے ترشہ پتہ کرنا
اگے کے انگاروں پر تڑپ رہے ہیں۔

٤- ادعوا في الذين يخرجون من البيت (١٣١)

چھکارا حاصل نہ کر سکے۔ گویا اپنی حکمرانی کے دور میں بھی ان کی تعریفیں کئے جا رہے ہیں
یا اللہ! میرے ان شیعہ بھائیوں کو عقل و بصیرت کی نعمت سے سرفراز فرما کر یہ لوگ
پھر تیرے نجاتی کے دین میں داخل ہوں۔
(ماہنامہ خلافت)

۱۷۔ ابو طالب نے اپنی غربت کی وجہ سے اپنی اولاد خیرہ کو اپنے گھنے میں قیام کر دیا تھا۔ سیدنا علیؑ نبیؐ
کی کنیت میں آئے نبیؐ علیہ السلام کی وفات تک آپ کی مالی حالت سقیم رہی۔ مگر جب آپ اپنی چار سالہ خلافت
کے بعد شہید ہوئے تو بارہ لاکھ روپے و غنائت جیسی مالا مال ہوا۔ بیت مسافہ، برقعہ، شینغ
و اور اقربائی سیدیم، بارہ ہینہ، مغربین وراثت کے طور پر جو کہ میں چھوڑے (حق یقین ۱۸۰) اقرباء کا
جائزہ (۱۷) اور یہ بات جبراً ارشاد ہے کہ شہادت کے وقت آپ کے فارمون اور غلاموں کی معقول تعداد
تھی۔ ان کے علاوہ چار بیویاں، انیس ام ولد یعنی نو بیویاں جو میں لڑکے لڑکیاں تھیں۔ اور آپ اپنے
خاندان میں دولت مند ترین شہر تھے۔ کتاب شہادت میں مقدمہ (۱۷) نیز وفات سے قبل بیسویں
لڑکی کے خریدنے کے لئے آپ نے ساڑھے سات سو یا آٹھ سو دہم جمع کر رکھے تھے۔ اکثر اوقات حضرت علیؑ
بحوالہ اوتیا صدیق محمد سلطان نقوی

ان محتاج سے جو خیر ملنے آئے وہ یہ ہے کہ نبیؐ علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ نہایت غریب
تھے۔ اپنے چار سالہ دور خلافت میں آپ اس قدر بایکاد پیدا نہیں کر سکتے تھے جو کہ بیت المال میں
ناماخر تصروف کا آپ کی وفات کی طرف گمان کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور پھر وہ چار سالہ دور سب کا سب
لڑائیوں میں گذر گیا۔ لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ تمام جائیداد خلتائے خلافت رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے عطیات کی مرہون منت تھی۔

برداشت کیں۔ اور کما حقہ آپ کی حفاظت کی۔ آپ کی جماعت قوی تر بنانے میں درجہ
کی آپ کی دعوت قبول کرنے پر ایک دوسرے سے سبقت کی اور ایسے مقام پر دعوت کو پہنچا
کیا کہ آپ نے اپنی رسالت کی ماضی و دلیل ان کو سنائی۔ کما حقہ کے اظہار کے لئے اپنی
بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ اپنے آباؤ اور اولاد سے جنگ کی تاکہ آپ کی نبوت
ثابت قدم رہے۔ نیز یہ لوگ آپ کی محبت میں مرثا تھے اور آپ کی دوستی میں
ایسی جملت کے امیدوار تھے جن میں کوئی خشاہ نہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ
رگوں کی مانند چمکتے تو قوم اور قبیلوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور تمام رشتہ داریاں ختم ہو
گئیں۔ جب نبیؐ علیہ السلام کی رشتہ داری کے سلسلے میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔
اے اللہ تیری رضا اور تیرے بغض میں انہوں نے جو چھوڑا اسے نہ بھلانا اور
اپنی رضامندی سے انہیں راضی رکھا۔ اور اس وجہ سے بھی ان سے راضی رہنا کہ
انہوں نے مخلوق کو تیرے دین پر جمی کیا وہ تیری طرف اور تیرے دین کے لئے
مخلوق کو دعوت دینے والے تھے۔ اے اللہ تیری رضا کے لئے ان کو اپنی
قوم کو چھوڑ دینے کی توفیق دانی فرما اور کشائش رزق سے نکل کر تنگی کی طرف آجانے پر
توان کو اجر عظیم عطا فرما۔ تک عشرۃ کاملۃ

اصحاب ثلاثہ اور دیگر صحابہؓ کی خان میں سیدنا علیؑ کے ارشادات کا استیجاب
ممکن نہیں مٹنے موتہ از خوار سے۔ آپ کے چند ارشادات نقل کئے ہیں۔ سیدنا علیؑ کو
جب اپنے دور خلافت میں اپنے نافرمان ساتھیوں سے واسطہ پڑا تو آپ اکثر گھر سے
ہوئے ایام کو یاد کرتے اور اپنے محبین کی تالیس پیش کرتے کہ سیدنا علیؑ جیسا انسان
اصحاب ثلاثہ کی خدایات الطافات العظامات کو بھول سکتا تھا۔ جن کی بخششوں کے بل پر
دو درجن ملک دیاں کیں کو دروں کی جائیداد بنائی مرتے وقت ان کی عطا کردہ جو کچھ دین
گھاؤں کی جاگیریں چھوڑیں۔ مگر جب حیرانی ہے کہ اپنی خلافت کے دور میں بھی ان کی تعلیم
میں باوجود ان کے کلمہ کے رطب انسان ہیں جن کی زندگی میں اور محکومی کی ربع سالہ زندگی میں
ان سے دُور رہے۔ مگر اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی ان کی ہیبت کے کاہن سے
(ماہنامہ خلافت)

اقوالِ آئیمہ، تفاسیر اور احادیث

۱۔ چھٹے امام حضرت جعفر صادق کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں میں ایک سے سر سے سبقت کا اس طرح جذبہ پیدا کیا ہے جیسے گھوڑوں کے دن گھوڑوں میں مقابلہ ہوتا ہے پھر حسب سبقت اللہ تعالیٰ ان کو درجہ دیتے ہیں چنانچہ حسب سبقت ہر شخص کو درجہ ملتا ہے سابق کا درجہ کم نہیں ہوتا اور نہ ہی مسوق یا مفضل سابق اور فاضل سے مرتبہ میں بڑھ سکتا ہے اسی طرح اُمت کے پیچھے اور پچھلے لوگوں میں درجہ میں فضیلت نہ ہوتا اُمت کے پچھلے لوگ پہلوں کے مرتبہ ہو جائیں۔ بلکہ تم ان سے بے اوقات بڑھ جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سبقتِ ایمانی کی وجہ سے سابقین کو مقدم رکھا۔ اور ایمان سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے پچھلوں کو درجہ میں پیچھے رکھا اس لئے کہ ہم بعد ازلے مومنوں میں ایسے لوگ ہائے جلتے ہیں جو ظاہری نماز روزہ حج زکوٰۃ جہاد اور نفاق وغیرہ میں پہلوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اب اگر سبقتِ ایمانی کا اعتبار نہ ہوتا تو کثرتِ عمل کی وجہ سے پچھلے پہلوں سے درجہ میں بڑھ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو تسلیم ہی نہیں کیا کہ بعد ازلے مومن پہلوں کا درجہ حاصل کر لیں۔ یا جن کو اللہ نے مؤخر کر دیا وہ پہلوں سے بڑھ جائیں اور جن کو مقدم کیا وہ پچھلوں سے کم مرتبہ ہو جائیں۔ یہاں پہنچ کر سائل نے سوال کیا کہ سبقتِ الی الامیان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو امام نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

سابقوا الی مغفرۃ من ربکم الہ ان ملاقا اپنے رب کی مغفرت کی طرف ہلکے جاؤ اور جنت کی طرف بھی جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت جیسی ہے جو اللہ پر اور اُس رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

والسابقون الاولون اولئک المقبولون (الواقفہ) (اعمال خیر اور ایمان میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے خوب آگے بڑھنے والے ہی لوگ اللہ کے مقرب ہیں۔

والسابقون الاولون من المهاجرین الخ (توبہ) ایمان اور اسلام کی طرٹ ازلہ اول سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے غلوں کے ساتھ ایمان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایمان میں سبقت کی بدولت مہاجرین کا اولین ذکر کیا۔ پھر انصار کا ذکر فرمایا۔ پھر ان کے فرمانبرداروں کا ذکر فرمایا اور سب کو اپنے اپنے مقام پر رکھا۔ (برودایت ابو زبیری اصول کافی باب السبق الی الامیان)

اپنی گھنٹیاں قبول سے کرنے کھد سے تلاش کر کے صحابہ کرام کو دشمن کا خطاب دے کر اپنے قناع ایمان سے دست برداری کا سامان ہم پہنچانے والے اپنی اُمت کی اہمات اکتب کی ان تصریحات سے کس ڈھٹائی سے انکار کر رہے ہیں۔ اب شائد امام حنفی صاحب کے اس ارشاد سے بھی کبھلے صغیرے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مگر اس حقیقت کو نہ بھولیں کہ جن لوگوں کا ذکر قرآنی روشنی میں حضرت امام فرما رہے ہیں وہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف ایک نہیں تین، چار، بارہ ہزار یا چالیس ہزار نہیں تھے۔ آپ تو آج تک اس بات پر ہی متفق نہیں ہو سکے کہ کتنے مرتبہ ہو گئے تھے۔ اور آپ اہم اس انتظار میں ہیں کہ ہم کب تین سو مرتبہ مومن تو امام غائب ظہور فرمائیں بلکہ جن لوگوں کا ذکر آپ کے چھٹے موعودہ امام فرما رہے ہیں وہ لاکھوں کی تعداد میں تھے اور ان میں سے جو سب سابق الامیان تھا اس نے مرنے کے بعد بھی نیا کی سمیت حاصل رہی۔ آپ کی بد اعمالیوں نے ابھی تک اپنے اندر ۳۳ صادق مومن بھی پیدا نہیں کئے اور آپ کی ان بد اعمالیوں کی وجہ سے ابھی تک امام غائب آپ کی بد اعمالیوں کے جرم میں، ماخوذ کسی غار میں سزا بھگت رہے ہیں۔ آپ کے تبرا کی مشین گیس جو کبھی فائزین شغولی ہیں۔ آئیے بہت کیجئے اپنے گیارہ اماموں میں سے کسی ایک امام کا قول صحیح سند کے ساتھ اس بات کے ثبوت میں پیش کیجئے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد سوائے تین چار کے سب مرتد ہو گئے تھے تو یقیناً اپنے ان تقریبات سے کئی اہل کلام رجوع کر لیں گا۔ ورنہ اپنے اندر اخلاقی جزاوت پیدا کر کے ان ایمان سوز حرکات سے توبہ کیجئے اور ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کیجئے جس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شیدائے علی

نے بارگاہ اپنے اس فعل کو اپنی ذات کے لئے موجب فخر قرار دیا۔

حضرت جعفر صادق (کے) اس قول سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ تمام اُمت سے صحابہ کرام کا مقام بلند ہے۔

۲۔ صحابہ کرام میں سے مہاجرین کا مقام ارفع ہے پھر انصار کا۔

۳۔ مہاجرین میں سے بلند مقام صدیق اکبر کا ہے۔

۴۔ خلفائے راشدین کا مقام علی (منہاج الخلافۃ) واضح ہے۔

سیدنا علیؑ نے سیدنا معاویہؓ کے سامنے اپنی خلافت کی حقانیت پیش کرنے کے ثبوت میں خلفائے ثلاثہ کی حقانیت کی مثال اسی طرح پیش کی تھی۔ یعنی جن لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کو منتخب کیا تھا ان لوگوں نے ہی مجھے بھی منتخب کیا ہے۔ یہاں آپؑ نے کسی نفس وغیرہ کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا بلکہ میں واشگاتاک طور پر کلمات کا اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا علیؑ نے تمام دنیا کی کسی ایک بار بھی کسی کے سامنے اشارہ بھی اپنی خلافت کو مخصوص من اللہ قرار نہیں دیا۔ مدعی مسند احمد اور گواہ حقیقت کے مصداق ڈیڑھ سو صدی ہجری کے بعد سیدنا علیؑ کے یہ ہرگز معلوم نہیں کہاں سے نچکے پڑے۔

۲۔ مشہور شیخہ حضرت جعفر بن ابی تالوت صاحب الفتح میں امام باقرؑ سے روایت کتاب ہے کہ آپؑ کا گذر ایک جماعت پر ہوا جو حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی عیبت کرتے رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا کیا تم ان مہاجرین سے ہو جو خدا کے راستہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور خدا کے لئے ان کا مال لوٹا گیا اور انہوں نے خدا اور رسولؐ کی مدد کی کہنے لگے نہیں۔ پھر آپؑ پوچھا کیا تم ان لوگوں سے ہو جنہوں نے مہاجرین کے لئے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور مہاجرین کے لئے رہائش وغیرہ کا انتظام کر رکھا تھا اور مہاجرین سے محبت رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ تو امام باقرؑ نے فرمایا تم خود اس بات کے اذاری ہو کہ ان دونوں جماعتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں سے نہیں (یعنی صحابہ کرام) کی پیروی کرنے والے نہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ

جو لوگ ان کے بعد آئے اور یہ دعویٰ مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان مہاجرین کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے، اور ہمارے دلوں میں ان ایمان والوں کے مہاجرین و انصار کا کینہ درکھ لے ہمارے پروردگار تو ہمارے بھائی و بھائی کے ہیں۔

۳۔ شیعوں کے گیارہویں امام حسن عسکری متوفی ۲۶۰ھ کی طرہ ایک تفسیر منسوب ہے جو صرف ایک پہلے بارے کی ہے شیعوں کے ہاں وہ نہایت مستند ہے۔ اس سے چند حواشی لکھے جاتے ہیں۔ اگر یہ تفسیر واقعی حسن عسکریؑ کی ہے تو اس میں تالیف ۲۶۰ھ سے پہلے ہی نام لیا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ۲۶۰ھ تک ردافض میں سب صحابہ کا وجود تھا۔ قال اللہ عز وجل یا موسیٰ اما علمت انی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت محمدؐ کے صحابہ کی فضیلت تمام مرسلین کے صحابہ پر ایسی ہے جیسے آل محمدؐ کی فضیلت تمام آل انبیاء علیہم السلام پر یہاں تک کہ تم ان کو جنت عدن اور فردوس میں حملہ آور کے دربار میں جنت کی نعمتوں میں گھومتے پھرتے اور عیش و عشرت کرتے دیکھو گے۔ (ترجمہ تفسیر حسن عسکریؑ)

۴۔ تمہیں (یعنی شیعوں کو) یہ حکم ہے کہ تم ان لوگوں (صحابہ کرام) کے راستے پر چلو جن پر یوں انعام ہوا کہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے ان کی آل اور صحابہ کرام جو افضل ترین امت اور منتخب تھے سے محبت کی توفیق ہوئی جو مرد یا عورت حضرت محمدؐ ان کی آل اور آپ کے صحابہ سے محبت رکھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھے تو اس نے خدا کے عذاب سے بچاؤ کے لئے ایک مضبوط قلعہ بنالیا۔ اور محفوظ رکھنے والی ڈھال بنائی (ترجمہ ص ۱۲)

۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پشت سے آپ کی اولاد نکالی جن میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اہل اللہ کے بندوں کے کئی لڑکے تھے جس کا بہتر نمونہ اور آل محمدؐ تھے۔ اور ان میں سے فاضل اور بہترین حضرت محمدؐ کے اصحاب اور آپ کی اُمت کے نیکوکار تھے (ترجمہ ص ۱۲)

۶۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے آدمؑ! اگر آل محمدؐ کے نیکوکاروں کا کوئی آدمی تمہاری آل کے ساتھ تو لا جائے تو تمام پر مجاری ہو۔ اے آدمؑ! اگر ایک کافر یا سب کفار آل محمدؐ پر

اب شیعہ مذہب کی مشہور کتب احادیث چند حدیثیں بھی سن لیجئے

۸۔ "صافی" میں وعد اللہ الذی بیۡنہ امنو منہم وعدہ الصلوات کی تفسیر کے تحت بحوالہ ابی نذیر ہے کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ آئین کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک نوبی حبشہ آگیا جائے گا۔ اور ایک منادی آواز دے گا کہ مومنوں کے سر زار اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے کھڑے ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا۔ تو حضرت علیؓ ابن ابی طالب کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سفید نور کا ایک حبشہ ادا کرے جس کے تحت تمام یقین آورین مہاجرین و انصار موجود ہوں گے۔ کوئی غیر ان میں شریک نہ ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ عزت کے نورانی منبر پر تشریف فرما ہوئے گئے۔ پھر تمام مہاجرین و انصار کا ایک ایک فرد ان کے پاس گئے گا تو آپ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا فرمائیں گے۔ جب آخری آدمی اپنا اجر ملے گا تو سب مہاجرین و انصار کو کہا جائے گا تم جنت میں اپنا ٹھکانا اور منزل پہنچاؤں چکے یہی ہے وہ جو تمہارا پروردگار فرما چکا ہے شک میرے پاس تمہارے لئے بخشش اور اجر عظیم یعنی جنت ہے (تفسیر صافی از محسن کاشانی ص ۱۸) اس روایت میں سیدنا علیؓ کو شافعہ عشر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں بحث اس بات سے نہیں کہ آپ شافعہ عشر ہیں یا نہیں۔ بتانا صرف اس قدر مطلوب ہے کہ مہاجرین و انصار اور تمام صحابہ کرام جنتی ہیں اور بقول روافض یہی اکرم کا ارشاد ہے۔ اب وہ لوگ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف بازاری قسم کے روافض کے اقوال کے مطابق صحابہ کرام پر تبرک کہتے ہیں وہ نجا کے حکم سے انحراف کے جرم میں اپنی نجات اور بخشش سے دست برداری کا سامان ہم پہنچا کر جہنم کا اندھن بننے کے صحابہ متنبہ کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام کے کسی فرد سے محبت رکھیں تو اللہ تعالیٰ اُسے یوں بدل دے گا کہ اُسے توبہ اور قبول ایمان کی توفیق دے کر جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام سے محبت رکھنے والے پر اپنی رحمت برساتے ہیں مگر اللہ کی روزگار سے کرتا آخر کفار مخلوق پر بھی تقسیم کی جائے تو سب کو کافی ہو اور انجام خیر تک پہنچا دے۔ جو قبولیت ایمان ہے اور جنت کے مستحق ہو جائیں۔ اور جو شخص آل و محمدؐ یا صحابہ کرام یا ان کے کسی فرد سے بغض رکھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اتنا سخت عذاب دیں گے کہ اگر اس کو اللہ کی تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب ہی کو ہلاک کر دالے۔ (تفسیر منہج ص ۱۹)

۷۔ حضرت عمرؓ کے متعلق روئے میں حضرت علیؓ کا یہ قول مرقوم ہے۔

"تو اللہ قرعہ کرے گا تو رسا اللہ یا القرآن"

۸۔ سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جو آپ نہ جانتے ہوں۔ نہ آپ کو کوئی ایسی بات بتاؤں جس کو آپ دینی جانتے ہوں تحقیق جو میں جانتا ہوں آپ بھی جانتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے جیسا ہم نے دیکھا اور سنا ہے۔ آپ نے رسولؐ کی صحبت پائی جیسے ہم نے پائی اور ابھرو اور عرف حق پر عمل کریں گے آپ سے زیادہ حقدار نہ تھے۔ آپ رسولؐ کریمؐ سے رشتہ ان کے قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ آپ نے دامادی رسولؐ پائی جو انہوں نے نہیں پائی (نہج البلاغہ حصہ اول ص ۳۲ مطبع مصر)

اقولے۔ سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ کو داماد رسولؐ فرما رہے ہیں مگر آج کے گھٹیا قسم کے مصنفین نبیؐ کی بیٹیوں کے ہی منکر ہیں۔

۹۔ دائرۃ آل محمد افضل آل النبیین و اصحاب محمد افضل صحابۃ المسلمین فان اللہ خیر الامم احبہن (تفسیر منہج ص ۲۳)

آل محمد تمام انبیاء کی آل سے افضل ہے اور اصحاب محمدؐ تمام انبیاء کے اصحاب سے افضل ہیں اور امت محمدؐ تمام انبیاء کی امت سے افضل ہے۔

۹۔ اسی تغیر صافی میں دالہا بقولہ الاولیاء من المعاجز بیۃ دالانصار کی تفسیر کے تحت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اربعین کے درجہ سبقت کی بنا پر ان کے ذکر سے آغاز کیا۔ پھر انصار کا ذکر فرمایا۔ پھر ان کے تابعین کا ذکر فرمایا۔ پس ہر جماعت کا ان کے مقامات کے مطابق ذکر فرمایا۔ ان کے اعمال کو پسند فرما کر ان کی عبادات کو قبول کیا اور ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دینی و دنیوی نعمتیں پا کر اس سے راضی ہو گئے (صفحہ ۱۸۷)

۱۰۔ ابو علی حسن بن احمد حاکم کہتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ موسوی نے ان سے محمد بن موسیٰ نضر رازی نے ان سے ان کے دالہ نے روایت کی ہے فرماتے ہیں:-

مسئلۃ الرضا علیہ السلام عن
قولہ البنی صلی اللہ علیہ وسلم
اصحابی کا لفظ یا بعد از مقتدر
اصحابی متقدم عن قولہ دعوائی
اصحابی فقال صحیح
عبد اللہ الاخبار صافی الاخبار (مقاہرہ) ج ۱۰

۱۱۔ اس کی تائید میں ملا حیدر علی آملی نے معنی لغوی تغیر سے ایک اور حدیث بیان کی ہے
انما کائنات من علی کا لفظ صافی
کا لفظ یا بعد از مقتدر
جامع الاستفسار بحوالہ آیات بتیث
پروردگار کے ہاتھ پاؤں

الہدیت کو بطعنہ دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ اہلبیت کی کیا حقہ عزت نہیں کہتے اس صورت میں یہ لوگ قیامت کے دن اہل بیت کی خفاہت سے محروم ہوں گے۔ اس مہبتان کے خالقوں کو یہ کیوں نظر نہیں آیا کہ اہلبیت ہی صحیح معنوں میں اہلبیت کی

تعلیم کرتے ہیں۔ آج تک کسی سنی نے یہ کہو اس کرنے کی جرأت نہیں کی کہ وہ سیدنا علیؑ کی ذات اقدس میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور تک بھی کرے۔ سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کی نجی زندگی کے حالات گھیسٹ کر میدان میں لا ڈالے۔ اور آخر آپ کو اپنی مرضی کے مطابق دبا کر شہید کر دے۔ سیدنا حسنؑ کو زخمی کرے اور ذل المؤمنین کے خطاب سے مخاطب کرے۔ سیدنا حسینؑ کو گھر سے نکال کر غریبہ طبری میں شہید کرے۔ عقیل، عباسؑ اور عبد اللہؑ کو مرد اور متافق کہنے سے عجیب ذکر سے جعفرؑ کو کا لب بنائے۔ اہل بیت کی محبت کے یہ مدعی کس جنت الحقا میں بس رہے ہیں۔ اگر آج شیعوں کا مذہب کی کتب سے اس قسم کے تمام کوائف فراہم کئے جائیں جو علمائین اور فاطمین کی گرامی قدر شخصیتوں کے خلاف انہوں نے اپنی کتب میں لکھے ہیں تو میں دعوت سے کہتا ہوں کہ اس بھری دنیا میں کس کس کا کوئی ایسا لفظ باقی نہ فرمائے گا جو ان محبان اہل بیت نے اپنے موعودہ آئندہ اور فاطمین کے لئے روا نہ رکھا ہو۔

اصحابی کا لفظ۔ یہ حدیث رافضی ٹولہ پریم کا گولہ ہے اور جب یہ حدیث سن کر فرار کی تمام راہیں مسدود پاتے ہیں تو اپنی عادت کے مطابق فوراً کہہ گھٹتے ہیں کہ یہ حدیث کے کلمات ہی نہیں سمجھ یہاں ایک لطیفہ یا دایا ہے ایک دفعہ ایک شیعہ دوست جو اپنے آپ کو بہت بڑا علامہ، مبلغ اور واعظ سمجھتے ہیں اور اکثر مقامات پر وعظ کے لئے طلب کئے جاتے ہیں ان کے سامنے میں نے یہ حدیث پیش کی کہنے لگے کہ میں نے کتابوں کو تو ہم مانتے ہی نہیں۔ مذہب شیعی کی کسی کتاب سے دکھاؤ۔ میں نے احتجاج طبری اور بحار الانوار نکال کر پیش کیں دیکھ کر پہلے تو بہت جھڑپ ہوئے، اب کبھی سہم کھلانا شروع کر دیا کبھی ڈاڑھی میں خلا لا شروع کر دیا۔ کبھی زبردستی کی کھانسی میں مبتلا ہوئے۔ میں میز پر کتا ہیں رکھ کر سامنے کھڑا ہوا۔ آخر مجبور ہوئے تو کہنے لگے میں ان کتابوں کو ماننا ہی نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ کو علامہ طبری اور ملا باقر مجلسی کی تمام تالیفات سے دست بردار

تیسرا باب

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خوش قرار نقش تو در عالم تصویر نمود

ہمارے نزدیک نبی علیہ السلام کے تمام صحابہ کرام رُشد و ہدایت کے درخشندہ و تابندہ ستارے ہیں۔ ہمارے نزدیک جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی ایک کے ایمان یا اُس کے مقام یا درجہ کے متعلق تنقیضی بحث کرتا ہے وہ پکانشناق اور فاجر ہے۔ اس مقام پر ہم جو کچھ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں وہ صرف اصول شہادت کے طور پر ہے۔ سیدنا علیؑ کی شان یا مقام کے متعلق نہیں بلکہ صرف آپ کے اجتہادات کے متعلق ہے اور وہ بھی صرف شیعہ مذہب کی مستند کتب کی روشنی میں تاریخی طور پر لکھ رہے ہیں۔ اور ایسے شواہد و نظائر پیش کرنے سے بھی ہم اظہارِ معذرت کرتے ہوئے بے قرار ہو جاتے جن سے مشاجرات صحابہ کا کوئی پہلو پیدا ہوتا مگر بات ہی کچھ ایسی ہے کہ بیان کیے بغیر چارہ نہیں۔ ہم اپنی رائے یا قبائس کو صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کی ذات پر تنقیضی نقطہ نگاہ سے چسپاں کرنے کو مترادف سمجھتے ہیں۔ یا یہ ہے اگر کوئی شخص بعض حقائق کے انشاء سے ہمارے متعلق ایسا سمجھتا ہے تو ہمارے پاس اُسے باز رکھنے یا روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہاں ہم یہ کہنے میں ذرہ بھر ریاک نہیں سمجھتے اور اس کے ہمارے پاس سینکڑوں شواہد موجود ہیں کہ ہم سوائے انبیاء و کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے کسی دوسرے کو معصوم من الخطأ نہیں سمجھتے۔ ہر آدمی سے اجتہادی غلطیاں ہوتی رہیں گی۔ (ماخذ: شاہر)

سیدنا علیؑ کے متعلق ہم نے اس ضمن میں جو کچھ لکھا ہے دل پر چڑکا ہوا ہے کہ لکھا ہے اور وہ بھی بہت شیعہ کتب سے لکھا ہے۔ یہ لوگ نبی علیہ السلام کے علاوہ تیرے دیگر افراد کو بھی

معصوم سمجھتے ہیں۔ مگر کیا ان لوگوں نے کبھی اس بات کی طرف بھی توجہ کی کہ مصنف اصول کافی کے قول کے مطابق امام زین العابدینؑ ہندوئیت کے باہر ہرجیت کی توان کی عصمت کا کیا بنا۔ (حاشیہ ص ۵) سیدنا علیؑ مدینہ سے مازم کرب ہوئے تو سیدنا حسنؑ نے آپ کو شہداء کا درجہ عطا کر دیا۔ سیدنا حسنؑ نے جب سیدنا عاصیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو سیدنا حسینؑ کو یہ بات پسند نہ تھی۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ میرے بھائی نے جو کچھ کیا ہے اس سے بہتر تھا کہ میری ناک کاٹ کر باقی رہتا (نسخہ ص ۲)۔

حضرت حسینؑ نے امیرِ مدینہ کے خلاف خروج صحیح سمجھا مگر اس پر وہی دیکھا اس کے حقوق بھائیوں سے کہنے ان کے خروج کو کسی علی الحق دیکھا مگر آپ نے حالات اپنے خلاف دیکھے تو آپ نے اس خروج سے رجوع فرمایا۔ مگر آپ کے شیعوں نے آپ کو شہید کر کے ہی دم لیا۔

۵۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) کٹر مل جوان موجود تھے۔ انہوں نے باپ کی شہادت کے بعد اسی زین کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس بات پر ہر تصدیق پیش کر دی کہ میرے باپ کا خروج صحیح تھا۔ چنانچہ مدینہ کا قیام ہی ہے کہ سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) امیرِ مدینہ کے مخالف ہو کر فرات پر تشریف لے گئے۔ قدامتِ ملت و مسالمتِ امت عبد اللہ مکہ فان شدت فامسک فان شدت فہم ص ۱۲) مگر کچھ عرصے کے بعد یہ مطالبہ کیا کہ جہاد کے لیے سب کرام میں تیار ہو۔ غلام ہوا جائے تو اپنے پاس رکھو۔ چاہے توڑ چٹاں۔ یہاں اگر کہا جائے کہ آپ نے قیام سے ایسا کیا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کسی شخص آپ پر نازل ہوئی تھی جو سیدنا حسینؑ پر نازل نہیں ہوئی تھی حسینؑ توحید کے شہید ہو گئے مگر ان سے پہلے امام یعنی سیدنا حسنؑ اور ان سے بعد کے امام سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) دونوں قیام میں خود ہونے کے باوجود اس کے لئے توفیقہ جائز ہو گیا اور سیدنا علیؑ اور سیدنا حسنؑ کے لئے جائز نہ رہا۔

۵۔ امام باقرؑ بقولِ روانغی پانچویں معصوم امام ہیں یہ امام صاحبِ قیام کے پردہ میں مستور رہے مگر ان کے بھائی لڑ بھائی پر جہاد کا ذریعہ قرین ہی نہیں تھا۔ جہاد مگر کے شہید ہو گئے یعنی غیر امام پر جہاد قرین ہو گیا اور امام خامنشیؑ میٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ حالانکہ امام کے بغیر جہاد حرام ہے۔

اس طرح دیگر آثار کے نام سے جہاد کے لئے جہاد کہنے وہ کس ضمن میں شمار ہوں گے۔

اور دوسری طرف جن بزرگ مسیتوں کے متعلق اس نظریہ کی اختراع ہوئی انہیں ایک ایسی مافوق الفطرت مخلوق بنا کر رکھ دیا ہے جس سے ان کی توصیف کم از کم بدلیں زیادہ ہوتی ہے۔ اور سچوں سچوں اس نظریہ کی تشہیر کے لئے جدید لوازمات فراہم کئے جلتے رہے۔ ان سے ان پاکیزہ سیرت مسیتوں کے متعلق اس قسم کی دیوالیائی داستانیں پیدا ہوتی رہیں جن سے ان کے اوصاف کم اور قابل اعتراض مواد زیادہ فراہم ہوتا رہا۔

مگر جوئے تہذیب جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو
میں کسی دوسرے مقام پر بدلائل بیان کر چکا ہوں کہ شیعہ مذہب کے مصنفین آج تک کسی ایک بات پر بھی مجتمع نہیں ہو سکے ہیں جو بات یقیناً کثرت شیعان علیؑ کے کلام کی زبان میں ادبی اور علمی صورت میں اور جب وہ اپنے مزعمہ آئمہ کی تعریفیں کرتے ہیں تو ان میں وہی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر وہ تعریف بھی کرنا چاہیں تو اس سے یقیناً ان گوشہ نشین علم و عمل کے سپیکروں کے حق میں کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا ہو جائیگی جس سے ان کی تفصیل، تفسیق، تدلیل یا کم از کم تحقیر کا پہلو ضرور پیدا ہوگا۔
العیاذ باللہ۔

بات پھر وہیں جا کر ختم ہوتی ہے کہ حقیقت میں یہ لوگ دستار علیؑ نہیں نہ جتین اولاد علیؑ نہ۔ یہ ایک ایسا گروہ ہے جس کا مقصد محض تحریک دین ہے ورنہ کیا وجہ ہے سیدنا علیؑ کے سینکڑوں سے متجاوز ارشادات، شیعہ تفاسیر کی بیسیوں عبارات، شیعہ احادیث کی درجنوں احادیث اور مزعمہ آئمہ کے ہزاروں اقوال کے باوجود گمانہوں نے صحابہ کرامؓ کی شان میں فرلٹے۔ یہ لوگ اس کے علے الرغم صحابہ کرامؓ کو اپنے سب دوستوں کا نشانہ بناتے ہیں۔

دور نہ جائیے سیدنا علیؑ کا کوئی ایک ارشاد ہی واضح طور پر پیش کیجئے کہ آپؑ فرمایا ہو کہ حضرت شیخینؓ غاصب خلافت تھے اور اصل میں خلافت کا حقدار میں تھا۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔

۔۔۔

امام کاظم مہدی عباسی کو امیر المؤمنین کہہ کر بکارتے رہے (اصلی کافی کتاب الجہ) مالا کو قبول امام جعفر امیر المؤمنین کا خطاب نہ جناب امیر سے پہلے کسی تھا اور نہ بعد میں کسی کو اختیار ہے کہ وہ امیر المؤمنین کہلائے۔ اگر ایسا کرے تو کافر ہے اور امام مہدی بھی اس لقب سے مخاطب نہ ہوں گے (اصلی کافی کتاب الجہ) کافر کو امیر المؤمنین کہہ کر پکارنا یا عجیب۔ مزعمہ آئمہ کے متعلق اس قسم کے سینکڑوں نظائر پیش کئے جاسکتے۔

یہ ان لوگوں کو ترس دیتا ہے کہ وہ اپنے آئمہ کو یوں سربازار گھسیٹیں ذہن پاک نہیں سمجھتے مگر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہایت عاجزی اور الحاح سے دست بدعا ہیں کہ اولا العالمین ان مقدس، معظم اور بزرگی بندہ گونہ کے متعلق، نقل کفر، کفر نہ باشد کے صداق جو کچھ ہماری زبان و قلم سے نکل رہا ہے ہم اس کے متعلق بار بار تیسرے حضور میں طالب عفو ہیں ہمارا ایمان ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ سیدنا علیؑ ثاب القون الاولون میں بھی بلند تر مقام رکھتے ہیں۔ بدری صحابی نہیں۔ نبی علیہ السلام کے چچا زاد اور داماد ہیں۔ حسینؑ کے والد اور سید فاطمہؑ کے شوہر ہیں۔ عمر و بن عبدودہ اور ولید کے قاتل ہیں ہمارے نزدیک صحابہ کرامؓ میں سے سب آخری صحابیؓ کا مقام بھی تمام امت کے صالحین کے مجموعی اعمال سے بدرجہا بلند، ارفع اور اعلیٰ ہے۔ چہ جائیکہ سیدنا علیؑ کے متعلق ہم اپنے ذہن کے کسی گوشہ کے کردار و بن حلقہ میں بھی مشاہیرات صحابہؓ کے ایک شمار تک گوارہ دیں۔

شیخینؓ منافقات کی جزیات تو ہزاروں اختلافی امور سے متجاوز ہیں مگر بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کے بچے صرف ایک ہی نقطہ کارفرما ہے اور وہ ہے خلافت بلا فصل کا۔ آج اگر خلافت بلا فصل کا مسئلہ طے ہو جائے تو باقی متنازعہ مسائل کے حل کی صورتیں خود بخود پیدا ہو جائیں گی۔ مگر عجی سازشوں نے ایک گروہ کے ذہنوں میں خلافت بلا فصل کا نظریہ محض اسلام دشمنی کی بنا پر اس طرح مٹھوٹا ہے اور اسے مضبوط کرنے کے لئے اس کے بار و برگ کو اس طرح ترا اور کپرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک طرف وہ نظریہ ایک گروہ پر کا بوس بن کر سوار ہو چکا ہے۔

علیؑ خود خلافت بلا فصل سنبھالنے میں تھے

ومن کلامہ لہ لما اید الخ اور جناب امیر کے کلام سے ہے کہ جبکہ ارادہ کیا گیا بیعت کا بعد قتل عثمان کے۔ کہ مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی دوسرے کو ڈھونڈ لو۔ اگر تم مجھ کو چھوڑ دو گے تو میں بھی مثل ایک کے تم میں سے ہوں گا اور شاید تم سے زیادہ حکم ماننے والا اور نہ بادہ اطاعت کرنے والا اس کا ہونگا جس کو تم اپنا اولی الامر بناؤ گے۔ اور میں تمہارے لئے وزیر بن کر بہتر ہوں۔ اس سے کہ تمہارا امیر بنوں (بیچ البیاعۃ)

یعنی آپ واضح طور پر اعلان فرما رہے ہیں کہ مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں اگر آپ کے سامنے خلافت بلا فصل کا دعوہ ہوتا تو آپ کا یہ انکار کرنا بھی عصمت آئیکے منافی تھا۔ آپ نے خلافت قبول فرمائی بھی تو آپ کے ہاتھ پر اجماع خلافت نہ ہو سکا۔

ایکے مشہور کا اذکار :- یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مقام پر سیدنا علیؑ نے پہلے قبول خلافت سے انکار کیا اور پھر مجبوراً اس ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ اور دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ آپ حصول خلافت کے متمنی تھے آخر یہ تناقض کیوں؟ یہاں دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ آپ منصب خلافت کے حصول کے متمنی دیتے۔ اور تاریخوں میں اس قسم کے خلفائے شواہد ملتے ہیں کہ آپ حصول خلافت کے متمنی تھے وہ جرح و تعدیل اور نقد و تبصرہ کے معیار پر پوری نہیں اترتے۔ اور اگر آپ حقیقتاً حصول خلافت کی آرزو رکھتے تھے اور خلافت ملنے کا وقت آیا تو آپ نے انکار فرما دیا۔ اس کا وجہ ظاہر اور واضح ہے کہ اس موقع پر حالات نے یہ صورت اختیار کر لی تھی کہ اب بار خلافت کا نٹول کے تاج کے مترادف تھا۔ میں علیؑ کو اس الٰہی شہادہ حقیقت بیان کرنے میں ایک فرحت محسوس کرتا ہوں کہ اگر شہادت سیدنا عثمانؓ کے بعد

کسی اور کو خلیفہ منتخب کیا جاتا تو وہ اس حد تک بھی حالات کو سنبھال نہ سکتا۔ کہنے کو تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدنا علیؑ کی شہادت کے بعد سیدنا امیر معاویہؓ نے حالات پر قابو پا لیا تھا۔ مگر یہ کہنے والے اس حقیقت کو کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ سیدنا علیؑ کی خلافت کے زمانہ میں شورش پسندوں کی اکثریت ختم ہو چکی تھی جو باقی رہ گئے تھے ان کا دم خم بھی ختم ہو چکا تھا۔

صرف یہ کہہ کر گزند خانہ سیدنا علیؑ امر خلافت سے عہدہ برکتہ ہو سکے ایک بہت بڑی تاریخی بددیانتی ہے۔

خلافت بلا فصل کی اصطلاح

خلافت بلا فصل کی اصطلاح تین صدی بھری کے بعد کی اختراع ہے۔ پہلی تین صدیوں میں اس کا وجود نہیں ملتا۔ مگر عبد اللہ بن سبا وغیرہ کی طرحت اس قسم کے اقوال منسوب کئے جاتے ہیں کہ اس عقیدہ کا بانی وہ تھا۔ اور یہ کسی حد تک درست بھی ہے کہ وہ خلافت بلا فصل کے عقیدہ کی تشہیر کے لئے کام کرتا رہا۔ اور اس کے پاس امت میں تشتت و افتراق پھیلانے کے لئے یہی ایک کارآمد حربہ تھا۔ مگر اس کی اس اختراع نے باقاعدہ طور پر تیسری صدی بھری کے آخری ربع میں ہی ایک عقیدہ کے طور پر رواج پایا۔

اس حقیقت سے کسی کو محال انکار نہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ یا سیدنا عمرؓ یا سیدنا عثمانؓ نے کبھی خلافت کی آرزو نہیں کی۔ مگر بقول مدافعین گو سیدنا علیؑ کے دل میں حصول خلافت کا خیال تھا۔ بایں ہمہ وہ ہر بار خلافت سے محروم ہونے یا دعوہ اپنی فراغت، تدبیر، تقویٰ و صالحیت اور دونا مدیشی کی وجہ سے خلفائے ثلاثہ کے صحیح معنوں میں مخلص بشیر اور جاں نثار دوست رہے۔ یہیں تاریخ و ہریت پر نگہ کی گئی اس پچیس سالہ خلافت کے دور میں کسی کتاب کے کوٹنے کھدے سے ایک رائی بھر ایسی بات نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپؑ نے ”اولی الامر منکم“ کی

سیدنا علیؑ نے جواب دیا ایسا نہ ہو کہ آپؐ بالکل جواب دے دیں، اور کسی وقت جو امکان یہی جانشینی کا ہو سکتا ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔ اس بات سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ حصول خلافت کے متمنی تھے رہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خلافت بلا فصل کے قسم کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ورنہ اس گفتگو کا کیا مطلب؟

بہر حال سیدنا علیؑ کی اس آرزو اور خواہش کے قطع نظر اصحاب ثلاثہؑ کی خلافت کے متعلق درجہ اولیاءات موجود ہیں۔ صفحات گذشتہ میں شیعوں کی معتبر اور مستند کتب سے بیان کی جا چکی ہیں۔

خلافت بلا فصل کے عقیدہ کا مخترع عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اس نے سب سے پہلے وصایت کا عقیدہ گھڑا اور اس وصایت سے خلافت بلا فصل کا پہلی تیار ہوا۔ آج تمہارا علیؑ عبداللہ بن سبا سے چھاپڑانے کے لئے کتنی تیار ہے۔

عبداللہ بن سبا سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سبا نبوت کا مدعی اور علیؑ رضی اللہ عنہ کی اللہیت کا مدعی تھا۔ حضرت علیؑ نے اُسے ملکہ دریافت کیا تو اُس نے کہا واقعی آپؐ عبودیت پر ہیں پس میں نے کھینچنے سے شیعان تمہارے کراہے تیری اہل خیمے کو تو یہ کہ اس انکار کا تو ذہن کو دینا کہ گمراہی تھی تو اسے جلا دیا۔ انھیں انھوں نے فی شرح الامم منہ منہ میں شامی مدعی علیؑ علیہ السلام کی کتاب میں مذکور ہے کہ سیدنا علیؑ نے انھیں جلا دیا۔

سیدنا علیؑ پر اجماع خلافت نہ ہو سکا

مہاجرین و انصار میں سے ایک صحابی بھی حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے کے حق میں نہ تھا جس کا اہم ترین ثبوت یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین روزہ بقول انھیں پانچ روزہ غافقی بن حرب مدینہ کا امیر رہا (ابن خلدون ص ۲۴)۔

یہ وہی غافقی ہے جس نے حضرت عثمانؓ کو قتل دے مسجد نبویؐ میں جماعت کراہنے سے روک دیا تھا اور خود مسجد نبویؐ کا امام بن بیٹھا تھا (طبری جلد ۵ ص ۱۸۱) اسی شیطان نے بلوامیوں کو قتل عثمانؓ پر جرات دلائی تھی۔ ان پر تلوار جلائی اور قرآن کریم کو پاؤں سے

اطاعت میں کسی قسم کی کمی و در کمی ہو۔ البتہ سیدنا عثمانؓ کا اعلیٰ شہادت کے نتائج سے بعض مؤرخین نے اس قسم کا استنباط کیا ہے۔ یعنی سیدنا فداؤن اعلیٰ شہادت سے پہلے عبدالرحمن بن ابوبکرؓ نے ایک مقام پر ہرمزان، ابولولؤ فیروز قاتل عثمانؓ اور عقیقہ ایک عباسی غلام کو ایک مقام پر کچھ مشورہ کرتے ہوئے دیکھا عبدالرحمنؓ کو دیکھ کر تینوں اس مقام سے گھبرا کر کھسکنے لگے تو فیروز کی آستین سے ایک بھرنے لپکے گریزا۔

فداؤن اعلیٰ شہادت کے بعد عبدالرحمنؓ نے وہ بھرنے بھجان کر ان تینوں کا ایک جگہ کھڑے ہو کر مشورہ کرنے کے متعلق بیان کیا تو عبید اللہ بن عمرؓ یہ سننے ہی ہرمزان کے ہاں پہنچے اور اسے قتل کر دیا۔ فیروز پہلے ہی خودکشی کر چکا تھا اور حقیقہ بھاگ گیا تھا۔

سیدنا عثمانؓ کے خلیفہ منتخب ہونے تک جو روایا ام میں عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا سیدنا عثمانؓ کے سامنے سب سے پہلے جو مقدمہ پیش ہوا وہ یہی ہرمزان کے قتل کا تھا۔ مگر ہرمزان کے بیٹے تازان نے جو ایک سچا مسلمان تھا اور اپنے باپ کی سازشوں سے باخبر تھا عبید اللہ کو مٹا

کر دیا۔ مگر سیدنا علیؑ عبید اللہ کو ہرمزان کے قتل کے قصاص میں قتل کرنا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ چند صحابہ کرامؓ کو کہنا پڑا کہ کل اس کا باپ شہید ہوا ہے آج اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔ وقت گذرنا رہا سیدنا عثمانؓ اسی عجیبی سازش اور یہودی کی لشکر و ہوا

سے شہید کر دئے گئے۔ اور سیدنا علیؑ خلیفہ بنے۔ انہوں نے خلیفہ بننے ہی سیدنا عبید اللہ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ یہاں تک کہ سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؑ جو عبید اللہ کی سوتیلی والدہ تھیں انہیں اپنے باپ کی خدمت میں عرض کرنا پڑا کہ عبید اللہ کو گرفتار نہ کیجئے اور

عبید اللہ یہ سننے ہی مدینہ سے بھاگ کر دمشق حضرت معاویہؓ گورنر م کے پاس پہنچ گئے بقول بعض مؤرخین آپؐ کی حصول خلافت کی آرزو پر وہ واقعہ بھی دلالت کرتا،

کہ نبی علیہ السلام کی وفات سے دو تین دن پہلے سیدنا عباسؓ نے سیدنا علیؑ سے کہا کہ میں ہاشمیوں کی موت کی علامات کا واقف ہوں مجھے نظر آ رہا ہے کہ نبی اکرمؐ ہم میں سے رخصت ہونے والے ہیں۔ چلو چل کر آپؐ سے جانشینی کے متعلق فیصلہ کرالیں۔ مگر

نہ۔ یہ وہی جو کہ ہے مگر خودکشی کے دن کو شیعہ عید با شجاع کے نام سے مناتے ہیں۔ تفصیل کیلئے حقیقت نہ پیش کیے

شیعہ انہیں شیعوں کی اولاد سے نہیں؟

○ ایک روز صفین میں گھسان کی لڑائی ہوئی کہ شیعوں کو کچھ لگے گئے یہاں تک کہ عدی بن حاتم کو امیر المؤمنین کی فیکر ہوئی اور تلاش میں ہر طرف گھومنا دھڑایا۔ جب ملاقات ہوئی تو عرض کی کہ اس وقت متفقہ حملہ کرنا مناسب ہے۔ لشکر کو حکم دیجئے۔ فرمایا ذرا تندر یک آؤ۔ جب وہ بہت تندر یک ہوئے تو آہستہ سے فرمایا کہ میرے ساتھیوں کی عموماً یہ حالت ہے کہ میری فرمانبرداری نہیں کرتے اور معاذ اللہ ایسے لوگوں میں سے کہ سب ان کے فرمانبردار ہیں۔ اور کوئی ان کی نافرمانی نہیں کرتا (تاریخ ص ۲۷۱) بحوالہ متناصل اسلام حشر شمس طبع دکن

آئینہ حق کی ریل اور ان کی پہچان
بشنو اسے پیک سنگی سخن باز رساں

اصول کافی کے صفحہ ۱۲۰ پر جناب علی رضا سے روایت ہے کہ بے شک امامت (علا) دین کی باگ ستھانوں کا نظام اور دنیا کی اصلاح اور مومنوں کی عزت ہے۔ بے شک امامت درخت اسلام کی بڑھنے والی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ بے شک امام کے ساتھ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔ فی اور صدقات کی کثرت ہوتی ہے اور حدود و احکام شرعی کا جاری کرنا۔ ملکی سرحدوں اور بلاد اسلامیہ کی حفاظت ہے۔ امام خدا کی حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام کرتا ہے۔ خدا کی حدود کو قائم کرتا ہے۔ خدا کے دین سے سرگردن کرتا ہے اور خدا کی طرف حکمت اور موعظت حسنة اور حجت بالغہ کے ساتھ بلاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شیعوں کے یا زہد آئمہ میں سے صرف دو حکومت کرنے کا موقع ملا۔ امام دہم سیدنا حسنؑ نے تو اس بھاری پتھر کو جو کہ چھوڑ دیا۔ صرف حضرت علیؑ نے چار سال اور چند ماہ حکومت کی۔ مگر ان کے اس پورے دور خلافت امامت میں ہمیں نہ کہیں مسلمانوں میں نظام نظر آتا ہے۔ نہ دنیا کی اصلاح اور مومنوں کی عزت ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ نہ اس دور امامت میں ہمیں اسلام بڑھنے والی جڑ اور بلند شاخ

کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اس اثر انفری کے دور میں سیدنا علیؑ کے مقبوضہ ممالک میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے فرائض کی تکمیل، اور ایگی کی صورت میں رکھائی نہیں دیتی۔ اور اگر خانہ جنگی کہ جہاد کا نام دیا جائے تو وہ البتہ عروج پر تھی مرنے اور صدقات سے بھی وہ نہ خالی نظر آتا ہے۔ حدود و احکام شرعی کے اجراء کی یہ حالت تھی کہ ایک آدمی پوچھتا ہے کہ آج آپ کی حکومت ہے عمر کی بدعت تراویح کو ختم کیجئے۔ متعہ کو غیر شرعی حکماً بند کر دیا جاتا جاری کیجئے۔ فیک پر قبضہ کیجئے اس کے جواب میں اسحاق الحق مصنف شومری کا قول ملا حظہ کیجئے۔ ایک مرتبہ جناب امیر نے ان کو نماز تراویح سے منع کیا تو وہ باز نہ آئے اور آواز بلند کر کے کہنے لگے۔ ہائے عمرؑ ہائے عمرؑ یہاں تک کہ جناب امیر نے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ خدا کی حدود سے علیؑ نے کہاں قائم نہیں۔ اور آپ کی حکمت و موعظت سے مسلمان ہونے والا ہیں ایک آدمی کا نام بھی کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ سرزد ضرور ہوئے۔

ابن مقلقیؒ کیا کہتا ہے۔ محمد بن علی بن طباطبائی المعروف ابن مقلقی چھٹی صدی ہجری کے آخر کا ایک مشہور شیعہ مؤرخ تھا۔ یہ وہی ابن مقلقی ہے جس نے اپنی مشہور رسوائے زمانہ تالیف الفہر فی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدعت، شیعہ اور بدترین قاتل ابولولو کے نام کے ساتھ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اپنی اس تالیف میں ریاست کے سلسلے اور خلافت اسلامیہ کے فرماں روا کے اوصاف میں کہا ہے کہ اس کا۔ عاقل۔ عامل۔ عالم علم فرمانروائی۔ خدا ترس۔ کینہ پرور۔ نیا حق۔ رعب خدا سیاست کا ماہر۔ ایفائے عہد کا عامل۔ باقر اور داروگیر کرنے والا پونہ ہجری ۲۷ میں شیعوں کے اس بیان کردہ معیار خلافت کا قائل نہیں۔ اور اگر اس معیار کو قاعدہ کلیہ کے طور پر قبول کیا جائے تو ہمیں انہیں کے مقرر کردہ معیار خلافت کی روشنی میں یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہوں کہ کیا سیدنا علیؑ کے چار سال دور خلافت یا سیدنا حسنؑ کے شش ماہ دور خلافت میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی نظر آتی ہے۔؟

یہی ابن طغلق سیدنا علیؑ کے مقابلہ میں سیدنا معاویہؓ کے متعلق لکھتا ہے کہ:-
معاویہؓ دینی اور دنیوی معاملات میں بہت ہی داناستھے۔ فرزانہ و عاقل تھے، حلیم اور باجبروت
فرمانروا تھے۔ ریاست میں کمال حاصل تھا۔ اور دینی اور دنیوی معاملات کو سمجھنے کی اعلیٰ
استعداد رکھتے تھے۔ داناستھے، فیصلح تھے، بلیغ تھے۔ علم کے موقع پر حلیم اور مستحق کے موقع
پر غنی بھی کرتے تھے۔ لیکن حکم بہت غالب تھا۔ ————— سخی تھے۔

خوب مال دیتے تھے۔ حکومت کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ اس سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے۔
 رعایا کے شریف لوگوں کو انعامات سے نوازتے رہتے تھے۔ مثلاً عبداللہ بن عباسؓ
 عبداللہ بن زبیر عبداللہ بن جعفر علیہ السلام عبداللہ بن عمر عبدالرحمان بن ابی بکر ابان بن
 عثمان اور خاندان ابوطالب کے دوسرے لوگ دمشق کا سفر کر کے ان کے پاس جاتے تھے۔

اور معاشرہ بظاہر رازی اور مہمان نوازی کے علاوہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ یہ لوگ ان سے سخت کلامی بھی کرتے تھے اور نہایت ناپسندیدہ اناکار سے پیش آتے تھے یہ کبھی تو اُسے ہنسی میں اُٹا دیتے اور کبھی صنی ان صنی کر دیتے اور جب ان حضرات کو رخصت کرتے تو بڑے اعلیٰ تحفے اور انعامات دیگر رخصت کرتے۔ معاشرہ بدترین انسان تھے (الغزوی ۱۲۷-۱۳۰)

امام حق کے متعلق ابن طغلقی کا بیان کردہ قاعدہ کلیہ پڑھا اور سیدنا علیؑ اور دیگر
خلفائے راشدین کا تعاقب بھی دیکھا اور آخر میں ابن طغلقی کا حضرت معاویہؓ کے متعلق
فیصلہ بھی دیکھا میں اس تعاقب میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اور نہ ہی ایک سچے مسلمان کا یہ
وصف ہے کہ وہ مشاجرات معاویہؓ پر کلمہ آرائی کرے مگر مجسداً شیعوں کے زعموں کے حامل
محض اس لئے تلمبہ کرنا پڑے ہیں کہ شاید ان حقائق سے باخبر ہو کر کسی منصف مزاج
شعیم کو اللہ تعالیٰ ایسے خیالات فاسدہ سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

ان تصریحات پر میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ یہ تبصرہ بھی اپنے باطنی شیعوں کے مقصدیہ ترین امام آغا خان سوم کی زبان سے سنیںے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ۔ مسلمانوں کا سب سے روشن ترین دور تیرہویں صدی کا ہے۔ رسولِ خدا کے بعد ابوبکرؓ کا دور

اور فتنوں کے دبانے اور وحدتِ اسلام کو پارہ پارہ ہونے سے بچانے میں صرف ہذا حیرت ہے کہ صدرِ بیٹے نے اس مختصر سے عرصہ میں ان فتنوں کو دبانے میں کیسے کامیابی حاصل کی۔ یہ نجا کا معجزہ تھا یا صدیق اکبرؑ کی بے مثال قیادت کا ثمرہ۔۔۔ اس کے بعد فاروقِ اعظمؓ اور پھر عثمان غنیؓ کا زمانہ آیا۔ جو فنا تھا نہ یلغار، اور وسعت و پھیلاؤ کا زمانہ ہے۔ اور حضرت علیؓ کا دور خلافت محض دو فتنے ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے چار سالہ دور میں ایک بار بھی جج کی قیادت نہ کر سکے۔ اس کے بعد معاویہؓ کا دور آیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے یہ آخری شخص ہے جن کے ہاتھوں میں اقتدار آیا۔ یہ زمانہ ۴۱ ہجری سے ۶۲ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کی حکومت کے فرق کو دیکھ کر عبرت ہوتی ہے کہ جو نبی حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تمام خانہ جنگیاں ختم ہو گئیں۔ ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ اب دنیا کا ہر مسلمان ایک خدا، ایک رسول ایک قرآن ایک کعبہ اور ایک غلیبہ سے وابستہ ہے۔ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں سوڈان سے ملکان تک لوگ نہایت خوشحالی امن اور فراغت سے زندگی گزارتے رہے (بحوالہ تاریخ ابن خلدون نفیس الیوم ص ۷۷)

سیدنا علیؑ حق امامت سے عہدہ برآئے ہوئے

سیدنا علیؑ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ میں حق امامت سے عہدہ برکنہ ہو سکتا۔
اسی سبب خلافت نے مقولہ فاضل جہد عات جاری کی تحقیر ان میں سے علیؑ کا ایک
معیاری دھوکہ کر کے جتنا بظور دھوکہ کافی میں ہے کہ۔

تم عملت الولاية قبل اعمالا غا لغوا فيها رسول الله يتعمد بين خلافه
ناقضين العهد مغيرين لنبطه ولوصلت الناس على تركها وحولتها الى
مواضعها الى ما كانت في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم واله
تفرق عني جندي (الى ان قال) لو رددت نذرت الى ورفتي فاطمة عليها السلام

وَأَفْطَعْتَ قَطَائِمَ اقْتَطَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِأَقْوَامٍ لَمْ تَمُضْ لَهُمْ وَلَمْ تَنْفُذْ رَدَّتْ قَضَايَا مِنْ الْجُودِ تَقْضِي بِهَا وَنَزَعَتْ لِمَاءَ تَحْتَ رِجَالٍ يُغِيرُ حَقُّهُمُ رَدَّتْ قَضَايَا مِنْ الْجُودِ وَجَهْلَتِ النَّاسُ عَنِ احْكَامِ الْقُرْآنِ وَمَحْظُورِ دَرَجَاتِ الْعَطَايَا وَاعْلَيْتِ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُعْطِي بِالسُّبُوتِ وَحَرَمْتَ الْمَسْمُوعِي الْحَيْضِ إِذَا تَفَرَّقُوا عَنِّي وَاللَّهُ لَتَدَّ أَمْرَاتِ النَّاسِ أَنْ لَا يَجِئْتُمْ عَوَاقِفِي شَهْرًا وَمَضَانِ الْإِفْرَاضِيَةِ وَأَعْلَمْتُمْ أَنَّ اجْتِمَاعَكُمْ فِي النَّوَاقِلِ بِلَا عِلَّةٍ فَتَنَادِي بَعْضُ أَهْلِ عَسْكَرِي مَعْنَى لِقَائِي مَعِي يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ غَيْرَتِ سَنَةِ عُمَرَ دِيحَانًا عَنِ الصَّلَاةِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ تَطَوُّعًا (ص ۲۹)

ترجمہ: مجھ سے پہلے جو خلفائے انہوں نے کچھ کام ایسے کئے ہیں جن میں رسول اللہ کی مخالفت کہہ سکتے ہیں ان کے خلاف کیا ہے ان کے مہم کو توڑنا ہے ان کی سنت کو بدلنا ہے اگر میں آمادہ کروں لوگوں کو ان امور کے ترک پر اور ان کو پھر ان کی پہلی حالت پر لے جاؤں یعنی جس حالت پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں تھے۔ تو یقیناً میرا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے گا۔ اور اگر میں مذکور کو اپس کروں دارنمان خاطر علیہا السلام کو اور دسے دوں وہ جاگزیں جو رسول اللہ نے کچھ لوگوں کو دی ہیں اور وہ ان کو نہیں دی گئیں اور نہ وہ احکام نافذ کئے گئے۔ اور علی کے جو فیصلے کئے گئے ہیں ان کو رد کروں اور کچھ عورتوں کو جو لوگوں کے پاس ناجائز طور پر ہیں ان کو نکال کر ان کے شوہروں کے حوالے کروں اور لوگوں کو حکم قرآنی پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کروں اور ذلالت کے لئے وجوہوں کو مشادوں اور سب کو برابر برابر دیا کروں جس طرح رسول اللہ برابر برابر دیتے تھے اور موزوں پر جمع کرنے کو حرام کروں تو لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں۔ اللہ کی قسم میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ رمضان کے پہلے سوا فرض نماز کے اور کسی نماز میں جماعت نہ کیا کرو اور میں نے ان لوگوں کو آگاہ کر دیا کہ نوافل کی جماعت کرنا بدعت ہے۔ تو میرے ہی

لشکر کے بعض لوگوں نے جو میرے ساتھ ہر کر رہتے ہیں آپس میں شہد کیا کہ اسے اہل اسلام دیکھو عمر کی سنت بدل جاتی ہے یہ شخص ہم کو رمضان کے پہلے میں نفل نمازوں کے پڑھنے سے منع کرتا ہے۔

گذشتہ سطور میں امام حق کی تعریف میں جو حوالیات تلبد کئے گئے ہیں کیا یہ سچا ہے؟ میں سے کسی ایک بات میں بھی بقول رد انفس پورے اترے ہیں بلکہ ہم کسی امام کے متعلق ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ سیدنا علی جیسے صاحبِ عباد و علم حامل کتاب و سنت کی ذلت کی طرف ایسے مایوسانہ بلکہ خاتم بدہن نزدلانہ کلمات منسوب کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ ایسی گستاخیاں انہیں محبانِ علی کو مبارک ہوں۔ جن کی ذہنی ورزشوں نے ایسے معیار گھڑنے میں اپنی چابکدستی کے مظاہرے کئے ہیں۔ فیما اجرہم علی انار

حربِ آخر:

سیدنا علی فرماتے ہیں:۔ عذری ہلاک ہوں گے میرے لئے دو گروہ ایک میرے ساتھ حد سے زیادہ دوستی رکھنے والا۔ کہ اس کو وہ دوستی ناحق کا طرے جائے۔ اور دوسرا میرے ساتھ دشمنی رکھنے والا کہ وہ دشمنی اس کو ناحق کی طرف لے جائے اور لوگوں میں سب اچھا وہ شخص ہے جو دونوں طریقوں کے درمیان پورے بیخیز (بلاغت)

مطلب صاف ہے:۔ سیدنا علی کی حد سے زیادہ محبت کے مدعی رد انفس ہیں اور آپ سے بغض رکھنے والے خوارج ہیں۔ صرف اہل سنت والجماعت ہی بیخج معنوں میں آپ کی محبت کے حامل ہیں۔

اقول:۔ واللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ جُنُودًا لَمْ تَغْلِبْ نَارِلْ ثَمَّاءُ ان سے دوستی نہ رکھو۔ بقول حضرت کوئی کاظم

سیدنا علیؑ کے متعلق دنیاوی شیعیت کے چند اور لطائف

- ۱۔ جب علیؑ نے خیر کے دروازے کو کھنچ کر تمام قوم کا اپنے لگا۔ اور حضرت صفیہؑ کو بھی چڑیں آئیں اور یہودی پناہ مانگنے لگے (حیات القلوب جلد دوم ص ۶۵۵ طبع نیکوش) انوار اللہ علیہ السلام
- ۲۔ حضرت عمرؓ کو زہر میں پردے مارا کتاب الاحجام ص ۲۵ مطبوعہ ایران تھو شیعہ جلد دوم ص ۱۲
- ۳۔ حضرت شیر نے کمان زمین پر بھینکی وہ اڑ رہا بن گئی اور عمرؓ کی طرف لپکی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمرؓ ملے (الخروج والخروج مطبوعہ بیروت ص ۱۲)
- ۴۔ لوہے کا گرز گونبد کے طور پر خالہ کے گلے میں ڈال دیا کتاب الخراج و الخراج ص ۱۲
- ۵۔ علیؑ بپنگھڑ سے بیٹھے کہ چار سو گز لمبا اڑد جا جس کے دانت چار چار بالشت تھے منہ میں گز کا تھا۔ ان پر حملہ آور ہوا آپ اس کے دونوں لب بکڑ کر جیر ڈالا۔ اور چار سو اڈیوں نے اس کا کمر سے باہر پھینکا (مناقب مرتضوی سید غلام مرتضیٰ امین ص ۵۸)
- ۶۔ عمرؓ کے بھتیجے ہوئے آدمیوں نے علیؑ کے گلے میں رسی ڈال کر گھیسٹا۔ قنفذ نے حضرت سیدہ کے باندہ پر کڑا دیا جس کا نشان موت کے بعد بھی موجود تھا نفس المؤمن فی فضائل مسلمان مولانا کتاب الاحجام تھو شیعہ جلد دوم ص ۵۹-۶۰)
- ۷۔ عبد الرحمن بن عوف کی شہادت پر تمام کھاپی کرست ہو گئے علیؑ کو نماز کے لئے آگے کیا تو انہوں نے بڑھا۔ اسے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور تم بھی اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں کرتا ہوں اور جس کی تم عبادت کرتے ہو میں بھی اس کی کرتے والا ہوں۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۵ ص ۵۵)
- ۸۔ جب رسول خداؐ نے سیدہ فاطمہؑ کو علیؑ سے نامزد کیا تو سیدہ نے سکر فرمایا۔ یا رسول اللہ قریش کی عورتیں مجھ سے بیان کرتی ہیں کہ علیؑ کا پیٹ بڑھ ہے یا منہ لمبے لمبے ہیں بندہ استخران گذرہ ہیں آگے سر کے بالی نہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں گردن تیل ہے منہ کھلا رہتا ہے غریب اور مفلس ہے رملہ والیوں نارود جلد ۱۸ قرآن السعدین ص ۳۱۱ سبائی بنزائے کمال

یہ سب حقائق حضرت علیؑ کے سائیکس کی نظر میں سمجھنا چاہیے اور یہ عمرؓ کی بے تعلقی ہیں

ان کے شیعہ، اللہ کے مغضوب ہیں اور مغضوب گروہ سے درستی رکھنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

اور سیدنا علیؑ کے ارشاد کا پس منظر بھی ملاحظہ ہو چنانچہ مصنف رجال کشی لکھتا ہے کہ۔
عبد اللہ بن سبا کان یہودیاً عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پس وہ مسلمان ہوا اور اس نے علیؑ کو اپنا دالی بنایا۔
و کاف لبقولہ دھو علیؑ یہودیہ وہ کہا کرتا تھا وہ مذہب یہودی پر تھا اور شیخ
فی برشم بن تون دھو موسیٰ قتالہ فی علیؑ بن تون موسیٰ کے دھو تھے پس اس نے علیؑ
بعد و ثات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا شروع کیا نبی علیہ السلام کی ذات
فی علیؑ مثل خالد کے بعد علیؑ علیہ السلام کے متعلق اسی قسم کے الفاظ
(ص ۱۲۲)

مگر اس نے دعائیت علیؑ پر کفایت نہ کی۔ اگر ایک مقام پر ایک مجمع یا گروہ کے سامنے سیدنا علیؑ کو دھوئی رسول اللہؐ کا تو دوسرے مقام پر الہ اور رب کہا۔
حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابن سبا پر لعنت کرے کیونکہ اس نے حضرت علیؑ کے متعلق روایت کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ حضرت علیؑ ایک فدا دار انسان تھے۔
یاد رہے جو ہم پر دعوت کہتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے خصوصاً ایسے لوگ جو ہمارے لئے یہ گمان کرتے ہیں۔ ہم کے ہم حقدار نہیں ہیں۔ یاد رہے ایسے لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں موصوف نے ان الفاظ کو دوبار فرمایا (رجال کشی ص ۱۲۱)
عبد اللہ بن سبا کے متعلق سند امام اعظم میں مرقوم ہے۔

عبد اللہ بن سبا کان یہودیاً فاسلم عبد اللہ بن سبا یہودی تھا اور سیدنا عثمانؓ
ایام عثمانؓ و هو الذی حمل الی مصر علیؑ کے زمانہ میں اسلام لایا اس نے مصر کے لوگوں کو
قتل عثمانؓ و اظہر املیل الی علیؑ کان سیدنا عثمانؓ کے قتل پر عیاں اور سیدنا علیؑ سے
خبت الباطن غرض الفساد بین المسلمین محبت کا میلان ظاہر کیا وہ باطن میں خبیث تھا اور
اس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان فساد پیدا کرنا تھا۔ (ص ۱۵۵)

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۲	اشداء علی الکفار	۳	تبصرہ
۴۴	سیدہ ام کلثومؓ کا کلاج سیدنا عمرؓ سے	۴	نذرانہ عقیدت
۵۲	سیدہ فاطمہ الزہراءؓ عثمانی بن عفان	۹	منظور ہے گزارش اعمال واقعی
۵۵	سیدنا معاویہؓ	۱۳	شیعہ مذہب کے ستر پہلو ہیں
۵۶	اصحابِ بکند	۱۵	شیعہ مذہب میں کوئی چیز قابل اعتبار نہیں
۵۷	جنگِ احد	۱۶	آیت استخلاص
۵۸	غزوہ تبوک	۲۵	بیحلا باب
۶۰	صلح حدیبیہ اور بیت رضوان میں شامل تمام جنتی ہیں	۲۰	صدیق اکبرؓ
۶۱	غزوہ حنین	۲۳	سیدنا صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت میں اپنا واسعہ بنا دیا
۶۲	صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا	۲۵	صدیق اکبرؓ کا شمار
۶۳	سیدنا معاویہؓ کی خلافت	۲۶	علیؓ اور شیعہ ہجرت
۶۳	شیعہ مذہب میں قصائد کیوں	۲۹	ہجرت کے تفصیلی واقعات
	دوسرا باب	۳۲	صدیق اکبرؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا بیڑہ علیؓ سے نکاح
۶۴	سیدنا علیؓ کی خلافت سے پہلے	۳۴	سیدنا علیؓ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی بیعت کی
۶۵	خلیفہ بننے کے بعد	۳۵	طبری شیعہ تھا
۶۶	غالیوں اور مغضوبوں کا مذہب	۳۷	حضراتِ عین کی خلافت پر نص صریح
۶۷	افان میں ملی ولی اللہ کیسے دیکھتے ہیں	۳۸	سیدنا ابوبکرؓ اور قنک
۶۷	شیعیہ بدعت کا بانی پریمی خدا دان تھا	۴۰	صدیق اکبرؓ ہی ہیں
۶۸	تبرہ بازی	۴۰	حاکم شیعہ تھا
۶۸	جنتی جہنم کے لوگوں میں سے	۴۱	سیدنا فاروق اعظمؓ
۶۹		۴۲	سیدنا فاروق اعظمؓ نے مع غازی کے متعلق
			سیدنا علیؓ سے منسوب طلب کیا

۹۔ علیؓ کہتے ہیں میں نے عقیل کئے لوگوں کو سخت فخر و ناز میں دیکھا۔ عقیل نے ایک صاحب گیدوں مانگی مگر میں نے نہ دی (پنج البلاغہ مترجم الامیر محمد) حالانکہ خود بیسوں گاؤں کے مالک تھے۔

۱۰۔ علیؓ تمام پیغمبروں سے افضل تھے (علامہ العبدی ص ۱۲۱) یہاں تک کہ حضرت آدمؑ سے کم حضرت عیسیٰؑ تک تمام پیغمبروں کی مشکیں آسان کرتے تھے (و کتب دینی ص ۱۵۵) یعنی پیدا ہونے سے پہلے مشکِ عشرہ کا مل

۱۱۔ شبِ آخر آمد و افانہ از افانہ سے خیزد

اس موضوع پر کوئی کہاں تک لکھے دنیا کے شیعیت سب دہشتم کا ہی نہیں بلکہ مخالف و مخالف کا بھی ایک پلندہ ہے۔ دم میں جسے چاہیں خالقِ ارض و سما بنا دیں اور چاہیں تو جہنم میں لے آئیں۔

میں آخر میں شیعہ صحابیوں کی خدمت میں نہایت غلوں اور رقتِ بھرے جذبات سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں گذشتہ صفحات میں سیدنا علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے متعلق آپ کی کتب کے ترجموں سے چند خوشے غلوں کے طشت میں سما کر آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں چند لمحات کے لئے اپنے اذہان میں کھٹے ہوئے تقریبات کو نکال کر انصاف کی نظر سے اگر آپ ان مسطورہ کا ملاحظہ فرمائیں گے تو اللہ عزوجل ہدایت آپ کی رہنما ہوگی۔

سَلَامٌ عَلَى مَنْ آمَنَ بِتَبَعِ الْهَدَى

فیض المصلح

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۳۸	دوازده آئمہ کفر شیعہ کے نزدیک	۴۵	۴۸	تیسرا باب	۱۰۶
۳۹	دوازده آئمہ کفر کون	۴۶	۴۹	سیدنا علیؑ	۱۱۰
۴۰	جبرائی ممانعت	۴۸	۵۰	خلافت بلا فصل کی اصطلاح	۱۱۱
۴۱	سیدنا فاطمہؑ کی موت پر لعنت کرتے ہیں	۴۹	۵۱	سیدنا علیؑ پر اجماع خلافت نہ ہر سکا	۱۱۳
۴۲	اہل شام کے متعلق سیدنا علیؑ کا ارشاد	۴۹	۵۲	علیؑ اور اہل شیعہ	۱۱۴
۴۳	سیدنا علیؑ کی وفات کا جرم کو اہل حرم سے	۸۰	۵۳	آئمہ حق کی لم اور انکی پہچان	۱۱۶
۴۴	سیدنا علیؑ کا جرم کے حق میں کیا فرماتے ہیں	۸۶	۵۴	سیدنا علیؑ کی حق امامت سے عہدہ بکا	۱۱۹
۴۵	اقوال آئمہ تقاسیر اور احادیث	۹۶	۵۵	سیدنا علیؑ کی حق امامت سے عہدہ بکا	۱۲۱
۴۶	شیعہ مذہب کی چند احادیث	۱۰۱	۵۶	سیدنا علیؑ کی حق امامت سے عہدہ بکا	۱۲۳
۴۷	اصحابی کا انجوم			سیدنا علیؑ کی حق امامت سے عہدہ بکا	

کتابیات

کتب مذہب شیعہ	تفسیر المکاشیۃ الجدیدہ	شرح نوح البلاغۃ ابن بشیر	مقبول قرآن المایہ - مجمع الزوائد
القرار نعمانیہ	تویر الیہا	شرح ابن ابی امیہ	مجلس المؤمنین بمصابیہ
اساس الاصول	تاریخ القرآن مولانا طری	شرح شرائع قمی	کتوبات حضرت علیؑ کو بار بار یاد
استبصار الزہرا	بجوالہجوم بن القوام	ثانی - طبری	نور ایمان - نوح البلاغۃ
اجتہاد طبری	ترجمہ نوح البلاغۃ رئیس احمد	طلی الشرائع - عمدہ بیان	کتب تاریخ
آثار جدیدی	سجود نبوت	چون الافکار - فروع کافی	اسلامیہ اسلامیہ اسلامیہ
الغفری مطلق	بلاذیون - عزت جیدی	قواعد آل محمد - قرآن السعید	ہدایہ والناسیہ - ابن اثیر
الانامیہ والسیاست	جامع الاسرار - جہاں القلوب	گوگیزی - معانی الافکار	ابن مکران
اصول کافی - مصنفی الحق	جلد جدیدہ - حدیث حق	مجمع البیان - مسند عالم	تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں
ایضاً الشریعہ مولانا شیعہ کی کتاب	نصوص المنہج - علامہ مہدوی	منہج الصادقین - مجمع الزوائد	جبریل خاں - جبریل خاں
بنت رسول - سجاد الانوار	خریج و جبرائیل	مروج الذہب - محرم نامہ	علیؑ کی سبائیل کی نظریں
تفسیر من شکر، تفسیر قمی	دعوت کافی - رحمان کشی	معانی الاقرب - ابن لاہجہ اقصی	مکتوبہ تفسیر کبیر
تفسیرانی - تندیب	سیرۃ النبیؐ - سیرۃ العلویہ	مقابلہ الطاہرین	
سیرۃ النبیؐ	سیف صادق، سبائی بن ہریرہ	معارف تاریخ اہم الاسلامیہ	

نام کتاب	سیدنا حسن ابن علی
مولف	حکیم فیض عالم صدیقی
ضخامت	ایک ہزار
تعداد	اول
طبع	
قیمت	
ناشر	
پریس	سیدنا علی شاہ نورانی کراچی
کتابت	سیدنا علی شاہ نورانی کراچی
جوڑی کتابت	تاریخ حبیب احمد پور
مقام اشاعت	جامعہ اہل حدیث محلہ مستریاں - الطم

ملنے کے پتے

- ۱۔ حافظ عبد القدیر قاسمی ناظم اعلیٰ شبانہ المحدثہ میل ضلع گجرات
- ۲۔ حاجی رحمت اللہ امیر جمعیت المحدثہ قوارہ چوک صدر پشاور
- ۳۔ مولانا عبد الوہاب مدنی محلہ پراشا پورہ لالہ موسیٰ
- ۴۔ مکتبہ عزیز بیہ، جامع قدس چوک دال گرواں لاہور
- ۵۔ مکتبہ عثمانیہ، ۱۲ مسلم ٹیکہ کراچی -

حکیم فیض عالم صدیقی

جامع مسجد احمدیہ - محلہ مستریاں - جہاں

فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۷	واقعه تحکیم	۵	انتساب
۵۹	سیدنا حسن کی خلافت	۷	سیرت نویسی کی مشکلات
۶۰	سیدنا حسن سیدنا معاویہ کے حق میں	۱۰	تمہید
۶۱	امو خلافت سے دستبردار ہوتے ہیں	۱۳	حضور صادق دعوہ و حق کی اپنی اولاد سے محبت
۶۲	سیدنا حسن نے رضادور بیت سیدنا معاویہ کے نام تجویز جمیت کی	۱۶	سیدہ فاطمہ اور حضرات حسنین سے محبت کا پس منظر
۶۳	خلع خلافت کے بعد	۱۹	حضرات حسنین کے فضائل میں وضعی روایات کی کثرت کی وجوہات
۶۵	سیدنا حسن کا خلع خلافت اور ان کے لشکر	۲۰	کیا حضرات حسنین صحابی تھے
۶۸	عام الحجۃ	۲۴	سیدنا حسن
۶۹	شہر انطصہ	۲۵	سیدہ فاطمہ کی پیدائش اور نکاح
۷۱	سیدنا معاویہ اور حسنین	۳۰	سیدنا حسن کی ولادت
۷۳	سیدنا حسن کی امیروں سے	۳۳	سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ کے تعلقات
۷۴	رشتہ داریاں	۴۱	سیدنا حسن کی زندگی کے مختلف ادوار
۷۷	وفات	۴۷	واقعات گذشتہ پیرایہ اجمالی نظر
۸۲	تدفین	۴۹	سیدنا علی کی اہم نہاد خلافت اور
۸۷	فضائل و مناقب		سیدنا حسن
۹۰	آیت مباہلہ پر تحقیقی نظر		
۹۷	چند مصالحت		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عن: بنی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال
سرا یت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علی المنبر والحسن بن علی
ابی جنیہ و هو یقتل علی الناس
صرۃ و علیہ اخری ویقول
ان بنی ہذا سید و
لعل اللہ ان یصلح بہ بین
فشتین عظیمتین من
المسلمین -

(سرا و بنی بکرہ)

اور ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کہہ کر دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو منبر پر اور حسن بن علیؓ انحضرت کے پہلو
میں تھے اور حال یہ تھا کہ بنی علیہ السلام فرشتوں
ہوتے تھے لوگوں کی طرف ایک بار اور حسن
کی طرف دوسری بار اور فرماتے تھے میرا یہ
بہن بھائی حقیقی میرے ہیں اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ
صلح کرادے بسبب اس کے مسلمانوں کی
دو بڑی جماعتوں کے درمیان -

(بخاری)

انتساب

میری عمر چار پانچ سال کے درمیان تھی۔ سردیوں کے دن تھے اور صبح نو دس بجے
کا وقت تھا اس وقت یہ جگہ میں موجود نہیں کہہ کر کہا کرتا تھا کہ باہر سے کسی نے بڑے بنگ
قسم کے لہجے میں آواز لگائی۔ مزار اللہ بنیہ حسینؓ، میں آواز سن کر باہر لپکا میرے غصے آواز آئی
سائیں اللہ! نذر اور بنیہ زب اللہ کے لئے ہے، کہو تم کیا جانتے ہو، گھوم کر دیکھا تو اباحضور
تھے اور سامنے ایک بڑا خوشوار قسم کا سید پوش بنگ کھڑا تھا، بڑی بڑی ٹوپی میں سرخ آنکھیں
ایک اچھا خاصہ وزنی ڈنڈا ہاتھ میں۔ بڑی بڑی عجب مگر مصنوعی قسم کی آواز میں بولا،
سائیں بادشاہ ایک منکر حسین سے کوئی مزار قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اس کے بعد جو
کچھ ہوا میری نظر اس کا تعاقب نہ کر سکیں۔ البتہ اباحضور کی یہ آواز۔ کانوں میں گونجی۔
اسے مردود میں منکر حسینؓ میں آواز نہج میں ہے اور سائیں بادشاہ! پاؤں شائستہ ہیں
پر پڑے اور اباحضور اس کے سید پر ہوا نظر آئے۔ سائیں بادشاہ! گھٹائیے، غالباً
بنگ کی آواز سن کر اندر سے اہل حضور ایک کر باہر نکلیں اور اباحضور نے سائیں بادشاہ!
کو نجات دلائی۔ اس وقت تو یہی نظر آیا کہ اباحضور نے اپنے سے تین گنا مجسم و شجیم
بنگ کو بچھا کر رکھ دیا مگر آگے چل کر اباحضور کا وہ بنگ ٹوٹا واقعہ میرے لئے مشکل بنا
بن گیا۔ اسی واقعہ کی یاد میں

سیدنا حسنؓ کے حضور میں اس مزار عقیقت کا انتساب

اباحضور کے نام کرتا ہوں۔ جو نومبر ۱۹۵۹ء میں ایسی حالت میں شہادتِ ہجرت سے
مرفراز ہوئے جب ان کی ناز پروردہ اولاد بارہ سال سے پاکستان میں دھکے
کھانے کے باوجود نان شبینہ تک کی محتاج تھی۔
کاش! اباحضور راج زندہ ہوتے اور اپنی اولاد کو خوشحالی کی زندگی میں دیکھ سکتے۔

فیض عالم

یکم فروری ۱۹۶۹ء

مولف کی دیگر تالیفات

اختلاف امت کا المیہ: اس میں مذہب اربعہ، متروک مذاہب، متکذبن حدیث، مزاحمت، سرحد، دم وغیرہ پر تفصیلی بحث کے علاوہ بعض غیر ملکی بیٹ کی دینی خیالات کا جائزہ۔
حقیقت مذہب شیعہ: دوسرا ایڈیشن شیعہ مذہب کی مکمل انسائیکلو پیڈیا۔
واقعہ کر بلا: صدیہ سہمہ اور حجاب نے ضبط کر لی ہے۔

بیانات الرسول: شیعہ زعماء سے اس موضوع پر خط و کتابت اور اس پر محاکمہ مقام صحابہ: شیعہ مذہب کی کتب سے۔ یہ کتاب امریکن یونیورسٹیوں کے کتب خانوں پر آچکی ہے۔

شہادت ذوالنورین: اس کتاب پر مامناہ میٹائی، شمس الاسلام، چچان، خیر الدین الاسلام نے برقیے جملہ تفسیر لکھے ہیں (دوسرا ایڈیشن)۔

عزت رسول: اس کتاب میں عزت اہل بیت اور آل پر علمی بحث اور علماء عربوں کے خروج کی تفصیلی بحث، مامناہ میٹائی، شمس الاسلام اور الاسلام نے اس کتاب پر تفصیلی تفسیر لکھے ہیں۔ فقہانہ و اند حوالہ اور مشہور نو کی فرقی تجلیں کا پس منظر۔

سیرت امیر روان: امیر روان بن الحکم کی سیرت، خلافت، علمی خدمات اور ان کے اہل کا تذکرہ۔

مشکوٰۃ المصلحین کے قواعد غزالیہ: اس کتاب میں ان غلط روایات کی بر ایک نظر { نشانہ دہی کی گئی ہے۔ جو عجبت کے راستے تاریخ اسلام میں داخل ہو کر اسلامی روح کیلئے باعث مذمت ہوئی ہیں۔
عربی سند سے یہ کتاب ضبط کر لی ہے۔

سلطان بدر شہید: بعض عربی علماء کی آیت کے تکرار سلطان شہید اور سلطان جبر علی کے جائزہ ناما سیرت صدیقہ کا مباحثہ: اپنی نوعیت کی منفرد تحقیقی تالیف جس میں اہل المؤمنین کی عمر جنگ میں ان کا تصور اور علمی خدمات اور وفات پر بحث کی گئی ہے۔

سیرت توسنی کی مشکلات

ایک تاریخ ساز قوم کی تمام زندگی ایسی مندرجات کی نذر ہو جاتی ہے کہ اس کے افراد تاریخ توسنی کے لئے اپنی زندگی سے چند لمحات بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر جو تاریخ ساز قوم اپنا فن میں اوصاف غریبہ سب کچھ تاریخ سازی پر قربان کر دینے کا تمہیل کر سکی ہو اسے اس بات کی غرض بھی نہیں ہوتی کہ تاریخ عالم میں اس کے کارناموں کو کچھ مقام ملے گا بھی یا نہیں۔ ایک تاریخ ساز قوم کہ نہ بات عشق و عاشقی اے نہ ست و عواقب سے بے پرواہ کو کہ طغیان و سرکشی کی خرم سوز سرستوں کی سرکوبی کی راہ پر اس طرح ڈال دیتے ہیں کہ اسے یہ سوچنے کی محنت نہیں ملتی کہ مستقبل میں پیدا ہونے والی قوموں کے اذیان و غلوں میں ان کے متعلق کس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔

اگر خوش نصیبی سے ایسی تاریخ ساز قوم کو دیا نہ تدر قسم کے تاریخ توسنی مل جائیں تو سبحان اللہ اور اگر تاریخ توسنی بد دیانت قسم کے افراد کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو یہی دنیا کا ان کی بددیانتی ملک و قوم کے لئے ایک قسم کا بیان سوزہ نہایت ہوتی رہیگی۔ مسلم قوم کی بنیادی وجہ صحابہ کو کشتہ کا پاکیزہ گروہ اور تابعین کے جلیل القدر افراد تاریخ سازی میں مصروف تھے تو مفتوں ان قوم کے تو مسلم بھی نہ ادا اپنی انسی علی علیہ بعض باطن اور بعض کے حربوں سے توسنی ہرگز تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کے میدان میں نہ گھر سکتے تو دن اول کے پختیس مؤرخوں میں سے اکتیس بھی نہ ادا تھے ان سب نے "بال عمر کینہ" قسم پر دست عہد را کو مائلو بنایا اور جس قدر بددیانتوں سے کام لے سکتے تھے اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مگر وہ بددیانت تاریخ توسنی اپنی پوری کوششوں اور جبر و توڑا جوں کو جیسے کار لانے کے باوجود صحابہ کو کشتہ کے آفتاب عالمیاب کی طرح نشانہ و ناہال کار ناموں کو گوشتی بند غبار آلود کرنے میں کامیاب ہو گئے مگر اپنی خدا پیشوں کے مطابق نشانہ سکے۔ یہاں تک کامیاب المؤمنین سیدنا عبد الملک بن ابی المؤمنین خزان کے مشہور گورنر فلاح حجاج بن ارمیت جیسے مدبرین اور سیاست دانوں کا نام باوجود ہزاروں مر

یوریشین مجتہدین عظام کے علمی کارناموں سے چنداں افسانہ نہ کیا۔ اگر اس طرف توجہ کی بھی گئی۔ تو انہیں معصوم عن الخطا سمجھتے ہوئے ہر قسم کی روایات پر بھروسہ کرنے ہوئے درایت کو پس پشت ڈال کر کبھی پرکھی مارتے چلے گئے۔

ان حالات میں اگر کسی نے تطہیر ناسخ کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی تو ایسے عقل کے پیدل بزمہر اس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرنے پر آمادہ ہو گئے وہ لاکھ سرچکے، چھپے، چلائے، رسالت کی معصومیت کا واسطے دیے اجہات المؤمنین کی طہارت کی دو لائی دی، صحابہ کرام کی عدالت و عظمت کے گن گائے اور علی رضی اللہ عنہما پر پکار پکار کر کہے کہ میں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ بھی انہی کتب کے ذخیروں سے چھان پھٹک کر تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں جن کے تم خوشہ چین ہو مگر ششونائی ندارد۔

اور ستم ظریفی یہ کہ ان پر سبائیت کی ایک طرف کاروائیوں ONEWAY TRAFFIC کا اس قدر اثر ہے کہ انہیں بخاری کی ان روایات میں بھی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جن کی امام بخاری جیسے بااثر و کثرت نسبت کا تصور تک بھی جسم پر کبھی طاری کوڑھ نہیں

دیانت کا لٹافا تو یہ تھا کہ ایسا کہنے والے کی باتوں کو سمجھ گئی سے سنا جاتا۔ ان پر غور کیا جاتا اور پھر فیصلہ کیا جاتا کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط۔ اس کے پاس اس کے کہنے کوئی ثبوت موجود ہے یا نہیں۔ اگر اس کی باتیں قرآن، صحیح احادیث اور عقل و درایت کی کسوٹی پر پوری اترنے والی ہوتیں تو انہیں قبول کیا جاتا۔ ورنہ ٹھکرا دیا جاتا۔ مگر یہاں صورت ہی دوسری ہے۔ صدیوں سے ذہنوں میں ٹھسے ہوئے عجیب اور سبائی مورتوں کا مفروضہ کذبہ اور مزعومہ تخلیقی نظریات کو ہی حوت آخر سمجھ لیا گیا ہے۔

حفاظت سے انحراف یا انکار صریحاً ان عجیب مزاد نو مسلم تاریخ جکاڑنے والے بالطنوں کی تائید ہے۔ جو بدو اسلام سے لیکر آج تک صریحاً اسلام کے دشمن چلے آ رہے ہیں۔

چکنے کے تاریخ عالم سے مجوزہ کر سکے۔ اس قسم کے بددیانت مورخ انہیں بد اعمال اور بار کردار تو کہتے رہے مگر ان کی فتوحات کے کارناموں کو نہ چھپا سکے البتہ ان کے مجاہدانہ کارناموں پر ان کی منفرد و مزعومہ بد کرداریوں اور بد اعمالیوں کا غبار اڑانے میں کافی مدد تک کامیاب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ مسلح انہی کی اس پاکباز اور مجاہد مخلوق کے سرزد نشانہ کار نامے ہوں نہ بے مناسباً ہو کر وہ جائیں۔

ان پر دیانت قسم کے عجیب مزاد مورخوں کے پہلو پہلوچند یوریشین قسم کے افراد نہایت نامساعد حالات میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بچنے کا واسطے ہوئے اور انہیں موت کی کرلوں کی ضیاء میں ہنگامی دنیا سے بالکل الگ تھک بڑی دیدہ ریزی سے انبار و انبار خزفہ ریزوں کو رول رول کر صداقت و امانت اور تحقیق و دیانت کے موتی الٹا کرنے میں مشغول ہے۔ انہی یوریشین قسم کے افراد کی ہمتوں نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے وہ کارنامے ہم تک پہنچانے کی سعادت حاصل کی جو ایک سچے مسلمان کے لئے سرمایہ سرمدی ہیں۔ ان کے ہی کارنامے آج ہمارے سامنے ”ذخیرہ احادیث“ کے نام سے موجود ہیں۔ کذبہ افتراء کے اس طوفان بدذہری میں حقائق کی چھان بین میں ان فوان حق نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ مگر کہیں کہیں غیر شعوری اور غیر محسوس انداز میں وہ مردان کار بھی تسامح و ذہول سے کما حقہ اپنا دامن نہ بچا سکے۔ اور بعض اس قسم کی روایات بخاری جیسی اصح الکتاب میں بھی گھس آئیں جنہیں ہم دھوکا اور زبرد و غفلت کی بصارت و بصیرت کے حاملین کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو تسلیم کرنے کی حیثیت میں نہیں پاتے۔

پھر آگے چل کر ایک اور مشکل پیدا ہو گئی کہ بعد میں آنے والے بزرگ خلیفہ ابراہیم اور معروف معنوں میں علماء نے بصیرت کے فقدان، عقل کی نارسائی، خرد کی تنگ دامانی کی وجہ سے اشیاء کے فراہم کردہ اسی طب و پالیں کو ہی دینی سرمایہ سمجھ کر تاریخ کا حلیہ جکاڑنے کو ہی تاریخ نویسی یا میرت نویسی کے فرانس سے عہدہ برائی سمجھ کر ان

تہذیب

سیدنا حسنؑ کی ذات اقدس عالم اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم رحمت تھی۔ اگر سیدنا حسنؑ کو منشیل صدیق اکبرؑ کہا جائے تو مجاہد جنود صادق و مصدوق کی وفات کے بعد جس طرح سیدنا صدیق اکبرؑ نے کفار مشرکین منافقین اور عیان نبوت کی طغیانوں کے سامنے بند باندھ کر عالم اسلام کو متحد لادیا تھا اسی طرح سیدنا حسنؑ نے اس وقت عالم اسلام کو سنبھالا دیا۔ جب معرکہ بلخہ جمل و صفین نے اسلام کے شیرازہ کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔

سیدنا علیؑ کی فکر کے جاننا نہ معرکہ جمل و صفین کے دوران ہی تبصر و کسریٰ کے سروں پر کوندنے والی تلواریں میانوں میں کھر چکے تھے۔

سیدنا حسنؑ دیکھ چکے تھے کہ معرکہ بلخہ جمل و صفین میں صحابہ کرامؓ کی المیہ سیدہ کائناتؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ کے کب میں ہے یا خانہ نشین ہو چکی ہے اور جو ایک آدمہ سیدنا علیؑ کے کب میں تھا بھی وہ بھی معرکہ نہروان کے بعد اپنے آپ کو یہ سمجھنے پر مجبور پارہ تھا کہ کل جو تلواریں علیؑ کا ساتھ سے رہی تھیں آج ان کا رخ علیؑ کی طرف کیوں ہو رہا ہے۔ وہ افعہ حکیم کے بعد ایسا سوچنے والے افراد پر سوچنے پر اپنے آپ کو تنہا مجاہد سمجھ رہے تھے کہ علیؑ اگر خلیفہ حق تھے تو انہوں نے حکیم کو تسلیم کیوں کیا؟ سیدنا ذوالنورینؑ کی طرح اپنے منہ پر قائم نہیں ہے اور جب حکیمؑ نے انہیں خلافت سے معزول کر دیا ہے تو ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا کیا مطلب جو لاکھم اللہ کاندھ لٹکا ہے ہیں۔ خوار و مرجع کے وہ معتقدات جن کی وجہ سے آگے چل کر ملت نے انہیں خارج از اسلام قرار دیا بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ اسی وقت اہل سنت یا شیعہ

یا خارجی کا تصور تک موجود نہ تھا۔ بہت بعد میں پیدا ہونے والی اصطلاحیں ہیں۔ اور شیعیت یا خارجیت میں معتقدات کی گھٹ آئینہ ہی بہت ہی بعد میں ہوئی۔

سیدنا حسنؑ کے سامنے یہ تمام مناظر موجود تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت عالم اسلام کے سبیل القدر افراد کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں معتور ہو چکی ہیں۔ ان کے سامنے اپنے حقیقی چچا سیدنا فضیل بن ابی طالبؑ کا کردار موجود تھا کہ وہ حقیقی بھائی سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے دل برداشتہ ہو کر سیدنا معاویہؓ کے کب میں جا چکے تھے۔

سیدنا حسنؑ نوٹ شروع سے ہی اپنے گرامی قندروہ الدہ کی پالیسیوں کے متواضع تھے۔ جب سیدنا علیؑ کو نااہلین عثمانؓ نے اپنے بھائی کے لئے مارنے کے بجائے کوہ کو دارالخلافہ بنانے کی سازش کے تحت ہرینہ چھڑنے پر آمادہ کیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے اپنے طویل القدر باپ کو اس اندام سے روکنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ میں نہ گئے۔ اور مجبور ہو کر بعد میں ربذہ کے مقام پر اپنے باپ سے جا ملے۔ سیدنا حسنؑ کو خوب معلوم تھا کہ میرے باپ، کے باپ، کے آئندہ سزاوارہ لوگ ہیں جن کی تلواروں سے ابھی تک سیدنا ذوالنورینؑ کے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

یہی وجہ بات تھیں کہ اول سے آخر تک سیدنا حسنؑ اپنے آپ کو سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے ہم آہنگ نہ کر سکے۔ معرکہ جمل میں سیدنا محمد بن طلحہؓ کی لاش کا سرگرد میں لے کر بیٹھے دیکھ کر حضرت علیؑ کی آنکھیں بھی ڈبڈبائیں۔

اس امر کی اور افراتفری کی سبب شیعیت میں لاکھم اللہ کاندھ لٹکا خیلوں نے نہروان کے مقام پر شکست کے بعد ایک خطرناک فیصلہ کیا۔ اور اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تین افراد کو منتخب کیا گیا کہ وہ ایک وقت علیؑ، معاویہؓ اور عمر بن العاصؓ کو قتل کر دیں۔ معاملہ چارہاں ہی منہ بند ہو گئے مگر معاویہؓ و عمر بن العاصؓ نکلے۔

زیر نظر کتاب میں اسی اہل جلیل اور رحیل عظیم کی زندگی کے صحیح حالات پیش

کرنے کی کوشش کی گئی تھی جس نے امتِ موجودہ کے جاں لیہ جسم کو حیاتِ نو بخشنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ ہم اس کے عظیم کارنامہ سے بے خبر نہ رہیں مگر احسانِ فراخکوش ضرور ہیں۔ آج ہم میں ایسے لوگوں کی نواکثریت موجود ہے جو اس عظیم ہستی کے متعلق عجمی نژاد نو مسلم مورخوں کی خیال آفرینیں پر مشتمل خرافاتی داستانوں اور انسانوں سے نوافقت ہیں مگر اس کی زندگی کے حقیقی خدو خال سے واقف نہیں۔

اور جبکہ حقیقت آپ کے سامنے آرہی ہے تو حقیقت ہو کہ آپ کے ذہن میں بٹھے ہوئے خرافاتی نظریات سے ذرا مختلف ہے اور آپ میں سچ کھنے، سچ سننے اور سچ دیکھنے کی صلاحیتیں تقریباً تندرست بائیت ہو چکی ہیں اس لئے پسلی نظریں ضرور یہ حقائق کھلیں گے۔

بل لفتن بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو
زاهق ولکم الویل مما تصنعون (الانبیاء: ۱۸)

حضور صادق و مصدق کی انبی و اولاد سے محبت

حضور صادق و مصدق کی تمام اولاد کو سچپن میں ہی فردوس بریں کو سدا رہ گئی۔ بیٹیوں میں سے سیدہ فتنہ الزہراء عین غرود بدر کے موقع پر اس دنیا سے منتقل ہو گئیں ایک لکھنویہ زینب اور سیدہ ام کلثوم بھی کیے بعد دیگرے چل بسیں۔ گویا تمام اولاد میں سے صرف سیدہ فاطمہؑ انکھوں کے سامنے آخری وقت تک موجود رہیں۔ غور کرنے کا مفہم ہے کہ آٹھ اولادوں کا یوں کیے بعد دیگرے انکھوں سے اوچھل ہوجانا کوئی معولی بات نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ کی تمام پدرانہ شخصیتوں کا موروثی سیدہ فاطمہؑ کی ذات ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی طرح سے نواسے اور نو سبھوں میں سے بھی سیدنا حسنؑ اور حسینؑ سے بے پناہ محبت تھی اور اس محبت کی چند اور وجوہات بھی تھیں۔

سیدہ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا جنہیں آنحضرتؐ نے بھی افضل بناتی کے لقب سے افتخار بخشا تھا۔ ان کے محنت جگر سیدنا علیؑ بن ابی العاصؑ کو فتح مکہ سے روزِ اپنا ردیف بنانے اور کعبہ کی دیواروں سے تصویریں مٹانے کی عزت بخشی۔ یہ وہی علیؑ بن ابی العاصؑ تھے جنہوں نے غرود بدر تک میں سالارِ شہر سیدنا ابو عبیدہؓ کو

ابو عبیدہ رضعت پیکار سے مجھے

لبرئید ہو چکا میرے صبر و سکون کا نام

کہتے ہوئے کفار پر حملہ کیا اور عین عتقوانِ شہ باب میں فردوس بریں کو سدا رہ گئے۔ سیدہ زینب بنت رسول اللہؐ کی دوسری اولاد سیدہ ام کلثومؑ تھیں جن کے متعلق ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ نماز کے وقت انہیں اپنے کندھے پر بٹھا لیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری کتاب الادب باب الرحمة بروایت ابی قتادہ) نیز دیکھیے صحیح بخاری کتاب العلل باب اذا حمل جاريةً اور صحیح مسلم باب جواز حمل البیان فی الصلوة اور مسند و کرتے وقت انا کر رکوع دہا کرتے تھے اسی سیدہ امانہ کے متعلق ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک روز حضرت باہر سے نشہ لیتے لائے تو آپ کے ہاتھ میں خروت کا ایک پاتھنا اور آپ نے فرمایا کہ میں یہ پاتھنی سب زیادہ محبوب اولاد کو پہناؤں گا۔ سیدہ امانہ کی آنکھیں اس وقت کچھ آلود ہو رہی تھیں۔ آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے وہ کچھ صاف کی اور بارہ انہیں پہنا دیا۔

سیدہ فاطمہ نے انتقال کے وقت سیدنا علی کو اسی امانہ کے متعلق وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ان سے نکاح کر لینا۔

سیدہ رقیۃ الزہراء کے بطن سے سیدنا عبداللہ پیدا ہوئے جو طویل عمر پاکر فوت ہوئے اور ان کی اولاد آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ مگر سہائیت نے یہ ٹوٹ کر چڑھا کر انہیں بچپن میں ہی دبیاسے جلایا کہ بچپن میں ایک مریض نے ان کی آنکھ میں ٹھونگ ماری اور وہ اسی حد سے جان بحق ہو گئے۔

حالانکہ سیدنا عبداللہ جوان ہوئے۔ شادی کی اور صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئے ان کی اولاد کے تفصیلی حالات سید عبدالقادر شاد المعویۃ سید عبدالستار شاہ مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق تالیف آل قبیۃ الزہراء میں بڑی تفصیل سے قلمبند کئے ہیں وہ صاحب کھتے ہیں :

کرستان غناں پہر اشد بدتیا خطاب شہی یافتہ
الہ النور شہنشاہ نامو کرامی بروایت وادگر

۱۔ نام عبداللہ بن رقیۃ الزہراء کنیت ابو النور و آپ کا لقب شہرت الدین تھا صفحہ ۱۷

برآمدوزین العابدین سہ گویہ برآمدوزین العابدین
یکے شاہ عباس اطراف کرد دوم شاہ محمد بخشاں نور

آج بھی منظر آباد اور بالائی ہزارہ کے تھلے میں سیدنا عبداللہ کی اولاد کے پاس اپنے خاندانی شجرے موجود ہیں :

سیدنا ذوالنورین رضی

عبداللہ صغیر

امام زین العابدین

امام محمود بخشاں کے حاکم ہوئے۔

سلطان اوام

امام کاشف نرسان سے ہجرت کر کے منظر آباد

میں مقیم ہوئے۔

امام قاسم

موجودہ منظر آباد سے باغباں

پہچیم رنگ میں ٹکراں ہوئے۔

تفصیلی حالات کے لئے آل رقیۃ الزہراء دیکھیے۔ مگر بدنامی مورخین کی

دسیہ کاریوں نے دقوی سادات کا نام ہی تاریخیوں کے مٹا دیا۔ اور

عبداللہ صغیر کے بیٹے زین العابدین کی بجائے حضرت حسین کے بیٹے

علی کو زین العابدین بنا دیا ۔

سیدہ فاطمہؓ اور حضرت نبین سے آنحضرتؐ کی محبت کا پس منظر !

گذشتہ مضمون میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی اولاد ذکرِ چین میں ہی فوت ہو گئی۔ سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ باقی تین بیٹیاں بھی یکے بعد دیگرے چل بسیں۔ اب آپؐ کے سلسلے صرف سیدہ فاطمہؓ رہ گئیں۔ اگلے اولادوں میں سے صرف ایک کا باقی رہنا گریہ نام کی محبتوں کا سمٹ کر ایک کی ذات میں مرکوز ہو جانا تھا۔

دوسرے دو داماد یعنی سیدنا ابی العاص بن ریحع رئیس بن رئیس تھے۔ ان کی مالی حالت قابلِ رشک تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اپنی اچھی خاصی جائیداد پیدا کر لی تھی۔ سیدہ زینبؓ سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ کی وفات پر انہوں نے ایک بڑا پردہ دروغ پھیلا دیا تھا جس کے شہر ہیں:

ذکرت زینب لما رکت ارضا

نقلت متقیاً شخصاً لیکن الجہا

مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا حرم کا ہر باشندہ شاداب ہے۔

بنت الامیین جلہا اللہ صالحد

وکل یحل مینخی بالذی علما

زینبؓ تو زمین کی بیٹی صالحد ہے۔ اور ایک خوب راہی بیوی کی تعریف

کرے گا۔ جیسے اوسان کہ مجھے اس کے معلوم ہیں،

سیدہ زینبؓ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہؓ ہی ان کی محبت کا

مرکز و محور بن کر رہ گئے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ کے ان نو اسول کو بہت کم اپنے نانا کے حضور میں حاضر ہونے کا وقت ملتا تھا۔ سیدنا ذوالنورینؑ کے بیٹے سیدنا عبد اللہؑ بھی رئیس ابن رئیس تھے۔ اور پھر سیدنا ذوالنورینؑ کی شفقت نے انہیں اپنے نانا کے حضور میں حاضر ہونے کا بہت کم وقت دیا۔

۳۰۔ ان کے نفا بلکہ میں سیدنا علیؑ کی مالی حالت نہایت برقی تھی اور فلسی کے باوجود ان کے گھر بلکہ حالات چنناں خوش گوار تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر بخاری اور ابوداؤد وغیرہ شیعہ کتب کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔ تو ان حالات میں سیدہ فاطمہؓ اور حضرت نبینؑ کا اکثر وقت کا شائد نہایت ہی گزرتا تھا۔ ان حالات کی موجودگی میں ان کا تذکرہ بار بار روایات میں آتا ہے۔ رتی اور لازمی امر ہے جس سے نتیجہ اخذ کر لیا گیا کہ آنحضرتؐ کو صرف ان سے ہی محبت تھی بلکہ بات کو بڑھا کر اس قسم کی کذب و افتراء پر مشتمل داستانیں تراشی گئیں کہ سوائے سیدہ فاطمہؓ کے نبی علیہ السلام کی کوئی اور بیٹی سرے سے موجود ہی نہ تھی۔

۳۱۔ مگر بڑے جمل و صغیر کے بعد جب سادات جو ابہر نے تحت خلافت کو زینبؓ کی جنتی تو وہ جہنم فتوحات میں منہمک ہو گئے۔ امیر المؤمنین ولید بن عبد الملکؑ کے زمانے میں جنود اسلام پر غارتگری کی سرکردگی میں انش تک شمال مشرقی میں تنقید بن مسلم کی سالاری میں چین کی سرحدات تک اور مشرق میں محمد بن قاسم کی کمان میں ملتان تک پہنچیں۔ اس دور میں بھی نواب برائے نام نو مسلم تاریخ نویسی میں منہمک تھے۔ یہ لوگ نائیدین عثمانؑ کے ان بقعہ اسیعت افراد کی اولاد کے پروردہ تھے۔ جن کی وجہ سے جمل و صغیر میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ المفرض ان لوگوں نے جب علیؑ کے منافقانہ نعروں کی گونج میں مغموم اہل بیتؑ کی مدح و ثنا میں باقی تمام صحابہؓ کو گمراہی بھر کر رکھا۔ اس دور میں ہی سیدنا علیؑ اور حضرت نبینؑ کی مدح و ثنا میں لاکھوں روایات وضع کی گئیں۔ مگر یہاں بھی ان لوگوں کی چابکدستی ملاحظہ ہو کہ سیدنا علیؑ

کی اولاد میں سے صرف سیدنا حسین کے فضائل میں ہی داستانیں تیار کی گئیں اور کسی حد تک سیدنا حسن کی شان میں گرسیدنا علی کی باقی اولاد کا نام بھی ان کی کتابوں میں نہیں ملتا تھا۔

اس دور میں ہی آنحضرت کی باقی صاحبزادیوں کے متعلق ان لوگوں نے اس حد تک مبالغہ نہ کیا کہ یہ شریعت کو دیا تھا کہ سیدنا علیؑ اور بنی العباس بن سیدنا حسینؑ بھی ان کے پروردگار کے منجانب سے ممتاز ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

روایت ہے کہ عروہ بن مسعودؓ نبویؐ میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ اس میں سیدہ زینبؓ، عاتکہؓ، لیلیٰؓ، عیسیٰؓ، عبدالمطلبؓ، جی عبدالمطلبؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی آپؐ درس میں بیان فرمایا کرتے تھے اے علیؑ افضل بنی ابی طالب میری بیٹی نہایت فضیلت والی ہے۔ آگے ظہاری کی زبان سے سینے : فی سلم ذلک علی بن الحسین بن علیؑ فاطمہؓ فی عروہؓ فقال ما حدیث بلغنی عنک انک تخذ تدنق فیہ حق فاطمہؓ فقال عروہؓ اما بعد فذلک لاحد نشہ جبہ الخ پس یہ خبر جب علیؑ اور بنی العباسؑ کو پہنچی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار کے کرسچر نبویؐ میں عروہؓ پر حملہ آور ہوئے تو عروہؓ نے کہا میں آئندہ اس حدیث کا درس دے دوں گا (مشکل الآثار جلد ۲ صفحہ ۴۴ بحوالہ آل رقیۃ الزہر صفحہ ۴۴)

جمال قرن اول میں ہی صرف افتخار فاطمہؓ کے لئے ایک حدیث گم کی جا رہی ہے۔ اور خاص مسجد نبویؐ میں حضور صادق و متدین کی دوسری صاحبزادیوں کی تعریف کرنے والے پر حملہ کیا جاتا ہے تو دوسرے مقامات کا خود اندازہ کر لیجئے یعنی سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؓ اور ان کی اولاد کی شان میں لوگوں سے غیراً فضائل بیان کرائے جاتے ہیں اور آنحضرت کی دوسری اولاد کے فضائل بیان کرنے والوں پر حملے کئے جاتے ہیں۔

اور آج کے وہ قلم کار جنہیں اپنی موعودت معنوں میں علیت کا بڑا زعم ہے

محراب منبر سے گلے چھاڑ چھاڑ کر سائیت سے بھی گئی گز آگے ہاتھ مارتے نظر آتے ہیں۔ کتنی نرم ظریفی ہے کہ یہ لوگ کس قدر کوشاں ہیں اپنے خطبات میں حضرات حسینؑ کو گلے چھاڑ چھاڑ کر سیدنا شہاب اہل الجنة کے خطابات سے نوازتے ہیں۔ انہیں اس قدر بھی معلوم نہیں کہ جنت میں پیغمبرؐ بھی ہوں گے اور سابقین الازلؑ بھی حضورؐ بھی ہوں گے اور اصحاب بدرؑ اور اصحاب شجرہؑ بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نبی علیہ السلام اور آپؐ کی ازواج مطہراتؑ بھی۔ مگر ان سب کی سرداری کا منصب غنفل کے پیدل خرد و دانش سے بے گانے و ذالین کے سر باندھو۔۔۔ نہج ہیں۔

ع بریں شکل رانش بایہ گریست

حضرات بنی کے فضائل میں حجابات کی کثرت کی وجہ

ایرانی اور رومی غلاموں کی فتح کے دوران غلام مدینہ میں پہنچے شریعت کے سیدنا فاروقؓ عظیمؓ ہرگز مدینہ ابھی میں نہ موم کا قیام سید نہ کرتے تھے۔ مگر فتوحات کی کثرت کاموں کی زیادتی اور بے شمار مسخیروں نے انہیں اس کام کی طرف توجہ کا موقع نہ دیا۔ کہ انہیں کہاں اور کیسے مدینہ سے نکالا جائے۔ ان کی تعداد بڑھتی رہی صحابہ کرامؓ میں سے صرف سیدنا علیؑ کا متعلق قیام مدینہ میں تھا ایسے فاروقؓ عظیمؓ نے ان غلاموں کے کپ کما انتظام آپؐ کے حوالے کر دیا۔ نتیجتاً غلام لوگ سیدنا علیؑ کے سینے اصدق سے ان کے گرویدہ ہوتے چلے گئے۔ انہج میں سے ایک نے فاروقؓ عظیمؓ کو شہید کر دیا۔ ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ سیدنا علیؑ کے ہمراہ اور نہ انہج ہوتے چلے گئے۔ اور نویت بیان تک پہنچ گئی کہ مدینہ میں سوائے سیدنا علیؑ اور ان کی اولاد کے ان غلاموں کی نظر میں کوئی شخصیت قابل تعریف نہ رہی اور سیدنا فاطمہؓ کی اولاد ہونے کے ناطہ سے سیدنا علیؑ کی باقی اولاد کے مقابلہ میں حضرت سیدنا زینبؓ اور سیدنا جعفرؓ کی اولاد پر قدر آور ہوتے چلے گئے۔

چنانچہ وفات کبیر کے (افاظ ہیں:-

وضعتہا فی فضا کل علی و اهل البیت بحر خلافت

صاۃ الف حدیث (صفحہ ۱۰۶)

یعنی روایت نے حضرت علیؑ اور اہل بیت کے فضائل سے متعلق نہیں لکھ کے گم گم روایتیں بنائیں۔

موضوعاتی بنیاد رکھی اور اس کے مقابلہ میں حضرت معاذؓ حضرت عثمانؓ العباسؓ اور دیگر خواہ مخواہ امیر بیڈ اور حضرت ولیدؓ اور حضرت مروانؓ بن حکم کی بڑی اٹلی جہادیں منسور اور سفار کی تعریف کی روایات بھی جھوٹی اور وضعی ہیں۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۶) اور نوبت بایں ہمارے کہ آج بڑے خوش فہم بڑے فہم آدمی کے پیش نظر ایسی بیہوشانہ بیعت العلم و علی جادہا اور انفسہا فی وجہ علی عیادہ اور مسجد انشباب اہل الجنة کی قسم کی وضعی روایات کو اپنے خطبات و مواظبات میں بڑے دھڑلے سے بیان کرتے ہوئے ذرہ بھر حیا یا شرم محسوس نہیں کرتے۔

کیا حضرت بنی صحابی تھے؟

آج ہر مسلمان اندھا دھند اس بات کی رٹ لگاتے جا رہا ہے کہ حضرت بنی صحابی تھے۔ یہاں عوام نا ذکر نہیں اس غلط ادعا کی غلطی کا ترکیب بلطف علماء کا ذکر وہ ہے جو بڑے غم خویش معرکوں میں عالم ہوئے کا مدعی ہے اور اس کا تمام علمی مدبر اربعہ چند عربی کی کتب کے ترجمہ تک محدود ہے تحقیق سے اسے کوئی غرض نہیں اس کی اہم ترقی ہے کہ تقلیدی ذہن نے (تقلید فقہ حنفی کی ہو یا نجاشی و مسلم کی) اس کی سوجھ بوجھ کی صلاحیتیں مفقود کر رکھی ہیں۔ چونکہ اس مقام پر سیدنا حسنؑ کی میرٹ قلمبند کرنے سے پہلے اس قسم کے امور کی وضاحت نہایت ضروری ہے اس لئے اباب علم و خود کے سامنے ان حقائق کا پیش کرنا نہایت ضروری

ہے تحقیق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کے لئے علم از کم سن شعور و تیز فہمی ہے اسی لئے مولف طیفات یعنی ابن سعد نے ان تمام افراد کو تابعین میں شمار کیا ہے جن کی عمر بنی علیہ السلام کی وفات کے وقت نو دس سال کی تھیں۔

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن مالکؓ کی عمر پانچ سال تھی طیفات جلد ۱ (صفحہ ۲۷)
- ۲۔ عبدالرحمن بن زیدؓ بن الخطابؓ کی عمر اس وقت چھ سال تھی طیفات جلد ۱ (صفحہ ۲۷)
- ۳۔ سعید بن ابی العاصؓ نو سال کے تھے طیفات جلد ۱ (صفحہ ۲۷)
- ۴۔ عبدالرحمن بن الحارثؓ دس سال کے تھے طیفات جلد ۱ (صفحہ ۲۷)
- ۵۔ مسعود بن خنیزہؓ کی عمر بنی علیہ السلام کی وفات کے وقت چھ سال کا تھا طیفات جلد ۱ (صفحہ ۲۷)

اس قسم کے سیدیں شعور و تیز فہمی کے پاس تھے کہ جن اصحاب کی عمر بنی علیہ السلام کی وفات کے وقت ۵-۱۰ سال تک تھیں ان سب کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ ان پر کہتے ہیں کہ واطائی جماعت ان من ساری کیونکہ تابعیہ اور ایک جماعت نے حمایت کو اس درجہ عام اور وسیع کر دیا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس نے بھی رسول اللہؐ کو دیکھا وہ صحابی ہوا تو یہ عزم و اطلاق در اصل محمول ہو گا اس بات پر کہ وہ دیکھنے والا سن تیز کو پہنچ چکا ہو۔

بکہ اگر وہ سن تیز کو پہنچا ہو تو روایت کی نسبت اس کی طرف درست نہ ہوگی بلکہ

لے اگر بنی صحابہ درست تسلیم کیا گیا ہے تو پھر اس وضعی روایت پر ابن کثیرؒ نے اور ذہبیؒ و زہریؒ کی کیا صورت تھی جو حدیث قرطاس کے نام سے منسلک ہے۔ حالانکہ اگر ذہبیؒ کی نظری سے کام لیا جائے تو صحت نظر آئے کہ حدیث قرطاس وغیرہ کی دس ان سراسر وضعی ہے یہ سراسر کڑے بڑھاپے اور دیکھنے کی بنی علیہ السلام کی وفات کے وقت صحابہ کرام کے ولی عزت کیا جوں گے۔ محرم لوگ جو کہ اندر موجود ہوں گے سیکڑوں جاں نثار پروانہ وار مسجد نبویؐ اور باجگروں جن گوش برادران ہوں گے۔ ایسے وقت میں بنی علیہ السلام کا خد و خوارانہ قلب نہایت ہے۔

ہاں یہ نہ تو تشبیہ کی جاسکتی ہے اس نے رسول اللہ کو دیکھا تھا پس اس کو دیکھنے کی جگہ سے اسے چھائی کہا جائے گا۔ مگر روایت کے معاملہ میں اس کا درجہ و مقام تابعی کا ہوگا۔ (الاصحاب فی تہذیب الصحاح جلد ۱ صفحہ ۵) سعید بن جبب کہتے ہیں کہ وہ لوگ نہ تو صحابہ میں شمار نہیں کئے جاسکتے جنہوں نے کم از کم ایک سال یا کچھ زائد نبی علیہ السلام کی صحبت کا ثبوت حاصل نہ کیا ہو۔ یا آنحضرتؐ کے ساتھ ایک یا زائد غرضے نہ کئے ہوں (فتح الباری ج ۱) یعنی بلوغ تو کجا دو چار بلکہ آٹھ دس ماہ کی صحبت و محالست بھی اصطلاحی صحابیت کے لئے مستثنیٰ ہیں۔

سیدنا انسؓ کے ذکر کے ضمن میں ابن حجر کہتے ہیں ذمہ ان شرط مسجدة الخ۔۔۔ اور جنہوں نے صحبت غریبہ کو مندرجہ کیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو صحابیت کے دائرے سے خارج کر دیا ہے۔ جن کو نبی علیہ السلام کی حدیث زیارت نصیب ہوئی۔ یا جو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے مگر جلد ہی ہلا ہو گئے جیسا کہ سیدنا انسؓ کے ہاتھ میں ذکر کیا گیا ہے کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس وقت آپ کے علاوہ کوئی اور صحابی بھی زندہ موجود ہے تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ حالانکہ اس وقت ایسے دہائی کثیر تعداد میں زندہ موجود تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی تھی (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲ مصری)

مگر سیدنا حسنؓ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے خردسال تھے کہ انہیں نبی علیہ السلام کا جلد بھی یاد نہ تھا۔ سیدنا حسنؓ رضی اللہ عنہ خود فرماتے

گر سوائے ایک یا دو سالہ عمر کے یعنی عبداللہ بن عباسؓ کے بغیر کوئی نہیں بتا سکتا اس روایت کا خاتمہ کوئی بڑا ذہین قسم کا انسان تھا جس نے ایک یا دو سالہ بچے کی طرف ایک واقعہ منسوب کر کے اُمت میں وہ چھپ چھپ کر پھیلایا جو آج تک موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ مگر کسی اللہ کے ہنسے کو یہ پرچھے کی برأت نہیں کہ اس لفظ صغیر کے علاوہ کسی اور نے بھی نبی علیہ السلام کے کلمات سے نہ تھے۔

ہیں کہ میں اپنے ماموں سیدنا ہشام بن خالد سے نبی علیہ السلام کا جلد و ربانیت کا میں چاہتا تھا کہ وہ اس میں وہ باتیں بیان کریں جو مجھ سے تصانیف کرتی ہیں طبرانی فی الکلیۃ الانساب والاثرات جلد ۱
ان حقائق و شواہد کی روشنی میں حضرات حسینؓ کو زمرہ صحابہ میں نہ صرف سبائیت کی ترجیح ہے۔ بلکہ اندھا دھند تقلید کی خرابی۔ درحقیقت کہ حضرات حسینؓ کو زمرہ تابعین میں ہی شمار کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ

نام _____ حسن

کنیت _____ ابو محمد

لقب _____ ریحانۃ النبی

سال ولادت _____ آخر ہجری یا شریح ۸ ہجری

حضرت حسینؑ کے سینین ولادت کے متعلق آج تک تحقیقی انداز میں کچھ نہیں لکھا گیا یا اس سلسلہ میں جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے وہ تمام کا تمام غلط ہے چنانچہ تاریخ اسلام حصہ اول واقعہ شہداء حسینؑ الدینؑ مدنی صفحہ ۴۷۴ میں مرقوم ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر ۶ سال تھی۔ جب اندوہ والوں کا یہ حال ہے تو دیگر اہل راجہ رسد چنانچہ اسی قسم کی غلطی عام ردائیوں کے مطابق حضرت رسولؐ کی ولایت کے وقت میں بھی اس غلطی جانی سے دامن کو نہ بھار سکا۔

چونکہ عرب میں انھیں ولادت کے وقت کو محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ اور دنیائے ربانیت کو مطلوب تھا کہ حضرت حسینؑ کو ضرور صحابہ میں شامل کیا جائے۔ اس لیے پہلے پہل کسی ایک نے سیدنا حسنؑ کا سن ولادت ۲ یا ۳ ہجری لکھ دیا۔ اور اس کے بعد آنے والوں نے بغیر کسی تحقیق کے کبھی پرکھی مارنے کو ہی وجہ نفیات سمجھا۔

عجیبیہ اور موشی کی وسیع کاریاں ملاحظہ ہوں کہ صدیقہ رکائیات کی عمر وقت حقیقی ۱۴-۱۸ سال کو گھٹا کر ۸-۹ سال بنا دیا۔ اور سیدنا حسنؑ کی عمر جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت ۳-۴ سال تھی ۸-۹ سال بنا دی۔ اور ہمارے بزرگ خورشید معرفت معنوں میں علماء کرام آج تک انہی کی سزا لپٹتے چلے آ رہے ہیں۔

لے ام المومنین صدیقہ رکائیات کی عمر حقیقی کے رت کسی صورت میں ۱۵-۱۹ سال سے کم نہ تھی۔
دباؤ کی صورت میں

حضرت حسینؑ کے سینین ولادت کے تعیین کے لئے ہمیں سب سے پہلے سیدہ فاطمہؑ کی عمر اور تاریخ نکاح کی طوت توجہ کرنا ہوگی۔ تاکہ ان حقائق کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

سیدہ فاطمہؑ کب پیدا ہوئیں اور ان کا نکاح کب ہوا

سیدہ فاطمہؑ اور سیدۃ النساء العالمینؑ صدیقہ رکائیات حضرت عائشہؓ کی

القیہ حاشیہ ۱۱۱۱ ام ابیہ کی ولایت صدیقہ رکائیات میں اس پر قبضہ ہوا بحث کر چکے ہیں۔ سیدہ کائیات کی تائید سے پہلے ہم چند مذاہب رسائل میں بھی اس بات کا ذکر کر چکے تھے۔ اور کتاب کی تائید کے بعد ہم نے ارادنا مسودہ ملک کی ام ابیہ کی تحفہ سینین نامہ سہیل کی کوشش کی اور خود بھی جہاں تک پہنچ سکے ان مباحثہ اپنی اہمیت کے مطابق احباب کو دعوت بنا دی اور خیالات دی۔ الحمد للہ کہ ایک مقام سے بھی ہماری تحقیق کے خلاف کوئی آواز سنائی نہ دی بلکہ سب نے ہماری اس تحقیق کی داد دی مگر باوجود کتابت کے مرحلے میں ہمارے کتب بوجہ طبع نہ ہو سکی۔ مگر اچانک یہ آواز کانوں میں پہنچی کہ ادارہ الاعتصام لاہور نے سیدہ صدیقہؑ کی عمر کے متعلق ایک تحقیقی کتاب شائع کی ہے یہ سن سزا حد خوشی ہوئی کہ شاید اس میں کوئی نئی بات ہوگی اور صدیقہ رکائیات کی تائید میں ہم سے اگر ہم سے کوئی غلطی مرتد ہو گئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کا سامان ہم پہنچا دیا۔ کیا بچہ مذکورہ فراموش کیا اور کئی بار اول سے آخر تک پڑھا معلوم ہوا کہ ہم صدیقہ رکائیات کی "میں حضرت ام المومنینؑ کی عمر کے متعلق جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔ کتابچہ دیکھ کر اس بات سے اصرار رکھ دیا۔ کہ مرثب اپنی افتاد طبع محمد و علیہ السلام اور تعلیمی ذہن پر تعلیم یافتہ ہیں اور اس کی قسم جو یا بخاری و مسلم کی کی وجہ سے چھ ماہ بازی میں تو انکے میں تم تحقیقی دنیا کی ایک سچی واقعت نہیں یہ کتابچہ ولوی محمد علی لاہوری مرثانی اور سید سلیمان ندوی کی خط و کتابت پر مشتمل ہے۔ اور سید صاحب کے ابتدائی تالیفی دور کے مقالات پر مشتمل ہے جب سید صاحب بنی علیہ السلام معراج روحانی کے قائل تھے اور طائفتین اقتتلوا میں المؤمنین یوں ہیں دومر مردہ عبد اللہ باقی؟

پیدائش بعثت نبوی سے پانچ یا چھ سال پہلے ہوئی دونوں کا نکاح بھی خستہ میں ہی
معمولی سافرت سے اور حالات کی شہرت بھی کہ دونوں کی عمر کے متعلق آج تک
کسی مؤرخ، سیرت نویس، محدث یا ملقب نے تحقیق سے کار نہیں لیا یہی صدیق کا نام
کی عمر کے متعلق ہے۔ اہل بیت صدیق کا نام ہے، میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ اس
مقام پر سیدہ فاطمہ کی عمر کے متعلق تحقیقی طور پر بحث کرتے ہیں۔ مگر اس سے
پہلے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ نام نہاد و تحبان اہل بیت کی تحقیق سے بھی قارئین کو
روشن نام دلایا جائے۔ کوئی صاحب ہیں سیدہ امینہ کا نامی اور اپنی شخصیت
کو فدا کر دینا کر دکھانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ صدر دارہ معارف اسلام لاہور
کا لائحہ بھی چسپاں کیے ہوئے ہیں۔ ان کی ایک تالیف کا نام ہے "اخلاق المعصومین"
اس میں حضرت سیدہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ رسول کی اکلوتی بیٹی تھیں لہ

دفعہ ہائے ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کو سمجھتے تھے اور شعب جو ہر نام کو شعب ابی بل لکھتے تھے
تھے۔ بیان اس بحث کا موقع ہے نہ محل یہ چند ایسی اشارات کے طور پر نہ ہر نام لکھی ہیں۔
المحدثہ کے معنی صدیق کا نام ہے، عرب میں اس قدر کہ کے عربوں سے اس کا تاج کے متعلق کچھ
لکھنے کا وقت مل گیا۔ ورنہ ادارہ الامم کے نام کی قسم کی دہرائی عادت کے مطابق یہ آوازیں آتی
رہتی ہیں کہ ہم نے تغیر و تعاقب میں فلاں کا علیہ کیا و کہہ دیا ہے اس بحث کو سمجھنے کے
لئے "صدیق کا نام" کا مطالعہ کیجئے۔

سیدہ شہیدہ کی تمام اہمیات اکتب میں جنی علیہ السلام کی چار بیٹیوں کا ذکر موجود ہے ملاحظہ ہو
تاریخ فارس جلد ۳ صفحہ ۵۱۸۔ جلد ۴ جلد ۵ صفحہ ۲۶۴۔ جلد ۶ جلد ۷ صفحہ ۱۶۱۔ جلد ۸ جلد ۹ صفحہ ۲۶۴۔
صفحہ ۸۲۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔
۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔
۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔
۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔
۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔
۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔
۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔
۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔
۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔
۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔
۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔
۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔
۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔
۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔
۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔
۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔
۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔
۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔
۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔
۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔
۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔
۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔
۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔
۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔
۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔
۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔
۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔
۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔
۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔
۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔
۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔
۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔
۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔
۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔
۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔
۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔
۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔
۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔
۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔
۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔
۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔
۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔
۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔
۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔
۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔
۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔
۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔
۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔
۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔
۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔
۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔
۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔
۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔
۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔
۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔
۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔
۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔
۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔
۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔
۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔
۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔
۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔
۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔
۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔
۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔
۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔

لاصل جائے اور حساب کی رُو سے بھی یہ قول خلافت ہے۔ ولادت سیدہ دہشت میں ہوئی۔ ہجرت کے وقت عمر ۶ سال تھی اور نکاح کے وقت دس سال ولادت اہل سنت کے وقت جو ۳۰ جوڑی میں ہوئی۔ حضرت سیدہ کی عمر گیارہ برس کی تھی (قرآن العین صفحہ ۲۰) مجھے اس مقام پر یمنی اور حبشیائی ویاہکیان اس لئے کہ سیدہ کا ثنات کی عمر نوٹ نہ جانتی ۹ سال قرار دینے والے سیدہ فاطمہ پر بھی پنجارہ بازی سے باز نہ رہ سکے۔ چنانچہ وفات عائشہ کا مولف لکھتا ہے کہ نامعلوم حضرت عائشہ خلافت ۱۰ سال کی عمر میں کیسے بالغ ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نکاح کے وقت نہ تو سیدہ صدیقہ کا ثنات کی عمر چھ سال تھی اور نہ ہی سیدہ فاطمہ کی عمر دس سال تھی اور نہ ہی وہ ام ایجا تھیں۔ یہ سب خرافات مجوس و یہود کی تیار کردہ سازشوں سے دیی مراٹے کا ایک حصہ بن کر رہائے سامنے آیا ہے۔

سیدہ فاطمہ سیدہ زینب اور سیدہ زینب الزہراء سے چھوٹی تھیں اور سیدہ ام کلثوم سے بڑی تھیں۔ سیدہ زینب الزہراء غزوہ بدر کے موقع پر فوت ہوئیں۔ اور اس کے بعد جب سیدہ ام کلثوم کا نکاح سیدہ خنسان سے ہوا تقریباً اسی ایام میں سیدہ فاطمہ کا نکاح سیدہ علی سے ہوا۔

۱۔ ملا باقر مجلسی کہتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ کی شادی غزوہ احد کے بعد ہوئی غزوہ احد ہجرت کے تیسرے سال شوال میں ہوا۔ اور حضرت سیدہ کا نکاح چھٹ تہ اکیسویں ماہ محرم کو ہوا۔ رجلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۶۵ رافسوس کہ حضرت سیدہ کا نکاح تو محرم میں ہوا اور یہاں سے سال محرم میں اتم ہوں مولف

۲۔ اسکا حجاز رسول اللہ علیہا بعد وقوعہ احد رکمانی بحوالہ حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲) یعنی نبی علیہ السلام نے سیدہ فاطمہ کا سیدنا علی سے غزوہ احد کے بعد نکاح کیا۔

۳۔ ابن قتیبہ دینوری سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علی جو سیدنا فاروق اعظم کے نکاح میں آئیں کے متعلق لکھتے ہیں: واما ام کلثوم الکبریٰ وہی بنت فاطمة فكانت عند عمر بن الخطاب ولدت له ولدا قد ذكرنا همد (المعارف صفحہ ۹۲) یعنی ام کلثوم کبریٰ جو سیدنا علی کی بیٹی اور سیدہ فاطمہ کے بطن سے تھیں۔ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔ اور ان کے بطن سے اولاد بھی ہوئی۔ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

۴۔ ابن حزم کہتے ہیں۔

وقد روي ام كلثوم بنت علي المرتضى بنت بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم عمر بن الخطاب فولدت له زيدا لعن يعقوب وراقية (الانساب العرب صفحہ ۳۷-۳۸) نبی علیہ السلام کی بیٹی فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم دختر سیدنا علی سے حضرت عمرؓ کا نکاح ہوا جس سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ یہ عبارت طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۸۲، طبری اردو جلد ۱ صفحہ ۸۵ اور صفحہ ۲۴۸ پر مرقوم ہے۔

۵۔ مشہور شیعہ محدث محمد بن حسن طوسی لکھتا ہے۔ عن جعفر عن ابيه قال ماتت ام كلثوم بنت علي وابنها زيد بن عمر بن الخطاب في ساعة واحدة (تندیب الاحکام آخری جلد ۳۲۰) حضرت جعفر (صادق) اپنے باپ محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علیؑ کی دختر سیدہ ام کلثوم اور ان کے لڑکے زید بن عمر بن الخطاب کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔

نصریحات نمبر ۲۰۴م آورہ سے معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ کی پہلی اولاد سیدہ ام کلثوم تھی۔ اور اگر شادی سے فوراً ہی سیدہ ام کلثوم کی ولادت تسلیم کی جائے تو اس صورت میں سیدہ ام کلثوم کی تاریخ ولادت آخر رمضان

بائنس شوال ۴۰ھ نسائہ کرنا پڑے گی۔ اور اگر سیدنا حسن کی ولادت اس سے ایک سال بعد ہوئی ہوتی جانتے تو وہ جبری شوال سے بعد ہی کہی جاسکتی ہے۔ مگر شوال ۴۰ھ جبری ہو جو دس نظریں نہیں بگاڑے۔ تفسیر کائنات کی موجودگی میں غلط ہے۔ ہاں اس بات کا تعین ضرور ہو گیا کہ حضرت سیدہ کا نکاح محرم ۴۰ھ میں ہوا۔ اور آپ کی پہلی اولاد سیدہ ام کلثوم تھی۔

سیدنا حسن کی ولادت

عرب میں سنین پیدائش کو محفوظ رکھنے کا کوئی طرح نہ تھا۔ سیدنا حسن کی تاریخ پیدائش بھی ہمیں سیدہ کا نکاح کی تاریخ پیدائش کی طرح خارجی شواہد سے متعین کرنا چوگی۔

۴۔ مشہور شیعہ محقق علامہ باقر مجلسی کہتے ہیں کہ حضرت حسن سات دن کے ہوئے تو نبی اکرم نے حقیقہ میں دو بلبل گوسفند ذبح کئے اور سیدہ امما بنت عیسیٰ دایہ کو ایک دان اور ایک اشترنی عساک کی اور امام حسن کے سر کے بال لٹوا کر برابر چاندی کے تلمسہ کر دیئے۔ (رجال الجیون ج ۱ صفحہ ۳۰۷)۔

اب ہمیں اس مقام پر یہ دیکھنا ہے کہ سیدہ امما بنت عیسیٰ کون تھیں؟ یہ صحابیہ سیدنا جنت طیار بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔ یعنی سیدنا علی کی بیوی بھانجی تھیں جو اپنے تئیں القدر خاوند کے عہد جنت کو جنت کر گئی تھیں۔ سیدنا جعفر نے ہی شام جیش کے دربار میں قریش مکہ کی شکایت پر اسلام کی تعلیمات پیش کی تھیں۔ سیدنا جعفر کئی سال جنت میں رہ کر فتح خیبر کے موقع پر وہاں تشریف لائے تھے اور آپ کے واپس تشریف لانے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ان دونوں ہمتوں میں سے کس پر زیادہ خوش ہوؤں خیبر کی فتح میرا جعفر کی واپسی پر۔ سیدنا جعفر وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حجاز مقدس سے باہر ایک غیر ملک میں تبلیغ اسلام کے کام لےئے نمایاں سر انجام دیئے۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے آپ

کی واپسی کو خیبر کی فتح کے ہم پلہ قرار دیا۔ غزوہ خیبر جبری کے آخری مہینوں میں ہوا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسن کی ولادت ۴۰ھ جبری کے آخر یا ۴۱ھ جبری کے شروع میں ہوئی۔

۵۔ یہی باقر مجلسی روایت ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جب ابو سفیان مدینہ آیا کہ حضرت رسول خدا سے اس طلب کرتے تو جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا آپ شفاعت کیجئے مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت ابو سفیان کا سیدنا علی کا اپنی شفاعت کے لئے کہنا عمل نظر ہے۔ جبکہ سیدنا علی کی نسبت مدینہ میں ایسے بہائی کافی تعداد میں موجود تھے جن کا مقام سیدنا علی سے کم نہیں اہم تھا اور ان کے ساتھ حضرت ابو سفیان کے حلیف تعلقا بھی تھے۔ (ملفوظات) جناب سیدہ پردہ میں تھیں اور امام حسن ایک ماہ کے تھے اور گھٹنوں کے بل چلتے تھے (رجال الجیون جلد ۱ صفحہ ۳۰۷) یاد رہے کہ حضرت ابو سفیان بھی غزوہ خیبر کے بعد ہی مدینہ تشریف لائے تھے۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسن کا سن ولادت آخر ۴۰ھ یا شروع ۴۱ھ ہے۔

۸۔ اب بخاری کی ایک روایت بھی سن لیجئے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ جب ہمارا قافلہ حبشہ پہنچا تو وہاں میں جعفر بن ابی طالب نے ہمارے پاس رہے پھر ہم سب اکٹھے مدائن ہوئے اور نبی اکرم کے حضور میں فتح خیبر کے وقت پہنچے اس وقت حضرت عیسیٰ جو ہمارے ساتھ آئے تھیں ام المومنین سیدہ حفصہ کے یہاں مہمان ہوئیں رہماری جلد ۲ صفحہ ۹۰)۔

۹۔ سیدنا جعفر کی واپسی کی ٹرٹی میں نبی علیہ السلام کے متعلق مشہور شیعہ مجتہد مجلسی لکھتے ہیں کہ بروز فتح خیبر جعفر کی حبشہ سے واپسی کے موقع پر آنحضرت نے فرمایا۔ میں میں جانتا کہ میں جعفر کی حبشہ سے واپسی پر زیادہ خوش و مسرور ہوں۔ (فتح خیبر پر حیات القادری ج ۲)

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ سیدنا جعفر کی واپسی کی روایات اور سیدنا حسن

کی ولادت سے متعلق روایات پر شبہ نہ ہو دووں متفق ہیں۔

۱۰۔ اب ہم مشکوٰۃ اور طبقات ابن سعد کی روایات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

حضرت ام الفضلؓ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ایک خراب عرض کرنے ہوئے کہتی ہیں کہ رات کو آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا۔ پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا یہ خراب بہت اچھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہؓ کے یہاں لڑکا ہو گا۔ اللہ نے چاہا تو وہ تیری گود میں رہے گا۔

چنانچہ جب سیدنا حسینؑ پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ کی فرمائی ہوئی تعبیر کے مطابق وہ میری گود میں رہے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۳)۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۶) سیدہ ام الفضل، سیدنا عباسؓ کی زوجہ تھیں یعنی آنحضرتؐ کی چچی تھیں آپ اپنے شوہر سیدنا عباسؓ کے ساتھ ۹۰ فسخ مکہ کے موقع پر مدینہ لائی تھیں اور اس کے بعد مدینہ منورہ کو تشریف لائیں۔ جہاں آپ نے یہ خواب دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا حسینؑ کی ولادت ۹ ہجری یا اس سے بعد ہوئی۔ چونکہ سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ کی عمروں میں کم و بیش سال بھر کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی سیدنا حسنؑ کی ولادت غزوہ خیبر کے بعد ہی تسلیم کرنا چاہیے گی۔

۱۱۔ کتاب المعارف ابن قتیبہ کے صفحہ ۴۹ پر یہ روایت درج ہے کہ حسنؑ کی ولادت ۶ ہجری غزوہ خیبر کے بعد ہوئی۔ ابن قتیبہ نے غزوہ خیبر کے بعد سیدنا حسنؑ کی ولادت کے متعلق صحیح لکھا مگر آپ کو اس بارہ میں قبول ہوا ہے کہ غزوہ خیبر ۶ ہجری میں ہوا تھا۔ غزوہ خیبر ۶ھ میں نہیں۔ بلکہ ۵ھ میں ہوا تھا۔

اب ان ندوی محققین کی تحقیق کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے جو نبی علیہ السلام

کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر ۷ سال بیان کرتے ہیں۔ اور آپ کی ولادت ۲ھ بیان کرتے ہیں۔ طبرانی اور نساب کی ان روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؑ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے کم سن تھے کہ ان کو نبی علیہ السلام کا حلیہ مبارک بھی یاد نہ تھا۔

چونکہ نبی علیہ السلام کی تاریخ وفات کو تاریخ الاول ۱۱ ہجری ہے اس لئے تسلیم کرنا چاہیے گا کہ اس وقت مندرجہ صدر زھر حیات کے مطابق سیدنا حسنؑ کی عمر تین چار سال کے درمیان تھی۔

عہد طفولیت

انسان کے ذہن سے بچپن کے واقعات کا اثر موت تک زائل نہیں ہوتا اور انسان طبعاً باپ کی نسبت اس کے معاملہ میں زیادہ حساس ہوتا ہے سیدنا فاطمہؓ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر کم و بیش چار سال تھی۔ سیدنا علیؓ کے تعلقات سیدنا فاطمہؓ سے چنداں خوشگوار نہ تھے۔ والدین کے ایسے ناخوشگوار تعلقات کا اثر ساری عمر آپ پر رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ذہنی طور پر آپ تمام زندگی سیدنا علیؓ کے منہوان رہ سکے۔

سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے تعلقات

مشہور تشیع مولف جناب خاتم المحدثینؒ کہا جاتا ہے یعنی ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں :

۱۔ بسند مختبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب علیؓ خدا نے یہ انتظام کیا (یعنی قبول خدا) اور سیدنا علیؓ کے درباران وعدہ ہوا کہ خدمت باپ کی مثلاً کڑی اور پانی لانے کی جناب امیر کریں اور خدمت گھر کے اندر کی مثل چینی، کھانا پکانے، چھارو دینے کی جناب فاطمہ کریں۔ (رواد العیون جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

گھر نکاح کے بعد جو کچھ ہوا اس کے اُلٹ ہوا۔ چن چہ نبی
مجلسی صاحب لکھتے ہیں :

۲۔ بلند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ حضرت رسول خدا
کی محبوب ترین مردم تھیں (محبوب کیوں نہ ہوں جسکے آنحضرت کی تمام اولاد
میں اس وقت صرف ہی زندہ تھیں۔ مولف) اور اس قدر مشکینہ پانی کے اٹھائے
کہ سینہ مبارک سے نڈا بڑا کاٹا ہوا ہوا۔ اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مجروح
ہو گئے۔ اور اس قدر گھر میں بھاڑ ددی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے۔ اور اس
قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہذا کثرت
کار و بار سے جناب سیدہ زکریا علیہا السلام جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

یہاں یہ کہے بغیر آگے نہیں بڑھا سکتا کہ ملا صاحب جو خاتم المحدثین ہیں۔
سیدنا علیؑ کی زبان سے ہی اپنے گھر کا کس قدر ناقابل بیان نقشہ پیش کر رہے
ہیں۔ اسے جو طبع کہا جائے یا ع
ہوئے نم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو
کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ سوچنے کی بات صرف اس قدر ہے کہ سیدنا علیؑ کے افراد
خانہ کی تعداد ہی کیا تھی کہ سیدہ فاطمہؑ سارا دن کچلی پیستی آگ جلاتی پانی دھوتی اور
کھانا پکاتی رہتی تھیں۔ کیا سیدنا علیؑ اپنی زوجہ محترمہ کے لئے عمدہ کھانا وغیرہ
پیسنے کے لئے گھر لایا کرتے تھے۔ کیا آپ کا مکان آنا و بیع و خرید تھا کہ جناب
سیدہ سارا سارا دن جھاڑ دیتی رہتی تھیں اور گھر میں کوئی حمام تھا کہ آپ پانی دھو
ڈھو کر پکھان دیتی جاتی تھیں۔ یا الہی یہ اجرا کیا ہے ؟
اور کیا ملا صاحب سے کوئی شریف آدمی یہ پوچھ کر نہیں بنا سکتا ہے کہ جناب
آپ کے شہر خدا یہ سا لقا نہ بھیجے کہ دیکھتے رہتے تھے اور بجی کی پیاری بیٹی اپنی زوجہ
محترمہ کا ہاتھ بٹاتے ہوئے شرم و عار محسوس کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی تمام خرافات ان عجیب غریب عقائد کے تخلیقی تخیل کا ثمر
ہیں جنہوں نے حب علیؑ کی آڑ میں غلط فہمی کو جنم دیا۔ حسینؑ کو کوئی صحابی ان کے لشکر فیک
و تفسیق سے بچ سکا اور نہ صادق و مصدقؑ کی ذات اقدس۔ کثرت کلمہ تخریج
من افواهہم ان یقولوا لا کذب با
گھر عقل سلیم اس قسم کی خرافات کو قبول نہیں کر سکتی۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں
کہ سیدہ فاطمہؑ کی زندگی نہایت مآثر و مشکوٰۃ تھی۔

اس مقام پر عقیدت و احترام اور نگاہ تقدس کے ساتھ ساتھ حقیقت حال کو
پیش نظر رکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ایسے ماحول میں عہد طفولیت گزارنے
والا بچہ جوان ہو کر اپنے باپ کے متعلق اپنے گوشہ قلب میں کس قسم کے جذبات کو قائم ہو گا۔
مگر غریب اس میدان میں مفروضہ نہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ سب کچھ موجود
ہے۔ چنانچہ باب ما ذکر من وضع النبیؐ الخ میں علیؑ کی جنہیں آگے چیل کر
یاران طریقت نے زمین العابدین بنادیا، جن جنین سے ایک طویل حدیث مروی ہے
جس کا آخری حصہ یوں ہے :

حضرت مسور بن محرز کہتے ہیں کہ علیؑ نے فاطمہؑ پر سو کن لانے کے لئے ابو جہل
کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا۔ پھر میں نے نبی علیہ السلام سے سنا آپ منبر پر خطبہ
دے رہے تھے اور میں ان دنوں بالغ تھا آپ نے فرمایا۔ فاطمہؑ مجھ میں سے ہے۔
اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں کسی فتنہ میں نہ پڑ جائے پھر آپ
نے اپنے دامدار ابوالعاصؑ کا ذکر کیا جو نبی عبد شمس میں سے تھے رجن کا نام لیتا
بھی ان سطحی قسم کے مولویوں کے لئے بارگاہ ہے مولف، نبی علیہ السلام نے ابوالعاصؑ
کی نوعیت کی اور فرمایا انہوں نے جرات مجھ سے کی تو سچی کی اور مجھ سے وعدہ کیا تو
پورا کیا اور زیادہ کھدا میں کسی حرام چیز کو حلال نہیں کر رہا راجعہ تفسیر ما احل اللہ
کا ترجمہ اور تفسیر کرنے والے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور کریں کہ برغم نوعیت
اپنی معروف علیت کے رزم میں کس قدر غلط بیانیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ہم نے

اپنی تالیف صدیقہ کا ثبات میں اس پر سرچل بحث کی ہے ولہذا لیکن بات یہ ہے اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس کے اگلے باب میں سیدہ فاطمہؓ کی شفقتوں سے لبریز زندگی کے متعلق خود علیؓ سے روایت ہے جس کی تائید سنن ابی داؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں علیؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ بنی علیؓ کے گھر والوں میں سب زیادہ عزیز تھیں وہ میرے نکاح میں تھیں مگر میں نہیں کران کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے پانی کی مشک میں بھر کر سینے پر نشان پڑ گیا تھا۔ گھر کی بھانڈو دے دے کہ کپڑے غبار آلود ہو گئے تھے چو لھا جھوک جھوک کر کپڑے سیاہ ہو گئے تھے میں نے ان کو کہا کہ اپنے ابا جان کے پاس جاؤ اور ان سے خادمہ تمک کہ لاؤ والی آؤ۔ اگر سیدہ فاطمہؓ اتنی شفقت اٹھاتی تھیں تو سیدہ زینبؓ خود کیا کرتے تھے اور پھر اتنی خدمت گزار بیوی کی موجودگی میں دشمن اسلام کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اولاد پر اثر انداز نہ ہوا ہوگا۔

۳۔ یہی بات قرعسی آگے چل کر لکھتے ہیں :

بسنہ معتبر روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور فاطمہؓ اونٹ کی کھال کا جامہ پہنے اپنے ہاتھ کے چپکی پیس رہی تھیں۔ اور ساتھ ہی فرزند کو دودھ پلا رہی تھیں جب رسول خداؐ نے فاطمہؓ کو اس حال میں دیکھا آنسو چشم ہائے رواں سے جاری ہوئے۔ اور فرمایا اسے دختر گرامی یعنی ماں کے دنیا کی حلاوت چھوڑا۔ العین العین جلا ص ۱۲۱ یعنی علیؓ جو کچھ دکھائے ہیں انہیں برداشت کرو۔ کتنا درد انگیز منظر ہے کہ حضرت سیدہ کے لئے سیدنا علیؓ کوئی معمولی سا کپڑا بھی نہ پہنایا ہو سکتے۔ لہذا یہ صورت ہے کہ دختر رسول اونٹ کے چمڑے کا جامہ درہ فرمائے ہوئے ہیں۔ اور اوپر یہ صورت ہے جو عیسیٰ صاحب آگے چل کر بیان فرما رہے ہیں ۴۔ کتاب علل الشرائع و البشارت المتعلقات و الخوازمی میں مسند ہائے معتبر ابو ذر اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جعفر طیار مدینہ آئے یہاں رہے کہ

جعفر طیار غزوہ خیبر کے موقع پر حبشہ سے واپس آئے تھے اور انہیں امام ہیں سیدنا حسنؓ کی ولادت ہوئی تھی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے ایک کینز بطور تحفہ اپنے بھائی علیؓ کے پاس بھیجی۔ وہ کینز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں اور کہا کہ سر جناب امیر اس کینز کے دامن پر ہے۔ جب یہ حالت دیکھی تو متغیر ہو گئیں اور پوچھا کہ اس کینز کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیر نے فرمایا بخدا اس کو گندے دستر محمدؐ میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں کیا۔ اب جو کچھ تم کو شک ہو بیان کرو۔ میں بھلاؤں۔ جناب سیدہ نے کہا۔ مجھے میرے پردہ بزرگ کے گھر جانے کی اجازت دو جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی پس جناب فاطمہؓ نے چادر سر پر اوڑھ لی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ (احیاء العیون اردو مکتبہ صفحہ ۱۸۸)

یہاں اس بات سے بھی بحث نہیں کر سیدنا علیؓ کے یہ نام نہاد شیعہ آپ کی مدح کر رہے ہیں یا زمر اور اس بات سے بھی بحث نہیں کر سیدنا علیؓ نے وہ لٹریچر سیدہ فاطمہؓ کی خدمت کے لئے دیئے کی بجائے اپنی ذات کے لئے وقت کر لی اور اس بات سے بھی بحث نہیں کر اس قسم کی روایات صحیح ہیں یا غلط البتہ یہ تاثر نہ دینا ضروری ہو سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کی زندگی سیدنا علیؓ کے ہاں خوشگوار نہ تھی۔ اور والدین کی باہم شہرت و رنج کے تعلقات کا بچوں کی زندگی پر نہایت دور رس اثر پڑتا ہے۔ جناب عیسیٰ نے ان چند باتوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ زرا اور آگے کا مقدمہ مارنے کا اقدام فرما رہے ہیں۔

۵۔ سیدنا علیؓ نے ابو جہل کی لڑکی جبریرہ کو شادی کا پیغام دیا۔ تو رسول خداؐ نے جناب فاطمہؓ کو محزون و ملول پایا۔ آپؐ نے غسل فرمایا۔ لباس بدل کر مسجد میں کشتہ لپیٹ لائے اور نمازیں پڑھتی شہر کیبیں مشغول رکوع و سجود ہوئے اور بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے خداوند! ان طوطی کے خزان مال کو زائل کر دے کہ جو کہ جس وقت گھر سے باہر آئے تھے تو فاطمہؓ کو دیکھ کر آگے تھے۔ کہ آپ کو وہیں بدلتی اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہیں۔ پھر گھر میں آکر لپٹ لپٹے

دیکھا کہ فاطمہ کو نین نہیں آتی اور بے قرار ہے۔

فرمایا اے دخترِ گرامی اسے فاطمہ اٹھو۔ جب جناب فاطمہ اٹھیں تو جناب رسول خدا نے حسیں کو اور فاطمہ نے حسین کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ یہاں تک کہ قریب جناب امیر کے پہنچے۔ اس وقت جناب امیر آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسول خدا نے اپنا پاؤں جناب امیر کے پاؤں پر رکھا۔ اور فرمایا اے ابوزرب! گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور طلحہؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بلا لائے۔ جب قریب جناب رسول خدا کے حاضر ہوئے۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میری پارہٴ فتن ہے۔ اور میں فاطمہ سے ہوں جس نے اسے آزار دیا۔ جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا۔ گویا ایسا ہے کہ اس نے میری حیات میں آزار دیا۔ جناب امیر نے کہا۔ یا رسول اللہ! اسی طرح ہے۔ اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا۔ تم کو کیا باعث ہوا جو تم نے ایسا کام کیا۔ جناب امیر نے فرمایا۔ بحق اس خدا کے جس نے آپ کو برکتی بھیجا۔ قسم کھاتا ہوں جو کچھ فاطمہ سے کسی نے کہا وہ فی الواقع صحیح نہیں اور میرے دل میں وہ امور نہیں گزرتے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا۔ تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ (جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۹)

اس واقعے اور ذیل متنبطہ ہوتے ہیں۔

- ۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہؓ کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ اور نماز پڑھ کر مشغول رکوع مسجد ہوئے۔
- ۲۔ حضرت سیدہؓ پر اس واقعہ کو باقی واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ تو از حد گوارا نہ معلوم ہوتا ہے۔
- ۳۔ نبی علیہ السلام نے سیدنا حسنؓ کو اٹھایا اور جناب سیدہؓ نے سیدنا حسینؓ

کو اٹھایا اور سیدہ ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ اس کا واضح تر مطلب یہ ہے کہ سیدہ ام کلثومؓ جناب حسینؓ سے عمر میں بڑی تھیں۔ گویا آپ غزوہ خیبر سے پہلے یعنی ۵ یا ۶ ہجری میں پیدا ہوئی تھیں۔ اور نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر کسی طرح چھ سال سا نہ سے کم نہ تھی متدین اکثر کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۹ سال بنتی ہے۔ اور جس وقت سیدنا فاطمہؓ عظمیٰؓ بے آپ کا نکاح ہوا اس وقت آپ کی عمر کسی صورت میں پندرہ سال سے کم نہ تھی۔

۴۔ ملا صاحب کا یہ تکلف ہے کہ نبی علیہ السلام نے سیدنا علیؓ کے پاؤں پر پاؤں رکھا۔ ورنہ واقعہ کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی بیٹی کی تکلیف کی وجہ سے خزنِ عالم سے اس قدر متاثر تھے کہ آنحضرتؐ نے پاؤں کی ٹھوک سے سیدنا علیؓ کو بیدار فرمایا اور پھر ابوزربؓ کہہ کر مخاطب فرمایا یعنی مٹی میں لوٹ لوٹ ہونے والا۔ اس سے اگلا نفرد کہ تم نے گھر والوں کو اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ ابوزربؓ کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

۵۔ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا طلحہؓ کو بلانے کا مقصد؟ جھگڑا میاں بیوی اور خسرو و ماماد کا۔ مگر بلایا جاتا ہے مومنین کو۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان ہی تین اصحاب کی سفارش پر نبی علیہ السلام نے حضرت سیدہؓ کا نکاح سیدنا علیؓ سے فرمایا تھا اور وہی موقع عثمانؓ سے خاص تھے اور انہوں نے ہی نکاح کے اختیارات بھی برائے تھے۔

اس قسم کے نفاہ و شواہد کا احاطہ اس مقام پر ممنوع ہے۔

۶۔ سیدہ فاطمہؓ کی تمام زندگی سیدنا علیؓ کے ہاں نہایت مشقت اور رنج و اہم سے بھرپور زندگی تھی۔ یہاں صرف اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ حضرت حسینؓ میں سے سیدنا حسنؓ جو عمر میں سال بھر بڑے تھے۔ ان کو اس قسم کے منظر زیادہ اچھے۔ اسی لئے تمام زندگی وہ اپنے آپ کو سیدنا علیؓ کے سیاسی عزائم سے ہم آہنگ

نہ کر سکے۔ اور سیدنا حسینؑ چونکہ طفولیت اور شیرخوارگی کے درمیانہ زمانہ میں تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بھائی حبیبناثر قبول نہ کیا۔ آگے چل کر دونوں بھائیوں کی افتاد طبع میں انہی ایام کا پر تو نظر آتا ہے۔ البتہ سیدہ ام کلثومؑ ان تمام واقعات سے خوب باخبر تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ سیدنا علیؑ جب بائوں کی کرم نشینوں کی وجہ سے سربراہی خلافت ہوئے اور انہوں نے ہرمز مجوسی کے فاضل عبید اللہ بن عمر کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو سیدہ زہرہؑ نے ایک طرف اپنے سوتیلے بیٹے یعنی حضرت عبید اللہؑ کو مدینہ سے فرار ہو جانے کا مشورہ دیا اور دوسری طرف اپنے باپ کو سمجھایا کہ آپ اپنے پرانے جھگڑے کو نہ چھیڑیں۔ مگر سیدنا علیؑ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور سیدنا عبید اللہؑ بن عمر نے بھاگ کر جان بچائی۔

سیدنا حسنؑ کی زندگی کے مختلف ادوار

پہلا دور ولادت سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات تک، حضور خاتم المعصومینؑ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر حبیبنا کے قبل انہیں بیان ہو چکا ہے ۳-۴ سال کے درمیان تھی۔ اور حضرت سیدہ بھی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اعلیٰ علیین کو سر بھار گئیں۔ اس دور کے متعلق متعدد روایات ہمارے سامنے ہیں کہ کبھی آپ حضور خاتم المعصومینؑ کے دوش پر سوار ہیں۔ کبھی کسی صحابی کے کندھوں پر سوار ہی فرما رہے ہیں۔ کبھی عین خطبہ کے درمیان گرتے پڑنے مسجد نبویؐ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور حضور خاتم المعصومینؑ اٹھ کر اپنے پاس بٹھا لیتے ہیں۔

دوسرا دور حضرت سیدہ کی وفات کے بعد سیدنا علیؑ نے سیدہ زہراؑ بنت سیدنا ابوالعاصؑ سے نکاح فرمایا۔ سیدہ امامہؑ، سیدہ فاطمہؑ کی سگی بھانجی تھیں۔ اور سیدنا علیؑ نے سیدہ فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق سیدہ امامہؑ سے نکاح فرمایا تھا۔ قیاساً ہی نہیں بلکہ یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ سیدہ امامہؑ نے حضرات حسنینؑ کی تربیت میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر دی ہوں گی سیدہ امامہؑ، سیدہ زہراؑ جیسی عظیم مال کی بیٹی تھیں جو زمانہ کے اکثر اشرافیہ خزانہ دیکھ چکی تھیں انہوں نے اپنی بیٹی کی تربیت میں کون سی کمی روا رکھی ہوگی۔ اسی عرصہ میں صدیق اکبرؑ انتقال فرما گئے اور سیدنا فاروقؑ اعظمؓ مسند آلہ خلافت ہوئے۔ چندے بعد حضرات حسنینؑ کی بڑی بہن سیدہ ام کلثومؑ نہایت کا شاندار حرم خلافت بن گئیں۔ اب حضرات حسنینؑ کے لئے حرم خلافت کے دروازے کھلے تھے۔ ان تہمیدی قسم کی مسطور سے یہ بتانا مغلطہ ہے کہ حضرات حسنینؑ

کے بچپن کی نسبت یہ عہد زیادہ خوشگوار یوں کا حامل تھا۔

تفسير اوده

تبصیر اودود
سیدنا فاروق اعظمؓ مجوس دیود کی ایک منظم سازش سے شہید ہو گئے تو سیدنا ذوالنورینؓ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔

سیدنا حسنؑ اب ۱۶-۱۷ سال کے وحید و جوان تھے۔ سیدنا ذوالنورینؑ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہؑ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اب گویا سیدنا حسنؑ کے مقام پر منصب میں وحید اضافہ ہو گیا۔ حسنؑ نے اپنی عائشہؑ کے بطن سے تھے گویا سیدنا ذوالنورینؑ سیدنا حسنؑ مفتی کے سنگے بنائے تھے (الفتیۃ النور)

سیدنا ذوالنورینؑ کے دورِ خلافت میں ہی ایران کا حکمران اسلامی فوجوں کے آگے آگے بھاگتا، چھپتا۔ تب ان کا ۲۵ سال کی عمر میں ایک پانچویں جنگی دہلے کے ہاتھ سے وہل ختم ہوا۔ ایران کے ان جہاد کار ناموں میں سیدنا حسنؑ اکثر جہادوں میں شامل تھے۔

حسب روایات طبری ابن اثیر اور قزوچی البلدان اہل طبرستان نے عبد
فاروقی میں صلح کر لی تھی۔ عجم کی بغاوت کے سلسلہ میں جو عجمی سازش کے
تحت سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوئی تھی۔ طبرستان لوں نے
بھی صلح کر دی۔ ۳۰ ہجری میں سیدنا ذوالنورینؓ کے حکم کے مطابق سیدنا عبید بن العاصؓ نے
طبرستان پر فوج کشی کی۔ اس طرح میں سیدنا حسنؓ، سیدنا محمد بن عبداللہؓ بن عباسؓ، سیدنا
عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ وغیرہ جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ سید بن العاصؓ اور سید بن عامرؓ
عبداللہ بن عامرؓ بن سید بن زیاد اور امیر مثنیٰ بن معنویؓ نے ایران کے تمام علاقوں، محبتان،
خراسان، باحرہ، جہین، بہن، خوات، مغرائن، ارجان، نیشاپور، جرجس، ابواز،
طخارستان، طالقان، کرمان، محبتان، کشش، دوار وغیرہ کو فتح کیا۔ حالات سے
معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے دور خلافت کی ان فتوحات میں اکثر جہادوں
میں سیدنا حسنؓ موجود تھے۔

مشہور شیعہ مولف نجم الحسن کواردی کی تالیف ”چودہ مناسک“ متعلق کردہ شیعہ

۱۔ ایک مجلس افسانہ دوسرا ایڈیشن جولائی ۱۹۵۷ء میں مرقوم ہے کہ عبد عثمانی میں فتح
پہلے زمانہ کے موقع پر امام حسن اور امام حسینؑ نے شرکت کی۔ ۱۳۹۳ ہجری میں اس
کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا تو اس کتاب سے یہ واقعہ نکال دیا۔ سیدنا
حسن اور حسینؑ کی فتح طبرستان کا واقعہ تاریخ اسلام جلد سوم مولفہ ایس ڈاکٹر حسین
جعفری پر پورٹر دفتر تالیف انگریزی دہلی مطبوعہ ۱۹۱۳ء مقبول پریس دہلی کے صفحہ
۱۳۰ میں بھی موجود ہے۔ یعنی حضرات حسینؑ و عثمانی شباب سے ہی خلیفہ ثالث
سیدنا ذوالنورینؑ کی فوج میں شامل ہو کر جہاد شروع کر دیا تھا اور سلسلہ ۲۹ ہجری
میں سیدنا حسنؑ کی وفات کے بعد بھی سیدنا حسینؑ نے جاری رکھا۔ حتیٰ کہ امیر مہند
کی سالاری میں سیدنا حسینؑ غزوہ قیصر مرقوم میں ۹۷ھ میں بحیثیت ایک رضا کار
سپاہی کے موجود تھے۔

ایران کی ان فتوحات سے پہلے حضرت حسینؑ عبد اللہ بن سعدؑ کی سالاری میں
طرابلس شمالی افریقہ کے جہاؤں میں شامل ہو چکے تھے۔ یعنی جب عبد اللہ بن سعدؑ نے
تونس سے نکل کر دریائی علاقوں سے ہوتے ہوئے طرابلس کی طرف پیش قدمی کی
تو سیدنا ذوالنورینؑ نے مدینہ منورہؐ سے جو فوج مزب کے بھیجی اس میں سیدنا عبد اللہ
بن عمرؑ، سیدنا عبد اللہ بن عباسؑ، سیدنا عبد اللہ بن زبیرؑ، سیدنا عمر بن عاصؑ، سیدنا
حسن بن علیؑ اور سیدنا حسینؑ بن علیؑ شامل تھے۔ یہ فوج مصر سے ہوئی ہوئی برقعہ
کے مقام پر عبد اللہ بن سعدؑ کی فوج سے جا ملی۔ اور دونوں فوجوں نے مل کر طرابلس
پر حملہ کیا۔ رومی بڑی جی داری سے لڑتے کیا شکست کھا کر بھاگ نکلا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؑ اور حضرات عباد اللہؑ طرابلس کی فتح کے بعد واپس مدینہ پہنچنے سے قبل اعدائے اہل حق کی طرف جانے والی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔

چوکھا دور

میں آپ نے اپنے والد السید ناعلیٰ کا جس قدر ساتھ دیا وہ باہر مجبوری تھا۔

شمس التواریخ ایک تفصیلی کتاب ہے۔ بایں محمد وہ لکھتا ہے کہ حضرت سید
اکثر اس سلسلہ میں اپنے والد بزرگوار سے معروضات کیا کرتے تھے (صفحہ ۵۸ کسی
دوسرے مقام پر اس قسم کے شواہد پیش کیے جا چکے ہیں کہ سیدنا حسن اپنے
والد بزرگوار کے موقف کے بالکل عیناً تھے۔

جنگ جمل سے پہلے آپ نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا۔

”ابا جان! میں نے آپ کو اس سفر سے پیشتر ہی منع کیا تھا مگر آپ نے

میرا معوضہ نہ کیا اور آپ کی رائے پر فلاں خاں (عبداللہ بن سبا اور امک

اشتر وغیرہ) اشخاص غالب آئے۔ سیدنا علیؑ نے فرمایا بیشک عاجز اور اسیبا ہی ہوا۔

بہر حال سیدنا حسنؑ نے اپنے والد بزرگوار کو منع کرنے کے باوجود ان کے

حکم سے سرنامی نہ کی۔ جنگ عین میں آپ مسلح ہو کر نکلے تو سیدنا علیؑ نے انہیں وکدیا۔

یہ دور سیدنا حسنؑ کی اپنی خلافت کا دور ہے جس کے حالات

پانچواں دور | کسی دوسرے مقام پر تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں۔

یہ دور سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت کا ہے جو آپ کی

وفات ۴۹ھ پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور کا اہم ترین

واقعہ قسطنطنیہ کا جہاد ہے جو ۴۹ھ میں امیر ترک کی زیر قیادت ہوا۔ اس

جہاد میں سیدنا حسینؑ کے علاوہ سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا

ابن زبیرؓ اور سیدنا ابوالوثر کے نام ملتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کا نام ان مجاہدین

میں نہیں آتا۔ امیر یزیدؓ کی قیادت اور سپہ سالاری میں جو یہ جہاد کیا گیا۔

اس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام اس وجہ سے شامل ہوئے کہ اس

جہاد میں شامل ہونے والے حضور مازنی و مسندون کی زبان سے یہ ترادہ سن

چکے تھے کہ وہ نہ مکتوب ہے۔ سیدنا حسنؑ کا اس میں موجود نہ پایا جانا اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ۵۴ھ میں وفات پا چکے تھے اور سیدنا حسینؑ اس

سال اکیلے ہی دمشق گئے۔ اس وقت غزوہ قسطنطنیہ کی تیاریاں پوری نہیں ہو

آپ سیدنا امیر یزیدؓ کی قیادت میں اس غزوہ میں شامل ہو کر ”مغفور لہم“
کے سند یافتہ گروہ کی سعادت کے حامل ہوئے۔

اب ہم ان واقعات کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے وقت سیدنا علیؑ کی مالی حالت نہایت سقیم تھی۔ مگر بیس سال بعد

جب آپ شہید ہوئے تو آپ تمام غریبوں میں بہت بڑے مالدار اور جاگیردار تھے

چنانچہ آپ کی جائداد میں متعدد دیہات تھیں۔ جن میں سے دلال، عفات، حسی،

مالام، ابراہیم، مسیت، صافہ، برقیہ، قبیع، وادی القرقی، بدریہ، بادینہ اور غیر تین

تیرہ دیہات کے ناموں کا متعدد کتب میں ذکر موجود ہے۔

(حق ایقین صفحہ ۱۸۵ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۰)

وفات کے وقت خاموش اور غلاموں کے علاوہ چار بیویاں ۱۹ ام ولد

جو میں لوگیاں موجود تھیں اور اپنے خاندان میں سب سے زیادہ دولت مند

مشہور تھے (کتاب شہادت فیہر مقدمہ صفحہ ۵)

جنگ جمل کے عین بعد جبکہ ہزاروں گھروں میں ماتم تھا آپ نے مسعود

موتی کی دختر لیلیٰ سے نکاح فرما کر پورے بہتر روزیک مکان میں قیام فرمایا جو

ناقصہ و کی سیاست کے زمانہ تک مشاہد علیؑ کے نام سے مشہور رہا۔ (مقتدایہ

خسرو صفحہ ۱۴۰) اور پھر شہادت سے پہلے آپ ایک اور لونڈی خریدنے کا ارادہ

فرما چکے تھے۔ جس کے لئے رقم جمع کر لی تھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ذرورت کہاں سے آئی۔ اپنی نام نہاد خلافت کے

زمانہ میں تو آپ ایک سرریع انج زمین فتح نہ کر سکے جہاں سے مال غنیمت حاصل ہوتا۔

کسی دوسرے طریقے سے اس قدر مال جمع کرنے کا آپ کی ذراقت اقدس کے متعلق

تصور کرنا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔

خلعائے ثلاثہ کے زمانہ میں سیدنا حسنؑ طبرستان کی فتح اور افریقیہ کی فتح

میں شامل ہوئے۔ مگر سیدنا علیؑ میز سے نکلے۔ لاجلہ ہی غیبیہ اللہ کرنا پڑے گا کہ

یہ سب کچھ خلفائے ثلاثہ کی کرم خشیوں، فیاضیوں اور احسانات سے حاصل ہوا تھا اور اگر سیدنا علیؑ کی ذات اقدس کے لئے خلفائے ثلاثہ کی داود و ہش کا یہ عالم تھا۔ تو حضراتِ حسینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہ کے علاوہ دیگر بھی بکراٹم و جوان اللہ علیہم اجمعین کے جذباتِ خدات و عطا کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

ان سطور کا آخری مفہوم و مقصد یہ ہے کہ حضرت حسینؑ کی زندگیاں نہایت فائز و الہامی اور خوشحالی کی زندگیاں تھیں۔

سیدنا حسنؑ کو سیدنا ذوالنورینؑ نے ضروریاتِ زندگی فراوانیوں سے مالا مال کر دیا تھا۔

صدیق اکبرؑ کی خلافت کے روزِ اول سے لے کر سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت تک سیدنا علیؑ نے کسی جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ سیدنا فاروقؑ اعظمؓ معرکہ قادسیہ کے موقع پر سیدنا علیؑ کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے مگر آپؑ نے انکار کر دیا تھا۔ اخصصر یہ کہ سیدنا علیؑ اور حضرت حسینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہ کا ردِ خلافت ہر قسم کی آسائشوں کا دور تھا۔

سیدنا علیؑ کی اس جائداد میں سیدنا حسنؑ کا وجود ایک مرکزی کردار تھا۔ سیدنا فاروقؑ اعظمؓ کی خلافت کے زمانہ میں تمام معلوم دنیا سے مالِ غنیمتِ دُجریوں کی صورت میں مرکزِ خلافت کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ اور سیدنا حسنؑ، سیدنا فاروقؑ اعظمؓ کے نہایت محبوب تھے۔ جسے سیدنا ام کلثومؓ کے نکاح کے بعد دو آنشہ کر دیا تھا۔ اور سیدنا ذوالنورینؑ کے آپ محبوب و امان تھے۔ آپ کو طبرستان اور افریقہ کی فتوحات سے مالِ غنیمت کا بھی کافی حصہ ملا ہو گا۔ آپ کو خلفائے ثلاثہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بقول مولف بجا را لاناوار سیدنا حسنؑ نے سیدنا عائشہؓ پر سیدنا ذوالنورینؑ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے نام ابو بکر اور عمر رکھے۔

(بجا را لاناوار جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

استدراک

ضعفی روایات کی صورت میں آج جو کچھ مروجہ تاریخوں کے صفحات میں ہمارے سامنے ہے۔ ان میں سوائے اموی و ہاشمی مناقشات کے کچھ نہیں۔ حالانکہ ان تاریخی کتب میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے واضح طور پر یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ اس دور میں اموی و ہاشمی مناقشات کی قسم کی قطعاً کوئی چیز موجود نہ تھی۔ مگر بعد میں آنے والے مؤرخین نے تاریخ کے اس تاریک پہلو کو مہیا کر کے میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں جو کذاب راویوں کے ذریعے وضعی روایات کی صورت میں کتبِ تاریخ میں لکھا گیا تھا۔ اور تاریخ کے اس روشن پہلو کو کمزور نظر انداز کر دیا۔ جو حقائق بیتِ محمدؐ کی تفسیر تھا اور صحیح روایات پر مشتمل تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاسی قسم کے چند معمولی اختلافات کے علاوہ لوگ ایک جسم و جان تھے۔ یہاں تک کہ ان پر خود غلط قسم کے موزین نے سس کو داماد کا جان لیوا، داماد کو سسر کا دشمن، بہنوئی کو براہِ رشتہ کی قاتل گردانتے میں بھی شرم محسوس کی۔

واقعاتِ گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

فلسفہ تاریخ کا تقاضا ہے کہ کسی حکمران یا کسی تاریخی شخصیت کے حالاتِ قلبیہ کرتے وقت اس شخصیت کی افتادِ طبع، اس کے کردار سے مرتب ہونے والے اثرات اور اس کی شخصیت پر اثر انداز ہونے والے واقعات کا جائزہ لے کر ان واقعات کو احاطہ تحریر میں لایا جاوے جو وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

حضراتِ حسینؑ کی عمروں میں بالکل معمولی یعنی سال بھر کا فرق تھا مگر ایک بھائی میں نعل، بڑبڑاری، پیشین بینی، عاقبت اندیشی اور جزوِ رسی کے اوصاف بدرجہ

اتم موجود تھے مگر دوسرا اچھائی کسی مقام پر بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح مذہب و تقویٰ کے اس مقام تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا حامل اس کا بڑا بھائی تھا۔

یہی وجہ بات تھی کہ بڑے بھائی نے میانوں سے نکلی ہوئی ہزاروں ٹلواریں
پھر میانوں میں کرنے کے اسباب جو پہنچا کر ایک عالم کے لئے امن و چین کی نفسا
ساز نگار کرنے کے اسباب جو پہنچائے۔ مگر دوسرے بھائی نے سیکیوں بزرگوں
دوستوں عزیزوں، رشتہ داروں کے سمجھانے کے باوجود وہ راستہ اختیار کیا۔
جو آگے چل کر کہلا کے المیہ کی شکل میں آج تک پوری ملت کے لئے صفت
تشت و آفت و آفات کا سبب بن رہا۔ بلکہ ہزاروں سے متجاوز غمخوار کے خون بہانے
کا ذریعہ بنا ہوا آ رہا ہے۔

اس کی سب سے اچھ دیو سیدہ ناز حسن کا، سیدنا ذوالنورین سے متعلق ہو کر اپنے گھر بلو ماحول کا ترک کر دیتا تھا جہاں سیدہ فاطمہ کے انتقال کے بعد ہزاروں ہر خیال اور ہر طبقہ کی عورتیں سیدنا علی کی نبوت میں مکی تھیں اور سیدنا حسینؑ آخر تک اسی ماحول میں رہے اور اس ماحول کے اثر سے آخر تک آپ اپنا دامن چھڑانے کی کوشش نہ کی اور سیدنا حسنؑ نے سیدنا علیؑ کی خدمت میں جو مشورہ عرض کیا وہ سہرورد کے صاحبزادے کے حقیقیں اور غریبوں نے من حیث الوجود نہایت صاحبزادے اور سرفروخت قرار دیا۔

تاریخ کے لاکھوں صفحات لکھے جا چکے ہیں اور نہ معلوم قیامت تک یہ سلسلہ کہاں تک دوڑا ہوتا چلا جائے گا۔ مگر عجیبی اثرات کے تحت جو کچھ لکھا گیا جب تک اس کی حیاں چھپا کر کے مجموعہ ادعات کو نکھار کر پیش نہ کیا گیا نہشت وافر نفع کی فضا ختم نہ ہوگی اور جب تک افسوسناک واقعہ حرقہ جیسے ماس سیاسی معرکے کا صحرا و منبر سے دینی معرکے ہی بنا کر پیش کئے جاتے رہیں گے اور حملہ مضیق کی دینی جنگیں سیاسی جنگیں ہی قرار دی جاتی رہیں گی اور سیدنا حسن کے اس لئے قتل کر دیا کہ جو پورے عالم اسلام کے لئے صرف اس وقت ہی باعثِ رحمت ثابت نہ ہوا بلکہ قیامت اسکے اثرات سے گرا عالم اسلام فیضانِ ایمان کی بجائے اور ملتِ نبوت کی تاریخ میں یہ واقعہ دنیا کے اس قدر حقدار ہیں صرف اس لئے کہ حضرت حسنؑ کی سیاست میں تاریخی دشمنانِ اعدیہ کا یہ رونا تھا۔

سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت اور سیدنا حسنؑ

سیدنا حسنؓ غنیمت و فرستادہ تبرک، قفقہ اور عاقبت انگریزی کے اوصاف حمید کے
پیکر مجسم تھے۔ آپ نے سیدنا علیؓ کی خدمت میں ہر اُس وقت میں صاحب مشورہ
عرش کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؓ نے جب بھی کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا اس
کا انہیں پہلو فوراً سیدنا حسنؓ کے دل میں ٹھہر گیا۔ اور آپ نے فوراً اپنے
جلیل القدر باپ کے حضور میں اپنی حمیر کی آواز پیش کرنے میں ذرہ بھر کچھ پیٹ
سکھوا نہ دی۔

اے سید عالمؐ کسی نام ہمارے ذات کے متعلق میں نے مسکوۃ المصابیح کے فوائذ غزنیہ پر ایک فقر میں چند اشارت کیے تھے۔ یہاں درودِ فاتحہ سے چند تفصیلات و شواہد پیش کر کے نمونہ پیش کر رہی ہوں۔

١- عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم تدور رحى الإسلام
لخمس وثلاثين، وست وثلاثين، أو سبع وثلاثين فإن يهتكوا قبيل
من هلك وإن يفتروا دينهم لغير الله سبعين عاماً .
قلت : أما بقي أو مما مضى قال : مما مضى (الروادع بحالها)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ میں اسلام کی پہلی پیشانیوں میں سے ہوں۔ اسی سے حال تک پہنچے ہیں۔ پس اگر لوگ میرا پس واسطہ ان کہایے کہ ہلاک ہوئے۔ اور اگر نہ ہوں جو اس وقت ان کے کاروبار ان کے دین کا تو ستر برس تک رہے گا۔ میں نے عرض کیا ستر برس اس وقت سے ہیں کہ ابانی سے گلاس وقت سے کہ گذر فرمایا پس وقت سے جو گذر گذلہ اس حدیث کے بنیے ہیں۔

(صفحہ ۵۰ بر)

اور اس تاریخ کی روٹی گروانی کرتے وقت جب ایسے مقامات پہلے سامنے آتے ہیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کا مقام سیاست مکی میں کس قدر طاقتور تھا۔ اور آپؑ قبیل میں پیش آنے والے خطرات کو کیسی فراست و بصیرت سے سمجھا چکا ہوتا ہے۔

چنانچہ :

۱۔ سیدنا علیؑ جب مدینہ سے عازم کوفہ ہوئے تو مدینہ میں جو چند صحابہ موجود تھے۔ انہوں نے آپؑ کو اس اقدام کے روکا۔ ان روکنے والوں میں سیدنا حسنؑ

(یعنی حضرت علیؑ) پہلا حصہ ۳۵-۳۶ یا ۳۷ سال سے متعلق نبی علیہ السلام نے مدینہ پہنچ کر بحیثیت ایک حکمران کے عہد سے معاہدہ فرمایا۔ پسلی جبری سے سیدنا زین العابدینؑ کی شہادت تک پورے ۳۵ سال ہوئے۔

دوسرا حصہ فان یھلکوا سے متعلق ہے جو سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت سے شروع ہو کر سیدنا معاویہؓ کے استقلال سے متعلق ہے یہ مدت پانچ سال ہے۔ تیسرا حصہ وان یقتل لھم سے شروع ہو کر شہام بن عبدالمطلب تک پہنچتا ہے اس طرح قریش سے بارہ ائمہ بھی ہوئے ہیں اور حدیث کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کے راوی خود سیدنا علیؑ ہیں۔

قل یرسل اللہ من فوض الیک ابنی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے بعد ہم کسے امیر بنائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر میرے بعد تم لوگوں کو امیر بنانا ہو گے تو تم اس کو دینا سے بے رغبت اور آخرت کی غیبت کرنے والا نہ ہو گے۔ اور اگر تم عمر کو امیر بنانا ہو گے تو تم اسے قومی امانت نہ پائو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ اگر تم علیؑ کو امیر کر دے گے حالانکہ تحقیق میں گمان کرتا ہوں کہ تم اسے امیر نہیں بناؤ گے ولا یرسل اللہ من فوض الیک ابنی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے بعد ہم کسے امیر بنائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر میرے بعد تم لوگوں کو امیر بنانا ہو گے تو تم اس کو دینا سے بے رغبت اور آخرت کی غیبت کرنے والا نہ ہو گے۔ اور اگر تم عمر کو امیر بنانا ہو گے تو تم اسے قومی امانت نہ پائو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ اگر تم علیؑ کو امیر کر دے گے حالانکہ تحقیق میں گمان کرتا ہوں کہ تم اسے امیر نہیں بناؤ گے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۸۵)

پیش تھے۔ چنانچہ آپؐ نے ارادہ فرمایا تھا کہ میں مدینہ نہیں چھوڑوں گا۔ شاید اس طرح میرے والد کو رک جائیں۔ مگر سیدنا علیؑ نے اپنے بیٹے کے منشور کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور مدینہ سے نکل کر طے ہوئے فوس بدنا حسنؑ ریزہ کے مقام پر جا کر ملے اور کہا اباجان! آپؑ نے مدینہ کیوں چھوڑا۔ اور کہیں ہر دفعہ میری بات نہ مانی رہیں مگر میں

(حاشیہ) اس روایت نے معاملہ ہی صاف کر دیا کہ صحابہ کرام سیدنا علیؑ کو غلبہ فوج نہیں دے سکتے تھے۔ یہی سچ ہے کہ المخلد فی المسند بنیہ و المثلک یا الشاہد میری جرات کو کہ باب ذکر اہل بیت (ع) خلافت مدینہ میں ہوگی اور بادشاہی تمام میں

۳۔ مندرجہ صدر ہر سال حدیث کی تشریح کے لئے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر بھی غور کیجئے۔ انھذا الامر بعد از رحلتہ و بعد از شہادتہ و بعد از خلافتہ و بعد از ملکنا و بعد از خلافتہ (بحوالہ البیہار ط ۱ ص ۲۰)

۴۵ سال کی روایت کی روشنی میں نبی علیہ السلام کے دس سال اور سیدنا صدیق اکبرؓ کے سٹھ ماہارت ذوالنورین تک ۴۵ سال اور سیدنا معاویہؓ سے مشاوت تک

۵۔ سیدنا ابن مسعودؓ کی ۵۰ سال والی روایت کے تحت شہادہ دلی اللہ رکھتے ہیں :

اس حدیث کا مفہوم خارج میں اس طرح ظہور ہوا کہ ۴۵ سال حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور جہاد کا نظام بھگ گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ بن ابوسفیان کے زمانہ میں ہمارا کا انتظام ہوا اور پھر اسلام کی پہلی دین حق کو دنیا کے باطل دشمنوں پر غالب کرنے کے لئے چلی شریعت شروع ہو گئی۔ اس تاریخ سے ستر برس کے بعد نبی امیہ کی سلطنت کو زوال آنا شروع ہوا اور حضرت عثمانؓ کے ستر سال کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ (۱۔ انھذا ط ۱ ص ۲۰)

۶۔ ۱۱۰ م ہجری تک میں حضرت علیؑ کے زمانہ میں کفار سے کوئی ہمارا نہیں ہوا بیشک یہیوں خلفاء پر تمام اہل تحقیق ہو گئی تھی اور اس طرح انہیں خلافت کا مفہور حاصل ہو گیا تھا۔ انہوں نے کفار سے جہاد کے اور ملکوں کو فتح کر کے زیر اقتدار رکھے اور علیؑ کی خلافت میں نہ کفار سے جہاد ہوا اور نہ ہی شہر فتح ہوئے اس دور میں تمام فقط اہل نبیہ میں چلتی رہی۔ (رمہما ج ۱ ص ۱۸۵)

۲۔ طبری کہتا ہے کہ سیدنا علیؑ نے جب طلحہ و زبیر سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے کہا۔ ابا جان آپ میری بات نہیں ملتے تو آپ بے بس بنا کر قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر سیدنا علیؑ نے فرمایا تو ہمیشہ لوگوں کی طرح نہ رہتا ہے تو نے کیا کہا تھا کہ میں نے تمہیں مانا۔ حسرت صحت لے کہا :

۱۔ حضرت عثمانؓ کی مصروفی کے وقت میں نے کہا تھا آپ مدینہ چھوڑیں اور نہ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل آپ کے لئے بہتر نہیں ہوگا۔

۸۔ (حاشیہ) علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تالیف التاریخ میں انت صبی بمنہ ہارون من دوسنی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ یہی میں تیرا مقام ہوں جسے لیکن اگر وہی کی طرح تم خلافت کا ہاتھ نہیں اٹھا سکو گے کیوں کہ لوگوں چالیس دن بھی باہر خلافت نہ اٹھا سکے (حاشیہ المصنف صفحہ ۴۵۹) اور دوحیا السنہ

۸۔ حیات امام باگ کے مولانا زہرہ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ امام ہونے کی نظر میں خلافت کیلئے دو دفعہ تھے اور خلافت طلب کرنے سے اور یہ بات ان کی کمی کا باعث تھی اس لئے وہ نہیں اس شخص کے مرتبہ پر نہیں رہتے تھے جو خلافت طلب نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؑ اس طرح برسر افتاد نہیں آئے تھے جس طرح دوسرے خلفاء برسر افتاد آئے تھے۔

۹۔ (حیات امام باگ صفحہ ۴) کتاب منزل النبوی - موروثی صاحب لکھتے ہیں : تاہل عثمانؓ یعنی حضرت علیؑ کے ہاں تقرب حاصل کرتے پہلے گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں (علیؑ) نے ملک بن حارث الاشجریہ (جسے ابوبکرؓ کو غزوہ کے عہد سے ملک دیتے۔ حالانکہ قتل عثمانؓ میں ان دونوں کا جو حصہ تھا دوسرے کو معلوم ہے۔) خلافت و ملکیت عہدہ بیان موروثی صاحب نے گنہار بن بشر کا نام نہیں لکھا جس نے حضرت عثمانؓ کے جسم پر تلوار کے کئی وار کئے تھے۔ اور سیدنا علیؑ نے اسے مسک کر گورنر کا منبر مقرر کیا تھا۔

۱۰۔ شاہ ولی اللہؒ کا ایک ارشاد اور حسن لکھتے ہیں :
العقائد سمیت برائے او و جوب العقائد و رعیت فی حکم التزمیت از مشکین نشہ۔ در

۱۱۔ (رب) دوسرا مشورہ ہیں نے یہ دیا تھا کہ آپ اس وقت خلافت قبول نہ کیجئے جب تک تمام مٹ ہوں گے لوگ آپ کو منفعت طور پر پسند نہ کر لیں مگر آپ نے مانے۔

۱۲۔ (ج) پھر میں نے کہا طلحہ و زبیرؓ کی مخالفت کی صورت میں آپ گوشنیں ہو جائیں اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں مگر آپ نے میری یہ بات بھی نہ مانی۔

۱۳۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نے حضرت معاویہؓ سے جنگ کا فی

(حاشیہ) در خلافت دور انظار اور حکم ادا نہ داشت و تمام مسلمین تخت تکرار دوسرے فرمایا در زندہ چا اور زبان سے پاکینہ قطع

۱۱۔ پھر فرماتے ہیں : در عنایت ازلی مقرر بود و چونکہ حضرت علیؑ و اولاد ادا و امان قیامت منظور نشوند۔ وہیچکہ و خلافت ایشان علی وجہ حضرت مجبور۔

۱۲۔ (الینا ملکہ صفحہ ۳۸) اور یہ تفسیر تھی کہ : دار کفر فاعلیین تم علی کو خلیفہ غیب کرنے سے نہیں۔

۱۳۔ (رب) پہلے اشتر مجوسی نے سمیت کی قسم (البدایہ جلد ۱ ص ۱۶۶ طبری جلد ۱ ص ۱۵۱)

○ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ ایک دن سیدنا حسینؑ اپنے نیا جعفرؑ کے مقابلہ میں اپنے باپ کی بڑائی بیان کرنے لگے تو سیدنا جعفرؑ کے بیٹے عبد اللہؑ نے کہا کہ میرے والد تو جنت کے باغوں میں مہر کر رہے ہیں مگر تم اسے باپ صریح الدعا فی الفتنة خانہ جنگیوں کے خون میں نہا گئے۔ جعفرؑ نے فرمودی تھی کہ تھما دیتا ہوں عثمانؓ پر خلافت خاتمہ فرم ہو جائے گی۔

○ یہی ابی الحدید لکھتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کے سامنے ایک وفد سیدنا علیؑ اور اور سیدنا معاویہؓ آپس میں الجھ پڑے تو سیدنا عثمانؓ نے فرمایا : واللہ ان فصل ایلیک ولا الی احد من دلائل خدا کی قسم حکومت تمہیں ملے گی اور نہ تمہاری اولاد میں سے کسی اور کو۔ سیدنا معاویہؓ موجود تھے وہ سیدنا عثمانؓ کی اس بات پر حیران ہوئے اور سیدنا محمدؑ کو کہ کیا انہوں نے فرمایا عثمانؓ نے سچ کہا میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا کہ لا یرحی احد علی من کو خلافت نہیں ملے گی اب ان تصریحات کو دلا امر کفر فاعلیین سے ملا کر پڑ جائے۔

کی تیاریاں شروع کیں۔ تو حضرت حسن نے عرض کیا: یا ابی اسی دے ہذا ذات
فیہ مسلک دماء المسلمین۔ و دفع الاختلاف بینہما (البدیع جلد ۱ ص ۲۹)
ابا جان! اس جنگ سے ترک جائے۔ کیونکہ یہ جنگ سوائے اس کے کچھ نہیں (مسلمانوں
میں خول بڑی ہوئی اور آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور آگے چل کر لڑنے لے
دیکھ لیا کہ سیدنا حسن کا سیاسی موقف سیدنا علی کے سیاسی موقف کی عکس قدر
اقرب الی الصواب بلکہ عینی برحق تھا۔

۱۳۔ ابن سعدوں کہنا ہے۔ فاما واقعة خلی الی اکابر الصحابة فیکون حضرت علی کا واقعہ
تو حضرت عثمان کی شہادت کے وقت لوگ مختلف شہروں میں متفرق تھے اور بیت کے
وقت حاضر نہ تھے اور جو حضرات موجود تھے ان میں سے بعض نے بیعت کر لی اور بعض
وہ ہیں جنہوں نے فرقہ کیا۔ تا کہ لوگ ہمارے کریں مثلاً سعد بن حنیفہ، ابن عمرہ
اسامہ بن زید، پیغرو بن شعبہ، عبد اللہ بن سلام، قدامہ بن مظعون، ابو سعید خدری
کعب بن اجرة، کعب بن لک، نعمان بن بشیر، ثاب بن ثابت، مسلمہ بن مخلد، قتادہ
بن عبید وغیرہم اور ان جیسے دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم (مسری)
ابن سعدوں کی اس غلطی یا بیانی اور دیگر شواہد کی موجودگی میں سیدنا علی کے
اس ارشاد کا تاثر بھی کیا مقام رہ جائے کہ میرے ہاتھ پر ان لوگوں نے
بیعت کی جنہوں نے حضرات ابوبکر، عمر، اور عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی (کتاب
۱۴۔ مٹ ہو مستشرقین حقوق وے خوئے کھتا ہے:

ALI WAS A VALIANT PERSON BUT HAD NO

GREAT TALENT AS RULER (کتاب تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۵)

۱۵۔ ابن مزہم اپنی تالیف انظر العروس میں لکھتے ہیں کہ میں لوگوں نے مخالف یعنی غلبہ

سے اقتدار حاصل کیا ان میں سب اول بریزا علی تھے (حقیقت، خلافت مکریت صفحہ ۲۶)

۱۶۔ شامہ فی اللہ لکھتے ہیں کہ غلاموں سے بلکہ طلب خلافت اور نہ محبت اسلام۔

۱۷۔ بخاری میں سیدنا عثمان بن عفان سے عہدہ اور ان سے چشم روایت کرتے ہیں سیدنا عثمان کی

خلافت کے زمانہ میں لوگوں کا نام جلال پیتا کہ حضرت عثمان کے لیے بہترین خدائے خدا کے ہوتے۔

چنانچہ آج کل کریا ان کی زندگی میں عین اسی وقت سیدنا علی نے سیدنا حسن کو حکم
فرمایا یا بیت ابی اے مات قبل ہذا الیم یعنی عاماً۔ کا حکم مارا یا اب آج سے میں لے بیٹھ گیا
موتنا یہ نہیں کر سیدنا حسن نے عرض کیا یا ابنت قد کنت انہماک عن ہذا۔ ابا جان! اے لے لو میں
آگے اس اقدام سے روکنا رہا۔ یہ سن کر سیدنا علی نے پھر فرمایا یا بیٹی! انی لہمارن لام بلیغ ہذا۔
میرے بیٹے! میں نہیں جانتا تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ (ربیعاً جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)
۴۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی کے دور خلافت میں سیدنا حسن ایک روز خط بیان کرنے
کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس خلیہ میں انہوں نے اپنا ایک خواب بیان کیا: لوگو! میں نے
کل رات ایک غیبی غریب کو دیکھا میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہوئی ہے پروردگار
کا نام اپنے عرش پر نہیں ہے ہی اگر کوئی شریف لائے میں اور فتن کا ایک پایہ کیا کوئی شریف لائے
میں پھر حضرت ابوبکر شریف لائے میں اور حضرت کے شاہد کا سر ہاتھ لگا کر پھر لے جاتے ہیں۔

اب دیکھئے کہ سیدنا علی کے سر خلافت کا تاج رکھنے والے ان کے متعلق کیا کہتے ہیں اور حضرت
علیؑ اپنے ان حاروں کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

۱۔ نبی الملافہ کے کہتے خلیہ کے حالات ہیں: اولیس عجبات عداوتہ انہماک۔ یا بیت! بغث
جملتی نہیں کہ عداوتہ قوا عانت اور عطا کے بغیر عداوت کا دل کو کم دیتا ہے اور وہ اس کی پوری کرتے ہیں
اور ہم کو کھانا کہ تم بغیر اسلام اور بغیر مرم مولعانت اور عطا کے ساتھ حضرت یا مہون تم میرے پاس
سے متفرق ہو جاتے ہو اور میرے سامنے امتحان کرتے ہو۔

۲۔ طبری کہتا ہے کہ صفین کے موقع پر ان عداوتوں کی ایک بڑھتی تھی کی تجر بنوئے کے لیے
دیکھی بھی دی کہ ہمارے بات نہ مانی گئی تو تمہارا بھی وہی حشر کر گئے کہا تعلیمات عثمان بن عفان کا کیا تھا اور
۳۔ کل الی حضرت علیؑ سے متفرق تھے اور کوئی دیر نہ کے اکثر لوگ اور کہہ کے قرب ہی لوگ ان سے متفرق
اور جو خلق ان کے مخالفت ہی امیر کے ساتھ تھی۔ (شرح منبع البیضاء ابن ابی الحدید)

۴۔ سیدنا علیؑ اپنے حاروں کے سخت لگتے تھے چنانچہ ابوالفرح عہدانی جو مسلک شیعہ تھا کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے
اپنے لشکروں کو یہ حکم فرمایا یا ابتداء الرجال الی داخذ لان لے لے ان عیوت مران در کے پتہ نہ
خلف خانی میری آرزو ہے کاش میں تمہیں نہ جانتا۔ اور یہی تھا اور کاش میں نے تمہیں بھی سمجھا ہی نہ جانتا۔

۵۔ منبع البیضاء کے ایک خلیہ کے الفاظ ہیں: تم لوگوں نے مجھے اپنی رائے پر متفق نہیں ہونے دیا اس قدر افلاکی
سر قریش کے لئے کہ ابن ابی طالب ہمارے کو ہے حکم حرب نہیں رکھتا۔

پھر حضرت عمر فاروق علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور حضرت ابو بکر کے شانہ بہرہ کو رکھ کر بیٹھے جاتے ہیں پھر اچانک حضرت عثمانؓ اس عدالت میں آتے ہیں کہ ان کا مکمل جواڑن کے جھلسوں میں رکھا ہوا ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فراہم کیا جانے والے ہیں کہ اسے ضرور درکار ہے لیکن ان مندرجہ بالا چیزوں کے آخری نبی محمد علیہ السلام کے نام دیوا میں اور جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ مجھے کس نماز کی پاداش میں قتل کیا گیا یا حدیث مذکور۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ بیان کرنے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی اس فراہم ہونے سے دیکھا کہ عرض الہی پھرا گیا اور آسمان سے خون کے دو پرانے جاری کئے گئے جو زمین پر خون۔ یہاں لائے حضرت حسنؓ کا لباس بیان کے بعد لوگوں نے حضرت علیؓ سے جو اس خطبہ میں موجود تھے پوچھا کیا دیا۔ اس میں کہا کہ یہ ہے ہیں۔ چونکہ یہ خواب حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت پر غیر نصیرین بیت کردہ تھا۔ مخالفین عثمانؓ جو حضرت علیؓ کی لچک کے کردار نہ دیکھتے تھے کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حسنؓ وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو انھوں نے دیکھا ہے۔

میں کہنا ہوں۔ سیدنا حسنؓ شرع سے ہی اس جنگ و جدل کے حق میں نہ تھے اور خون کے ان دو پرانوں سے مراد جملہ مصیفین کے معرکے ہیں۔

حاشیہ ۶۔ باقر عباسی کہ ہے جب جناب امیر کے احباب نے ان کی نصرت و حمایت کی
تو ان کو آپ نے بالے میں لٹا کر مار ڈالا۔ بخدا کہ مجھے معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسے (۱۳)
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہی علیہ السلام نے آپ کی خلافت کے لئے کچھ اور فرمایا۔
یہ بھی کلام میں سوال ہے چند ایک کے کسی نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور یہی آپ کو خلیفہ
مفتخ بن کر ملے والے آپ کا ساقی رہا۔

ان حالات میں اگر سیدنا علیؑ بنی عدیلہ کے اس انکار پر عمل فرماتے جو طایفہ علیؑ کے
اپنی مشرور فتنان کا تابعیت جہاد العیون میں بیان کیا ہے۔ یعنی سیدنا علیؑ نے شہادت کے وقت
سیدنا حسنؑ کو فرمایا ہے: میں تم کو اس طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح مجھے رسول اللہؐ نے وصیت
کی ہے۔ اسے فرزندِ محبوب میں دیا ہے مفارقت کروں اور میرے صحابہ تم سے موافق نہ رہیں۔ اس
وقت خلیفہ بن رہنا اور گناہوں میں مبتلا اور گنہگار کو مقصودِ بزرگ قرار نہ دینا وجہِ علیؑ کی مشرور
کلمہ سیدنا علیؑ خود سیدنا پر عمل فرماتے تو یہی جنتِ حلیل کا ٹکڑہ ہے۔ آنا نہ ہی
صدقہ میں فضل عام۔ اور نہ ہی کلمہ المیامت میں نشت و فراق کا سبب بننا۔

وہی ہے جو کہ

واقعه تحکیم

پیدیا علی کی نام نہاد خلافت کی مدت ۵۲ ہوتا ہے۔

آپ کی نام نہاد خلافت کے ذور دور ہوئے پہلا دور ابتداء کے عداوت کے

عزیز اور دوسرا اور عزیز اس کے لیے یہ ہے کہ اس نے اپنے لیے ایک عظیم شہر بنایا ہے۔
جنگ خلیج میں قتل عام نے پورے عالم اسلام کو ہندو لڑکھو دیا تھا۔ خود
سیدنا علیؓ اور ان کے کنبہ کے وہ لوگ جن کا شہادت عثمانؓ نے سے کوئی تعلق نہ تھا اور جہ
اس وقت تک وہ وفات کو سمجھ ہی نہ پائے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اس قتل عام
سے ان کی باطنی زمینیں ہمدردیوں ہی خلیج کے ہم کیا کر رہے ہیں اور یہ سوچتے پر ہموں ہو
چکے تھے کہ جس قدر زیادہ ہوسے اس خاتمہ کی سبکی کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ دوسری
طرف سیدنا معاویہؓ اور ان کے کنبہ کے لوگ شورش سے ہی اس خاتمہ کی سبکی کی منتظر تھے
اگرچہ قائلین سیدنا ذوالنورینؓ سے قصاص کے مطالبہ کے مرفعت پر وہ قائم
تھے مگر لڑائی میں ان کے آؤں سے آؤں ان کا انداز صرف مدافعت تھا۔ یہاں یہ بات
قابل غور ہے کہ اگر

سیدنا مسعودؓ کو سیدنا علیؓ سے کوئی ذاتی محافضت

یا حصولِ خلافت کے لئے کوئی حقیقت ہو تو

تو ان کے لئے بہترین موقع تھا کہ وہ جنگ

جہل میں سید و صدیقہ کا ثبات کا ساتھ دیتے

جنگ جہل کے ذمت سیدنا معاذؓ کا خیال تھا کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے خون
 جہنم کے قہاس کے لئے جب نام آنت کی جاہل اندریاں مہالہ کے کواٹھڑی
 مہرٹی میں نوکوفی صورت نہیں کروا اپنے اس معنی برحق مطالبہ میں کامیاب نہ
 ہو سکیں مگر جب واقعات نے اُس صورت اختیار کر لیا تو قہاس کے طالبہ
 کی عدالتے باگشت فرام کی دواہر کے گرے نچے گئی۔ سیدنا علیؓ کو یہ صورت حال

بہند نہ تھی۔ چنانچہ آپ اپنے مستقر خلافت کی طرف سے عازم شام ہوئے سیدنا معاویہؓ کے لئے خونِ فدائیت کے قصاصِ مخالفہ کے ساتھ انہیں اپنی سلامتی کی فکر بھی لاحق ہو گئی۔ اور پھر اس صورت میں کہ سیدنا علیؓ کو ان کی نام نہاد خلافت سے انہی کے منکر کردہ ٹائٹلوں نے تمام عالم اسلام کے مشورہ سے خلافت سے معزول کر دیا تھا۔

۱۔ جنگِ خین کے بعد سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ بکلیہ تمام امت کے مشورے فیصلہ ہو کر اس جنگ کے لئے دو حکم تجویز کیے جائیں۔ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے سیدنا عمرؓ بن الخطاب اور سیدنا علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ حکم مقرر ہوئے۔ ہر دو نے پورے چھ ماہ عرصہ خوش کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ سیدنا علیؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ اس موقع پر فریقین کی طرف سے چار چار سو منتخب افراد موجود تھے۔ درختِ یرمغینؓ میں شہید جو سیدنا علیؓ کی طرف سے حکم مقرر ہوئے تھے وہ آپ کے بھتیجے داماد تھے۔ دوسری بات یہ کہ معاویہؓ میرکٹ سیدنا علیؓ کی خلافت کا تختہ انہیں بجالا رکھا جائے یا انہیں معزول کر کے نئے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے۔

سیدنا معاویہؓ کی پوزیشن ایک صوبہ کے عامل کی تھی۔ ان کا عزل یا اپنے صوبہ پر عامل رہنا خلیفہ وقت کے اختیار میں تھا۔ نہ کہ حکمین کے اختیار میں۔ اور پھر ہمیں کسی تاریخ میں اس قسم کا ایک بلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ کہ آپ مدعی خلافت تھے۔ سیدنا علیؓ سے آپ کا اختلاف صرف اس بات پر تھا کہ تین عثمانؓ سے قصاص دیا جائے۔ سیدنا معاویہؓ کا سات کے بعد سیدنا عثمانؓ کے بیٹے ابی الدرداءؓ ہی تھے۔ سیدنا علیؓ کو صفینؓ میں اپنی کے بعد خود معلوم ہو گیا تھا اس لئے اس کا خلاف کیا، نہ کہ وہ بھی حکمران نہیں تھے۔ بلکہ آپ نے سیدنا عثمانؓ کا خلاف اسے متعلق واضح طور پر فرما دیا تھا کہ معاویہؓ کی امارت سے کوہنٹ نہ کرنا۔ قسم بخدا اگر تم نے انہیں بھی معزول کر دیا تو دیکھنا کہ تمہوں سے ستر خیل کی طرف سے کٹ کر گریں گے۔

(ازالۃ الغلط جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

سیدنا حسنؓ کی خلافت

سیدنا علیؓ شہادت کے وقت سیاسی زبان میں ایک معزول خلیفہ تھے۔ اس صورت میں سیدنا حسنؓ کی شہنشاہی خلافت کو بھی ایک قسم کا عبوری دور ہی کہا جائے گا۔ اول تو سیدنا علیؓ اس بات کے مجاز ہی نہ تھے کہ معزول ہونے کے بعد کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما سکیں اور پھر اس قسم کے شواہد بھی نشہ معنی ہیں جن میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے کہ سیدنا علیؓ نے آخری وقت سیدنا حسنؓ کی خلافت کے لئے وصیت فرمائی تھی۔

چنانچہ مشہور شیعہ محقق ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جب اکیسویں ماہ مبارک سن کی ہوئی حضرت علیؓ نے اپنے فرزندوں اور اہل بیت کو جمع کر کے فرمایا خدا میری جانب سے تم پر خلیفہ ہے۔ وہی خلیفہ ہے اور وہ نیک ہمیں ہے۔

(اعلا والعبیدین جلد اول صفحہ ۸۵، ۸۶ مطبوعہ ۱۳۰۱ھ)

چونکہ سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد نصف عالم اسلام ایک خلا کا ٹکڑا رہ گیا تھا۔ اور وہ قریباً اس مرتبہ و مقام کا کوئی دوسرا شخص ہی موجود نہ تھا اس لئے سیدنا حسنؓ زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور اس نام نہاد خلافت کا بوجھ اٹھانے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔

ایک طرف آپ کے جمع مبارک تک اپنے متعلق یہ بات پہنچ چکی تھی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کا سبب بنے گا۔ اور دوسری آپ تک نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کی آواز بھی پہنچ چکی تھی کہ لا تذهب الانیام والدیالی حتی میلک معاویہ۔ یعنی ایک نہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ معاویہؓ بادشاہ بن جائیں گے پھر آپ کے سامنے اپنے گرامی قدر والد کی اس وصیت کے الفاظ بھی تھے کہ بیٹا! تم معاویہؓ کی حکومت سے نفرت نہ کرنا۔

کیا سیدنا حسن بھی نامہا خلیفہ تھے؟

یہ وہ عنوان ہے جس کی طرف آج تک کسی مورخ نے توجہ نہ دی بلکہ اس عنوان کو ہر مورخ ہر سری طور پر نظر انداز کرتے ہوئے آپ کی خلافت کو بھی ایک قسم کا عبوری ذکر کہتے ہوئے گزر گیا۔ مگر ایک لحاظ سے آپ کو مسلمہ خلیفہ کہنا بھی بے جا نہیں۔

۱۔ چونکہ آپ کی خلافت کے خلاف تمام عالم اسلام میں کسی ایک مقام سے بھی کوئی تمکداز نہ اٹھائی گئی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کو تمام خلافت پہنچانے ہی اس قسم کی آوازیں ہر چار اطراف سے سننا پڑی تھیں کہ یہ خلافت قائلین سیدنا ذوالنورینؓ کی جھگڑے مند سے معرض وجود میں آئی ہے۔

۲۔ آپ نے حصول خلافت کے لئے خود کوئی کوشش نہ کی بلکہ موجود افراد نے جن میں صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے۔ خلیفہ منتخب کیا۔

سیدنا حسنؓ سیدنا معاویہؓ کے حق میں امور خلافت سے دستبردار ہو گئے

سیدنا حسنؓ اگر خلافت پر قائم رہنا چاہتے تو سیدنا معاویہؓ یقیناً ان کے ہاتھ پر بیعت خداوند کریمؐ کی بجائے سیدنا حسنؓ کے پیش نظر نبی علیہ السلام کی وہ بیعتیں موجود تھیں جو گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔ آپ کے لئے سیدنا معاویہؓ کے حق میں امور خلافت سے دستبردار ہونا بھی آسان تھا۔ آپ خوب جانتے تھے کہ سبائی فتنہ پر دازوں کے گھیرائے نکل کر امور خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کرنے کے راستہ میں کئی مشکلات ہیں۔ آپ نے پہلے اس امر کے لئے فضا ساز کار کرنا شروع کی۔ چنانچہ مجلسی کا کہنا ہے کہ جلد جلد لوگ نام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اور امام حسنؓ نے ان سے شرط کی کہ جس سے میں صلہ کروں تم بھی صلہ کرو اور جس

سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو۔ ان لوگوں نے قبول کیا اور ذریعہ جلاء العین (۳۴۳ھ) گویا امر خلافت کے انقضاء کے وقت ہی آپ اس بات کا ارادہ کئے ہوئے تھے کہ میں اس ذمہ داری سے سیدنا معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو جاؤں گا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تحقیق میں بعد حمد و ثناء خدا امید رکھتا ہوں کہ اس خلق پر بہترین خیر خواہ ترین مردم ہوں اور کسی مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں اور کسی طرف سے میرے دل میں ارادہ بدی نہیں اور مسلمانوں کی جمعیت کو پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔ اور جو صلاح تم اپنے حق میں بہتر جانتے ہو۔ اس سے بہتر جانتا ہوں۔ پس لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور میری رائے کو اپنے حق میں نہ کرو اور ذریعہ جلاء العین (۳۴۵ھ) صفر ۳۴۵ھ

ان تصریحات سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ خوب جانتے تھے کہ امور خلافت سے دستبردار رہیں۔ یہ لوگ شاید صرف مخالفت پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مجھ پر حملہ آور بھی ہو جائیں۔ آپ کا یہ قیاس سو فی صدی درست نکلا۔

گروہ سبائیہ نے آپ پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ معاویہؓ سے فداً جنگ شروع کی جائے۔ حالانکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ معاویہؓ سے ملکر لے کر سیدنا علیؓ ہی برا نہیں ہو سکے۔ تو موجودہ حالات میں یہ پیش قدمی ہمارے بس کا روگ نہیں مگر انہیں فتح یا کامرانی سے غرض نہ تھی۔ ان کا اصل مقصد مدعا یہ تھا کہ

مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر ختم کر دیا جائے

نام کہ دین مجوس و یہود سے جو اس معترض وجود

میں آچکا ہے حکومت اس کے ہاتھوں میں

آجائے۔



سیدنا حسن نے بڑا معاویہ کیساتھ معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی

سیدنا حسن کے بڑا معاویہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے محرکات معائنہ گذشتہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر اہل ائمہ و ابیائے دین کے روضہ شریف میں بیعت کی بات کہی ہے۔ سیدنا حسن نے ایک موقع پر فرمایا ان کی کان بیکر دشتی الخیر سے والد مجھ سے فرماتے تھے کہ معاویہ ضرور خلافت پر فائز ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر یہ اہل اہل اور درختوں جیسی بڑی قوت سے بھی ان کے مقابل آتے تو وہ ضرور غالب رہتے۔ خدا کی حکمت کو نہ کوئی ٹوٹا سکتا ہے اور نہ اس کا ارادہ ٹپا جاسکتا ہے۔

(الامانت والبیعت جلد اول صفحہ ۱۷۴)

سیدنا علیؑ کو خوب معلوم ہو چکا تھا کہ میرے ارد گرد جو لوگ ہیں میں یہ سب نافی بل اختیار اور اس قدر دشمن ذہنیتوں کے حامل ہیں۔ اسی لئے بار بار آپ سیدنا حسنؑ کو وصیت فرماتے رہے کہ تمہیں ہر صورت میں سیدنا معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہوگی۔

بیعت کس طرح ہوئی | اسی کے بعد وفائی، سستی اور نفاق پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ ہمارے دو دشمن ہیں۔ اس حجت پر یہ تمام کرنا ہوں۔ لازم ہے کہ کل فساد موقع میں جمع ہو جائے۔ اور بیعت نہ توڑو۔ عقوبت الہی سے ڈرو۔ پس دس روز تک اس مقام پر توقف فرمایا۔ مگر چار ہزار سے زیادہ لوگ آپ کے پاس جمع نہ ہوئے۔ امام حسنؑ امیر پر تشرف سے گئے اور فرمایا مجھے اس گروہ

لے الامانت والبیعت کو ابی عبداللہ بن سہل قتبہ الدیموری منوفی ۴۷۰ھ کی تالیف بیان کیا جاتا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ دیویری کی تالیفات کی فہرست جو ابن ندیم نے کی ہے اس میں الامانت والبیعت کا نام نہیں اور الامانت والبیعت میں بعض واقعات چند مصرعی غبار سے روایت کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دیویری بھی مصرعے ہی نہیں۔

نے تعجب ہے جو نہ جیاد کھتے ہیں نہ ایمان۔ تو پڑے ہو۔ بخدا سو گند معاویہؓ جس بات کا میرے قتل پر ضامن ہوا اس پر وہ دفا نہ کرے گا۔ اور میں تمہارے لئے چاہتا تھا کہ دین حق کو برپا کروں مگر تم نے میری مدد نہ کی۔ میں تمہارا عہد شکن کر سکتا ہوں۔

..... جب امام حسنؑ اپنے اہل بیت سے باہر گئے تو معاویہؓ کو جواب دیا۔
..... کہ میں چند شرائط پر تمہارے صلح کرتا ہوں۔

(رجلاء البیعت جلد اول صفحہ ۲۲۶)

ملا باقر صاحب قیوہا حضرت حسنؑ کے ساتھ چار ہزار آدمی بیان کرتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ کی روایت صحیح صورت کاسننے آتی ہے۔
..... سیدنا معاویہؓ نے ترغیب بنفس میں سے دو آدمیوں یعنی عبدالرحمن بن عمرو اور عبداللہ بن کویز کو سیدنا حسنؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان کے سامنے اپنے مطالبات بکھو۔ چنانچہ دونوں صاحب تشرفیت لائے۔ ملاقات کی گفتگو کی۔ پیغام بھیجا اور مطالبات پیش کئے۔ حسنؑ بن علیؑ نے فرمایا۔ ہم ہر عبدالمطلب اس مال خلافت سے معذور ہائے۔ اور اس اہمیت سے بے وجہ اپنا غرض ضائع کیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ ان معاویہؓ کی طرف سے پیشکش ہے اور ایسا ایسا مطالبہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے ہمس کی ضمانت کون دے گا؟ ان دونوں نے کہا۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ چنانچہ حضرت حسنؑ نے جو بھی کہا وہ کرتے گئے۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ اسی طرح انہوں نے صلح کر لی۔

ملا باقر صاحب قیوہا کہ نبی علیہ السلام نے امام حسنؑ کو اٹھا کر میز سے اٹھایا۔ اور مبارک کر کے کہا۔ یہ میرا فرزند اس اہمیت کا بزرگوار ہے اور شاید خدا بیکر حسنؑ اس اہمیت کے دو گروہوں میں صلح کرادے۔ (رجلاء البیعت جلد اول صفحہ ۱۳۱ سطر ۴)

ملا باقر کے اس قول میں خط کشیدہ الفاظ ان جابل میلوں کے مہر پر ایک زمانے دار تعبیر ہے جو سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو شقۃ البیعت کہتے ہیں۔
غرضکہ سیدنا حسنؑ کی سیدنا معاویہؓ کے (خبر پر بیعت خلافت کی جو بیعت تھی اس سے آخری تعبیر ہی نکلتا ہے کہ سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار

ہمارے حضرت کو بیچ میں لے لیا اور جب سابط مدائن میں پہنچے جراح بن سنان اس کے قتل
نے کلام سید آئمہ شریف کو کھلی اور ایک خیران مبارک پر مارا کہ استخوان تک شکست
ہو گیا اور بروایت دیگر پہلو پر پڑا اور پس ملازمان دوا ایمان درستان امام حسن سے اس
ملازم کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ اور حضرت کو تاجی میں بٹھا کر مدائن لے گئے اور بن مسعود غفنی
کے گھر میں نہ دینے نہ لے کر طرقت سے واپس مدائن تھا نزدیکی ابلال فرمایا۔ اور وہ تھا کہ کاجا تھا۔
پس محنت کر اپنے بچا کے پاس آیا اور کہا ہلا مام حسن کو ہم محاورہ کو دیدیں یہ معاویہ اس
کے قرض میں ہم کو ولایت دیے۔ بعد سے کبیرا پڑا ہو تو کیا کہتا ہے۔ میں امام حسنؑ کو لوگوں
پر درگوار کی طرقت سے مدائن کا حاکم ہوں۔۔۔

لے تمام رشتہ جہنم سے اس مقام پر آئے چاکر حیدر دیکھو اس کو زنا کر کے سیدنا معاویہؓ کے پاس بچا
دیا جائے شاید اس کے عرصہ میں میں معاویہ کوئی رویت دیکھ سکے گا۔ یہی تاریخ اسلام کے ایک نہایت گھناؤنے کردار
کی صورت میں خود راہ گزشتہ ہوتا رہتا رہی اللہ تعالیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

تمام کے متعلق پر وزیر راجن ہارت نواری نے اپنی تالیف تاریخ اندلس میں بڑی تفصیل سے واقعات
لکھے ہیں جن کو لکھا ہے کہ تمام نہایت چالاک و منہک ہوشیار کیے سوال و جوابی تھا غرض میں شہر اور مکتا
میں روایا سے کم تھا کہ کسی عادی باہمی فریاد اور فریاد ہو رہا۔ آئندہ سے آئندہ جمہوریت کے حامیوں کے
کے کہ مطلق العنان بادشاہی کے لیے بیکرے دلوں تک کو قریب الیہ تھا جس میں قضا کی دیکھی شریک رہا ہو۔
اپنے اس مخلوق سے جس سے کوئی کوئی نہ تھا کہ اس کے کیا میں مخالف ہے انہوں پر جتنی تباہی کے لیے اس نے
اپنی ہی طبیعت اور زجاج کا ایک خلاصی کیا دیکھا تھا۔ اس کے خلاف کوئی نہ تھی کا یہ حال تھا کہ جس بات کا آں
خیال یا قصد یا ارادہ یا حکم کیا ہے وہ بالکل تھا۔ ایسے خدا کے عجیب اور جلیق مقتاد میں ایک بڑا فرق
یہ تھا کہ جب مختار اپنی عیب دانی اور اباہی قابلیتوں پر نہار نہ تھا تو کسی کو انکار کی کوئی گنجائش نہ ہوتی
تھی کیونکہ تو وہ اگر اس کی پیش گوئی کے مطابق نہ آتا تو وہ آسانی سے جواب دیتا تھا کہ خدائے پناہ ارادہ بلی
دیا ہے۔ مختار نے جتنے سوانح عجیب بڑی حد تک سے میرے ہاتھ میں شیعوں کی سرداری کا سوانح تہذیب ہوا تو
اس کی طبیعت اور مزاج کے لئے بہت ہی مرغوب اور موزوں تھا۔ مختار نے جب لشکر شام کے مقابلہ پر
(۱۶۱) (کلام غفر)

جب شیعیان امام حسنؑ نے یہ کلام سنا تو چاکر مختار کو قتل کر دیں۔ مگر شفاء سے ہم مختار
اس کی تفسیر سے درگزر کیا۔ پس بعد ایک جراح کو لایا اور زخم کا علاج کیا۔ اکثر دوسرے
لشکر امام حسنؑ کے محاورہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و متقاد ہیں تم جلد عراق پہنچو ہم حسنؑ کو پکڑ کر
تمہارے حواسے کر دیں گے۔

مجھے ملا باقر کے ایسے مژنا سے اتفاق نہیں ہے۔ اصل حقیقت مرث اس تہذیب
کے سیدنا حسنؑ نے اپنی باطنی فرست اور بصیرت سے اندازہ لگایا تھا اور بنی اکرم کے ارشاد اور
اپنے والد گرامی قدر کی وصیت کے مطابق وہ اس مقام پر پہنچے تھے کہ مرث کی بھلائی مرث
اس بات میں ہے کہ امور خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر دینے جائیں۔

(دیکھو تاریخ کوثر صفحہ ۱۸۷) جانے کے لیے اپنے لشکر کو لکھا کہ ان کے سامنے ایک سرسبز مزار کو دی۔ جو کئی مہینے
سے بہت ہی واجب قیامت یعنی دہزار روپے میں خریدی تھی سگڑوں کو کہ شہر سے منہ کر کے تیار کر دو۔ جناب امیر المومنینؑ
کا کہہ رہے ہیں اور اس کو پیش کر کے یہ تحریر کیا۔

اسے لشکر کے لوگوں نے یہ کہہ کر تمہارے حق میں ایسی ہی مبارک ہے جیسے کہنا ہو سکتا ہے۔ جو اس میں سے حق ہی ہوا تھا
اسے مرثا میں اپنے ساتھ رکھو اور جہاں سے زیادہ کشت و خون ہو وہاں سے دھواں اور آگ سے شوق سے
بچاؤ۔ اگر فتح ہو جائے تو کچھ کو قتل نہ کیا۔ اور اگر شکست ہو تو قیامت نہ مارنا۔ کیونکہ مجھ کو
ایہام تھا ہے کہ اس میں صورت میں تم پر ملائکہ کا نزول ہو گا اور تمہارا گھر کو دیکھو کہ وہ سیدنا کوثرؑ کی
شکل میں اپنے اُستے ہوئے گئے۔ اصل میں مختار نے چند کیوں کر کوثرؑ میں ہائے غم سے متعلق اپنے چند جملے
کو جو شکر کے ساتھ جاری تھے یہ کہہ کر دے تھے کہ اگر مرثا میں بات کیا جائے تو کیوں کر کوثرؑ کو مرثا
تخلو جاتا تھا کہ جب ان کو تہذیب پر مامور کیا تو وہ سیدنا کوثرؑ کے پاس آئے۔ ان کے وہ فائدے تھے کہ کوثرؑ
نے یہ یوں رکھا تھا کہ کوثرؑ آئے ہیں جہاں کوثرؑ کا اور دوسرے پر کشتی ڈٹ کر قتل کر دیے۔ اگر
۶۸۶ء میں موصل کے قریب جنگ ہوئی اور ان کا سردار سیدنا ابوبکرؑ زیادہ مارا گیا آخر خدا رحمہ تعالیٰ نے
کے ہاتھوں قتل ہوا (انہیں جنت تارکات میں ملے گا۔ ۲)

(اگرچہ میں مختار اس سنت پر عمل کرنے والے ہوں میں انہیں پیدا ہوئے) اس میں اس میں موزوں ہے۔ جو عقیدہ
(۱۶۱) (کلام غفر)

عام الجماعت یہ وہ بابرک سال ہے جس کو متاخرین نے اتحاد و اتفاق کا سال قرار دیا۔ عالم اسلام کا تہمت و افتراق ختم ہو گیا۔ پھر سے ہونے لگے۔ جہاد کا تہمت شدہ فریضہ اذہر نواہد نظام کے تحت شروع ہوا۔ اور اس تمام سعادت و خوش بختی کا سبب صرف ایک واحد شخصیت کے حصے میں آیا جسے تاریخ فرسہ رسولؐ نے بگڑناظر، فرزند علیؑ، سیدنا حسنؑ کے نام سے جانتی اور

(بجز جانشین گذشتہ صفحہ) حکیمہ دایہ کذبہ امام جعفر نے کیں شہر پہلو رکھ کر بات کرنا ہوں سے کہ مرکز قادیان تک اسی سمت پہل کر کے والے تہذیب کے فحاشات میں ہزاروں اشخاص آپ کو تکرار میں لگے۔ اور پاکستان بننے کے بعد چار سے دو تہذیب آئے روز گریٹ کی طرح سیاسی پارٹیاں بدلتے چلے آ رہے ہیں سب خدا کی مدد عالی ذریعہ ہیں آج خدا کو جعفر میر خوار کیے دانوں کی گئی نہیں جن لوگوں نے فاروقی انجم شہید کرتے دے ہوئی غلام فروز کو با شجاع یعنی اللہ تعالیٰ کہا انہوں نے ختم کو سب کچھ جاننے کے باوجود کہ وہ طایفوں کا جانی دشمن تھا مصلحت اس وجہ سے امیر کا خطاب بخشا کہ اس نے مسلمانوں کے قتل عام میں اپنی توانائیاں صرف کرنے میں پوری پوری کوشش سے کام لیا۔

ختمہ کامل زادہ حکومت ۱۴ ربیع الاول ۹۹۷ھ سے ۱۵ رمضان ۹۹۷ھ یعنی صرف ۱۸ ماہ بھری ہے مگر اس فقرہ میں اس نے حسب اہل بیت کا سوا کچھ بھڑک کر جو قتل عام کیا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے مالا کثرت یہیت کے مضموم آئمہ اسے ہمیشہ دھمکارتے رہے۔

مجھے امام جعفر جعفر صادقؑ اسے روایت ہے کہ ختمہ حضرت امام زین العابدینؑ سے غلط مدائیں منسوب کرتا تھا (رجال کشی بحوالہ ختمہ رنامہ ص ۳۴)

پانچویں امام ختمہ باقرؑ کہتے ہیں کہ ختمہ زین العابدینؑ کی خدمت میں تعارف بھیجے مگر انہوں نے یہ کہہ کر کہ میں دو غلو کا پیروں نہیں کرتا سب تعارف واپس بھیج دیے (ختمہ رنامہ ص ۳۴)

ایک دفعہ ختمہ زین العابدینؑ کی خدمت میں ایک لاکھ دہم بھیجے مگر آپ نے قبول کرنا نہ کیا اور اسی جھینے میں خطوہ محوسی کی رقم لے کر دفن کر دی ختمہ کے قتل کے بعد امیر المؤمنین عبد الملک کو مطلع کیا انہوں نے کہا خرچ کر لینے رکنا بے غرضت حسن بن سلیمان بھرا (ختمہ رنامہ ص ۳۴) (باقی اگلے صفحہ پر)

پہنچتی ہے۔ اس بطل جلیل اور مل عظیم کے احسانات سے اُمت قیامت تک برکت نہیں ہوسکے گی۔ آپ کے اس عظیم کارنامہ اتحاد المسلمین کی پھر بھی کیفیت آگئی جو خلفائے ثلاثہؑ کے زمانہ میں نہ ہو سکتی۔

حضرت معاویہؓ اس کے بعد بیس سال تک مسند خلافت پر متمکن رہے۔ اور اپنی نظیر فرستے بے مثال حسن تدبیر سے اندرون ملک تمام فتنہ دازانہ سرگرمیوں کو کچلوا رکھ دیا۔ اور بیرون ملک جہاد کا از سر نو انتظام کیا گیا۔ ہر طرف خوشی و انبساط، اور نازخ البالی کی لہریں دوڑ گئیں۔ امیر معاویہؓ اپنے اصول حکمرانی، علم و کرم، عدل انصاف، وجود سخا سے رعایا کے محبوب بن گئے۔ مسلمان نہیں رہتی دنیا سیدنا حسنؑ اور سیدنا معاویہؓ کی سرگرداں رہیں گی۔

تاریخی صفحات میں سیدنا امیر معاویہؓ کو اموی سلطنت کا بانی کہا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت اموی کے بانی اس لحاظ سے سیدنا حسنؑ تھے

شرائط صلح

مختلف تاریخوں میں شرائط صلح کی دفعات و تفصیلات میں اختلاف ہے

بقیہ تاریخ گذشتہ صفحہ امام زین العابدینؑ ختمہ پر لعنت بھیجا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اس نے پروردگار پر بہتان باندھا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ ختمہ مروی نازل ہوئی ہے حضرت جعفرؑ رما کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ الثعلبہ حضرت امیر المؤمنین اور حضرت حسینؑ اسے جہنم میں دیکھیں ابتدا میں وہ جعفر صادقؑ کی امامت کا قائل تھا۔ بلکہ جہنم بن معوان کے عقیدے پر تھا جناب امیرؑ کی شہادت پر لوگوں کو خیال تھا کہ حضرتؑ بھی ابن ابی بلجم کا سہم ہے جس لئے کو فہم میں ہر شب اس کے بعد لوگ اس پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔

تخلیف میں تقریباً سید محمد ابراہیم مجتہد العصر
بحوالہ ختمہ رنامہ ص ۳۴/۳۵

دیوبندی کا بیان قرین قیاس نظر آتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق صلح کی دعوت حسب ذیل تھیں۔

- ۱۔ کسی عراقی کو معض پرانی عداوت کی بنا پر نہ پکڑا جائے۔
 - ۲۔ بلا استثنا سب کو امان دی جائے۔
 - ۳۔ اہل عراق کی بدزبانوں کو انجیز کیا جائے۔
 - ۴۔ دارا بلجہرہ کا پورا اخراج حضرت حسن کے لئے مفوض کر دیا جائے۔
 - ۵۔ حضرت حسن کو دلاکو سالانہ دینے جائیں۔
 - ۶۔ وظائف میں بنی ہاشم کو بنی امیہ پر ترجیح دی جائے۔
- سیدنا امیر معاویہ نے اپنے حکم سے یہ اقرار نامہ لکھ کر کابریں شام کی شہادتیں لکھ کر اور ہر کر کے عمید اللہ ابن عباس کے ذریعے حضرت حسن کے پاس بھیج دیا۔ معاویہ نے یہ طریق جس کی تاریخ تصادف یا تاریخوں کا مجموعہ ہے یہاں بھی تصادف و روایتیں بیان کرنا بہ پہلی روایت کے مطابق قرین شریعت بیان کرتا ہے۔
- ۱۔ کوثر کے بیت افعال کا تمام روایت حضرت حسن کو دے دیا جائے۔
 - ۲۔ دارا بلجہرہ کو خراج آپ کے لئے مفوض کر دیا جائے۔
 - ۳۔ حضرت علی پر سب پر شتم نہ کیا جائے۔
- طبری کی دوسری روایت ہے کہ امیر معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر کے حضرت حسن کے پاس بھیج دیا تھا کہ آپ جو شرطیں لکھ کر میرے پاس بھیج دیں گے مجھے منظور میں چنانچہ حضرت حسن نے اپنی شرطیں دو گنی کر کے بھیج دیں مگر امیر معاویہ نے قبول نہ کیں۔
- طبری کی پہلی روایت کی تیسری شرط مصر کا کذب ہے۔ چونکہ سیدنا علی پر شتم کی لم سراسر جلی ہے۔ اور دوسری روایت مصر سے وضعی ہے۔
- معاویہ کی بعض کہانوں میں یہ شرط بھی ملتی ہے کہ امیر معاویہ نے بعد حضرت حسن خیار مملو اس شرط کے مطابق دینی روایت میں نہیں ہے اس کے بدل کر آپ کی دعا کے

مستعلق ذہن غورانی کا افسانہ تراشا قریب۔ العبد موطین کی کسی کتاب میں یہ شرط موجود نہیں یعنی طبری نے باوجود اپنے شیخ کے اسے بیان نہیں کیا۔ اور یعقوبی، نسوی اور ابن اثیر نے بھی اس شرط کے متعلق کہیں اشارہ نہ کیا۔ یا ران طریقت نے بہت بعد میں یہ داستان تراشی ہے۔ اگر اس شرط کا کوئی وجود ہوتا تو امیر بیزید کے ولید بعدی کے چورسات سالہ دور میں کہیں نہ کہیں سے یہ آواز ضرور پیدا ہوتی اور خود بھی طور پر سیدنا عبداللہ بن زبیر جن کے زمانہ بخاریہ میں حصول خلافت کا خیال موجود تھا ضرور کسی موقع پر اس شرط کا اظہار کرتے۔ اور سب سے اہم یہ کہ سیدنا حسین اپنے خروج کے وقت ضرور اسے بیان کرتے۔

سیدنا حسن نے مجمع عام میں زبانی بھی اس مصلحہ کی تصدیق فرمائی۔ (بخاری و ابوداؤد ۲/۲۲۲) احتیاج و اسلاف اگر اس مجمع میں سیدنا معاویہ کے ہاتھ پر حجت کرتے وقت آپ نے بھی اس شرط کا اظہار نہ فرمایا۔ یوں حضور صادق و معصوم قائم المعصومین کے اس ارشاد یعنی الخلافت فی المہدین و الاملاک بالانصار یعنی خلافت نبوت مدینہ میں ہوگی اور خلافت مملکت میں نہیں کہ تب یہی ہوگی۔

سیدنا معاویہ و حسین جب سیدنا معاویہ باقاعدہ ولیف منصب ہو گئے تو ملک میں امن و امان کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس سال کو عام الجماعت کا نام دیا۔ سیدنا معاویہ کا حضرت امیر حسین کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ رہا۔ مقررہ وظائف کے علاوہ وقتاً فوقتاً انہیں گواہی و تعظیفات سے نوازا جاتا رہا۔ دونوں بھائی عداوت ہر سال سیدنا معاویہ کی خدمت میں دشمن حاضر ہوتے رہے اور امیر المؤمنین کے خواتین و بھائیوں کی حیثیت سے ہفتوں وہاں قیام فرماتے رہے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ جب خلافت معاویہ کی قائم ہو گئی تو حسین اپنے بھائی حسن کے ساتھ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں بھائیوں کی بہت زیادہ عزت کرتے۔ چاہتے۔ عطیات سے شاد و کام کرتے۔ ایک دفعہ ایک ہی

دن میں انہیں میں لاکھ درہم عطا کئے اور ابدیہ ملکہ منشا کا ترجمہ
یہی علامہ ابن کثیر زید بن الحباب کی روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کن بن
علی معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسا گناہ عطا کر دوں گا
جو مجھ سے پہلے کسی نے کسی کو نہ دیا ہو گا۔ چنانچہ چالیس لاکھ درہم دیئے اور ایک
بار جب دو نوں بغاوتی دشمن پہنچے تو ہر ایک کو بیس بیس لاکھ کے عطا سے شاہ کام
کیا اور ابدیہ ملکہ منشا کا ترجمہ

شیخ السید فر کا شام ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔ معاویہ دنیا میں پہلے شخص تھے
جنہوں نے دس دس لاکھ درہم عطا کئے اور ان کا فرزند زید (پہلا شخص ہے جس نے
اس رقم کو دو گنا کیا اور یہ عطیات علی کے دو نوں بنیوں حسن حسین کو ہر سال
دس دس لاکھ عطا ہوتے اور اسی طرح عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر
کو بھی دیئے جاتے (عبد ملکہ)

یہ عطیات سالانہ وظائف کے علاوہ دیئے جاتے جو یا تو خمس اور نئے میں سے
ہوتے یا اس مال میں سے جو ملک کی ضروریات سے زائد ہوتا اور یا فلیفہ اپنے ذاتی
مال سے دیتے۔

معاویہ کو مجلس لکھتا ہے کہ امام حسن ایک بار معاویہ کے پاس دشت گئے اتفاقاً
اس روز بہت مال و متاع کسی موضع سے اس کے پاس لائے جب فہرست
معاویہ کو پڑی۔ معاویہ نے امام حسن کو دیدی (جلال السیوطی اول ملکہ ۳)

آگے چل کر مجلس لکھتا ہے کہ جب معاویہ مدینہ میں آکر مجلس عام میں بیٹھا
اشراف مدینہ کو بلا یا اور ہر شخص کو پانچ سو درہم سے سو ہزار درہم تک اس کی رعایت
کئے مطابق دیئے امام حسن یا لیکن آخر میں پہنچے معاویہ نے کہا آپ دیر کر کے اس
وجہ سے آئے کہ مجھے کچھ سون اور خیریں بتائیں یہ کہ معاویہ نے فریاد کیا کہ ہمارا
اب تک میں نے جس قدر تم کو عطا کیا ہے اس سب کے برابر تم کو دیا جائے (ابن ابی)

سیدنا حسن کی امولوں سے رشتہ داروں کا

سیدنا علی کے اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ یعنی سیدنا حسن کے
ستر و بیانی اور اٹھارہ بہنیں تھیں ان میں سے سیدہ رملہ بنت علیؓ سیدنا معاویہؓ
ابن مروان کے نکاح میں تھیں (مجموعہ انساب ابن حزم منشا)

سیدنا حسن کی دوسری بہن امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان کے نکاح
میں تھیں (ابن ابی ہاشم) سیدنا حسن کی تیسری بہن سیدہ خدیجہ امیر عامل بن کر
اموی کے فرزند عبد الرحمن کے نکاح میں تھیں۔ (مجموعہ منشا)

آگے چلے سیدنا حسن کی پوتیوں کے متعلق سنئے :-

۱۔ نفیسہ بنت زید بن حسن امیر المؤمنین و بعد بن عبد الملک سے بیاہی گئی
تھی۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو اس نکاح کا اقرار کرنا قبول نہ ہو سکا انہوں
نے ترز و جبت کے بجائے خرجت الی الولید یعنی ولید کی طرف بھاگ گئی کھ
کر اپنے خربٹ باطن کا ثبوت دینے میں شرم محسوس نہ کی۔ لیکن اس کے
باوجود زید ولید کے پاس جاتے رہے ایک بار ولید نے زید کو تیس ہزار شریف
عطا کیں (معدۃ العباب منشا)

اونٹ سے اونٹ تیری کوئی کل سیدھی۔ زید اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کا
نکاح ولید سے کرتے ہیں خود داماد کے پاس جاتے ہیں اور داماد کے عطیات
سے لبر کر واپس آتے ہیں مگر لوگ خرجت الی الولید لکھ کر اپنے خربٹ باطن کا
ثبوت دیتے ہیں مگر ایسے لوگوں سے کیا گلہ جنہوں نے سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ
کے سیدنا عمرؓ کے ساتھ نکاح پر یہ بھیجی کسی تھی اولے خرجہ غصب منشا یعنی
سیدہ ام کلثومؓ کا یہ جو ہم سے چھینی گئی لامل ولاقوہ

معر الدولہ دلیلی حسن نے بغداد میں شیعیت کو فروغ دیا اور تعزیر و ماتم
کی بنیاد رکھی اس نے جب سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا فاروقؓ عظیم سے سنا

توجہ اختیار کیا تھا ماسمتھت هذا قطر البیاء (۱) اور پھر شیعیت سے تائب ہو گیا۔ ورجع الی سنتہ و متابعتها (۲)

- ۳۔ زینب بنت حسن شیعہ بن حسن کی شادی بھی ولید بن عبدالملک سے ہوئی تھی یہ زینب مرعومہ امام بیہم محمد باقر کی سالی عبد اللہ الصغیر کی حقیقی بہن تھی جس شخص کی نافرمانی کے تو اور عبد اللہ حسین بن علی کو بلا میں پھونکا اور زندہ چھنے والوں سے تھے
- ۴۔ ام قاسم بنت حسن شیعہ بن حسن، مردان بن ابان بن عثمان کے نکاح میں تھی۔ مردان کے مرنے کے بعد علی زین العابدین کے نکاح میں آئیں۔ مردان سے محمد بن ابی اسحاق کا تعلق تھا اور جبرہ الاساب بن حزم سے اس کا تعلق ہے (۳)
- ۵۔ سیدنا حسن کی ایک پوتی معاویہ بن امیر المؤمنین امیر مردان بن الحکم کے نکاح میں تھی اور جبرہ الاساب ابنا حزم سے۔ (۱)

- ۵۔ حمادہ بنت حسن شیعہ بن حسن اسما عیسیٰ بن عبد الملک بن عمار بن حکم کے نکاح میں تھی۔ (۱)
- ۶۔ حکیمہ بنت حسین بن حسن حمادہ سے پہلے اسماعیل کے نکاح میں تھی۔ (۱)

ازواج و اولاد بطری کہتا ہے کہ ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور نے محمد بن ابی الحسن کے خروج کو ذکر کرنے کے بعد فوج عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ علیؑ خلیفہ ہوئے تو وہ خون میں لت پت ہو گئے یعنی انہیں کے شیعوں نے ان پر یورش کر کے انہیں قتل کر دیا۔ ان کے بعد حسن خلیفہ ہوئے مگر وہ اس میدان کے مرد ہی نہ تھے۔ انہیں روپیہ پیش کیا گیا تو وہ خلافت سے دستبردار ہو کر عورتوں سے تمتع کرنے میں مہر و

۱۔ یہاں صرف سیدنا حسن کی ان بہنوں اور بیویوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف اموی خیمہ زدوں کے نکاح میں تھیں۔ مزید تفصیل کے لئے راجع کتابت حقیقت مذہب شیعہ دیکھئے جہاں دیگر علوی خیمہ زدوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہو گئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے ان انفرادیوں پر سو قیادہ بن ہے وہ لطیف طبائع کے لئے نہایت ناگوار ہے خلیفہ ابو جعفر منصور کے یہی کلمات مدائنی کے ان کلمات کی عکاسی کرتے ہیں کہ۔ سیدنا حسن نے تو سے نکاح کئے ابن سیرین نے ایک دفعہ بیان کیا کہ آپ نے ایک خاتون سے نکاح کیا تو سو گیندوں کے ذریعے اسے روپیہ بھیجا اور ہر گیند ایک ایک ہزار درہم سے کر گئی۔ (۱)

۱۔ باقر مجلسی نے علماء العیون میں خوب بے پرکی ادا کی ہیں۔ ایک حکام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۵۰ عورتوں سے نکاح کئے خود ہی دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۳۰۰ عورتوں سے نکاح کئے اور یہ نکاح سیدنا علیؑ کی زندگی میں ہوئے۔ بعد کے زمانے کے خالق معلوم نہیں۔ چنانچہ ایک بار سیدنا علیؑ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا صلیٰ بہت زیادہ طلاق دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہماری زندگیوں کا ایک رات ان کے ہاں رہنا ہمارے لئے موجب شرف ہے تاہم انہیں خبر نہ ہو کہ وہ ۳۰۰ سال تک سیدنا علیؑ کا صاحب کا کتابا ہے حضرت حسنؑ نے عقیقہ عورتوں کو طلاق دی تھی لیکن وہ سب گئے سر آپ کے جنازہ پر روٹی پختی حاضر ہوئی شاید انہوں نے اسی انتظار میں نکاح ثانی نہ کئے تھے کہ حسنؑ میرے اور ہم اس کے جنازہ پر پیش مؤلف۔

ابن ابی الحدید نے ستر نکاح بیان کئے ہیں پر وہ یہ جتنی سو نکاح ہے۔ مکمل باقر مجلسی کہتا ہے۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے دو سو بیچاس عورتوں سے نکاح کیا اور بردائیت دیکھ کر ان عورتوں سے یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فرزند مطلق ہے الخ (۱)

۱۔ علماء العیون مداد ص ۳۲

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ آپ نے متعدد نکاح کئے مگر اس قسم کی تمام روایات محض افوازی حیثیت رکھتی ہیں اور عقل سلیم اسے قطعاً تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ سیدنا حسنؑ ایسا عقل و فہم، مفکر و مدبر، عبادت و سخاوت کا پیکر

اس قسم کی بیانیہوں کا ارتکاب کرتا۔

اولاد میں آٹھ لڑکوں کے نام ملتے ہیں۔

حسن - زبید - عمر - قاسم - ابو بکر - محمد الرحمن - طلحہ - عبید اللہ۔

یہاں ایک بات توجہ طلب ہے۔ آج جو لوگ ابو بکر بن عمر

توجہ طلب

عثمان اور طلحہ کے ناموں سے بدکتے ہیں بلکہ ان کو جبت طاعت و محنت اور کیا کہتے ہیں اگر ان کے مزعومہ آئمہ کے نزدیک بھی وہ ایسے گنہگار تھے تو انہوں نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؑ، سیدنا حسنؑ، سیدنا حسینؑ کے دلوں میں اس قدر شہادہ عشرہ مبشرہ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کے متعلق بے پناہ محبت و مخلصی اور احترام و عقیدت کے جذبات تھے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان کے قعدہ میں بھی کبھی اس قسم کا خیال تک نہ آیا ہوگا کہ آئندہ آنے والی نسلیں ہمارا نام لے لے کر خدا کے ان پاکباز بندوں کی شان اس طرح گستاخیاں کریں گی صرف واقعہ کر بلا پر غور کیجئے اس میں ۳۶ ملامی موجود تھے جن میں سے سات کے نام اصحاب شہداء اور سیدنا طلحہؓ کے ناموں پر تھے۔

۱۔ ابو بکر بن علی - ریاض الشہداء میں ان کا ذکر ہے قاتل عبداللہ بن عتبہ تھا۔

۲۔ ابو بکر بن حسن - تقام میں ان کا ذکر ہے۔

۳۔ عمر بن حسن - کر بلا میں زندہ بچ گئے ۲۰ سال کے نوجوان تھے (تصویر کر بلا میں ملتی)

۴۔ عمر بن علی - قاتل کا نام یزید ابیطی بیان کیا جاتا ہے۔

۵۔ عمر بن حسین - عرصہ تک زندہ رہے۔

۶۔ عثمان بن علی - تقام میں ان کا ذکر ہے۔ قاتل کا نام ثور بن یزید بیان

کیا جاتا ہے۔

۷۔ طلحہ بن حسن - عمر زندہ سال زندہ بچ گئے۔ گویا ۳۶ ملامیوں میں سے دو ابو بکر

میں عمر، ایک عثمان اور ایک طلحہ نام لے تھے۔

اور طلحہؓ یہ کہ ابو بکر بن علی کا قاتل عبداللہ بن عتبہ علی کا قاتل یزید ابیطی اور عثمان بن علی کا قاتل ثور بن یزید، انہوں اس وقت میں شامل تھے۔ جو سیدنا حسینؑ کو مکہ سے گھر کر کر بلا لایا تھا۔

وفات | سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر جمعیت خلافت کرنے کے بعد ۹ سال زندہ رہے آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح سن وفات ۴۹ھ ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ کی وفات کی تعزیت کے ضمن میں سیدنا امیر یزیدؑ نے کہا تھا۔ نیز قسطنطنیہ کے جہلوین سیدنا حسینؑ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ جہاد ۹۰ھ میں ہوا۔ اگر سیدنا حسنؑ اس وقت زندہ ہوتے تو ضرور اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہوتے۔ آپ فتح افریقہ اور فتح ایران و ترکستان میں موجود تھے۔ حالانکہ ان فتوحات کے متعلق حنفی خاتم المعصومینؑ کی زبان اقدس سے اس قسم کے کوئی کلمات موجود نہیں جیسا کہ جہاد قسطنطنیہ کے متعلق ”مغفور لہم“ کا ارشاد موجود ہے۔

آج یہ افسانہ زبان زد خواص و عوام ہے کہ سیدنا حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ اور عین شیعہ روایتوں میں اس قسم کی حواس باختگیاں بھی موجود ہیں۔

وقال بن سعد سمعہ معاویہ مرسل الان لا یقدم علیہ الشاہدو

داخراً الحسین (ایضاً انما بین ملا بوالہذکر الخواص الاثیر)

”یعنی یہ کوئی ذات شریف ابن سعد فرماتے ہیں حسنؑ کو معاویہ نے کئی بار زہر

دیا۔ اور حضرت حسنؑ مع اپنے بھائی حسینؑ کے شام جاتے رہتے تھے۔“

کیا بے نیکی یا نیکی ہے۔ ہر سال دونوں بھائی ہزاروں میل کا سفر طے کر کے

گویا معاویہؓ کے پاس زہر نوش فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور یہ

چسکہ اتنا شدید ہو گیا تھا کہ شام جانے سے نہ دیکھتے تھے۔ اور آخر خود زہر

تیز ہو گیا۔ مگر وہ تیز روز بھی شام سے مدینہ تک کے سفر میں انہیں ہلاکت نہ کر سکا

جب مدینہ پہنچے تو اس نے اپنا اثر دکھایا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔
مگر تاہم گرتے پڑتے مدینہ پہنچ گئے اور یہاں پہنچ کر
جان بحق ہو گئے۔

نہمہ اقبالہ ایک اور شیعہ نالیبت ہے اس میں قوم ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ امام
حسن کو مسیحی شہرت ملا یا گئی۔ اور بعض بتاتے ہیں کہ کسی قسم کی بیماری سے آپ کی وفات
ہوئی۔ چالیس روز تک آپ بیمار رہے مگر یہ روایت صحیح نہیں چنانچہ امام حسنؑ خود اپنے
مرض الموت میں فرماتے تھے ایت السم مرتین وحذ الشلا تھجے دوبارہ زہر دیا گیا
اور یہ سیری بار ہے (۱۵۵) بعض روایتوں میں امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہؓ کو ان الفاظ
میں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر انہوں نے جعدہ کے ذریعہ زہر دوا دیا تھا
مالا نکھیر تمام داستان سے ہی وہی ہے دوسروں کا ذکر بھی کیا۔ تاریخ اسلام
حصہ اول عمدہ رسالت و شرافت راشدہ مؤلفہ شاہ عبد بن ندوی نے اگرچہ سیدہ
جعدہ کو بے گناہ قرار دیکر گویا ایک بڑی حقیقت کا انکشاف کیا ہے مگر زہر خورانی کے
وہ بھی قائل ہیں (۱۵۶) معلوم ہوتا ہے کہ زہر خورانی کی فتنی روایتیں ان لوگوں کے
ذہنوں پر کایا کر سوا ہو چکی ہیں حالانکہ اس قسم کی تمام روایات از قسم خرافات ہیں
اب ہم اس مقام پر سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس زہر خورانی کی دشمنان
کا خالق کون ہے؟

ابن قتیبہ متوفی ۳۸۰ھ، ابو حنیفہ دیوری متوفی ۴۰۵ھ صاحب المجتہد متوفی ۴۳۵ھ
ابن جریر طبری متوفی ۳۴۰ھ سب نے فقید کی کڑی میں ہزاروں دینی روایات سے اپنی
ساریا کو مستحق کیا ہے میں سے کسی ایک نے اپنی کسی تالیف میں زہر خورانی کا اشتہار
نہیں کیا۔ ان سے پہلی تالیفات کا ذکر ہی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چوتھی صدی
ہجری کے راج اولیٰ تک کوئی بھی زہر خورانی کی داستان سے واقف نہ تھا۔
سب سے پہلے زہر خورانی کا اہام مسعودی متوفی ۳۴۰ھ کو ہوا مگر اس الہام کے بال پر
تلافی کرنے کے لئے اسے بڑے مامقہ پاؤں مارنے پڑے اور جب ہر طرف سے مایوس ہوا

تو اسے کھنسا گیا۔ کہ بتائے کہ جعدہ نے معاویہؓ کے ایما سے حضرت حسنؑ کو زہر دیا تھا
اس کا جواب ہے کہ زہر شتر نے آگے پہن کر وہ بھی جعدہ کے زہر عموشہ کی محقق اور ذوق
اس نے نفس سے اس زہر کو کراہی تیار ہی بائیکاٹ کر دیا۔ اور اسے وہاں نیسے ہروں
قبیلہ کے مؤلفین ان خرافات کو اپنی تالیفات میں لکھتے چلے گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ
خاندان دار المعنفین مدوہ تک اس پر ایمان لے آئے۔
زہر خورانی کے منظر کی تحقیق
زہر خورانی کے سرچشمہ کے اس لمحوں کے بعد اس
ابرہہ سرانی کی تفسیقی ضروریات اور ان کے
پس منظر کی طرف توجہ ضروری ہے۔

سیدہ جعدہ بنت اشعث قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ سیدنا اشعث
قبیلہ کندہ کے قائد تھے اور صحابی تھے اور سیدنا ابو بکرؓ کے بیٹھتی تھے جنگ عقیقہ میں
اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے سیدنا علیؓ کے گپ میں تھے اور مالکی کی تجویز
کے مؤید تھے۔ مالک الاشتر مجوسی جو سیدنا علیؓ کے لشکر کا کمانڈر اچھٹ تھا
جنگ جباری لکھنے پر تیار ہوا تھا۔ اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر صلح ہو گئی تو ہماری
نیر نہیں مگر حضرت اشعثؓ کی کوششیں کامیاب ہو گئیں۔ سیدنا اشعثؓ کی وفات
۴۰ھ میں ہوئی اور قبیلہ کی قیادت محمد بن اشعثؓ کو حاصل ہوئی۔ محمد، سیدنا صدیق اکبرؓ
کے سگے بھائی تھے (۱۵۷) کتاب نب کریم ص ۲۴۴

انہی محمد بن اشعثؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلم بن عقیلؓ کو امان
کا وعدہ دے کر گرفتار کر لیا تھا قبیلہ کندہ عراق کا زبردست قبیلہ تھا اور سیدنا
اشعثؓ کے خاندان کو قدیم الایام سے حاکمانہ اقتدار حاصل تھا۔ انہی محمد بن اشعثؓ
کے فرزند محمد الرحمنؓ نے خلیفہ عبدالملکؓ کے قہور و گرز جہان بن یوسف کو کئی شکستیں
دیں آخر وہ ہاراجم کے معرکہ میں شکست کھا کر کابل کی طرف نکل گئے۔

مشہور سسترنی دے غرے قبیلہ کندہ کو شاہی خاندان کہتا ہے۔

انے قبیلہ القدر باپ کی بیٹی اتنے غنیم سپہ سالار کی بہن اس قدر بڑے

تہا زمان کی نو نظر کے متعلق اس قدر قیادہ تہام تراشی کو عقل یا ذہن نہیں کر سکتا کہ اس نے
سیکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے خلیفہ کے چلنے میں اگر اپنے غاوت کو نہ رہ دیا ہو۔ جو اتہانی
شفیق، نیک سیرت، پاک طینت صلح کل مرخان مریخ اور سلیم القلب شخصیت کا
حامل تھا پھر اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسنؑ آٹھ سو سال بلاناغہ اپنے
بیٹائی کے ساتھ سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جاتے رہے۔ وہاں سیدنا معاویہؓ کا
ہاتھ کسی نے روک رکھا تھا کہ وہ چوروں کی طرح انہیں زہر دلاتے اور یہ بات بھی تو جو
طلب ہے کہ سیدنا حسنؑ سے سیدنا معاویہؓ کو کیا خطرہ لاحق تھا۔ اگر بغرض محال وہ
زہر دلاتے بھی تو سیدنا حسنؑ کو دلاتے جن کے متعلق کہیں کہیں سے یہ آوازیں آج
بھی سنائی دے رہی ہیں کہ معاویہؓ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سیدنا معاویہؓ کے
بعد خلافت کا حق سیدنا حسینؑ کا ہوگا۔ سیدنا حسینؑ سے تو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ
اس مفروضہ شرط کی زد امیریزیدؓ کی ولیعهدی پر پڑتی تھی اور جو شروع سے ہی
سیدنا حسنؑ کی دستبرداری کے مخالف تھے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ آپ چالیس دن بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۲ صفحہ ۳۲۷)
امیریزیدؓ نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ زیا بعلیس کا عارضہ تھا
آپ نے شہد کا شربت پیا اس سے تکلیف بڑھ گئی اور آپ کی موت واقع ہو گئی
حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا آپ کی
پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپ کمزور
تھے اور کمزور، نشوونما نہ پا سکے تھے اور اس پر کثرت سے حرم کی زندگی کے دلداد
تھے جس کی وجہ سے آپ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سیل کا عارضہ
لاحق ہو گیا تھا۔

زہر خزانہ کے گوشت پر علامہ تہنا عمارؒ اپنی تحقیقی تالیف القصبۃ الزہرا
میں لکھتے ہیں جب سیدنا حسنؑ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنی تو سبائے
نے چاہا کہ قتل کر دیں اور سیدنا حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شام پر حملہ

کر دیں۔ انہوں نے اسی غرض سے سیدنا حسنؑ پر حملہ کیا مگر ناکام رہے حضرت حسنؑ سے
یہ جاندار گروہ نہایت ناراض تھا۔ سیدنا حسنؑ ان کے ہاتھ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔
اب انہوں نے عجیب غلاموں میں چند ہشیار غلاموں کو مدینہ بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچ کر
سیدنا حسنؑ کے ایک غلام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ جبکے سے زہر ویدے اور ایسا زہر
بہم پہنچا یا جس سے فوری موت واقع نہ ہوگی مگر یہاں بیماری پیدا ہو کر موت واقع
ہوئی تھی۔ زہر کا خیال غور سیدنا حسنؑ نے سب روایات ظاہر فرمایا۔ زہر اور لوگوں کا اس
طرح خیال نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ یا یزیدؓ یہ قہمت حد درجے کی خیانت نفس ہے
اگر انہوں نے زہر دلوانا ہوتا تو سیدنا حسینؑ کو دلاتے، یا عبداللہ بن زبیر کو دلاتے
جن کے متعلق انہیں وقتاً فوقتاً اہل علم میں مانتی رہتی تھیں کہ وہ کسی وقت بھی خروج کرینگے
کوئی بے دین، ملحد، ناسخائرس، کذاب مومنین نے اپنی خیانت نفس سے ان غلاموں
کو مل پیر بہتان باہنہ ہا ہے حضرت معاویہؓ و یزیدؓ دیکھ رہے تھے کہ فتنے مختلف
درازدوں سے جہانک رہے ہیں صرف حضرت حسنؑ ہی کی وجہ سے کسی طرف سے
فتنہ اٹھنے کا امکان نہیں ہے۔ اگر حسنؑ اٹھ گئے تو فتنے لغز و لغز کو کھڑے ہوں گے
حضرت حسنؑ کی وفات کا دراصل سب سے زیادہ حد درجہ کسی کو ہوا تو حضرت معاویہؓ اور
امیریزیدؓ کو ہی ہوا جن فتنہ پردازوں کی راہ حضرت حسنؑ کی دیکھیں ان کے سر کے بعد
قتلہ پردازوں کی راہ کھل گئی ساگر اس قہمت تراشی کے بغیر جاریہ کار نہ تھا تو عبداللہؓ
بن زبیرؓ کو الزام دیتے (تھیم القصبۃ الزہرا صفحہ ۱۲۷)

امیریزیدؓ نے سیدنا حسنؑ کی موت پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اہل جن لفظ
میں خیانت کی تھی بقول ابن کثیر وہ نہایت فصیح و منصف تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

عزاد لعیادۃ فضیلة وجیزۃ شککۃ علیہا ابن عباسؓ (الہدایۃ صفحہ ۱۲۷)

۹۴ ہجری میں حضرت ابن عباسؓ امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں مقیم تھے۔ امیر معاویہؓ
نے سیدنا حسنؑ کی وفات کی خبر شکوک حضرت ابن عباسؓ سے تعویذ کی۔ پھر امیریزیدؓ
نے ان الفاظ میں تعزیت کی:-

نہ اعلان کی تو نظر کے متعلق اس قدر قیاد اتہام تراشی کو قتل یا ورنہیں کر سکتے کہ اس نے
سیکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے خلیفہ کے چلنے میں اگر اپنے غامد کو زہر دیا ہو۔ جو انتہائی
تحقیق، نیک سیرت، پاک طینت صلح کل سرخجام مریخ اور سلیم القلب شخصیت کا
حاصل تھا چہ اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسنؑ آٹھ نو سال بلاناغہ اپنے
بیٹائی کے ساتھ سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جاتے رہے۔ وہاں سیدنا معاویہؓ کا
ہاتھ کسی نے روک رکھا تھا کہ وہ چوروں کی طرح انہیں زہر دلائے اور یہ بات بھی تو یہ
طلب ہے کہ سیدنا حسنؑ سے سیدنا معاویہؓ کو کیا خطرہ لاحق تھا۔ اگر بعض محال وہ
زہر دلاتے بھی تو سیدنا حسینؑ کو دلائے جن کے متعلق کہیں کہیں سے یہ آوازیں آج
بھی سنائی دے رہی ہیں کہ معاہدہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سیدنا معاویہؓ کے
بعد خلافت کا حق سیدنا حسینؑ کا ہوگا۔ سیدنا حسینؑ سے تو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ
اس مفروضہ شرط کی زدامیر مزید کی دلیعہ جی پر پڑتی تھی۔ اور جو شروع سے ہی
سیدنا حسنؑ کی رستہ داری کے مخالف تھے۔

تاریخ الخلیفہ میں ہے کہ آپؐ بالیس دن بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۲ ص ۳۳۸)
دوسری نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ذیابیطیس کا عارضہ تھا
آپؐ نے شہد کا شرمینہ پاس سے تکلیف بردھ گئی اور آپؐ کی موت واقع ہو گئی
حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا آپؐ کی
پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپؐ کمزور
تھے اور کمزور، تشوہ نما نہ پاسکے تھے اور اس پر کثرت سے حرم کی زندگی کے دلدادہ
تھے جس کی وجہ سے آپؐ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سہل کا عارضہ
لاحق ہو گیا تھا۔

زہر خورانی کے گوشت پر علامہ مرتضیٰ عابدی اپنی تحقیقی تالیف القصد الزہر
میں لکھتے ہیں جب سیدنا حسنؑ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو سبائوں
نے چاہا کہ حسنؑ کو قتل کر دیں اور سیدنا حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شام پر حملہ

کر دیں۔ انہوں نے اسی غرض سے سیدنا حسنؑ پر حملہ کیا مگر کام رہے حضرت حسنؑ سے
یہ بدباور گروہ نہایت ناراض تھا۔ سیدنا حسنؑ ان کے ہاتھ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔
اب انہوں نے بھی غلاموں کی چند ہشیا غلاموں کو مدینہ بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچ کر
سیدنا حسنؑ کے ایک غلام کو اس بات پر مار دیا کہ وہ چپکے سے زہر دیدے اور ایسا زہر
بہم پہنچایا جس سے فوری موت واقع ہوئی مگر یہ بھی بلکہ بہانہ بیماری پیدا ہو کر موت واقع
ہوئی تھی۔ زہر کا خیال خود سیدنا حسنؑ نے حسب روایات تلخ فرمایا۔ دوسرے اور لوگوں کا اس
طرح خیال نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ یا یزیدؓ پر جہت مدد رہے کی خیانت نفس ہے
اگر انہوں نے زہر دلاؤا ہوتا تو سیدنا حسینؑ کو دلاتے، یا عبداللہ بن زبیرؓ کو دلاتے
جن کے متعلق انہیں وقتاً فوقتاً اعلان ملتی رہتی تھیں کہ وہ کسی وقت بھی خروج کریں گے
کوئی بے دین، ملحد، نافرمان، کذاب مورخین نے اپنی خیانت نفس سے ان غلط فہمی
رسول پر ہمتان باندھا ہے۔ حضرت معاویہؓ و یزیدؓ دیکھ رہے تھے کہ جتنے مختلف
دروازوں سے جہانمک رہے ہیں۔ صرف حضرت حسنؑ ہی کی وجہ سے کسی طرف سے
جتنے آگے کا امکان نہیں ہے۔ اگر حسنؑ آگے گئے تو جتنے نمروں کا کھڑے ہوں گے
حضرت حسنؑ کی وفات کا دراصل سب سے زیادہ مدد کسی کو ہوا تو حضرت معاویہؓ اور
امیر یزیدؓ کو ہی ہوا۔ جن دنہ پر دواؤں کی راہ حضرت حسنؑ کی دیکھ چکی ان کے سر کے بعد
قتل پڑاؤں کی راہ کھل گئی۔ اگر اس جہت تراشی کے بغیر حارثہ کا رتہ تھا تو عبداللہ بن
بن زبیرؓ کو الزام دیتے (تفہیم العبد الزہر ص ۱۱)

امیر یزیدؓ نے سیدنا حسنؑ کی موت پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارہم غفلت
میں عیادت کی مگر بقول ابن کثیر وہ نہایت نفیس و مختصر تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

عزاه بعبارة فصیحة وجیزة مشکوة علیہا ابن عباسؓ (العباء ج ۲ ص ۲۳۳)

۹ ہجری میں حضرت ابن عباسؓ امیر معاویہؓ کے پاس دشمن میں قیام تھے۔ امیر معاویہؓ
نے سیدنا حسنؑ کی وفات کی خبر سن کر حضرت ابن عباسؓ سے تعزیت کی۔ پھر امیر یزیدؓ
نے ان الفاظ میں تعزیت کی:-

رحمہ اللہ ابی محمد اوسع لہ الرحمۃ واسعها وادخلہ جنتہ العزیز
واحسن عزاکم دعوتک من مصابک ما هو خیر لک ثوابا وخبیرا وابتی
والعبد الیہ علیہ السلام

حضرت ابن عباسؓ نے یہ کلمات سُکر امیرِ یزیدؓ کا شکر یہ ادا کیا۔ اور امیرِ یزیدؓ
کی نیات پر استغاثہ کیا اظہار کیا۔ سیدنا حسنؓ کی وفات پر امیرِ یزیدؓ کے ان کلمات
سے دلی رنج اور صدمے کا اظہار ہوتا ہے اگر سیدنا معاویہؓ یا امیرِ یزیدؓ نے سیدنا
حسنؓ کو زہر دلوایا تھا تو وہ کوئی مجبوری تھی جو سیدنا ابن عباسؓ کے سامنے امیرِ یزیدؓ
کے منہ سے ایسے کلمات کہلا رہی تھی۔

سیدنا حسنؓ کی تدفین
گوئیں کہ کرتا تھا کہ جھوٹ بولو۔ بار بار بولو الفاظ
بدل بدل کر بولو۔ اور آخر ایسا وقت آکر رہے گا کہ وہ
جھوٹ ایک حقیقت کے تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ بطور سچ کے تسلیم نہ کیا گیا تب
بھی لوگوں کے دلوں میں شک ضرور پیدا ہو جائے گا۔

انہما المؤمنین اور صحابہ کرامؓ کے خلاف بھی تکفیک چودہ سو سال سے دوہرائی
جاری ہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے خاصے مدعیان اسلام کا ایک کثیر گروہ دشمنانِ
اسلام کے اس اغوا سے بے پردہ اور خافیاں پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ مشاشر ہو کر اپنی تابلیغات
کو اسی خرافاتی دہمالائی داستانوں سے لٹوٹ کٹے چارہ ہے اور بزمِ خویش اس
بات کا مدعی ہے کہ ہم درست ہیں، معقول ہیں، شیخ الحدیث ہیں، شیخ القرآن ہیں
عزیمیکہ کیا کچھ ہیں۔ اسی قسم کے خرافات سے تیار شدہ داستان سیدنا حسنؓ کی تدفین کے
متعلق بھی دوہرائی جاری ہے۔ اور سچے بڑھ کو غلط یہ کہ نمدۃ المصنفین، ائمہ کرامؓ جیسے
مقام سے جو کچھ اس قسم کی خرافاتی داستانوں کی صورت میں پیش کیا گیا۔ وہ صرف
سبائیت کی ترجمانی بلکہ حق و کمال کے خرافات کی ادائیگی کی صورت میں اس قسم کی نفوذات سے
پورے اناس ملت کو سموم کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ کاش کہ ان اصحاب کی نفوذات سے
اسلام حاصل نہ ہوتا۔ زمین الدین جہاد کا حصہ ۲۸/۳ دیکھئے جس کا دریا جیسے میدانِ تدوی ہے۔
نکاح ہے۔

کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱ کی یہ روایت گندہ ہوتی۔
”صدیقہ کا نیا شہادت حسنہ صادق وصدقہ قائم المصنفین
سے آنحضرتؐ کی زندگی میں حضورؐ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت
مانگی۔ مگر آنحضرتؐ نے فرمایا۔“

انی بذلک من موضع ما فیہ الاموضع قبری دقیرابی بکر
دعس وعیسیٰ بن مریر۔
”میرے پاس کسی اور کے دفن ہونے کی گنجائش ہی کہاں۔ یہاں تو
حضرت میرے مزار اور ابو بکرؓ، عمرؓ اور عیسیٰ بن مریمؓ کی قبروں کی جگہ کے سوا
اور کسی کی قبر کی جگہ ہی نہیں۔“

اس روایت سے سیدنا حسنؓ کی تدفین کے متعلق وضعی روایات کے علاوہ یہ
امر بھی پایہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ حضراتِ شیعینؓ کی تدفین حجرہ صدیقہ کا نیا شہادت
میں حکم الہی ہوئی۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سیدنا حسنؓ کی وفات سے
تقریباً چالیس سال پہلے سیدہ فاطمہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ اس وقت سیدنا علیؓ نہ
سیدنا عباسؓ کے علاوہ ہزاروں صحابیؓ زندہ موجود تھے مگر حضرت سیدہ کو روہم
نبویؐ میں دفن کرنے کی کسی طرف سے آواز پیدا نہ ہوئی۔ علاوہ کچھ جن وضعی روایات کے
خالقین نے یہ افسانہ تراشا ہے کہ سیدنا حسنؓ کو امویوں نے درمہ رسولؐ میں دفن نہ
ہونے دیا۔ سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کے وقت ان امویوں کو کوئی اختیار و اقتدار
حاصل نہ تھا۔

سب سے اہم ترین بات یہ کہ جس حجرہ کو حضرت صادقؓ و صدوقؓ کے مزار اور
حضراتِ شیعینؓ کی قبروں کی وجہ سے رشکِ فردوس بریں اور ہم پادِ عرش بریں ہونے
کا شرف حاصل ہوا وہ سیدہ صدیقہ کا نیا شہادت کا حجرہ تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنی ازدواج
مطہرات کو الگ الگ حرات مرحمت فرمائے تھے۔ اور گویا انہما المؤمنینؓ میں سے
جو حجرہ مقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس زوجہ مطہرہ کو مرحمت ہوا تھا وہ انکی ملکیت تھا۔

رحلت کردہ محبہ فضل دینا اور میرے ساتھ تازہ مولے کے پاس لے جانا کران کی قربا رت کردہ اور اپنا عہد ان سے تازہ کر دیا۔ اور اس کے بعد محمد کو میری مادر فاطمہ کے پاس لے جانا بعد از ان محبہ قبرستان البقیع میں لے جا کر دفن کرنا۔

قولِ فیصل مشہور شیعہ مترجم قرآن مقبول احمد سورہ طہ کی آیت نمبر ۵۵ کے کلمات مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے:-

اس مقام پر اس نے انسانی مخلوق کی ذہنیوں پر ماتم کرنے کو بھی چاہتا ہے۔
 طرف تو اس بات کے مدعی ہیں کہ اگر رب الملوٰح والحق حق ہے۔ آخر ما کا
 دن کے علوم کے حامل تھے۔ پھر ان کے ایسے غرض و اہم کے متعلق کیا کیا
 ہے جو سب کچھ جانتے کے باوجود دیکھ کر یہ کہیں کس مقام کی تھی کا بے پیر بھی
 وقت یہ وصیت کرتا ہے کہ کچھ سوچیں انسانی کے علم کو چاروں میں دفن کرنا۔
 جو عقلی انسانی کی وراثت کا دہائی کی کہ نہ کہ بعد ازاں۔ اور ان میں سے
 نیک نالی بھی زندہ ہو جو ہو۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ملایا قریب جیسی اس کے قریب ملے کہ کہ قول کے بعد اس قسم کی واہی
خرافات کو مردان اور عورتوں کے لئے کو روک نہ دیتے ہیں وہ دن نہ ہوتے وہاں کو ہر قسم
نقد انداز ہی نہ کیا جاتا بلکہ ایسے افست پرورد کو علی الاعلان کذاب، ملعون اور مردود
قرار دیا جاتا۔ مگر آج ملک اسی کذاب کو نصیحہ کر کے بھگتا رہی وہ ہر
چیل چار رہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے :- کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جب وقت استغفار امام حسنؑ ہوا امام حسینؑ کو بلا یا اور کہا اسے برا دروغی ! میں تم کو چند وصیتی کرتا ہوں تم میری وصیتوں کی حفاظت کرنا۔ جب میں دنیا سے

یہ ایک معلوم حقیقت تھی کہ تمام صحابہ کرام جنبت البقیع میں دفن ہوتے تھے۔ ہاں اگر آپ ایسی کوئی وصیت فرماتے تو وہ یہ ہوتی کہ مجھے اپنی والدہ سیدہ فاطمہؓ کی قبر کے پاس دفن کرنا مگر آپ نے اس قسم کی وصیت شاید اس لئے نہ کی سیدہ فاطمہؓ کی قبر کے متعلق کسی کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۷، کتاب المغازی باب جنگ خیبر میں سیدہ صدیقہؓ کا نام طے تھا جس سے روایت ہے کہ جب فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر علیؓ نے بوقت شب (ان کو) دفن کر دیا اور کسی کو خبر نہ کی اور خود ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

مذکورہ فاطمہؓ کی وفات ایسا ہے۔ مگر باقر حبشی لکھتے ہیں۔ اسی رات کو جناب امیر نے جناب فاطمہؓ کو دفن کر دیا اور جناب امیر نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں اس لئے کہ کوئی نہ جانتے کہ قبر جناب فاطمہؓ کونسی ہے اور روایت دیگر مالس فردن پر مبنی ہے کہ اس لئے کہ قبر جناب فاطمہؓ مشتبہ ہو جائے اور روایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے ہموار کر دیا کہ علامت قبر معلوم نہ ہو اور یہ اس لئے تھا کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں (ادو علیہ الدین ج ۱) ملا باقر کی یہ کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں اپنے اندر کتنی خبیث سموتے ہوئے ہے حالانکہ سیدہ فاطمہؓ کی وجہ سے موجب روایت امام بخاریؒ حضرت علیؓ کی بہت آبرو ملتی سیدہ فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کرنے کے متعلق خلیفہ منصور عباسی نے عہد الامور کے خط لکھے جناب میں ذکر کیا گیا ہے خط و کتابت تمام موعظین نے تبلیغ کی ہے جو تمام کی تمام ملی تعلیموں اور نسلی تفریق کا پلندہ ہے۔ منصور عباسی کے خط کے بعض فقرات میں کہیں کہیں معمولی سا اختلاف ہے چنانچہ منصور عباسی لکھتا ہے علیؓ نے علاقہ کے لئے ہر پہلو اور ہر طرح کوشش کی اور نہ ملنے کو بھی اس کے لئے باہر نکالا بھر جب وہ بیار پڑیں تو ان کی بیماری کی اطلاع بھی نہ کی اور خفیہ طور پر رات کو دفن کر دیا۔

تاریخ اہل خلدون کے مصنف سہم کے حاشیہ ص ۱۱۷ پر جو تاریخ کامل ابن اثیرؒ کے الفاظ ہیں بصرہ و ہمدان فاطمہؓ کو مایا کیا اور رات کے وقت ان کو دفن کر دیا (بہت علیٰ مرتبہ محمد بن سعدؒ مٹا)۔

فضائل مناقب

فضل کمال انہی اکرام کی وفات کے وقت آپ کی عمر بیسہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے ۳۰ سال تھی۔ آپ صحابہ کرام کی نظر میں نبی علیہ السلام کے محبوب و واسعے تھے۔ جس طرف آپ کا گذر ہوتا ہوگا صحابہ کرامؓ آپ کے راستے میں انھیں بھی دیتے ہوئے گئے۔ گھر پر سیدنا علیؓ جیسا مجمع العلم باب مسجد بھی ہیں اکابر صحابہؓ کی تربیت، راستوں اور شاہراہوں میں محبت و خلوص کے مظاہرے۔ ان سب نے مل کر آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی گہرے نقش ثبت کیے تھے۔ سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ کے گھر میں مناقشات نے بچپن میں ہی آپ کے ذہن میں اچھائی، برائی کے سوچنے سمجھنے کا مادہ پیدا کر دیا تھا۔ خطابت میں آپ کو کوئی امتیازی کمال حاصل نہ تھا البتہ طبیعت کی مناسبت سے آپ کے خطبات میں مناسبت، سنجیدگی اور تند و معاضطت کے جوہر ریزے بکثرت ہوتے تھے۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ چنانچہ کتاب العمدہ میں ابن رشد نے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

فضائل خلاق : آپ کی تمام زندگی نبی علیہ السلام کے حسن اخلاق کی مجسم تصویر کی صورت میں گذری۔

استغناء : آپ کے استغناء کا اس سے بڑھ کر کما ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ نے خلافت جیسے عظیم القدر منصب کو جس کے لئے سیدنا علیؓ جیسے عظیم انسان نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہانے سے دریغ نہ کی، یہ ایک جنبش یا ٹھکرا دیا۔

حلم : رعب و عنف اور علم و بردباری میں آپ کے مثیل تاریخی دنیا میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ آپ کی زبان کبھی تلخ یا دلرشت کلمہ سے آلودہ نہ ہوتی۔ اگر کسی وقت کسی ناگوار امر سے غصہ ناکزیر ہو جاتا تو صرف اس قدر زبان سے نکلتا "غف الغف" یعنی اس کو ناگ خاک آلودہ ہو (یعنی جلد ۷ ص ۲۶۶)

خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد سیدنا علیؑ کے تربیت یافتہ مادر پدر آزاد، بغیر
 ہر بار، ہر کردار شیعوں نے آپ کو زور و زور بدل المومنین کہا، ننگ سلیج کہا، آپ
 کو زخمی کیا۔ آپ کے بیٹے سے جانے مانگنے کی آپ کو کھینچ کر گھوڑے سے اتار
 لیا۔ آپ کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہؓ کے پاس بھیجے گی ترکینیں سوچیں مگر صلہ و وفا
 کے اس کو پیکر حسن اسلام کی زبان سے اگر کسی وقت کوئی لفظ نکلا تو حضرت
 اس قدر کہ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا، البتہ حکومت کے لئے ان کی تخریبی
 پسند نہیں کی۔

عبادت: اللہ تعالیٰ کی عبادت تمام عمر آپ کا محبوب مشغلہ رہا۔ ابن عساکر کی
 روایت سے کہ خبر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک آپ بیٹے پر رہتے پھر عید
 کی کریمہ جلالت سادہ شہداء اور زیارت کو یا ربانی کی امانت مہرت فرماتے چاشت کی
 نماز اور دیگر اہمات المصلحت کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے اور ہر گھر سے
 ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے (مقدمہ ۲) سواری کی موجودگی میں مہرج پیدل کرتے
 اکثر فرماتے: مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے سوار ہو کر
 جاؤں (تہذیب الاسرار جلد ۱ ص ۱۵۱)

قیاضی و شیریشمی: اشارہ قیاضی آل ہاشم کا ایک عمومی وصف تھا اور یہ وصف
 اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کو وافر مقدار میں دلالت ہوا تھا۔
 اپنی دولت و دیادلی سے اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے۔ زندگی میں کہیں کوئی سائل
 آپ کے دروازہ سے محروم نہ کیا۔ عمر میں تین بار اپنے مال کا ادھار آدھا اللہ کی راہ
 میں تقسیم کیا (اصول الفقہ جلد ۱ ص ۱۱۱) ابن عساکر کا کہنا ہے کہ ایک بار سیدنا علیؑ کا ایک
 دشمن زاد راہ اور واری کا محتاج ہو کر آل ہاشم کے سامنے سائل بن کر پہنچا کسی نے
 کہا جس کے پاس جائز سائل یہ بات جاننے کے باوجود کہ سنن اسی علیؑ کا بیٹا ہے
 جس کی مخالفت میں، میں جو کچھ کرتا رہوں وہ کوئی ذمہ داری نہیں۔ مگر وہ
 یہ تاحسن کے کردار سے غریبی واقف تھا۔ آپ کی حدیث میں حاضر ہوا۔

آپ نے دونوں چیزوں کا اہتمام کر دیا کسی نے پوچھا آپ نے اپنے والد کے دشمن
 سے یہ سلوک کیا؟ فرمایا کیا میں اپنی آبروز، بچاؤں (مقدمہ ص ۱۱۱)
 یہاں تک حاجت مندوں کی حاجت برکری کے لئے ایک بار اعتکاف کے
 مقام سے اٹھ کر ایک حاجت مند کی حاجت برکری کے لئے باہر آگئے اور
 فرمایا میرے نزدیک کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ایک چھینے کے
 اعتکاف سے بہتر ہے (ابن عساکر جلد ۱ ص ۱۱۱)

اصلاح عقائد: سیدنا ذوالنورینؑ کے فتاویٰ نے جب سیدنا علیؑ کو
 گوشہ نشینی اختیار کر لی تو سیدنا علیؑ کی شخصیت کو اونچا کر کے دکھانے
 کے لئے قائلین سیدنا ذوالنورینؑ نے سیدنا علیؑ کے متعلق روایات
 بگھڑنا شروع کیں سیدنا حسنؑ کے زمانہ تک ان وضعی روایات کا ایک
 اعتبار تیار ہو چکا تھا۔ اسی ذخیرہ خرافات کا ایک حصہ کہ علیؑ نے عام
 انسانوں کی طرح صفات نہیں پائی اور وہ قیام قیامت سے پہلے ظاہر
 ہو جائیں گے۔ کے متعلق جب سیدنا حسنؑ کو علم ہوا تو فرمایا یہ
 لوگ کذاب ہیں۔ اگر ہم کو اسی بات کا علم ہوتا کہ علیؑ عظیم کھلم کھلا
 ہوں گے تو ہم ان کی میراث تقسیم ہونے دیتے نہ ان کی بیوگان کا عقد ثانی
 ہونے دیتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۱۱)

آیت میا بلہ کے متعلق

غلط فہمی، تسامح یا ذہول کی بنا پر غلط بیانیوں پر تحقیقی نظر

گزشتہ صفحات میں بدلائل و شواہد ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم المعصومین کی وفات کے وقت حضرات حسنین کی عمریں بالترتیب تین چار اور دو تین سال کے درمیان تھیں۔

سورۃ آل عمران کا نزول ۳ ہجری ہے۔ غزوہ اُحد ۳ ہجری میں ہوا اور اسی زمانہ میں یہ دو جوانوں کی ریشہ دو انیاں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پورے عروج پر نظر آتی ہیں سورۃ آل عمران میں غزوہ اُحد کے ذکر کے ساتھ ساتھ انہی فقہانیکہ اہل کتاب سے بار بار سختی طلب ہے۔ بلکہ حضور خاتم المعصومین کو فرمایا جاتا ہے کہ انوں سے دلی تعلقات منقطع کر دیجئے۔

اسی زمانہ میں سے ایک عیسائی وفد عبدالجلیل نامی ایک راجہ یا پادری کی قیادت میں حضور خاتم المعصومین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد ازاں ایک عالم آدمی تھا۔ اور اس نے حضور خاتم المعصومین سے مناظرانہ رنگ میں گفتگو شروع کی مگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی شہادت کے خلاف ہے کہ کسی پیغمبر کا ذکر مستقبل میں بطور ناظر مذکور ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ایک پیغمبر کو ایسا طریق اختیار کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو خلائق مقابل کو شہدہ، جبران اور مہجوت کرنے والا ہو۔

سنت قرآن اللہ تعالیٰ کی اس شہادت پر سفید و ابرو کا واقعہ پیش کرتا ہے۔ جب کافر نے یہ نعتی کی کوہیں بھی نہ کر سکتا ہوں اور بارگاہ ہوں تو حضرت ابراہیمؑ نے زندگی اور موت پر مناظرانہ رنگ میں فلسفہ پیش کیے۔ بلکہ ایک دوسرا رخ اختیار کرتے ہوئے فرمایا میں رب شرق سے سورج نکلا تھا ہے تو اُسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ تو کافر پر سبکدوش ہو کر رہ گیا۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ سے یہی صورت سامنے آتی ہے جیسے آیت میا بلہ کہا جاتا ہے۔ قَسَمْتُ لَكَ بِمَا جِئْتُكَ لَكُنْتُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ

ترجمہ:- پھر اگر یہ لوگ عیسائی کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت حال تو معلوم ہو ہی چکی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلد میں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلد میں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم خود بھی آئیں تم خود بھی آؤ۔ پھر دونوں فریق (اللہ تعالیٰ سے) دعا و التجا کریں اور تمہارے

پر اللہ کی لعنت کریں۔

عیسائی وفد کو یہ ایکسٹنشن تھا کہ تم اپنے بیٹوں، اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلاؤ۔ پھر تم بھی اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلد میں اور تمہارے بیٹوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں لعنت کے لئے التجا کریں اس مقام پر چند صورتیں قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کیا عیسائی وفد کے ہمراہ ان کے لڑکے اور ان کی عورتیں تھیں۔ کہ آیت مذکورہ میں بیٹوں اور عورتوں کو مقام میا بلہ پر حاضر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یا انہیں اپنے گھروں سے طلب کرنا مقصود تھا۔

۲۔ کیا وہ گھر سے نکلے ہوئے اپنے تمام زیر کفالت کنبہ کو لے کر چلے گئے۔ یہاں جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ آپ حدیث کی تمام کتابیں کھنگال جائیں تو تاریخ و امیر کے تمام کونے کھدے تلاشی کر لیجئے آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ عیسائیوں کے ساتھ لڑکے یا عورتیں موجود تھیں۔

پھر یہ کیا تک بازی ہے کہ عیسائی وفد شرائط میا بلہ پوری کرنے کی حیثیت میں ہی نہیں اور حضور خاتم المعصومینؑ فوراً سیدنا علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ جن کا وجود ہی ابھی منصفہ شہود پر نہیں آیا تھا۔ کو طلب فرمانے کا حکم فرما دیتے ہیں کیا ایسا کہنے والوں کو اپنی اس

حواس باخگی کا علم نہ ہو سکا کہ حضور خاتم المعصومین کی ذات اقدس کے مستحق
ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ گویا فریق ہندو مذاہبی تو اس بات کے لئے اظہار
آباد کی ہی نہیں کرتا اور نہ ہی وہ شرائط مباہلہ پوری کرنے کی حیثیت میں
ہے مگر حضور صادق و مصدق کیل کا شے سے لیس ہو کر میدان مباہلہ
میں پہنچ جاتے ہیں۔ ناوک سے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ ہیں۔ یا العجب
۳۔ حضرت حسینؑ کی نسبت حضور خاتم المعصومین کے دوسرے فراتے
نواسیاں یعنی سیدہ زینبؑ کی اولاد یعنی سیدنا علیؑ بن سیدنا ابی العباس
ہر فرقہ مکہ کے روزِ آنحضرت کے ردیف تھے، اور سیدہ امائمہؑ جعفرین
آنحضرتؐ نے محبوب ترین اولاد فرمایا تھا اور نماز کے
وقت انہیں کندھوں پر بٹھا لیا کرتے تھے انہیں طلب نہیں فرماتے
نیز سیدہ رقیہؑ الزہراءؑ کے بیٹے سیدنا محمدؑ جو سیدہ امائمہؑ سے بھی
عمر میں بڑے تھے۔ مگر انہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب نہیں
فرماتے۔ صرف حضرت حسینؑ کو طلب فرماتے ہیں اس روایت کے
کذب پر واضح دلیل ہے۔ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مباہلہ کا واقعہ
۸۔ ہجری سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت سیدنا حسنؑ ابھی غلام شیر
خوارگی میں تھے۔ اور سیدنا حسینؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ معلوم
ہوتا ہے شریعت مباہلہ کا تابع الہی کے سروں پر رکھنے کے لئے ان
کے سینہ ولادت کو مقدم کر کے دکھانے کی کوششیں کی گئی ہیں مگر
اس روایت کا حواس باخگہ خالق پھر بھی پٹری سے اتر گیا ہے
یعنی سیدہ ام کلثومؑ جو سیدہ فاطمہؑ کی سب سے بڑی اولاد تھی
اور سیدہ زینبؑ بہت سیدہ فاطمہؑ کو بھی نظر انداز کر گیا۔ شاید اس لئے
کہ سیدہ ام کلثومؑ کو سیدہ فاروق اعظمؑ کی زوجیت کا شرف حاصل تھا
اور سیدہ زینبؑ واقعہ کریمہ کے بعد اپنے سوتیلے داماد چیمبریز کے پاس

و مشرق میں مقیم ہو گئی تھیں۔ بلکہ بعض کا خیال ہے کہ سیدہ ام کلثومؑ امیر
یزیدؑ کی بیوی سیدہ زینبؑ کی سوتیلی بیٹی نہ تھیں بلکہ تحقیقی بیٹی تھیں۔
۷۔ آیت مباہلہ میں تمام مصیبت جمع کے ہیں، ابتدا نا۔ نساء نا۔ انفا نا
مگر اس منسوب الی الرسول قول سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ حضور
خاتم المعصومینؑ نے صرف علیؑ، فاطمہؑ اور حسینؑ کو بلائے کو حکم دیا تھا
یا بلا یا تھا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابناء فاما حضور خاتم المعصومینؑ سیدنا علیؑ بن
سیدنا ابی العباسؑ اور سیدنا عبد اللہؑ بن سیدنا ذوالنورینؑ کو نورا انداز
کر کے صرف حسینؑ کو بلائے ہیں۔
کتنی ستم خیز بی بی ہے کہ کسی مجہول کذاب داستان گو کے کذب کو کس ساوق
سے سنانوں کے مذہبی لٹریچر میں دوہرایا جا رہا ہے اور یہ خیال نہیں کیا
جاتا کہ اس کذب کا نشانہ کس عظیم ذات کو بنایا جا رہا ہے۔
اللہ تعالیٰ نساء نا فرماتا ہے مگر ہمارے "معروف جنون" میں مولانا
اس کذاب داستان گو کے طالع النعل بالنعل صرف سیدہ فاطمہؑ کا
نام لکھتے ہوئے بیچھول جاتے ہیں کہ ہم غیر شعوری طور پر کس طرح حضور
خاتم المعصومینؑ کی ذات اقدس پر حملہ آور ہونے کے جرم کا ارتکاب
کر رہے ہیں۔ گویا نساء نا میں نہ تو امہات المؤمنینؑ شامل ہیں اور
نہ سیدہ زینبؑ اور سیدہ ام کلثومؑ اور اگر واقعہ مباہلہ کو ۲ ہجری کا واقعہ
تسلیم نہ کیا جائے اور ۸۔ ۹ ہجری ہی تسلیم کیا جائے اور سیدہ زینبؑ
کی وفات کو تسلیم کیا جائے تب بھی سیدہ ام کلثومؑ ابھی زندہ تھیں۔
۵۔ یہ صورت واقعہ کا ایک رخ تھا۔ اصل صورت یہ ہے کہ اگر عیسائی وفد
مباہلہ کے لئے آمادہ ہو جاتا تو حضور خاتم المعصومینؑ ایسے اہم موقع پر
اپنی زوجانی ذریت یعنی تمام صحابہ کرامؑ کو اور خصوصی طور پر ان صحابہ

کو جن میں وقتاً فوقتاً آپؐ منہ اُحل المذیبت فرماتے رہے اور تمام اہم بات المؤمنین کو طلب فرمانے کا حکم صادر فرماتے۔ ان سب میں سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے علاوہ سیدہ زینبؑ، سیدہ ام کلثومؑ اور ان کی اولاد بھی ہوتی۔ مسگر عیسائی وفد کے سامنے جو نبی حضور خاتم المعصومینؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی بقول ابن ہشام عیسائیوں نے ایک رات کی مہلت طلب کی اور دوسرے دن انہوں نے حضور خاتم المعصومینؑ کی فرمودہ شرائط کے مطابق صلح کر لی۔ اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ مہلہ سرے سے ہوا ہی نہیں جیہ آیت مہلہ کا نزول ہوتا ہے۔ عیسائی وفد کے ارکان سنتے ہیں اور ایک شب کی مہلت طلب کرتے ہیں اور دوسرے دن شرائط صلح پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ عیسائی وفد مہلہ کے لئے تیار ہی نہیں ہوا حضور خاتم المعصومینؑ کے متعلق یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے فلاں فلاں کو طلب فرمایا تھا بلکہ انہیں طلب فرما کر ایک چادر سے ڈھانپ لیا تھا اور اس واقعہ کو حدیث کسا کا نام بھی دیا جاتا ہے، کہتی ڈھانپنا بسینہ زوری اور کذب پر مشتمل داستان سرا فی ہے۔

درایت کی روشنی میں آیت مہلہ کے ضمن میں جو خیال آفرینیاں کی گئی ہیں وہ سراسر عجی ٹکسال میں گھڑی گئی ہیں۔

آیت مہلہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ حدیث کسا وغیرہ کی قسم کی روایات سراسر کذب پر مبنی ہیں۔

چند سوالات

ان لوگوں سے جن کا عقیدہ ہے کہ سیدنا حسنؑ ان کے مزعمہ دوازدہ ائمہ میں سے دوسرے امام تھے اور سیدنا معاویہؓ فاضل تھے۔

- ۱۔ امام باقرؑ سے کیا مراد ہے، قرآن یا اصول الدین کی روشنی میں امامت کی تعریف کیلئے؟
- ۲۔ سیدنا حسنؑ اگر امامت تھے تو انہوں نے حق امامت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر کے محلے پر برادر خود ان کے

ما بعد پر ترجیح کیوں کی؟

- ۳۔ کیا ایک امام حق کے لئے یہ ماننا ہے کہ وہ کسی غاصب کے ہاتھ پر بیعت کرے۔
- ۴۔ سیدنا حسنؑ مہر اپنے بلا درخور سیدنا حسینؑ سا ہوا سال تک کیوں ایک غاصب حکمران سے مخالفت، عطیات حاصل کرتے رہے؟ کیا یہ تعاون علی الاشیء والعدوان نہیں؟
- ۵۔ سیدنا حسنؑ کی کتنی ہمیشہ زاد گات اور پوتیاں اس غاصب حکمران کے بیٹوں، بھتیجوں اور دیگر رشتہ داروں کے نکاح میں تھیں۔ اور دیگر ائمہ کی کتنی بہنیں اور بیٹیاں غاصب حکمران خاندان میں بیاہی گئیں؟
- ۶۔ اگر سیدنا حسنؑ یا دیگر مزعمہ ائمہ بیجو غاصب حکمران کے خاندان میں اپنی برکاتیں دے رہے تو قرآنی حکم کے تحت انہوں نے اس ملک سے ہجرت کر کے اپنا ایمان کیوں نہ بچایا؟
- ۷۔ سیدنا حسنؑ بسینا معاویہؓ کے حق میں حق امامت سے مستبردار ہو گئے تو سیدنا حسینؑ کے حق میں نقص کس نے کی؟
- ۸۔ کیا وجہ ہے کہ دوازدہ ائمہ کے عقیدہ کے قائلین ہر نماز کے بعد ہر امام کے مزار کی طوت انگلی کا اشارہ کر کے صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کے لئے نہ کوئی سلام مخصوص ہے اور نہ ہی ان کے مدفن کی طوت اشارہ کر کے کچھ پڑھا جاتا ہے۔
- ۹۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کو نہ دسے کر مارا گیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو آپ نے عالم مالکان و ممالک کیوں ہوتے ہوئے زم آؤد شریعت کیوں پایا کیا آپ کا یہ فعل خودکشی کے ضمن میں نہیں آتا۔ اور اگر آپ نے خودکشی کی تو فقہ جعفریہ میں خودکشی کے متعلق کیا حکم ہے؟
- ۱۰۔ کیا سیدنا حسنؑ نے اپنی تمام زندگی میں سادات بنو امیہ کے متعلق کسی قسم کی ناراغلی کا اظہار کیا؟

تلاک عشق کاملہ

درسی بات حق اندیشہ عظیم نے جسے علامہ بڑھادیا ہے وہی زیرِ مانتاں کیسے

تحقیق
شہاد حسین

شیخہ کتب سے

حکیم فیض عالم صدیقی

شائع کردہ

انجمن تحفظ ناموس صحابہ ناظم آباد کراچی
۱۸

جو جس کی سازش سے سیدنا فاروق اعظمؓ شہید ہوئے اور جو جس سے وہود کے گٹھ جوڑنے سیدنا ذوالنورینؓ کو خاکِ خون میں نہرپا کر شہید کیا۔ اور خرابی سے بچلا کے لئے سیدنا علیؓ کو گھیر کر اور نگہ بین خلافت کیا۔ سیدنا ہاشمؓ کو دودھ لوجوانی کے اُن کے مالد و ماعلیٰ سے خوب واقف تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان حالات میں میرے والد اس منصب کی بولی کریں۔ بہر حال نتیجہ معلوم جمل اور صفین کے معرکوں کے بعد سیدنا علیؓ اپنے ایک شیعو کے ہاتھوں جاہِ شہادت نوش فرما گئے۔

سیدنا علیؑ نے آخری وقت سیدنا حسنؑ کی خلافت کے متعلق کوئی
 "نص" یا حکم تو دور گذار دیا کہ ہمیں فرمایا تھا۔ مگر اسلام دشمن تخریبی
 عناصر نے جن کی پشت پر پوری قوم جو بس اور یہودھی سیدنا حسنؑ کو
 خلیفہ بنادیا۔ مگر آپؑ ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ جس سے صلح کرنے
 کا کہیں بھی صلح کرنی پڑے گی جس سے میں لڑوں گا کہیں بھی لڑنا پڑے گا۔

سیدنا علیؑ اپنے خلافت کے تمام دور میں اپنے شیعوں سے ایسا ہے چنانچہ
 ایک بار آپؑ فرمایا میں تم سے سخت تنگ ہوں جو سلوک تم میرے کر رہے ہو اس
 کی نسبت غصہ موت محبوب ہے۔ (درہن البیان ص ۲۲۷) امامیر کہ خاندانِ پور نے لکھا
 کہیں سید علیؑ راہِ دیکھی نصیبت ہو، ہنچ البلاغ ص ۴۶ طبع البیروت، تم میرا حکم نہیں مانتے
 تمہارا برا ہے (ص ۱۶۸) تم اس عورت کی طرح ہو جو ایسا حمل بدو جو برہمرا ہو چا کر لے کر دے
 ص ۳۲۳

آپ کو پہلے ہی ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا خوب علم تھا۔ آپ نے ہر چند کوشش کی کہ لوگ راہِ راست پر آجائیں۔ مگر ان کا تو مقصد ہی تخریبِ کلی تھا۔ ایک نے اُن کی زبان پر نیزہ مار کر بھی کر دیا، دوسرے نے کندھے سے چادر کھینچ کر گھوڑے سے اتار لیا۔ تیسرے نے نیچے سے جلے نماز کھینچ لی۔ اور ایک نے تو بد باطنی اور خباثت کی حد کر دی۔ خدمت میں پہنچ کر کہا: السلام علیک یا مومنین اور خنثار ثقیل گرفتار کر کے حضرت معاذؓ کے پاس پہنچانے پر تیار ہو گیا۔

آج آپ کے قہقہے پر ہر نگار کی ہنسی پھیل اُٹی اور فراموشی نے اچھویرا دیا۔
 سچائی کا اس افراغی قتل و غارت، یقینوں اور فساد کا علاج سوائے
 اس کے ہو نہیں سکتا کہ خلافت کی باگ دُور سیدنا معاویہؓ کے سر پر ڈر دی جائے۔
 سیدنا حسنؓ کو تیار کیا کہ نامہ تاریخ اسلام کا وہ زین باب ہے جس کی بغیر تاریخ عالم
 پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مگر آپ کا یہ عظیم اور مہم ترانہ کا نامہ سیدنا
 حسینؓ کو پسند آیا اور اس معاملہ میں بھائی کی مخالفت کی چنانچہ مخیر ہو کر
 ہو کر سیدنا حسنؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں بڑی ہنس کر قید کر دوں گا۔
 کلینی نے معتبر روایت کرتے ہوئے حضرت حسنؓ کا معاویہؓ سے بیعت کرنا دنیا
 و مافیہ سے بہتر تھا (جلد العیون ۱۷ ص ۳۷۵)

حضرت حسنؑ کو حضرت محادیؑ نے پانچ کروڑ نقد اور بیس لاکھ سالانہ وظیفہ مرحمت فرمایا۔
(تاریخ الخلفاء)

بہارِ رضا دیا، بطریقِ مجلسِ روزِ بچارہ دکر یاد کرتاے آخر فرمے: آپ کی
زہر خوری کے واقعات کا خلقِ مسعودی متوفی ۱۲۶۴ھ میں اس سے پہلے کی تاریخ
میں نہ زہر خوری کا ذکر نہیں۔ دمیڑی نے لکھا ہے کہ آپ دو بار بیمار رہے۔
سک جلا العیون وغیرہ۔ سک جلا العیون ۱۵۳۵ھ جلا اول۔ سک جلا العیون ۱۵۳۶ھ زہر خور
لاہور۔ ۱۵۳۶ھ ج اول۔ سک جلا العیون۔ سک جلا علی زہر خور۔ سک جلا العیون ۱۵۳۷ھ

ذیابیطس کا عارضہ تھا۔ شہد کا شریعت پیا اور فوت ہو گئے ۱۱۶۷ھ
 محقق لاسن کہتا ہے کہ وہ حرم کی زندگی سے نحیف ہو کر فوت ہوئے۔ حضرت
 حسینؑ کے ذہن کا اندازہ سے ہی حکومت کنشیاں تھا حضرت حسینؑ کی وفات کے
 وقت تک مجوسی اور ہودی گھوڑوں کی منظم تحریک کی صورت اختیار کر چکا تھا
 چنانچہ اب اس اسلام دشمن تحریک نے سیدنا حسینؑ کو ناکا اور ان خطوں کا
 شروع کر دی۔ مگر تمام عالم اسلام سیدنا امیر معاویہؓ کی بے مثال قیادت اور حکومت
 میں پر امن زندگی گزار رہا تھا۔ سیدنا علیؑ کی مخالفت کے دور میں ایک لاکھ کے
 قریب فرزندانی توحید شہید ہو چکے تھے اور آپؑ قبوئہ مالک میں کسی کی
 عزت اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ مگر تمام عالم اسلام مسکوکہ کا انس رہا تھا۔ ان
 حالات میں سیدنا حسینؑ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے سے نا صبر رہے
 چنانچہ انہوں نے کوفیوں کے ایک خط کے جواب میں لکھا:-

”جب تک معاویہ زندہ ہے تم لوگ اپنی اپنے گھروں میں
 خاموش بیٹھے رہو۔ ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ ہاں اگر ان
 کی موت کا واقعہ پیش آگیا تو دیکھا جائے گا اُس وقت اپنی رائے
 سے تم کو مطلع کروں گا۔“

موجودین نے متعدد واقعات ملندہ کہے ہیں کہ سیدنا حسینؑ حکومت کے کسی ضابطہ
 کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ مثلاً مرزا سپہر کا شانی مؤلف
 ناسخ التواریخ لکھتا ہے کہ یمن کے عامل نے خراج کا مال
 بھیجا تو سیدنا حسینؑ نے راستہ ہی میں اس پر قبضہ کر کے
 اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔“

(جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۸۷)

سیدنا معاویہؓ ۲۲ رجب ۴۰ھ کو فوت ہو گئے اور امیر یزیدؓ عمر
 ۳۸ سال بلا اختلاف اور ننگ شین خلافت ہوئے۔ خلفہ بننے
 سے پہلے امیر یزیدؓ دس سال کا طویل زمانہ بطور ولیعہد گزار چکے
 تھے۔ اور تمام عالم اسلام ان کی بے پناہ خوبیوں سے خوب واقف
 ہو چکا تھا۔ سوائے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ اور سیدنا حسینؑ بن علیؑ
 سب نے بشمول اُتہات المؤمنین اور سیکڑوں صحابہ کرامؓ بخوشی انکی
 بیعت کی۔ امیر یزیدؓ محدث مخفوق کے مصداق قسطنطنیہ کے جہاد
 میں کامیاب طور پر سپہ سالاری کے فرائض انجام دے چکے تھے
 شہر اور شہر ہجری میں، امیر حج کے فرائض ادا کر چکے تھے۔ لاکھوں
 مسلمان بشمول ہزاروں صحابہ کرامؓ و سیدنا حسینؑ ان کے پیچھے سینکڑوں
 نمازیں پڑھ چکے تھے۔ امیر یزیدؓ سے سیدنا حسینؑ کو صرف امر خلافت میں
 اختلاف تھا۔ ورنہ سیدنا حسینؑ کی بھتیجی سیدہ امّ محمد بنت عبداللہ
 ابن جعفر طیارؓ امیر یزیدؓ کے حرم کی زینت تھیں (کتاب نسب قریش صفحہ ۸۷)
 (جہرۃ الانساب ص ۱۲)
 المختصر کہ امیر یزیدؓ کی خلافت کے وقت کوفہ کے شیوخ و مشائخ
 نے حضرت حسینؑ کو خطوط لکھنے شروع کئے کہ فوراً کوفہ پہنچے۔ آپؑ
 اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کیا۔ اور خود روانہ ہونے
 کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ مگر یا وجود انتہائی کوشش کے
 مدینہ النبیؐ یا مکہ معظمہ کے ایک آدمی نے بھی اس امر میں ان کا ساتھ
 نہ دیا۔ بلکہ جس نے سنا اس نے روکا۔ وہ کیوں روکتے تھے اور کیوں
 منع کرتے تھے....؟ اس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ عالم اسلام کسی

رہے۔ اور سوائے ارادہ خروج سے باز رکھنے کے ایک فرد نے بھی خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔
حقیقت یہ ہے کہ مکہ سے روانگی تک خروج کے ارادہ کو کسی نے کوئی اہمیت نہ دی۔ ایک پراسن سلطنت کے اندر ایک آدمی کی اس قسم کی حرکت سنجیدہ لوگوں کے نزدیک ایک بچکانہ حرکت تھی جن لوگوں کے آپ کے روکاؤں کے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ گھر سے نکل کر شہر اندر سفری نکالیں ایک شہزادے کے بس کا لوگ نہیں ہوں گی۔ آپ مدینہ سے مکہ پہنچے اور حج سے دو دن پہلے مکہ سے عازم کوثر ہو گئے۔ یہاں پھر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر تقریباً تمام عام اسلام کے منتخب ذہن و دماغ جمع ہوتے ہیں۔ اگر آپ اپنے موقف کو صحیح سمجھتے تھے یا آپ کے پاس امیر زید کے فسق اور بخاری کا ایک بھی ثبوت موجود تھا تو حج کے موقع پر تمام عالم اسلام کے سامنے پیش کرتے۔ مگر آج دیکھتے تھے کہ امیر زید کی بظاہر یا بداعمالی کے متعلق ان کے پاس کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں، جسے وہ لوگوں کے سامنے پیش کر کے اپنے خروج کے لئے راستہ ہموار کر سکیں اس لئے وہ حج سے دو دن پہلے ہی کوثر کیوں کے چپکے، فریب اور دھوکے میں آکر مکہ سے روانہ ہو گئے۔
حج سے نین دو دن پہلے مکہ سے روانہ ہونے کی ایک اور وجہ بھی تھی آپ خوب جانتے تھے کہ حج کے موقع پر جسے اس خروج سے روکنے والے افراد اور موجود ہوں گے۔ اور ایسا نہ ہو کہ میں کوثر پہنچنے سے محروم رہ جاؤں مکہ سے کوثر میں منزل دوڑے۔ اور اس زمانہ میں عزایت اور ہراسہ اور قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت حبیبؐ ۸۸ عزم کو

ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کر لینا شرعی طور پر نقص بیعت کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسری وجہ یہ کہ تمام عالم اسلام میں امیر زید کی زندگی کے ۳۸ سال بسر ہو چکے تھے اور اس تمام عرصہ میں لوگوں نے امیر موصوب سے سوائے نیکی، بھلائی، خدمت دین، برسرِ نگاری، تقویٰ اور جہاد کے اور کوئی بات نہ دیکھی تھی چنانچہ حضرت حبیبؐ کے ارادہ خروج سے واقف ہو کر جن لوگوں نے آپ کو اس امر سے باز رہنے کا مشورہ دیا ان میں سے خصوصی طور پر آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کا نام گرانی سرفہرست ہے حضرت عبداللہ آپ کے بہنوئی بھی تھے۔ سیدہ زینبؓ آپ کے جبار عقید میں تھیں۔ وہ جب اپنے بھائی کے ساتھ تیار ہوئے اور حضرت عبداللہ کے روکنے سے انہوں نے سیدہ زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اور علی الزینبی اکلوتا بیٹا ان سے چھین لیا جن لوگوں نے عون اور محمد آپ کے دو بیٹے بیان کئے ہیں۔ ان کی جہالت پر سوائے انفسوس کے کیا کیا جا سکتا ہے، یہ ہر دو آپ کے دیور تھے بیٹے نہیں تھے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ، عبداللہ بن مطہرؓ حضرت عمر بن عبدالرحمنؓ، ابو داؤد القنیؓ، جابر الانصاریؓ، ابو سعید خدریؓ وغیرہ آپ کو ارادہ خروج سے روکا۔ اور آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ تو یہ سن کر رو پڑے۔ (روضۃ الاصغیاء ص ۲۵۲ طبع لاہور)۔
مشہور غرض زوق جو بقول شوستر ہی بہت بڑا شیعہ تھا اس نے بھی روکا۔ یہاں تاہل بخور امر ہے کہ آپ کے ارادہ خروج سے مدینہ کے تمام لوگ واقف ہو چکے تھے، مگر ایک طرف تو آپ کا ساتھ دینے کے لئے آپ کے چچا زاد بھائی تک تیار نہ ہوئے اور دوسری طرف عمال حکومت صوبہ کچھ دیکھتے ہوئے خاموش

شیخہ اصحابِ رحمہ کے دل روزِ اس قسم کے واقعات کے تذکرہ میں
بہ تفصیل کے لئے رقم تالیف حقیقتِ شیعہ ص ۲ دیکھئے۔ سیدہ فاطمہ کلاچ، بی بی
آرزو زلف، صفحہ کو جو املہ الیوم ۱۳۰۷، انگِ شیعہ اصحابِ صفحہ ۲۱ پر نام ملتے ہیں۔

ان تمام باتوں کا مختصر سا خاکہ شیخ محمد مہربان کی سند کتب میں مذکور ہے۔ محرم کی مروجہ مجالس میں ان کا ذکر تک نہیں۔

۵) **كَانَ لَوْهٍ الْحَسَنِ تَاوَسُوهُ الْفَارِسُ وَنَامَةُ رَجُلٍ فَرَسِيٍّ**
اهل السوق۔ یعنی ۹ مرحوم کو حضرت حسینؑ کے ساتھ ہزار سوار سوار
پیادے اور سودا گاندار تھے (تعمیر کر بلا مات)

۵۔ مہ نواز روزِ غر صد کے لشکر کے اپنے لشکر میں اگر شامل ہوئے (ایضاً) اور اسے گزشتہ میرے دوستوں اور اس صفت کو زندہ کرو تھا (لکھ حرم میں کر دیں) تاکہ صفت بن رہے۔

کر بلا میں پانی موجود تھا اور کوئی بھی مایوس کی حالت میں نہ رہا

۵۔ خرم کو جب حضرت حسینؑ کے انصار پر پانی کی تنگی ہوئی تو جناب حسینؑ اپنے ہاتھ میں پیچھے لے کر شہید کی پشت پر شریف لے گئے اور چند قدم کن کر قبیلہ کی طرف چلے۔ جلاۃ العیون میں ہے کہ نو قدم شمار کر کے پشت سے قبیلہ کی طرف چلے اور ریاض الشہادہ میں ہے کہ تین قدم چلے تھے اور مائیں میں ۱۹ قدم کا فاصلہ لکھا ہے۔ پھر نزع آپؑ اپنے ہاتھ سے کچھ زمین کھودی۔ فوراً ایک شہید میٹھے پانی کا بننے لگا۔ اس پانی کو جناب ام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے پیا۔ اور پکھالیں بھر لیں۔ پھر وہ چہرہ غائب ہو گیا (تصویر کر بلا مصنف سید ابوالفضل محمد صالح) جلاۃ العیون باب ۵۹۴ مکرر احبت ص ۳۵۵ تاریخ ۲۷ ۲۵۵۰

۵۔ ۸ خرم کے واقعات میں لکھا ہے کہ:-
الجمیت اور انصار پر امام حسینؑ کے پیاس کی شدت نہایت ہوئی تو امام حسینؑ کو بہت فکر ہوئی۔ ریاض الشہادہ، جلاۃ العیون اور مائیں میں لکھا ہے کہ آپؑ اپنے بھائی عباسؑ کو حکم دیا کہ دریائے فرات سے پانی لاؤ۔ عباسؑ بڑی شجاعت سے میں نہیں بھر کر لائے۔ اس لڑائی میں آپؑ کا کوئی شخص شہید ہوا اور نہ بھی (تصویر کر بلا ص ۲۳۰) عباسؑ کے بازو کٹانے کے قے محض جھوٹ ہیں۔

۵۔ ۱۰ خرم شب کو امام حسینؑ نے فرات سے پانی منگوایا اور اپنے اصحاب کو فرمایا کہ اسے پیو، یہ تمہارا آخری نوشہ ہے، اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگا دو وہ تمہارے کفن ہوں گے اور خود ایک طرف

ہو کر نورا (بال صفا پوڑا لگانے لگے۔ (جلاۃ العیون ص ۴۶۲)
۵۔ دسویں محرم کو جناب زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ جب حکم آنجناب تیس سواریوں اور بیس پیادوں کو بھیجا تو وہ پانی کی چند شکیں بھر کر لائے چنانچہ آپؑ فرمایا وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگاؤ۔ (سیرت شہید اعظم ص ۲۱۱ مائیں الامل ص ۲۰۰ جلد اول)
۵۔ جب حضرت لشکر درست کیجئے تو حضرت بنی محکم دیا کہ بنیہ لکھب کیا جائے۔ بنیہ لکھب کیا گیا تو آپؑ بنیہ کے اندر نورا (بال صفا پوڑا) لگانے لگے حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ انصاری چاہتے تھے کہ آپؑ کے بعد سے پہلے نورا وہ لگائیں اور برید کہتے تھے سب سے پہلے وہ لگائیں جب آپؑ نورا لگا چکے تو سب انصار نے اندر جا کر نورا لگایا۔
۵۔ سید امیر علی شہور شیعہ مورخ لکھتا ہے کہ جب آپؑ میں اپنے بے رحم دشمنوں سے مقابلہ کی شکست دے کر لوٹنے کے اندر اپنے پیچھے کے دروازے پر پیٹھ کے خیمے کے اندر سے ایک خاتون نے آپؑ کو پانی کا پالہ پیش کیا۔ (مہر آفتاب سائیں طبع لندن باب ۱۵ ص ۱۵۰)
اگر ذرا وقت نظری سے شیعوں کی اہمات الکتاب مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آئے کہ کر بلا میں پانی کی بندش کی داستان ایک بہت بڑا جھوٹا فریب اور جعل ہے اور نہایت جھوٹے انداز میں اور بددیانتی سے حقیقت کو چھپا کر محض عوام کو گمراہ کیا جا رہا ہے
۵۔ ملاً باقر مجلسی بھی اپنی شہرہ آفاق تالیف جلاۃ العیون میں لکھتا ہے کہ ۱۰ محرم آپؑ لڑتے بھڑتے فرات پر پہنچ گئے اور کھوڑا پانی میں دیا۔

۱۲

۵۔ امام زنجی تھے اس حالت میں مخالف فوج کو آواز دی، کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی نہیں ہے جو مجھ کو یانی ملا کر ابن سحرک فوج میں سے ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں ایک کھجور کی ٹہنی لے کر دے دے تاکہ اس کو خدا کی قدرت دکھانے کے لئے اپنے خیمے کی طرف لے گئے اور بصورت کنواں ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی نکلا۔ یہ دکھا کر درویش کو فرمایا کہ تم پانی کے محتاج نہیں (گو یانی پنی چکے ہیں التوف) صرف ان ظالموں پر اتمام حجت کرتے ہیں (مَلَا الْمَنَاسِبَ) اس صورت میں ۱۰ مرحلہ کو اپنے پانی نکلا اور اگر کچھ کو پانی نہیں بلایا تو

جرم کس کا ہوا ؟
قاسم کی شادی || دسویں غم کے واقعات میں غیر محرکاتوں میں آتا
 وادی قاسم بن حسن بن علی ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی دختر کا عقد بید شہادت
 الصاویغہ بن جریفت حضرت علی بن ابی ہریرہؓ کے بھائی (ابو ہریرہ) کو آپ کا بھائی لکھا گیا
 ہے اور متعدد دیگر مقامات پر بھی ایسی سیدہ زینبؑ کا لکھا، امام حسینؑ اور حضرت قاسمؑ
 کا نکاح فاطمہؑ سے پڑھایا۔ یہ واقعہ کتب جدیدہ و قدیمہ میں مثل بن تولو کیے کا بل لایا
 ارشاد شیخ مفید، کتاب المزار میں مدنی، علم الہدیٰ، ابان خزیدہؒ کے کتب کے
 نام ہیں، اس روایت منقطع الذنب گو نہیں لکھا۔

چنانچہ ایک معتبر کتاب کی عبارت آپ بھی سن لیجئے :-
 خرافات ست آنچو بابین عوام الناس اشتهار گزوف حضرت ناطق بنیت
 الحسینؑ را در کربلا حضرت قاسمؑ بن الحسنؑ عقوبت شد لخص تصویر کربلا
 لاش کی پامانی ۱۱ یہ روایت مجالس و محافل کی جان ہے کہ حضرت امام
 حسینؑ کا سر کاٹ لیا گیا اور ان کی لاش پامال کر دی گئی۔ اب اس کے
 متعلق بھی سنتے :-

۱۳
جب کوئی اندراج نے احامین کی فحش کو پامال کرنے کا ارادہ کیا
تو فوض نے وہاں ایک شیر دیکھا اس کو مخاطب کر کے کہا:
اے ابوالحارث تجھ کو معلوم ہے کہ دشمنوں نے کیا ارادہ کیا ہے؟
کر لیا کہ احامین کی فحش کے ساتھ کیا کرے گا۔ اس وقت
ہی فحش پامال کیوں نہ کی، اُن کا ارادہ ہے کہ گھوڑے ان
پر دوڑا دیں۔ تو شیر سلا اور اس نے اپنا ہاتھ حسین کے جسم پر رکھا۔
تو سوار آئے جب انہوں نے شیر کو دیکھا تو اُن سے عمر بن سعد
نے کہا کہ یہ فتنہ ہے۔ اُس کو نہ اٹھاؤ واپس چلو، تو سب واپس
چلے گئے۔ (اصحاب کا فی تبیین ص ۶۵۵)۔

چنے گئے۔ (اصحاب کافی مجلد ۶ ص ۶۷۷)۔
 دروغ گفتن راسلہ باند۔ ان لوگوں کا شیر سے ڈر کر جھاگ جانے کا بیان اتنا اچھوٹا ہے جو بس ان لوگوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ وہ لوگ تو بے شہیدوں کو ہلاک کرنے والے تھے اور پھر تو ان کا شیر سے جھاگنا۔ امام شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے جسم پر گھورے دروازے کی اجازت ابن سعد سے طلب کی (اجازت کے بغیر ان کی پالی سے کیا ملاحظہ) اس کے اختیار دے دیا اور لوگوں نے اس کی تیاری کر دی دگیا کسی میلہ دیکھنے کی تیاری کر رہے ہیں، معاف قدرت خدا سے ایک شیر ظاہر ہوا اور امام کے جسم پر اکڑ پڑا۔ اور اس کی طرف رخ کر کے کچھ اچھوٹا لوگ گھورے دروازے کے ارادے سے آئے تھے ان پر حملہ کر دیا اور تیرہ دشمنوں کو مار دیا (راوی کو خدا نے شتمہ نصیر بھی دی ہوئی تو وہ ایسی بے سرو پا نہ ہکتا۔ اگر لشکر کا ہزاروں حصہ بھی ایک ایک تیر جلاتا تو شیر کا جسم تیروں سے چلنی ہو جاتا، بقیہ جھاگ گئے۔ اور جسم امام محفوظ رہا (محض خلافت المعاصب ص ۳۳-۳۴)۔

مصنف جلاء العیون لکھتا ہے کہ دوسرے روز نیش پامال کی گئی۔
صبرین کی ایک جھلک | آج صبرین کے نظائر پشور کے
 جو علی غیاثہ چایا جاتا ہے۔ مختصر کتاب شیوہ نما اس کا الٹ بیان کرتی
 ہیں۔ اہل سنت کی تاریخوں میں سیدنا حسینؑ کو صبر و رضا کا پستلا،
 شجاعت و بہادری کا پیغمبر اور حوصلہ و مردانگی کا شہسوار بیان کی
 گئی ہے، مگر شیخ کہتے ہیں کہ:-

- (۱)۔ امام ہارے بیاس کے اپنی زبان جباتے تھے (خلاصۃ المصاب)
- (۲)۔ بار بار بانی مانگتے اور زمین پر پاؤں رگرتے (ایضاً)
- (۳)۔ فرہ مار کر روئے (ایضاً)
- (۴)۔ حال تا سم پر آہ کھینک کر اس شدت سے روئے کہ اہل بیت اطہار
 بیتاب ہو کر خمیر سے نکل پڑے (ص۷۷) سب اہل بیت جو تا کم کو عازم
 جنت دیکھا تو شور و غوغا، واویلا و مصیبتا بلند کیا (ص۷۸) حضرت
 بہت شدت سے روئے اور سب اہل بیت منہ پر طراچیا کرتے تھے
 اور گریبان پاک چاک واویلا کا غل و شور مچاتے تھے (ص۷۹) حضرت
 نے ایک طرح ماری شدت سے روئے۔ اہل بیت نے جو نیش
 علمبردار کو دیکھا ماتم علمبرداریں بال کھول دئے اور شور و واویلا،
 و مصیبتا بلند ہوا اور امام ماتم عباسؑ میں کچھ شعر پڑھ کر روئے (ص۸۰)
 آپ نیش مجروح اکبر پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ (ص۸۱)
- حضرت زینبؑ مثل غور شیدہ خشاں خیمہ میں سے سر دیا برہنہ نکل کر
 جانب قتل دوڑیں اور فریاد و واویلا کرتی تھیں (ص۸۱)
- یہ حوالہ جات صرف ایک کتاب خلاصۃ المصاب سے نقل کئے گئے ہیں

۱۵
 در نہ شیعیت کی دنیا ایسے خرافات سے بھری پڑی ہے۔
 حضرت حسینؑ کی خانہ نشینیت، قوی غیرت، ذاتی شجاعت و بہادری
 کی شان کے خلاف یہ بازاری لوگوں کا سا طرز عمل شیعوں کو ہی مبارک ہو
 ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو۔
کیا سیدنا حسینؑ آخر وقت تک اپنے موقف پر قائم رہے؟
 (۱)۔ مسلم جب کو ذہین ابن اشعث کے ہاں روپوش ہوئے تو فرمایا تو مجھے
 امان تو نہیں دے سکتا۔ مگر حسینؑ کو پیغام بھجو دے کہ وہ یہاں نہ آئیں۔
 (تخصیص ازہری جلد ۲ ص ۲۰۳ طبع دکن) جلاء العیون ص ۱۵۷ (۲۴)
 گویا مسلم بن عقیل نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ حسینؑ کا یہ سفر جہاد کی نیت
 سے نہیں ہے بلکہ حصول خلافت کے لئے ہے۔
 (۲)۔ حسینؑ ابن علیؑ کو مسلم کا خط ملا۔ تو واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر مسلم کے
 بجائی کہنے لگے، ہم واپس نہیں جائیں گے (تخصیص ازہری جلد ۲ ص ۱۵۷) جلاء العیون ص ۱۵۷
 (۳)۔ مسلم کی شہادت کا حال مگر حسینؑ نے واپسی کا ارادہ کر لیا مگر برادران
 مسلم نے کہا ہم جب تک مسلم کے قتل کا بدلہ نہ لیں گے واپس نہیں جائیں گے۔
 (عمدة الطالب فی انساب علی ابن ابی طالب ص ۱۹۹ طبع مکتبی)
 (۴)۔ امام حسینؑ منزل تعلیمہ میں تھے کہ خبر قتل مسلم پہنچی۔ آپ پیران پھیل کی
 طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے اب ہم جب تک مسلم کے قتل کا بدلہ نہیں لیں گے،
 واپس نہ ہوں گے (جلاء العیون ص ۱۶۳ جلد دوم)
 مندرجہ بالا تصریحات سے مسلم ہوتا ہے کہ اس سفر کو نہ ہی مسلم نے
 جہاد سمجھا اور نہ ہی حسینؑ نے مسلم بوقت شہادت حسینؑ کو پیغام بھیجے ہیں
 کہ کو ذکا ارادہ ترک کر دیجئے حسینؑ واپسی پر آمادہ ہو گئے۔ مگر برادران مسلم

مانع ہوئے۔ ثعلبید سے بعد کا سفر اپنے محض فرزند ان تھیل کی تالیف تلامذہ کے لئے کیا نہ کہ ارادہ جہاد سے، یہاں تک کہ آپ کو بلکے مقام پر پہنچ گئے۔
(۵) ابن شدقہ بن تیس کو آپ سے پاس بھیجا۔ اس نے شریف اور ی کاسب پوچھا۔ آپ نے فرمایا مجھے کوئی نئے خطوط لکھ کر بلا یا ہے۔ اگر میرا آقا تمہاری طرح کے خلاف ہے تو میں پلٹ جاؤں۔ (تصویر کر بلا ص ۲۶)۔ اس کے بعد آپ قطار الرضی جس کا رقبہ چار مربع میل کے قریب تھا اور جو مارہ، غاضریہ، نینوا، قادسیہ، شعیفہ اور عفرہ وغیرہ کے دیہات کے لوگوں کی ملکیت تھا۔ ساٹھ ہزار درہم میں خرید لیا (تصویر کر بلا ص ۲۷)۔ اس روایت سے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ کر بلا کا قطار الرضی کئی آباد اور سرسبز و شاداب گروں کے درمیان ایک سرسبز میدان تھا وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہاں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا تھا۔ مگر سزا ہوشیاعان کو فدا کا انھوں نے آپ کی تمام امیدوں پر بانی پھیر دیا۔ کہ اگر آپ زندہ بچ گئے اور ہمارے باروں خطوط امیر یزید کو پیش کئے تو ہم مارے جائیں گے۔ آپ نے آخری وقت تک کوشش کی کہ مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے۔ مجھے واپس جانے دیا جائے، مجھے کسی سرحد کی طرف نکل جانے دیا جائے۔ مگر شعیاعان کو فدا نے ایک نئی شئی چنانچہ ملا خط ہوشیاعان کے ممتاز عالم شریف المرتضیٰ متوفی ۲۳۸ھ جو بیچ البلاغہ کی تالیف میں شریک رہے، کیا کہتے ہیں۔

(۶) وقد روی انہ، علیہ السلام قال لعمرو بن سعد اختار وامنی اما السجورع الی المكان الذی اقبلت منه اوان اضع یدکی علی ید یزید۔ فہو ابن عقی یسری فی تریہ وامارہ یسیر والی الی آخر من ثغور المسلمین نا کون (جلال من اصلہ

وقالی مالہ وعلی ماعلیہ، (کتاب الشافعی غریب المرتضیٰ ص ۱۷۸) حضرت حسین سے پختہ روایت ہے کہ آپ نے عمر بن سعد سے کہا میری تین باتوں (شرطوں) میں سے ایک پسند کر لو۔

(۱) یا تو اس جنگ ٹوٹ جائے دو، جہاں سے میں آیا ہوں

(۲) یا یہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں، جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کر لے گا۔

(۳) یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو۔ تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع و آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی ملے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے بھی ہوگی۔

شریف الرضی کی اس روایت سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نہایت بے کسی اور بے بسی کے انداز میں شعیاعان کو فدا سے عاجزاد طور پر یہ التجا کر رہے ہیں۔ یہ الفاظ ایک ایسے غالی شیوعہ کے ہیں جس کی شخصیت شیعوں کے ہاں مسلمہ ہے۔

اسی شریف المرتضیٰ سے ڈیڑھ سو برس پہلے کا ایک غالی شیعہ مؤلف الامامۃ والسیاستہ لکھتا ہے: چنانچہ حضرت حسین نے عمر بن سعد کو مخاطب کر کے کہا:۔

یا شریف المرتضیٰ ابوالقاسم علی بن حسن بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابیہریم بن جعفر (اصدق) بن محمد باقر بن علی و زین العابدین (عین بن علی مرتب فیہج البلاغہ)۔ (بقیہ حاشیہ اگلا صفحہ)

۷۔ یا عمرو! اخترونی ثلاث خصال اما تشرکتی ارجح کما جئت
ایضا هذه فاخری سیدی التورق تالہ جہتی اصوت اذ تیرطی الی یزید
فامنع یدی فی یدک فیصکرمہما یرید فارس سلی عمرو بن ابی زبید بلالہ
فہم ان یسالی یزید۔ (ج ۲ صفحہ مطبوعہ مصر ۱۳۸۵ھ)
اے عمرو! تین شرطیں میری مان لو، یا تجھے جہاں سے آیا ہوں لوٹ
جانے دو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو (کفار، ترک کی طرف بھیج دو کہ
قتال ان سے کرتا رہوں۔ حتیٰ کہ مر جاؤں، یا تجھے یزید کے پاس
بھیج دو کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں پھر وہ میرے
مشعلی جو مناسبت سمجھے فیصلہ کرے۔ عمر بن سعد نے اس بار
میں ابن زیاد سے رجوع کیا۔ اس نے بھی سید کو یزید کے
پاس بھیجے کا ارادہ کیا۔

اس روایت کا بھی مفہوم تقریباً وہی ہے جو شریف الترمذی
کی کتاب الشافی میں مرقوم ہے، بلکہ اس روایت سے ایک اہم حقیقت
سامنے آتی ہے یعنی آپ ترکوں سے جہاد کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا،
رہے ہیں۔ اور جہاد امیر کی اجازت یا حکم کے بغیر جائز ہی نہیں اس
سے بھی مطلب اخذ ہوتا ہے۔ آپ یزید کی بیعت کا ارادہ کر لیا تھا
تھا اور اگر واپس جانے کا ارادہ تھا تو اس صورت میں بھی گویا آپ
نے امیر یزید کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ مگر آپ کی یہ تمام
ساتھ (بقیہ ماثر پچاس صفحہ) الامتداد ایسا ہے کہ مشعلی حقیقی فیصلہ دیکھیں کہ اس روایت
زمانہ کتاب کا مؤلف محمد بن عبد اللہ بن مسلم اللہ با بن قیدہ نہیں بلکہ کسی نبولانی دغی کی تابعیت
ملاحظہ ہو اللہ اعلم بالصواب

کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور حضرت عقیلؓ کی اولاد جلد بانٹا
نابالغی اور کم عمری اور شیمان کو فدیہ کی غدار نے بالکل ہی طرح جس
طرح جنگ جبل یا صفین میں جبکہ ذیقین آمادہ صلح تھے۔ سبائے یمن
بلکہ بول کر دونوں ذیقین کو غلط فہمی مبتلا کر کے جنگ کرادی تھی کہلا
کو بھی خانوادہ رسالت کے خون سے لالہ زار بنادیا۔
الغرض شیعہ مذہب کی تمام معتبر کتب میں مذکور ہے کہ سیدنا
نے کہلا میں تین شرطیں پیش کی تھیں (۱) واپس جانے دو۔ (۲) سرحدات
کی طرف جہاد کے لئے یا کہیں قیام کے لئے جہانے دو (۳) یزید کے پاس
جانے دو کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔
دور حاضر کا مشہور شیوخ جرح جرح لیر علی بھی اپنی مشہور تالیف
ہسری آف دی سائینس فیج لٹن باب ۵۵ پر اسی حقیقت کا موجد
تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۳۲ پر تفصیلاً ہی بیان موجود ہے شیعہ مذہب کی
تقریباً تقریباً تمام معتبر کتب میں مندرج یہ فقرہ ہر چند تصدیق کر دے
مکن نہ شد۔ ان فقرہ کلاس ڈاکٹر بن یاوا عطیہ کے مٹانے سے یہ دین
مٹ نہیں سکتا۔
اب اگر حضرت حسینؓ نے امیر یزیدؓ کی مفروضہ برائیوں، بد اعمالیوں
اور فسق و فجور سے متاثر ہو کر اعلان جہاد کیا تھا تو آخر وقت میں اس جہاد
سے منحرف کیوں ہو گئے۔ اور یہ کیوں کہا کہ تجھے یزید کے پاس جانے دو یا
واپس جانے دو یا یمن کی سرحدات کی طرف نکل جانے دو۔ اپنے موقف
سے رجوع کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اعلان کلمۃ الحق کے
نظر کے تحت لازم کو نہیں ہوئے تھے بلکہ حصول خلافت کے لئے آپ نے یہ سوا اختیار کیا تھا۔

(۱۳)۔ یزیدؓ نے حکم دیا کہ اہل بیت کو خاص مکان میں اُتار جائے۔ اور ان کی ضرورت کی ہر چیز پر ہم پہنچائی جائے۔ جب تک زین العابدینؓ دسترخوان پر نہ آتے کھانا نہ کھاتا اور آرام نہ کرتا (طراز منہج ص ۳۳۳) (۱۴)۔ ملا سحی اسفراینی اور صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ یزیدؓ صحیح عام میں تقریر کی جس میں فرداؤں سبقتیں حسینؓ پر نصرت کی (مخلص ترجمہ نقل الملام الفرائینی ص ۱۹۸)

(۱۵)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور داماد حضرت حسینؓ کے بہنوئی یعنی زینب کے خاوند یعنی عبداللہ جنہوں نے حضرت حسینؓ کے کوفہ کو روانگی کے وقت زینب کو روکنا چاہا اور وہ نہ گئیں اور انہوں نے طلاق دے دی اور اپنا بیٹا ان سے لے لیا یزیدؓ کو زندگ اسی دہائی سے خطاب کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ معاویہ کا مدرج یزیدؓ میں ایک شعر ہے:-

اذا فرق الاخوان ودھم

بید اخوان المصفا یزیدؓ

(شیعوں کی مشہور کتاب الاطلاح ص ۱۴۳)

(۱۶)۔ شمر جب حضرت حسینؓ کا سر لے کر دربار یزیدؓ میں پہنچا اور کہا:-

اصلا رکابی فضتہ و ذھبا ۰ قتلتم خیر الخلق اما و ابا

یعنی میرے فضت کو سونے چاندی سے بھر دے۔ میں نے اسے قتل کیا ہے جو تمام جہاں میں ماں باپ کی طرف سے بہتر تھا۔

اس کا جواب یزیدؓ کی طرف سے سنئے:-

”خدا ترے رکاب کو آگ سے بھرے۔ ترے لئے خرابی ہو۔ جب تو

(۲)۔ یہ واقعہ شکر اس نے دانتوں تلے انگلی دہائی (ہجج الاثران ص ۳۳۳) (۳)۔ رد اٹھا۔ (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۳-۲۹۴)

(۴)۔ اس کی عورت روتی ہوئی بے پردہ محل سے باہر دربار یزیدؓ میں پہنچ گئی۔ (خلاصۃ المصاب ص ۳۱۵)

(۵)۔ یزیدؓ نے اپنی عورت کو کہا اے ہندو فرزند رسول خدا اور برگزیدہ قریش پر لڑو۔ وزاری کر۔ (جلال العیون)

(۶)۔ یزیدؓ نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی روتا تھا (۳۹۲ ص ۳۹۳)

(۷)۔ اس کی ہمشیرگان روتی تھیں۔ (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۴)

(۸)۔ اس کی دختران روتی تھیں۔ (۲۹۵ ص ۲۹۶)

(۹)۔ اہل بیت نے ماتم کی اجازت مانگی۔ یزیدؓ نے ایک مکان کا کمر دیا اور سات شبانہ روز ماتم رہا۔ (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۶)

(۱۰)۔ تباہ حال فائدہ جب دُشمن پہنچا تو یہ دیکھ کر یزیدؓ رو پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رد مال تھا جس سے آنسوؤں پونچھتا جاتا تھا۔

اس نے سب کو اپنی زد و بھہ ہند بخت عامر کے پاس بھیج دیا جب اہل بیت حسینؓ محل میں پہنچے تو گریہ زاری بلند ہوئی جس کی آواز بھی سنانی دیتی تھی۔ (خلاصۃ المصاب ص ۳۰۳)

(۱۱)۔ انا حسینؓ کا سر سونے کے طشت میں رکھا۔ اور کہا اے حسینؓ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تمہارے ہنسنے کی جگہ کیسی اچھی ہے (ایضاً ص ۳۰۳)

(۱۲)۔ حضرت علیؓ (زین العابدینؓ) کی عزت اور اہل بیت کو اپنے گھر میں جگہ دی اور صبح و شام امام زین العابدینؓ کو اپنے دسترخوان پر بلاتا تھا۔ (جلال العیون)

جب تک گھسیٹ کر یزید کو درمیان میں نہ لائیں ان کو گویا کھایا پیا ہضم ہی نہیں ہوتا۔

چند خطبات کے لئے ہم اسے ایک متنازعہ امر سمجھ کر اس موضوع کی موافقت یا مخالفت سے دست بردار ہو کر نتیجہ اللہ کے دیکھیں تو کسی حد تک گوارہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر جب سینکڑوں واضح، یقین، فاشگاہ اور ظاہر و باہر حقائق اس امر کی موید ہوں کہ امیر مزید کے سر جو عامہ خباثت و سیطنت باندھا جا رہا ہے جو حق بد اعمالی اسے پہنایا جا رہا ہے یہ سب محض باطلی اور پلندہ کذب و افتراء ہے تو ایک منصف مزاج آدمی کے لئے غلطی اختیار کر لینا شرعاً اور اخلاقاً بھی ایک ناقابل معافی جرم بن جاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ذیل کے امور رات پر توجہ کیجئے۔

روزانہ اوسط سفر ۲۵ تا ۲۶ میل
سیدنا حسین مدینہ سے ۲۴ رجب کو چلے اور
مکہ میں ۵۲ شعبان کو پہنچے۔ روزانہ اوسط
= ۲۶ میل۔ اگر مکہ سے کرلا ۱۰۰۰ میل کوڑی
تیس دن میں پہنچے تو اوسط سفر ۳۳
میل روزانہ بنتی ہے۔ اگر بقول بعض
روافض یحکم حرم کو پہنچے تو اوسط سفر
۵۴ میل روزانہ بنتی ہے۔ اور قطعاً
ناممکنات سے ہے۔ صحیح یہی ہے کہ
یا محرم کو کرلا پہنچے۔
اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ۸ ذی الحجہ کو آپ مکہ سے



جانتا تھا کہ حسین بہترین خلق ہیں تو تو نے اسے قتل کیوں کیا۔ نکل جائے
سائنے سے تیرے لئے میرے پاس کوئی جائزہ نہیں۔ (الفنا ص ۷)

(۱۷)۔ اس موقع پر ناسخ التواریخ کے کلمات بھی سن لیجئے۔ میری طرف سے
ہرگز تجھے انعام نہ ملے گا۔ (۲۶۹)

(۱۸)۔ دشمن سے امام زین العابدینؑ کو روانگی کے وقت کہا۔ خدا ابن مرجانہ
کا بڑا کرے۔ واللہ اگر میں موجود ہوتا تو حسینؑ جو مانگے، دیتا۔ اور ان
سے اس بلا کو دفع کرتا اگرچہ وہ میرے فرزندوں کی ہلاکت کا موجب بنتا۔

(۱۹)۔ ابن زیاد ملعون نے حسینؑ کے معاذ میں جلدی کی پس ان کے قتل پر رگزار ہوا تھا

(۲۰)۔ حسینؑ کو اس نے قتل کیا خدا اس کو غارت کرے (جلال السیوطی ص ۲۶۷)

(۲۱)۔ خدا لعنت کرے بن مرجانہ کو میں نے اسے آپ کے والد کے قتل کا حکم نہیں
دیا تھا۔

(۲۲)۔ خلاصۃ المصاب، احتجاج طبرسی، جلاء العیون، ناسخ التواریخ
سے اس قسم کے بیسیوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں کہ یزید حسینؑ
کے قتل سے بالکل بری ہیں۔

(۲۳)۔ رخصت کے وقت سیدہ ام کلثوم کو ایک پھیل دیتے ہوئے کہا:
خذ هذه المال ما اصابك منہ۔

امیر مزیدؑ اسے کھلا کر اور دینا کر و انض نے تاریخ کو مسخ کرنے
کی سعی میں جو اکاذیب کے پلندے تیار کئے ان میں سرفہرست یزیدؑ اپنے
ہم قافیہ لفظ پلید کے ساتھ روافض کے علاوہ اہل سنت کے جہلا کے تلو
واذبان پر بھی اس طرح مسلط ہے کہ جب تک اپنی جاس و مخالفت جی کر
خلوت کی جی صحبتوں میں کسی بدنام و رسوا شخص کا ذکر کر رہے ہوں!

روزانہ ہوتے۔ والسی مکہ نے آپ کی روانگی کی اطلاع امیر نیریدہ کو آپ کی روانگی کے بعد دی۔ گویا مکہ سے جو قاصد دمشق کو روانہ ہوا وہ ۹ ذی قعدہ کو روانہ ہوا۔ مکہ سے دمشق کا فاصلہ ۱۰۴۰ + ۲۴۰ = ۱۲۸۰ میل ہے، اور دمشق سے کوفہ کا فاصلہ ۴۴۰ میل ہے۔ یعنی مکہ سے یہ سفر اوسطاً ۵۷۰ میل روزانہ بنتا ہے۔ مکہ سے ایک قاصد ۵۷۰ میل روزانہ سفر کر کے ابن زیاد کو امیر نیریدہ کا حکم پہنچا یا کہ حسین کو قتل کر دو۔ ایسی یاد رہا کہ آپ جس سے بڑھ کر کسی ایسی ہوائی کا وجود محض باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہاں مجھے نیریدہ کی وکالت مطلوب ہے، نہ صفائی۔ میں اربابِ اہمیت کے سامنے ایک حقیقت پیش کی ہے۔ ہر صاحبِ ادراک منصف مزاج ذہن فوراً یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا کہ مکہ سے کوفہ کا فاصلہ ایک ہزار میل ہے۔ مکہ سے دمشق کا فاصلہ ۱۲۸۰ میل ہے۔ گویا مکہ سے دمشق پہنچنے والا قاصد بھی دمشق بھی پہنچنے نہ پایا تھا کہ حسین شہید ہو گئے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ اس زمانہ میں سفر کی منزلیں مخصوص ہوتی تھیں۔ مخصوص منزلوں پر ہی پانی، خوراک یا چارے کا انتظام ہوتا تھا۔ منزل سے ادھر یا ادھر قیام موت کو دھوکے دینے کے مترادف تھا۔ ان کو الٹ کی روشنی میں صاف نظر آتا ہے۔ کہ جس روز نیریدہ کا حکم لے کر قاصد کوفہ پہنچا۔ اگر اس کا روزانہ سفر ۴ میل کی اوسط کارہا تو اسے ۵۹ دن میں سفر کیا اور حسین اس کے پہنچنے سے ۲۹ دن پہلے شہید ہو چکے تھے۔

میں دنیا بھر کے جغرافیہ دانوں اور ریاضی دانوں کے سامنے یہ سوال پیش کر کے انصاف کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ کسی قاعدے

یا فاریوسے سے یہ ثابت کر دیں کہ شہادت حسین سے پہلے نیریدہ کا حکم کوفہ میں پہنچ چکا تھا۔ کوفہ یا کربلا میں جو کچھ ہوا شیخان کوفہ کا اپنا کیا ہوا ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ مدینہ سے روانگی کی اطلاع پر نیریدہ نے احتیاط کوفہ کی طرف ابن زیاد کے سپرد کر دی تھی کہ ہو سکتا ہے شیخان کو حسین کو درغلا کلا میں اور بغاوت کر دیں۔ اور نیریدہ کا یہ خیال مسلم کے کوفہ پہنچنے پر صحیح ثابت ہوا۔ "الامانہ والسیاستہ" کا نالی مؤلف اس بات کا اعتراف کر چکا ہے کہ ابن زیاد بھی حسین کے قتل پر رضامند نہ تھا اور حسین کے قاتل کو اس کا صبرے دربار میں قتل کر دینا اس بات کا بین ثبوت ہے۔ رہا مسئلہ نیریدہ کا تو اگر اہل حرم کو حسین کی شہادت کی صحیح تاریخ مانی جائے تو ۲۵ میل روزانہ سفر کی اوسط اکیس حرم سے پہلے نیریدہ کو آپ کی شہادت کا علم ہی نہیں ہوا۔

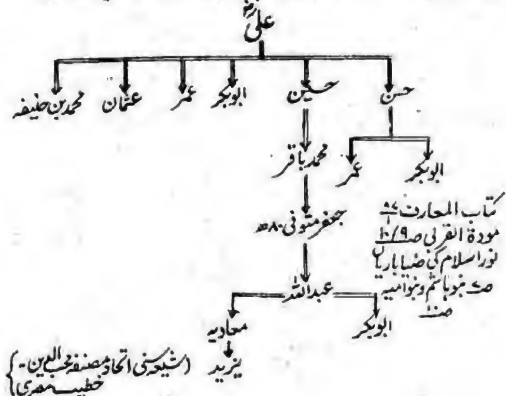
رہا نیریدہ کا دوسرا مؤثر کردار تو اس سلسلہ میں صرف مذہب شیعہ کی ہند معتبر کتب سے سن لیجئے۔

تسطنطیہ کے قتل کی دیوار کے نیچے سیدنا ابوالیوث انصاری کو ذہن کیا جاتا ہے۔ انصاری کو معلوم ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس قبر کو یہاں سے اکھاڑ پھینکیں گے یہ سنکر نیریدہ جو کچھ کہتا ہے وہ ناسخِ القوانین کے مصنف غالی شیعہ کی زبان سے سنئے۔

اے تسطنطیہ فالو! ہمارے نبی کے اس بزرگ اور بڑے صحابی کے مدفن کو ہم دیکھ رہے ہو خود کی قسم اگر تم نے اس کی بے حرمتی کی تو یاد رکھو مملکت اسلامیہ میں جتنے گریجے ہیں سب کو نیست و نابود کر دوں گا اور ملک عرب میں پھر بھی ناقوس بجے نہیں جائے گا۔ " (جلد ۲۷)

خمد بن حنیفہ کہتے ہیں:-

۲۹
اٹھائی تھی وہ صوف ایک رات کے چند گھنٹوں میں فاسق فاجر ہو گیا۔ فیصلہ کن :- لیجئے آپ کے سامنے ایک فیصلہ کن بات پیش کرتا ہوں۔ یہ شجرہ تصور کر بلا اور شیر مٹی اتحاد کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کعلی کے اٹھارہ بیٹے تھے



مصنف مذکور بکھٹا ہے کہ آپ علم و زہد، شجاعت و عبادت میں زمانہ کی ایک بلند شخصیت تھے، اور وہ علم علیٰ ابی طالب کی اولاد ہیں جس نے اور حسین کے بعد سب سے افضل تھے۔ (ص ۳۳)

محمد بن حنیفہ خود کہتے ہیں جس نے اور حسین مجھ سے افضل ہیں لیکن میں علم میں ان دونوں سے بڑھ کر ہوں۔ (الاعلام زرکلی ص ۳۵)

چندر ورز ہوئے ایک علامہ نقل بطور اصحاب تشریف فرما ہوئے۔
 دو این گھنگو فرمائے لگے کر یزید پہلے تو نیک تھا۔ مگر خلیفہ نہ کرید کا رکھا
 راقم نے عرض کیا جناب ۳۶ رجب وائی مدینہ نے حسین کو معاویہ کی وفات کی خبر سنائی آپ نے وہاں انا للہ وانا الیہ راجعون بڑھ کر لکھا انا صاف
 کیا اور صبح دربار عام میں حاضر ہو کر امیر یزید کی بیعت کا وعدہ کیا۔ ۲۶ رجب کو بیعت عام نہ ہو گئی۔ انہیں چند گھنٹوں میں ہی یزید کے اغیار بد کا علم ہو گیا تھا۔ ۳۸ سال کی عمر تک جس آدمی کے کردار پر کسی نے انگلی نہ مارتی

تاریخ الامت ج ۲ ص ۲ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۲۰
(۳) - سیدہ بنت علیؓ - عبدالرحمن بن عبداللہ بن عامر اموی کے نکاح میں
جمہور الانساب ص ۲ بنو ہاشم و بنو امیہ ص ۲۰
سیدنا حسن کی چھ بیویاں اموی سادات کے نکاح میں
(۴) - سیدہ نفیسہ بنت زید بن حسن ولید بن عبدالملک بن مروان کے
نکاح میں۔ اس نکاح کے بارے میں صاحب عمدۃ الطالب نے ترویج
کی بجائے خجرت الی الولید لکھ کر اپنا منہ کالا کیا ہے۔ یہ زید بھی کربلا
میں موجود ہونے کے باوجود انہی بیوی کا نکاح ولید اموی سے کرتے ہیں۔
(۵) - خدیجہ بنت حسین بن علیؓ عبدالملک بن حکم سے بیاہی گئی جن سے کثیر
اولاد پیدا ہوئی۔ (جمہور الانساب ص ۲) مقام بنی امیہ ج ۱ ص ۲۰
(۶) - زینب بنت حسنؓ شہناہ بن بھی عبدالملک سے بیاہی گئیں۔
(جمہور الانساب ص ۲ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۲۰) حسن
شہناہ بھی کربلا میں موجود تھے اور زخمی ہوئے تھے۔
(۷) - ام قاسم بنت حسنؓ شہناہ - مروان بن ابان بن عثمان خلیفہ ثالث
سے بیاہی گئیں اور ان کے انتقال کے بعد بنو العابدین کے نکاح
میں آئیں۔ (کتاب الحجر ص ۲ جمہور الانساب ص ۲)
(۸) - سیدہ بنت حسنؓ شہناہ و بن مروان کے نکاح میں تھیں۔
(جمہور الانساب ص ۲ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۲۰)
(۹) - حمادہ بنت حسنؓ شہناہ عیسیٰ بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم
کے نکاح میں تھیں (جمہور الانساب ص ۲) مقام بنو امیہ ج ۱ ص ۲۰
اور امیہ کے تعلقات ص ۲۰۔

۳۱
(۱۰) - سیدہ ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیار - یزید کے نکاح میں تھیں۔
(۱۱) - سیدہ سکینہ بنت حسینؓ بنو کربلا میں موجود تھیں مصعب بن زبیر کے منقول
ہونے کے بعد الاصبغ بن عبداللہ بن مروان کے نکاح میں آئیں۔ یہ الاصبغ بن
عبداللہ بن زبیر کے جانی تھے ان کی دوسری زوجہ یزید کی بیوی ام یزید تھی (جمہور الانساب ص ۲)
(کتاب المصنف ص ۲۰ کتاب نسب قریش ص ۲ بنو ہاشم ایضاً ص ۲۰)
(۱۲) - سیدہ سکینہ کا دوسرا نکاح زید بن عمر بن عثمان خلیفہ ثالث کے ساتھ ہوا۔ (کتاب
نسب قریش ص ۲۰ کتاب المعارف ص ۲۰ تعلقات ص ۲۰) ایضاً ص ۲۰
(۱۳) - سیدہ یحییٰ بنت سکینہ بنو کربلا کا نکاح عباس بن ولید بن عبدالملک سے ہوا۔ (کتاب
نسب قریش ص ۲۰ بنو ہاشم ایضاً ص ۲۰)
(۱۴) - فاطمہ بنت حسینؓ بن علیؓ کا دوسرا نکاح حسنؓ شہناہ کے بعد عبداللہ بن عمر بن عثمان
خلیفہ ثالث سے ہوا (جمہور الانساب ص ۲) مقال الطالین کتاب نسب قریش ص ۲۰
صرف علوی شہزادوں کی ہی نہیں ہونے بلکہ بیسویں اموی شہزاد یا علوی شہزادوں
کے گھر میں تھیں۔ یہاں ان کا استقبال ممکن ہے نہ ضروری۔ دکھانا صرف یہ مقتدر
ہے کہ واقعہ کربلا کو ان تمام علویوں اور امویوں کے محض ایک حادثہ سمجھا جاتا تھا اور یہ بھی
ایک حادثہ بہت بڑا و خوفناک تھی جیسے لوگوں نے اس پر رائے رکھی کہ غلط سلطہ دیا
گھر کر اہمیت میں تو قدر پیدا کرنے کے لئے یہ صورت پیدا کی جس سے ہم صدیوں دوچار ہیں۔
ورنہ صرف سید سکینہ کے نکاح سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کربلا میں موجود ہیں اور
بعد میں الاصبغ بن مروان بن عبداللہ بن زبیر کے نکاح میں آئی ہیں جن کے نکاح میں یزید کی بیوی ام یزید
کربلا میں بچنے والے ۱۱، نماز عصر کے وقت عمر سعد سے خیریت پوچھ گیا۔ اس کے
پاس عقہ بن جہان کو بچا لایا گیا۔ یہ عقہ بابت زوجہ ام امین کے ملازم تھے ان سے
دریافت کیا تم کون ہو؟ سن کہا باب کا غلام ہوں۔ پس ان کو رہا کر دیا۔

- (۳۶)۔ پھر مرتق بن قمار مدی کو لائے۔ ان کو عمر سخت ازراہ کی طرف نکال دیا (تصویر کر بلا)۔
 (۳۷)۔ جن مٹنے بن امام حسن مجتبیٰ ہو کر گرے۔ ابو حسان کا مامو اٹھا کر لے گیا۔
 کو فیض علاج کیا اور تندرست ہونے پر مدینہ بھیج دیا جناب بن نے قبل ازمرگہ
 کر بلا ان کا نکاح نا طہ سے کر دیا تھا۔ (اب دوبارہ ہی نا طہ کر بلا میں قائم رہا جی نہیں۔
 یا للجب (تصویر کر بلا ص ۸۳) بحوالہ عمدة الطالب، مقام ناسخ التواریخ، کشف السنہ،
 ارشاد ریاض الشہادہ)۔ (۴۰) صفاک بن عبد اللہ مشرقی نے اپنا گھوڑا بیروں کے خوف
 سے خیمہ کے اندر باندھ دیا۔ پیادہ جہاد کیا۔ آخر امام سے کہا میری بیعت اہل الجح
 لہا نے فرمایا میں نے بخل کما وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلے گئے (تصویر کر بلا بحوالہ عمدة
 (۵)۔ علی (زین العابدین)۔ (۶)۔ زید فرزند امام حسن۔ (۷)۔ خباب احمد باقر۔
 (۸)۔ عبد اللہ بن حضرت ابوالفضل عباس (تصویر کر بلا ص ۸۳)۔
 (۹)۔ بروایت دوزندان مسلم کو فیض میں قتل ہوئے تھے۔ یہ بھی امام حسن کے ہمدرد تھے
 (کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی لکھتے) یہ خبر سن کر حضرت امام محمد باقر کی روایت کے مطابق
 ہے جیسا کہ ملائے جلسہ سے علماء الیوم میں محمد بن قزوینی نے ریاض الشہادہ میں اور صاحب
 مقام نے اپنی تالیف میں بیان کی ہے۔

حکمر واقعہ کر بلا کے متعلق

اس کتاب کی تدوین میں تمام تزیین و کتب کی روایات پر انحصار کیا گیا ہے جیسا کہ
 حوالہات صحیح ہیں۔ اس کے باوجود اگر یہ لوگ وہی رٹ لگاتے جاتیں کہ زید کے لشکر نے
 کر بلا کے ریگستان میں گھر کر زمین کو شہید کیا۔ زید محاذ اللہ کا فر اور فاسق و ناجور تھا اور سیدنا
 حسین علیہ السلام کو ذی طرف روادے تھے اور حادثہ کر بلا بعد اہل بیت پر سختیاں
 کی گئیں، پڑیاں پہنائی گئیں، ننگ تارکے چل خانوں میں بند کیا گیا۔ بھوکا رکھا گیا تو اس
 بات مدعی بھوٹے ہیں یا ان کے سلاطین جن کی کتب واقعہ کر بلا نامی کتاب پر مرتب کیا گیا ہے

اسلام

میں

یزید

نام

کے

اکابرین



حکیم فیض عالم صدیقی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



نام کے اکابرین

حکیم فیض عالم صدیقی

انتساب

یزید نام کے اٹھ اکابرین کے نام جنہوں نے فتوحات اسلام
قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، علم الکلام، تاریخ، جغرافیہ، ادب اور شاعری کے
وغیرہ میں اپنے پیچھے بہت کچھ چھوڑے ہیں۔
(فیض عالم)

یہ کتاب
تالیف ترتیب
مقام اشاعت
تاریخ

اسلام میں یزید نام کے اکابرین
حکیم فیض عالم مدظلہ
فیض محمد تحصیل مجسمہ آزاد کشمیر
۱۴۱۰ھ روئے

انسانی فطرت کا خاصہ ملکہ تعاضل ہے کہ وہ ہر پسندیدہ چیز سے نفرت کر لے گا اور اپنی نفرت
نہ کرے تو تعاضل ضرور کرتا ہے اور ہر پسندیدہ چیز سے محبت کر لے گا۔ اپنی اولاد کے معاملہ میں انسان عجباً
نبات حساس جیسے ہیں اور فطری تعاضل انسان کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنی اولاد کے نام ان اکابرین کے
نام پر رکھے جو اس بھری دنیا میں اس کا انبیڈیل ہو لہذا ہمارے سامنے بیست و تین تراجم و اسناد احوال،
احادیث و فقہ کا وسیع میدان کھلا پڑے ہے جب کسی بھی فن کی کوئی سی کتاب کھول کر دیکھتے ہیں تو اس میں
ہمیں دیگر ناموں کے ساتھ "یزید" نام کے سینکڑوں سے متجاوز اصحاب نظر آتے ہیں جنہوں
خاتم النبیین و المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ انھیں نور کی خدمت
آدرس میں جب کوئی شخص حاضر ہوتا تو انھیں اس سے اس کا نام بھی دریافت فرماتے۔ اگر اس کا نام انھیں نہ ہو
پسند نہ ہوتا تو اس کے لئے یہ نام تجویز فرماتے۔ اہبات المؤمنین میں سے ام المؤمنین ام حبیبہ کا نام مل
تھا۔ ام المؤمنین جویریہ کا نام تھا۔ ام المؤمنین حضرت عمو بنہ کا نام بھی تہہ تھا کہ کتب احادیث میں نام
تبدیل کرنے کی بیسیوں روایات موجود ہیں۔

کہا جائے کہ یزید بن معاویہ شہرانی، زانی، فاسق، فاجر اور اسلامی شعائر کا خلاف اڑنے والا تھا اور سب
بڑھ کر یہ کہ وہ سیدنا حسینؑ کا قاتل تھا۔ اس موضوع پر تطبیق تاریخ پر کام کرنے والے اکابرین نے ہزاروں صفحات
پر مشتمل اپنی تالیفات میں محسوس قسم کے فتواید و نظائر سے ثابت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ کے متعلق اس
قسم کی تمام روایات ایک خاص ملکہ رکھتی ہیں جو بعض سیاسی پروپیگنڈہ کے طور پر ایجاد کی گئیں اور انہیں
ایک خاص میکینک کے ساتھ مختلف انداز میں مختلف مقامات سے مختلف اوقات میں ہمہ گیر اس کے ذریعے
پھیلا گیا اور جس بات کا سرے سے کوئی وجود نہیں تھا وہ ایک گروہ کی عیارت، مکارانہ، شاطرانہ اور
تجلیسازہ تبلیغ سے ایک حد تک حقیقت بن گئی۔ اہبات المؤمنینؑ اور صحابہ کرامؓ کی شانِ قدس میں ہر ذرہ
سرائی کے متوجہ نہ کی طرف سے اگر ایمر یزیدؑ کے متعلق خرافات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت
میں سب سے پہلے ان اصحاب کے علم و تدبیر کا نام کر کے انہیں بدترین انسانوں میں شامل کرنا ہو گا۔ جنہوں
نے یزیدؑ کے نام پر اپنی اولاد کے نام پر بد رکھے اور پھر یزیدؑ نام کے اکابرین کے ذریعے عیسائی دینی طور
پر کچھ حاصل ہوا یا بلا اس تمام ذخیرہ کو غرق بلکے اسے سپرد آتش کر کے غبارِ نفرت و بیزاری کے اپنے ایمان
پہنائے جائے تو واقعہ عجیب اور کھ دھندے کی شکل اختیار کر لی ہے ایک طرف سیدنا حسینؑ کی المناک شہادت

اور انجذاب مکی ذات کے ساتھ عقیدہ تہذیب کی فراوانی، دوسری طرف یزید بن معاویہ کی خلافت پر تمام عالم اسلام کا اتفاق اور عیسوی طرف یزیدوں کی ذلیلہ ہمہ تن پھینچنے والا علمی ذخیرہ اور امت میں یہ پیغام کی بھراؤ اس کو کہ دھندے سے بچ نکلنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان تمام ہمہ تن کے عقیدہ تہذیب اور متفکرانہ مخالفت متصادم جذبات و خیالات کو یکجہت ذہن سے جھٹک دیں اور کو نوا مع الصادقین کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اھدنا صراط المستقیم کا در در کرتے ہوئے حقائق کا جائزہ لیں اور اپنے دلوں میں ولا یجھکیم شائد کا ایک حقیر سا تصور بھی قریب نہ پہنچنے دیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے غلو و اذیان واقعات کے اصلی حقائق سے آگاہ نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں چاربت کا راستہ دکھائے۔

دلوں کے مجید جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہم اسی کی ذات کو حاضر و معربانے اور ملتے ہوئے ان کلمات کو دھڑا جھلکتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یسینا حسین کی ذات اقدس کا کشاغ وفاق و فاجر اور زندیق ہے، ہمارے ذہن کے کسی گوشے میں بھی افضل و مغفول کے تصور نے سرسراہٹ تک پیدا نہیں کی، ہاں ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جن صحابہ کرام کے فضائل و مناقب اظہر من الشمس ہیں اور انکی انصافیت و اولیت مسلم ہے انکی ذوات قدسیہ کے گستاخوں کو صحیح العقیدہ مسلمان سمجھنے کے لئے اپنے آپ کو پہنونا نہیں بلکہ اپنے آپ کو اپنی تالیفات میں اپنے ان خیالات کو دھرا چکے ہیں۔

ہم علمی انداز میں صاحبان بصیرت کے لئے ان حقائق کو بار بار پیش کر چکے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی جو اس کے کفر یا فتن پر دلالت کرتی ہو، بلکہ اس کے ملی الزعم بلا تفریق شیعہ سنی تمام اہل کتب میں اسے اچھے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے مگر اس کے دو عقائد میں یسینا حسین کی کھانہ پیت کے ساتھ طور پر جنبت الفروخ کی طرف مدعا اٹھانے کا ناقابل معافی جرم ایسی گلوں کی طرف کسی نے غور کیا کہ اس جذباتیت میں حقیقت کھتی ہے اور محض تہذیبی تشدد و غلو کی علامت ہے۔ یہی شاعر کئی سال تک دنیا میں زندہ رہے۔ ان کے سامنے انکی اولادیں بولیں پڑھیں جو جہنم میں بھی کسی کتاب کے کلمے کو نے کھدے میں بھی ان عینی

بلکہ کہ یزید بن معاویہ نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

ہمارے بعض نام نہاد مؤرخین ہمیں اس سے بچنے کے چھٹین اور نقل راجہ عقل قسم کے مفسرین کی بیخفت شکاری اسلامی اقدار کے ساتھ فدا رتی سے کم نہیں، ہر صاحب علم پر فرض ہوتا ہے کہ واقعات کے انبار میں سے حقیقت نکالیں کرے اور کرداروں کے ڈھیر میں سے کھوٹے اور کھرے کے واضح طور پر تعظیم کرے، مگر مذہبی عقیدت، ذہنوں کے افلاس، علمی بے مائیگی اور بصیرت کے فقدان نے متصادم نظریات کو معاشرے میں اس طرح پھیلا دیا ہے کہ آج حقیقت روایات میں کھو گئی یہ درست ہے کہ اچانک شیش تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور غلط اور صحیح کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیتے ہیں بالذات کی خاک اور اشتہارات کا غارہ ان کی تپیلوں میں دھول نہیں جھونک سکتا وہ متصادم روایات میں سے صحیح روایات کو اصول و راست کی روشنی میں معلوم کر لیتے ہیں مگر سیم پر پیچیدہ مسل کذب و دروغ کی کھارے بے بصیرت شخصیت پرست ذہنوں میں جو کچھ ٹھوس دیا ہے وہ لوگ بھول جاتی ہیں، بجا فم ٹھونک کر سامنے آجاتے ہیں، یہی وہ مفرس مرض ہے جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو کئی ٹکڑوں میں بابت کر آپس میں دست و گریبان ہونے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر دیا ہے۔

شیدہ مذہب کی اہانت اکتب کی روشنی میں اس مقام پر ہم سرسری طور پر یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انجذاب کے قائل کون تھے؟

پہلے ہم آل جناب سے ہی شروع کرتے ہیں چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور تالیف کشف الغمہ میں ہے حضرت حسین نے میدان جنگ میں اہل کوفہ سے ارشاد فرمایا۔

(۱) تقدم علی فرسہ الی القوم
متواجمہ وقال لہم یا اہل
الکوفہ بتالکم
امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہو کر اہل کوفہ کی طرف بڑھے اور بالموافق کلام کیا اور فرمایا۔ اے اہل کوفہ! بھٹکا رہا اور ملکات ہو تم یہ تم نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ہمیں مدد کیے بلایا اور ہم بڑی عسکرے ہماری طرف مدد کو آئے مگر تم نے ہم پر تلوار کھینچی

سیدنا حسینؑ واضح الفاظ میں کوفیوں کو فرماتے ہیں کہ تم نے ہمیں بلایا اور تم نے ہی
ہماری خلاف تلوار کھینچی ہے۔ آپ نے اس مقام پر نیریگی کی فوج کے کسی اہل کار کو مخاطب
نہیں فرمایا۔ آگے چلئے ایک اہم ترین عینی گواہ کے الفاظ سنئے۔
(۲) منتهی الامال میں ہے: علیؑ (زین العابدین) ابن حسینؑ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے
فرمایا:-

بائیکہ منم علی بن حسین بن علی بن ابی طالب
پس منکس کہ در کنار فرات زنج کر ندیے انگلازو
خون طلب داشتہ باشد و منم پس منکس کہ جنگ حرمت
او نمود و دانش را بغاوت بردند و دانش را ایر
کردند منم فرزند او کا اور ابصر کشند ہمیں خرمرا
کافی است۔

اے مردم سو گند نے ہم شمار بخدا کیا فراموش کر دیند
شمار کا نامہائے کہ سپردش نوشید چون سلاط
شمار اجابت کردار و در ضعیف میرن شدید کیا
نے اورید کہ با پدرم عهد پیمان بستید و ست بیت
فرزادیدان کا اور کشید و مخدول داشتید لڑا گت
ما شمار را بر آئے آنچه بر آئے خود با خرت فرستید
بیت است رانے کہ بر آئے خود پسندید۔

۱۔ منتهی الامال جلد ۱، ص ۲۱۲

یہ زینب بنت علیؑ موقع کی دوسری اہم ترین گواہ ہیں۔ ان کا ارشاد الطراز المنطفری
کی زبان سے یہ:-

(۳) زینبؑ فرمود: اے اہل علم و جور، اے اہل کفر
و حیلہ، اے اہل کفر و ہمانہ و غیث را کشید و آنچه
وعدہ دادہ حلف کردید چھوٹ بر آدم نامہ پڑے
نوشید و اورا بایں ولایت آوردید و چون بیاوردید
از نفرت و یاری بر آدم باز گشتہ و از پیمان خود گردید
و دشمنان او معین شدید و اہل کذب و زنا را بایں نمود
(الطراز المنطفری طبع جدید طہران جلد ۱، ص ۳۱۱) اور زنا کاروں کے مددگار ہو گئے۔

اور اس سے بھی اہم ترین بات:-
ساحر کر بلا کے بعد سیدنا حسینؑ کے بھائی محمد بن الحنفیہؑ کی توجہ پر سال مشق جاتے رہے۔
آپ کے دیگر بھائیوں میں سے کسی ایک نے بھی کسی موقع پر زید کو سیدنا حسینؑ کا قاتل نہ کہا حالانکہ
ان لوگوں کو ایک جڑا سنبھری موقع ملا تھا یعنی جس وقت مدینہ منورہ کے چند لوگوں نے زید
لے اعلان جنگ کر دیا تھا جسے تاریخ میں واقعہ حرہ کا نام دیا گیا ہے۔
(۴) اسی کتاب میں سیدہ زینبؑ کا ایک خطبہ مرقوم ہے۔ اس خطبہ کے چند فقرات
”اے دھوکہ باز مکار اہل کوفہ کیا تم روتے ہو۔ تم نے اپنے لئے بہت برا تو شہر اخرت بھیجا ہے
لعنت اور پھٹکار ہو تم پر۔“ (ایضاً جلد ۱ ص ۲۸۱)

شیخہ مذہب کی تمام امیات الکتب، سیدنا حسینؑ، سیدہ زینبؑ اور سیدنا علیؑ
زین العابدینؑ کی اسی قسم کے کلمات سے بھری پڑی ہیں۔ اس کے علاوہ سیدہ ام کلثوم بنت علیؑ
سیدہ سکینہ بنت حسینؑ نے ہر مقام پر کوفیوں کو قاتل حسینؑ کہا، ساحر کر بلا میں اہل بیعت میں
سے بچنے والوں کی تعداد کم از کم تھی۔ بیچین میں سے عشر، زید، حسن، شعیب، سیدنا حسنؑ کے
بیٹے تھے۔ علی بن حسینؑ، زینب بنت علیؑ، ام کلثوم بنت علیؑ، سکینہ بنت حسینؑ، ام کلثوم بنت علیؑ
(الطالین ص ۹، سطر ۲ تا ۷)

عبد اللہ بن عباسؑ، سیدنا محمد باقرؑ، سیدنا علیؑ کی اولاد اور دیگر افراد میں سے عقبہ بن معانؑ،
موقع بن قاسمؑ (دفعہ ۱۱) صفحہ ۱۱۱ بن عبد اللہ مشرقی تین آدمیوں کے نام ملتے ہیں گویا یہ

تیرہ موقع کے گواہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کہ شہدائے کربلا کا قاتل یزید ہے۔ بلکہ سب کو فیوں کو ہی قاتل کہتے ہیں۔ اب ہم شیعہ کتب سے سیدنا حسینؑ کی شہادت کے متعلق یزید کے تاثرات پیش کرتے ہیں۔

(۱) یزید نے قاتل حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا (منتہی الآمال ۴۲)۔

(۲) یزید نے اپنی زوجہ کو مخاطب کر کے کہا: حسینؑ راجشت و مراد و وہاں روسیہ ساخت (ایضاً ۴۸)۔

(۳) یزید یہاں تک تیار تھا کہ حکومت چلی جاتی۔ مگر حسینؑ قتل نہ ہوئے۔ (ایضاً ۴۹)۔

(۴) یزید کے گھر میں صف نامہ لکھی گئی۔ یزید کے گھروالوں نے روایات شریعہ کر دیا۔ کپڑے پہاڑ لے۔ تین دن تک سوگ منایا۔ (ناسخ التواریخ ۴۶)۔

(۵) ہزار اشرفی خون بہا پیش گیا۔ (طراز العذاب ۴۴۱-۴۴۲)۔

(۶) جتنا نقصان پہنچا اس سے ساٹھ گنا دیا۔ (ایضاً ۴۵)۔

(۷) علی بن العباس بن جب تک دسترخوان پر نہ پہنچے۔ یزید کھانا نہ کھاتا۔

الغرض اس قسم کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں شواہد سے شیعہ کتب بھری پڑی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی علوی نے سیدنا حسینؑ کا قاتل کسی دوسرے یزید کو نہیں گردانا آج جو باتیں زبان زد خواص و عوام ہیں یہ ان لوگوں کی مبالغہات کا چر بہ ہیں جو قتیلین حسینؑ کی ولادت سے تھے۔ ان لوگوں نے نہایت منظم طریقے سے اپنے آباؤ اجداد کو جو قتیلین حسینؑ تھے بدنامی سے بچانے کے لئے تمام الزام یزید بن معاویہ کے سر قیوب دیا۔

بائندازدگر سیدنا حسینؑ کو اسے رسول ہیں، فرزند علیؑ ہیں، ولایت جگر فاطمہؑ میں۔ ان جناب کا بچپن اور جوانی جس پاکیزہ ماحول میں گزری اس کا تصور تک بھی ہمارے پرواز تجل سے ماور ہے۔ آنجنابؑ جوانی میں قیصر روم کے دار الحکومت قسطنطنیہ کے جہاد میں شامل ہوئے عبد اللہ بن ابی سرح کے لشکر میں فتنہ افروز میں رضا کارانہ شامل ہوئے غرضیکہ نہایت پاکیزہ تر ماحول میں زندگی گزاری۔ اور زندگی کی تمام فراوانیوں سے متبہج ہوئے۔

شہادت کے وقت آنجنابؑ کی عمر اگر آپ کا سن ولادت ۶۲ھ میں تھی کیا جائے تو چھپتے ستاون

سال تھی اور اگر تحقیقی طور پر سن پیدائش ۶۱ھ ہجری تسلیم کر لیا جائے تو آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ بہر حال آپ اس وقت چھٹے حصے میں تھے جو فضل و شعور کی پہلی کا زمانہ بتول ہے۔ شیعہ مذہب کی تمام احکامات و کتب میں تحریر ہے کہ آنجنابؑ نے قبل مسلم کی خبر سن کر اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ اگر یزید کو آنجنابؑ واقعی مامقود ناجبر کہتے تھے تو اس رجوع کی لم سے اس پر کچھ طاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات غلط ماننے سے دھماکا اڑاتا ہے کہ آنجنابؑ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا تھا۔ آپ نے یقیناً رجوع فرمایا تھا۔ اور جہاں یہ رجوع آپ کے فضائل و مناقب اور بندے مراتب کا موجب ہوا ان یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ آنجنابؑ یزید کو کسی قسم کی بدکرداری میں ملوث نہیں سمجھتے تھے۔ اور آنجنابؑ کی پاک طینتی آپ کے اس فعل پر شاید ہنسے کہ آنجنابؑ نے مدینہ سے نصرت ہونے سے گریز کر دیا بلکہ شہادت تک کسی ایک مقام پر اشارہ بھی یزید کی کسی بدکرداری کا ذکر نہ کیا۔ سیدنا حسینؑ کی یہ بدکرداری جس پر ہزاروں تقدس اور پاکیزیاں قربان ہوں کہ آنجنابؑ نے شدید سے شدید محلات میں بھی اپنی زبان کو کذب و دروغ سے وادار نہیں سمجھا۔ متواتر نظر کو وسیع کیجئے اور دیکھئے کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ امیر یزید کے بہت بڑے حریف تھے۔ سیدنا حسینؑ کی شہادت کے چار سال بعد تک امیر یزید غیور رہے۔ سیدنا ابن زبیرؓ کے لئے امیر یزید کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا بڑا سہری موقع تھا۔ اگر امیر یزید کے کردار میں کوئی معمولی سی خرابی ہوتی تو سیدنا ابن زبیرؓ فوراً اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ مگر آپ کی زبان سے یزید کے خلاف کوئی لفظ ہمیں تاریخ کی کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ سیدنا ابن زبیرؓ ایک جاننا زبیرؓ، شب بیدار زبیرؓ اور بے مثل عالم تھے۔ وہ جمادی الثانی ۴۰ھ تک اپنی خلافت کے استقلال کے لئے کوشاں رہے، مصعب بن زبیرؓ جیسا عظیم بھائی قتل ہو گیا۔ بیٹے یا قتل ہو گئے یا الگ ہو گئے اور تیرہ سال گنگنا آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ مگر یزیدؓ مروانؓ اور عبد الملکؓ میں سے کسی کے خلاف آپ کی زبان سے کوئی ناگوار کلمہ نہ نکلا۔ یزیدؓ کے دور خلافت میں جس قدر صحابہ کرامؓ زندہ تھے، سب نے آپ کی خلافت کی بیعت کی۔ سیدنا حسینؑ کی شہادت عالم اسلام کا کوئی معمولی سا واقعہ نہ تھا مگر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس واقعہ کے بعد امیر یزیدؓ کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا، اور سب نے اہم ترین بلکہ سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ کے مہم اپنی خلافت کے لئے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لائے۔

۴۔ فردوسی کے پاکستان ٹائمر نے سرفروش اس کا فوٹو شائع کیا۔

National English Daily with Largest Circulation

Published simultaneously from Lahore and Rawalpindi.

LAHORE, 28 RABI-UL-AW WAL, 1401 A.H.—WEDNESDAY, FEBRUARY 4, 1931



President Zia-ul-Haq with Prince Faisal bin Yazed bin Abdullah al-Saud in Rawalpindi on Tuesday.

فرانسیسی استعمار کے خلاف الجزار کی جنگ آزادی میں بین الاقوامی سطح پر الجزار کے سنے کو ابھارنے میں ایت احمد اودان کے برائے سبھی خضر اور محمد زید نے بڑا موثر کردار ادا کیا۔ انڈونگ کانفرنس میں زید اور ایت احمد نے عرب مندوب سے ملاقاتیں کر کے مالی امداد حاصل کی۔ اقوام متحدہ میں عبدالقادر شندری اور محمد زید نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنا مسئلہ پیش کیا۔ الجزار کی آزادی کے بعد یہی محمد زید پاک ان میں الجزار کی طرف سے پہلے سفیر مقرر ہوئے۔ ان دنوں الجزار کے وزیر شریات محمد زید ہیں۔ (محض اردو ڈائجسٹ اپریل ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۱) مشہور شیعہ مورخ اور مفسر ابن جریر طبری کے نام سے منسوب ہے اس کے دادا کا نام

میں سب ہیں۔ اب ایک جانب مجاہد، بے نظیر شجاع، بے مثل عالم، آواز بدترانہ ہیں، شہادت جینی نے ان کی خلافت کے لئے ایک سنہری موقع فراہم کر دیا تھا۔ اگر زید بدکردار ہوتا تو آپ ضرور اس کی کسی بدکرداری کو عوام کے سامنے پیش کرتے، زید بدکردار کے بعد تقریباً تین سال زندہ رہا اور سیدنا عبداللہ بن زبیر اس کے خلاف ایک کلمہ زبان سے نہیں نکالتے۔ زید کے مرنے کے بعد تقریباً چار دہائیوں تک سیدنا ابن زبیر اموی خلافت کے خلاف معرکہ آرا رہے مگر اس تمام عرصے میں ان کی زبان سے زید کے کردار کے خلاف ایک کلمہ بھی نہیں نکلا، سیدنا حنین کے چچا زاد عبداللہ بن جعفر، آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ اور آپ کے دوسرے بھائیوں سے کسی نے زید کی کسی برائی کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا بلکہ آپ کے بھائی عمر الاطراف کا ایک قول عمدہ الطالب میں بدیں الفاظ مرقوم ہے کہ حنین نے مجھے فوج کے لئے کہا مگر میں نے دورانہی کے کام کیا اور ساق نہ گیا ورنہ میں بھی قتل ہو جاتا۔ صفحہ ۳۵۸، سطر ۱۸، ۱۹

عبداللہ بن جعفر یعنی حنین کے چچا زاد بھائی اور مہنوی واقعہ کر بلا کے بعد دشمن جاتے رہے اور بھگتوں دہان قیام کرتے رہے ان لوگوں میں سے کسی نے زید میں کوئی برائی نہیں دیکھی بلکہ حقیقت اس سے بھی بڑھ کر ہے، قرون اولیٰ میں جمہور امت نے واقعہ کر بلا کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی، چنانچہ موطا امام محمد کی ایک روایت ہے۔

مالک بن عیسیٰ بن سعید سے اور وہ سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ قسطنطین میں کوئی بدی نہ تھا۔ اور قسطنطین میں اصحاب الحدیث سے کوئی شل نہ تھا۔ اور جب تیسرا قسطنطین ہو گا تو کوئی صحابی زندہ نہ ہو گا۔ (ترجمہ صفحہ ۳۵۸، سطر ۲۱)

یعنی پہلا قسطنطین شہادت عثمان کا، دوسرا قسطنطین واقعہ حرہ کا یعنی واقعہ کر بلا سے بعد کا اور تیسرا تاملیم ہو گا سعید بن مسیب کی اس روایت میں ساغر کر بلا کا ذکر ہی نہیں۔

عرب ممالک میں اس وقت بھی زید نام کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں افراد موجود ہیں ابھی فردوسی کا واقعہ ہے آل سعود کے شاہی خاندان کا ایک شہزادہ فیصل بن زید السعود پاکستان آیا، پاکستان کی تمام اخبارات میں کئی روز تک اس کے دورے کا پروگرام شائع ہوتا رہا اور جب وہ صدر مملکت سے ملنا کیلئے حاضری ہوا، تو صدر مملکت سے گفتگو کے دوران اس کا فوٹو گراف بھی اخبارات میں شائع ہوا اور حصار

یزید تھا یعنی محمد بن جریر بن زید طبری، ابن جریر کا سن وفات ۳۱۰ھ ہے اس لحاظ سے دوسری صدی ہجری کے شروع کے قریب ایران میں یزید موجود تھے جن اسی کے قریب اصحاب نے امام ابوحنیفہ کے عقائد اور مسائل پر اعتراضات کئے ہیں، ان میں یزید بن ہارون، یزید بن زریع البعادلیہ، یزید الکھیتی کے اسماء سر فہرست ہیں۔ مشہور محدث جواہر ماجہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اسی نام سے انکی تالیف ابن ماجہ ہے۔ ان کا اصل نام ابو عبد اللہ محمد تھا اور باپ کا نام یزید تھا۔ ان کی ولادت ۲۰۹ھ اور وفات ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے ان کے واقعات کا زمانہ دیرینہ صدی ہجری کے قریب تھا۔

دارمی صفحہ ۵۵ میں یزید سے ایک روایت بیان کی گئی ہے۔

عقہ الحیدر مطبوعہ صدیقی صفحہ ۵۶ پر زفر اور عافین بن زید کا ایک قول ہے۔

جن کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ ہمارے قول پر فتوے دے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے کہہ ہے۔

یزید نام کی مقبولیت

تاریخین زیر نظر سطور میں دیکھیں گے کہ سیدنا عقیل بن ابوطالب جیسے جلیل القدر صحابی ابو زید بسلامی جیسے مشہور عالم با زید یلدرم جیسے غمخوار کے علاوہ کئی ایسے اصحاب موجود ہیں کہ دوسرے کا نام بھی یزید ہے اور پتہ کا نام بھی یزید ہے مشہور شیعہ مؤرخ اور ادیب محمد بن اسماعیل کی تالیف الفہرست میں خصوصاً اور دیگر

اسماء الرجال کی کتب میں عوامانہ یزیدی نسبتوں سے منسوب اصحاب کا تذکرہ ہے۔ یعنی بڑے بڑے ائمہ فرخ اور اعلم رجال اپنے آپکو یزیدی ہی کہلاتے ہیں فخر موسیٰ کہتے رہے۔

وہ لوگ المیہ کر بلا کے صحیح واقعات سے باخبر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ کی وفات کے بعد امیر یزید خلیفہ بنے تو سیدنا حنین نے مہینہ کے گورنر کے ہاتھ پر نئے خلیفہ کی بیعت نہ کی، مدینہ سے تکر روانہ ہو گئے۔ قیام مکہ کے دوران کوئیوں کے وفود اور خطوط ان کے شریع ہو گئے کہ کوثر شریف لایئے، آپ نے دریافت حال کے لئے اپنے چچا زاد مسلم بن ابی زید عقیل کو بھیجا، ان کی طرف سے اطلاع آئی کہ کوثر کے لوگ بے قراری سے آپ کی

تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ اور کم و بیش اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں آپ فریقہ ریح کی ادائیگی کے بعد جب عمار کو فرہ ہوئے جب آپ کے حقیقی چچا زاد سیدنا عبد اللہ بن عباس کو عمار کو فرہ ہونے کا علم ہوا آگے ابوالفسح کی زبانی سنئے۔

عاقبت الطالین ص ۱۰۹ سطر ۱۲ تا ۱۳

وجاء به عبد الله

لعمس وند اجمع ربه بل الخروج ، وحقيقه . فجعل يناديه في المقام ، وبعظم عديه
تور في ذمها انكوفة ، وقول له : انك تاتي قوما قدامك ، وطعنوا اخاك .
وبالارحم لا حذاتك . فقال له : هذه كتبهم معي . وهذا كتاب مسلم باجتاهم ،
فقال له ابن عباس : اما انك كنت لا بد فاعلا فلا تخرج احدا من ولدك ، ولا حرمك
ولا تات ففعلت ان اقبل وهم انزلون اليك كما قتل ابن عفان ، فاني ذاك لم قبله .

ترجمہ : سیدنا عبد اللہ بن عباس آپ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ آپ خروج کے لئے مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں۔

آپ نے ابی کوثر کی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہا۔ آپ ایک ایسی قوم کے پاس جا سب سے ہیں جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا۔ اور آپ کے بھائی کو ذلیل کیا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپ کو ذلیل کریں گے سیدنا حنین نے یہ باتیں سن کر کوئیوں کے خطوط دکھائے اور سیدنا مسلم کا خط بھی دکھایا جن میں کوئیوں کے اجتماع کا ذکر تھا۔ حضرت ابن عباس نے یہ سن کر فرمایا اگر آپ میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں، تو اپنے کسی بیٹے اور اپنے حرم اور

خواتین کو ساتھ نہ لے جائیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ قتل ہو رہے ہوں اور وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ جس طرح سیدنا عثمان قتل ہوئے۔ مگر سیدنا حنین نے سیدنا ابن عباس کی نصیحت سنے اور اس پر عمل کیا۔

متعدد دیگر روایات میں آتا ہے کہ کئی ذی وقار اصحاب مثل سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا ابوسعید خدریؓ اور سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کے علاوہ گورنر مکہ نے بھی امن نامہ لکھ کر بھیجا مگر ان خیانت کو فہم کے سفر کے ارادہ سے نہ رکے۔ اور جب کو فہم سے تیرہ منزل کی دوری پر نہرو د کے مقام پر پہنچے تو سیدنا مسلم بن ابی بکرؓ عقیل کے قتل کی خبر ملی۔ آگے کو فہم طالب کی زبان سے سینے

وانقضیٰ بہ خبر قتل مصیلم بن عقیل

فأمر بجمع ما سکنتم من أحمقیل من ذلک الذی
قتلہ رسول اللہ ﷺ ثم یؤدی الیہا فی الدفن
فأمر بالدفن والدفن وہا الذی الشام قادیان
منہا بنہ صبا بنہ لہذا عمرہ الطالب صفحہ ۱۷۹ سطر ۱۸

ترجمہ :- آنجناب کو راستے میں مسلم بن عقیل کی خبر ملی تو آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا، مگر عقیل کی اولاد مانع ہوئی۔ اسی مقام پر آپ نے وہ مشہور تاریخی ارشاد فرمایا تھا "قد حذانا متبعنا" یعنی ہمارے شیعوں نے ہی ہمیں ذلیل کیا۔ یاد رہے کہ جن کا دوسرا نام انزیم یہ تھا، مکہ کے کو فہم جاتے ہوئے انھار سوین منزل پہنچے، کو فہم تیرہ منزل دور تھا۔ آنجناب نے اسی جگہ واپسی کا ارادہ فرمایا تھا مگر جو کو فہم آپ کے ہمراہ تھے، انہوں نے یہ طرف آپ کو کہا، مسلم کی بات اور تھی آپ کی بات اور ہے۔ اور دوسری طرف سیدنا عقیل کی اولاد کو جوش دلیا کہ تمہارے بھائی مسلم کا خون ضائع جاتا ہے، آنجناب اسی کشمکش کی حالت میں آگے بڑھتے چلے گئے، قادیان کے قریب حر بن یزید ایک ہزار کا لشکر لے کر نمودار ہوا، آگے ابوالفرج اصفہانی کی زبانی سنئے۔

عقیل نے اپنے زید وجہ آخر بن یزید لیاخذ الطريق علی حسن، وہ ہمارے
فی حسن الطريق غلبہ غریب من غریبنا، فاستلما عن الغیر، فذلک وہا
رسول اللہ ﷺ، فقتلہ رسول اللہ ﷺ، فارجع، وہا، فقتلہ
عقیل وحمیمہ، فاستلما عن حسن، فقتلہ بنو عقیل، لا ترجع وہا، وہا

ترجمہ :- رسول اللہ ﷺ نے حر بن یزید کو کہا کہ سیدنا حسینؓ کا راستہ روک لو، پس جب
آنجناب آگے بڑھے تو راستے میں قبیلہ بنی اسد کے دو اسوار ملیے۔ (سیدنا حسینؓ نے ان سے کو فہم کے
حالات دریافت کئے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ
میں اور تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ پس آپ لوٹ جائیے۔ آگے چل کر اصفہانی لکھتے ہیں
وافتل یسیر و آخر یسیرہ و یتمنہ من الرجوع من حیث جہ، و یتمنہ الخسین من

دخول الکوفة ۱۱۱ سطر ۱۷۹

ترجمہ :- آپ واپس چل پڑے مگر حرجوج سے مانع ہوئے اور آپ کو فہم میں داخل ہونے
سے رک گئے۔ اور کو فہم کو داییں ہاتھ چھوڑ کر شام کے راستے پر چل چکے یہاں تک کہ آپ ساکنین
کا فائدہ لے کر کے غریب قہر بنی مقابل کے مقامات پر قیام کرتے ہوئے کو فہم کے مقام پر پہنچ
گئے۔ وہاں عمر بن سعد بھی آپ پہنچے۔ آگے اصفہانی کی زبانی ہے۔
قال : فوجہ الی عمر بن سعد - لعنہ اللہ - فقال : ماذا تريدون منی ؟ انی بخیر کم
ملائنا : بین أن تتركونی الحق بیزید ، أو أرجع من حیث جنت ، أو أمضی الی بعض

ثغور المسلمین جامع قیما . معادل الطالبین صفحہ ۱۱۳ سطر ۱۷۹
ترجمہ :- آپ عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، میں تمہیں
تینوں کام اختیار دیتا ہوں۔ پہلی یہ کہ مجھے یزید سے ملنے کے لئے چھوڑ دو، یا میں جہاں سے آیا ہوں
وہاں واپس جانے دو، یا مجھے مسلمانوں کی بعض سرحدات کی طرف بھجوا دینا، تاکہ وہاں مقیم ہو
جاولی، سیدنا حمیدؓ کی ان تین شرائط کا شیعہ صاحب کی تمام مہمات الکتب میں ذکر موجود ہے ماضی
قریب کا مشہور شیعہ مؤرخ ابو علی اصفہانی (History of Ceraeno) کے صفحہ ۸۵
میں لکھتا ہے۔

He also proposed the option of
that he should be allowed
to be stationed in a fire or garrison
or the Turkey or safely conducted to the presence of
Viceroy

دشمنوں کے چیف سے ایک ملاقات میں استبداد حسین نے تین باعزت شرائط
پیش کیں۔ پہلی یہ کہ مجھے مدینہ واپس جانے دیا جائے۔ دوسری یہ کہ مجھے کسی سرحدی مقام
پر رکھوں کہ خلاف جنگ لڑنے کے لئے بھیج دیا جائے، تیسری یہ کہ مجھے باحفاظت یزید
کے پاس حاضر ہونے دیا جائے۔ ماضی قریب میں منشی علی احمد نامی کوئی صاحب گزرے
ہیں انہوں نے مشہور شیعہ تالیف "روضۃ الشہداء" کا گنج شہیدان "مقطوم کے نام
پر لکھا ہے۔ صفحہ ۶۸ کی آخری طرف اور صفحہ ۶۹ کی پانچ سطور میں مرقوم اشعار ملاحظہ کیجیے۔

یعنی نام جواب حکومت سرسرا کر و سہ کار سہ کار بہتر یہ ہر اول کہ تھوڑی راہ دیکھو
امیر شہر کہ جانے دوں گے

گنج شہیدان ترجمہ شہداء			
۶۹	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا
اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا	اگر جیسے کا وہ بیت کرو گا

ماضی قریب میں ہی کوئی صاحب گزرے ہیں جن کے نام کے ساتھ عالی جناب قذوہ الاول
زبدۃ الانوار مولانا امین سید اکرم علیہ السلام کے القابات و خطبات مرقوم ہیں۔ اپنی تالیف تھام
مکتبہ الموسومہ بہ جنت میں مرقوم ہے یہ مکتبہ شیعہ میں طبع ہوئی تھی۔

پیر محمد سعد زقرہ بن قیس غنفل کو بھیجا فرہ زسلام کر کے سبب تشریف آوری دریافت کیا امام
علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو نہیں لے خط بھیج کر بلا یا ہے اگر میلہ آتا تھا یہی طبع کے خلاف، تو میں ملٹ جا کر
فرہ زقرہ واپسی کا قصد کیا حبیب ابی نظر ہر زکھا تو امام کو باسن کو ہر قوم شہر سے لگا کر کے پڑ جائے تو
لے کہا پیچھے میں ہا ہر یون پھر اس با میں فکر کر دنگا یہ کہہ کر وہ واپس گیا اور عربوں سے کہہ کر وہ اس بلا سے
ابن زیاد کو واپس بلانے سے امام حسین کو خبر دی۔
اس قسم کے حالات سے یہ نکل ڈل شیعہ کتب بھری پڑی ہیں۔

سیدنا حسین کی باطنی فراست، روحانی بصیرت اور واقعات و حادثات کی
چال چل پڑیاں کے بعد یہ امر بعید تھا کہ وہ کوئیوں کی غداری کے بعد بھی اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں
ڈالے، سیکھنے کا جائزہ لینے کے بعد آپ کا اپنے موقف سے رجوع فرمانا تین اقدارے دراز کی بند
ترین منازل سے بھی بند تھا مگر جو سعادت غلطے آپ کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی وہ کیسے نئی کوئیوں نے
جب دیکھا کہ آپ کی فرمودہ جو شرط بھی علی صورت میں سامنے آئی۔ ہماری تباہی کا موجب ہو گی۔ پس چپکے
روزانہ میں لکھا گیا تھا۔ وہ ہو کر رہا۔

صاحبان بصیرت ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان حالات میں نہ نہ بچنے والے کہ نہ نہ کوں والا ایم
ٹھہرا سکتے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے کوئیوں کے ہاتھوں سیدنا حسین کو شہید ہوتے ہوئے دیکھ
سکتے تھے۔ گزشتہ صفحات میں یہ تصریحات گزری ہیں کہ شیعہ اکابرین نے اپنی ان کے صحابہ
اور پیروں کے ناموں پر نام رکھے۔ جن میں سے سیکھوں محنت، مفسر، فارغی، غلامانہ
وزراء، شاعر، ادیب، مترجم اور فاضل گزرتے ہیں۔

شیعہ مذہب میں زید نام کے اکابرین

بناہم الزہراء "اسلام آباد" ماہ جمادی الاول ۱۳۹۹ء جو شیعہ مذہب کا ایک مقتدر رسالہ ہے اس کے مدیرین پرائیمر ازم کا کلمہ الحسنی کا ایک مضمون بعنوان "اسلام معاشرہ میں اولاد کے حقوق" زینت قلم ہے صاحب مضمون صفحہ ۳۱ پر مرحلہ الش کے بغلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں اس مرحلہ میں اولاد کے وہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی والدین کے لئے لازمی اور لاپس نہ ہے ان حقوق کی تفصیل محمد دال محمد علیہم السلام کے فرامین مقدسہ کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک وصیت میں جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا۔

یا علی بیٹے کا باپ پر حق یہ ہے کہ اس کے نام اور ادب کو ملکہ کرے اور اچھی سے اچھی جگہ پر رکھے۔

(ب) قال صل اللہ علیہ وسلم حق الولد علی والدہ ان یحسن اسمہ ویجعلہ کتاب اللہ ۱۰۰۰

بعد علیہ الرحمہ والبرکات (وسائل التبعہ) حضور نے فرمایا کہ دلہ کا اپنے والد پر یہ حق ہے کہ والد

اس کا ملکہ نام تجویز کرے۔ قرآن پاک کی تعلیم دلوانے اور تیر اندازی سکھانے۔

(ج) قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حق الولد علی والدہ ثلاث ۱۰۰۰ اسمہ ویجعلہ ۱۰۰۰

بکنہ (دوسرے حصہ) آپ نے فرمایا اولاد کے والد پر تین حق ہیں اول یہ کہ والد اپنی اولاد کا بہتر

نام تجویز کرے دوم یہ کہ کتاب کی تعلیم سے سوم یہ کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے۔

عہد نام بھی بچے کی شخصیت بنانے میں عمدہ رول ادا

کرتا ہے خصوصاً ایام ایام جوانی میں جب کہ انسان بڑھتا

اور ہر پہلے اپنی شخصیت کو نکھارنے کے لئے متفکر نظر آتا ہے۔ ان اسباب وحوال میں اسرار و القاب کو

قد سے زیادہ ہی دخل ہے، تجربہ شایر ہے کہ بہت سے لوگ اپنے نام کی اور تغیر و تبدل کے باعث اجتماعی

معاشرہ میں اپنی شخصیت کو تنقیدی نگاہوں سے محفوظ کر لیتے ہیں (الزہراء کی عبارت منعم)

اپنی اولاد کے نام تجویز کرنے کے معاملہ میں ان ارشادات سے انحراف کی ضرورت نہیں۔ پہلی

صورت یہ کہ بعد میں آنے والے لوگوں نے جن گزشتہ افراد کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام رکھے وہ

گزنے ہوئے لوگ ان کی نظروں میں دینی اور دنیوی طور پر نہایت بلند مرتبہ لوگ تھے برے لوگوں کے

ناموں پر کسی نے اپنی اولاد کے نام نہیں رکھے، فرعون، نمرود، ہامان، شمشاد، الوجل یا البوبک ناموں

پر کوئی آدمی خواہ اعمال میں ان کفار کا پیشیل ہی کیوں نہ ہو اپنی اولاد کا نام رکھنے والا آنجنک پیدا ہی نہیں ہوا اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی برے آدمی کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھا تو اس لحاظ سے اس آدمی کا مسلک ان لوگوں کے مسلک سے الگ ہے جن کے نزدیک ایک شعی اور بد بخت ترین انسان کے نام پر اس نے نام رکھا۔ پھر ایسے انسان سے تعلق رکھنا ایک بہت بڑی شقاوت اور گمراہی ہوگی۔ آئندہ سطویہ قارئین دیکھیں گے، کہ طالبیوں، بلکہ قلیوں میں زید نام کے افراد موجود ہیں اور شیعہ مذہب کے علمی، دینی، مذہبی، سیاسی اور حکومتی دنیا میں غریبہ زندگی کے ہر شعبہ میں زید نام کے سیکٹر میں افراد موجود ہیں۔ اس مقام پر قارئین کو ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ زید نام کے نام پر شیعہ اکابرین نے اپنی اولاد کے نام زید کیوں رکھے؟ کیا یہ امر قارئین کو اس بات پر غور کرنے کی طرف متوجہ نہیں کرے گا۔ کہ زید بن معاویہ وہ کچھ نہیں تھا جیسے اس کے متعلق قارئین کے ایک گروہ نے مشہور کر رکھا ہے۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسیوں افراد کے نام تبدیل فرمائے، بعض اچھے نام والے

اصحاب کے لئے اچھی کنیتیں تجویز فرمائی مثلاً عقیل بن ابی طالب کیلئے ابو زید کی کنیت تجویز فرمائی شیعہ

مذہب کی مشہور تالیف عمدۃ الطالب میں ہے دیکھئے اباب زید (عمدۃ الطالب صفحہ ۱۵۰ سطر ۱۲)

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے خلاف فرقہ متعلق خلاف فرمایا، ابوالفرح اصفہانی اس کے

متعلق لکھتا ہے، کان عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن

ابی طالب من امتد النامس عقوبۃ (صفحہ ۱۶۰ سطر ۶ صفحہ ۱۶۱ سطر ۲) عبداللہ لوگوں

کے لئے نہایت تشدد پسند تھا۔ کہ چل کر ابوالفرح اصفہانی لکھتا ہے ان عبداللہ بن معاویہ

..... واستعمل اخاء الحسن علی اصطفیٰ علی شیعہ ولز داخاہ علی

کدیمان داخاہ حال علی قسم وذا جہا (مقاتلہ الطالبین صفحہ ۱۶۰ سطر ۱ تا ۱۱) عبداللہ

بن معاویہ نے اپنے بھائی حسن کو صطخر کا زید کہتے تھے کا علی کو ران کا اور صالح کو قوم اور اسکے مضافاتی گزیر یونانی فاکر کیا۔

ابی طالب

العبید بن عقیل بن
عبداللہ بن معاویہ بن جعفر بن
ابی طالب

سیدنا جعفر
سیدنا علی
طالب

عبداللہ بن معاویہ بن جعفر بن
ابی طالب

عبد اللہ اور اس کے باپ معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر کے متعلق شیعہ نسب الشیخ احمد بن علی بن حنبل
بن علی بن ہبنا متوفی ۲۸۸ ہجری اپنی شہرہ آفاق تالیف بحرہ الطالب میں لکھتا ہے۔ منهم معاویہ بن
عبد اللہ کان وصیابیہ و اغانسما معاویہ جغت معاویہ من ابی سفیان طالب منہ فکذا
فیذل لہ ما یہ الف دھم وقیل الف الف دھم (صحیحہ الطالب صفحہ ۲۱، ۲۲-۲۳) اور
سیدنا جعفر کی اولاد میں سے معاویہ بن عبد اللہ تھے۔ اور معاویہ اپنے باپ کے وصی تھے، عبد اللہ (بن جعفر)
نے اپنے بیٹے کا نام سیدنا معاویہ کی خواہش پر معاویہ رکھا تھا۔ سیدنا معاویہ نے عبد اللہ بن جعفر کو
ایک لاکھ درہم عطا کئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس لاکھ عطا کئے۔ اس کے قبل کہ مؤلف مذکور لکھتا ہے۔ و
کان لمعاویہ (من عبد اللہ بن جعفر) محمد، یزید، علی، صالح (عمرۃ الطالب صفحہ ۲۱، ۲۲)
اور معاویہ کے چار بیٹے تھے، محمد، یزید، علی اور صالح۔ مؤلف نے یہاں پانچویں بیٹے عبد اللہ کا نام نہیں
لکھا جس نے ۱۲۷ ہجری میں خلافت موقتہ کے خلاف خروج کر کے اپنے بھائیوں کو مختلف صوبوں کا
گورنر بنایا تھا۔ حاشیہ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ کی قبر مرآت میں ہے۔ سیدنا جعفر کے بیٹے عبد اللہ کے نکاح
میں سیدہ زینب بنت علی بھی تھیں جن کے بطن سے علی الزینبی پیدا ہوئے۔ (عمرۃ الطالب صفحہ ۲۱، ۲۲)
جب سیدہ زینب اپنے بھائی سیدنا حیدرؑ کے ہمراہ کوثر روانہ ہوئیں اور سیدنا عبد اللہ کے دو کنبے
سے زکیہ تو انہوں نے طلاق دیکر اپنا نکاح علی بن ابی طالب سے لیا۔ (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۳۳)
سیدہ زینب کوثر سے دمشق پہنچیں اور باقی زندگی وہیں گزار دی۔ ان کا مزار آج تک دمشق میں موجود ہے۔
علامہ ابن حزم سیدہ زینب بنت سیدنا علیؑ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ثم خلف علیہا الجعدہ
عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بعد طلاقہ لاختہا زینبہ (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۳۳)
سیدہ زینب کو طلاق دینے کے بعد ان کی بیوہ بہن ام کلثوم سے عبد اللہ نے نکاح کیا، علی الزینبی،
عبد اللہ بن عباس کے داماد تھے۔ ان سے طور سے حب ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔
(۱) عبد اللہ بن جعفر کے تعلقات امیر معاویہ سے نہایت خوشگوار تھے۔ اسی وجہ سے امیر معاویہ
کی خواہش پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا۔
(۲) امیر معاویہؓ کی داد و بخشش بے انتہا تھی کہ وہ ایک ایک نشست میں دس دس درہم عطا
کرنے سے گریز کرتے تھے۔

(۳) ۱۲۷ھ کے بعد ساتویں صدی ہجری اور اس کے بعد تیرھویں صدی ہجری کے شروع
تک یزید نام کے علوی تواریخ میں نظر آتے ہیں۔
ساتویں صدی ہجری تک علویوں میں یزید | یزید بن محمد بن عبد اللہ العلوی متوفی ۶۱۹ھ (الاعلام الزکری ص ۱۱۸)
تیرھویں صدی ہجری تک علویوں میں یزید | یزید بن محمد بن عبد اللہ بن اکامیل العلوی دلاویہ ۱۱۸ھ
وفات ۱۲۰۶ھ (الاعلام الزکری ص ۱۲۷)

چوتھی صدی ہجری میں: یزید بن ابراہیم ۳۵۵ھ معز الدین فاطمی کا خادم خاص تھا۔

یزید بن بیان العقلمی (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۸۱)

شیخہ مذہب کی اصول اربعہ اور دیگر اہمات الکتاب میں یزید نام کے سینکڑوں مفسر
نعت، عامل اور سپہ سالار موجود ہیں۔ اگر قرون اولیٰ کے شیخہ یزید بن معاویہؓ کو فاسق و فاجر،
زانی یا شرابی سمجھتے اور سیدنا حیدرؑ کا قاتل سمجھتے تو وہ کسی صورت میں بھی اپنی اولاد کا نام یزید
کے نام پر یزید نہ رکھتے۔

[illegible][illegible]

[illegible][illegible]

111111	111111	111111
--------	--------	--------

(25)

[illegible]

١٠٠
 ١٠١
 ١٠٢
 ١٠٣
 ١٠٤
 ١٠٥
 ١٠٦
 ١٠٧
 ١٠٨
 ١٠٩
 ١١٠
 ١١١
 ١١٢
 ١١٣
 ١١٤
 ١١٥
 ١١٦
 ١١٧
 ١١٨
 ١١٩
 ١٢٠
 ١٢١
 ١٢٢
 ١٢٣
 ١٢٤
 ١٢٥
 ١٢٦
 ١٢٧
 ١٢٨
 ١٢٩
 ١٣٠
 ١٣١
 ١٣٢
 ١٣٣
 ١٣٤
 ١٣٥
 ١٣٦
 ١٣٧
 ١٣٨
 ١٣٩
 ١٤٠
 ١٤١
 ١٤٢
 ١٤٣
 ١٤٤
 ١٤٥
 ١٤٦
 ١٤٧
 ١٤٨
 ١٤٩
 ١٥٠
 ١٥١
 ١٥٢
 ١٥٣
 ١٥٤
 ١٥٥
 ١٥٦
 ١٥٧
 ١٥٨
 ١٥٩
 ١٦٠
 ١٦١
 ١٦٢
 ١٦٣
 ١٦٤
 ١٦٥
 ١٦٦
 ١٦٧
 ١٦٨
 ١٦٩
 ١٧٠
 ١٧١
 ١٧٢
 ١٧٣
 ١٧٤
 ١٧٥
 ١٧٦
 ١٧٧
 ١٧٨
 ١٧٩
 ١٨٠
 ١٨١
 ١٨٢
 ١٨٣
 ١٨٤
 ١٨٥
 ١٨٦
 ١٨٧
 ١٨٨
 ١٨٩
 ١٩٠
 ١٩١
 ١٩٢
 ١٩٣
 ١٩٤
 ١٩٥
 ١٩٦
 ١٩٧
 ١٩٨
 ١٩٩
 ٢٠٠
 ٢٠١
 ٢٠٢
 ٢٠٣
 ٢٠٤
 ٢٠٥
 ٢٠٦
 ٢٠٧
 ٢٠٨
 ٢٠٩
 ٢١٠
 ٢١١
 ٢١٢
 ٢١٣
 ٢١٤
 ٢١٥
 ٢١٦
 ٢١٧
 ٢١٨
 ٢١٩
 ٢٢٠
 ٢٢١
 ٢٢٢
 ٢٢٣
 ٢٢٤
 ٢٢٥
 ٢٢٦
 ٢٢٧
 ٢٢٨
 ٢٢٩
 ٢٣٠
 ٢٣١
 ٢٣٢
 ٢٣٣
 ٢٣٤
 ٢٣٥
 ٢٣٦
 ٢٣٧
 ٢٣٨
 ٢٣٩
 ٢٤٠
 ٢٤١
 ٢٤٢
 ٢٤٣
 ٢٤٤
 ٢٤٥
 ٢٤٦
 ٢٤٧
 ٢٤٨
 ٢٤٩
 ٢٥٠
 ٢٥١
 ٢٥٢
 ٢٥٣
 ٢٥٤
 ٢٥٥
 ٢٥٦
 ٢٥٧
 ٢٥٨
 ٢٥٩
 ٢٦٠
 ٢٦١
 ٢٦٢
 ٢٦٣
 ٢٦٤
 ٢٦٥
 ٢٦٦
 ٢٦٧
 ٢٦٨
 ٢٦٩
 ٢٧٠
 ٢٧١
 ٢٧٢
 ٢٧٣
 ٢٧٤
 ٢٧٥
 ٢٧٦
 ٢٧٧
 ٢٧٨
 ٢٧٩
 ٢٨٠
 ٢٨١
 ٢٨٢
 ٢٨٣
 ٢٨٤
 ٢٨٥
 ٢٨٦
 ٢٨٧
 ٢٨٨
 ٢٨٩
 ٢٩٠
 ٢٩١
 ٢٩٢
 ٢٩٣
 ٢٩٤
 ٢٩٥
 ٢٩٦
 ٢٩٧
 ٢٩٨
 ٢٩٩
 ٣٠٠
 ٣٠١
 ٣٠٢
 ٣٠٣
 ٣٠٤
 ٣٠٥
 ٣٠٦
 ٣٠٧
 ٣٠٨
 ٣٠٩
 ٣١٠
 ٣١١
 ٣١٢
 ٣١٣
 ٣١٤
 ٣١٥
 ٣١٦
 ٣١٧
 ٣١٨
 ٣١٩
 ٣٢٠
 ٣٢١
 ٣٢٢
 ٣٢٣
 ٣٢٤
 ٣٢٥
 ٣٢٦
 ٣٢٧
 ٣٢٨
 ٣٢٩
 ٣٣٠
 ٣٣١
 ٣٣٢
 ٣٣٣
 ٣٣٤
 ٣٣٥
 ٣٣٦
 ٣٣٧
 ٣٣٨
 ٣٣٩
 ٣٤٠
 ٣٤١
 ٣٤٢
 ٣٤٣
 ٣٤٤
 ٣٤٥
 ٣٤٦
 ٣٤٧
 ٣٤٨
 ٣٤٩
 ٣٥٠
 ٣٥١
 ٣٥٢
 ٣٥٣
 ٣٥٤
 ٣٥٥
 ٣٥٦
 ٣٥٧
 ٣٥٨
 ٣٥٩
 ٣٦٠
 ٣٦١
 ٣٦٢
 ٣٦٣
 ٣٦٤
 ٣٦٥
 ٣٦٦
 ٣٦٧
 ٣٦٨
 ٣٦٩
 ٣٧٠
 ٣٧١
 ٣٧٢
 ٣٧٣
 ٣٧٤
 ٣٧٥
 ٣٧٦
 ٣٧٧
 ٣٧٨
 ٣٧٩
 ٣٨٠
 ٣٨١
 ٣٨٢
 ٣٨٣
 ٣٨٤
 ٣٨٥
 ٣٨٦
 ٣٨٧
 ٣٨٨
 ٣٨٩
 ٣٩٠
 ٣٩١
 ٣٩٢
 ٣٩٣
 ٣٩٤
 ٣٩٥
 ٣٩٦
 ٣٩٧
 ٣٩٨
 ٣٩٩
 ٤٠٠
 ٤٠١
 ٤٠٢
 ٤٠٣
 ٤٠٤
 ٤٠٥
 ٤٠٦
 ٤٠٧
 ٤٠٨
 ٤٠٩
 ٤١٠
 ٤١١
 ٤١٢
 ٤١٣
 ٤١٤
 ٤١٥
 ٤١٦
 ٤١٧
 ٤١٨
 ٤١٩
 ٤٢٠
 ٤٢١
 ٤٢٢
 ٤٢٣
 ٤٢٤
 ٤٢٥
 ٤٢٦
 ٤٢٧
 ٤٢٨
 ٤٢٩
 ٤٣٠
 ٤٣١
 ٤٣٢
 ٤٣٣
 ٤٣٤
 ٤٣٥
 ٤٣٦
 ٤٣٧
 ٤٣٨
 ٤٣٩
 ٤٤٠
 ٤٤١
 ٤٤٢
 ٤٤٣
 ٤٤٤
 ٤٤٥
 ٤٤٦
 ٤٤٧
 ٤٤٨
 ٤٤٩
 ٤٥٠
 ٤٥١
 ٤٥٢
 ٤٥٣
 ٤٥٤
 ٤٥٥
 ٤٥٦
 ٤٥٧
 ٤٥٨
 ٤٥٩
 ٤٦٠
 ٤٦١
 ٤٦٢
 ٤٦٣
 ٤٦٤
 ٤٦٥
 ٤٦٦
 ٤٦٧
 ٤٦٨
 ٤٦٩
 ٤٧٠
 ٤٧١

(٢٧٥٢) يزيد بن الأخنس الشامي، له صحبة، يقال: إنه شهد بدو هو وأبوه وابنه مَعْن، ولا أعرفهم في البدرين، وإنما هم فيمن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَعْن، ويزيد، والأخنس - روى عنه كثير بن مرة وصليم بن عامر.

(٢٧٥٣) يزيد بن أسد بن كرز بن عامر القسري. جد خالد بن عبد الله القسري يقال: إنه وفد على رسول الله صلى الله عليه وسلم [وأسلم^(١)]، وأبو بكر بن عبد الله عليه وسلم قال له: يا يزيد بن أسد، أحب للناس ما تحب لنفسك وهذا الحديث يرويه خالد بن عبد الله القسري عن أبيه عن جده. وحكي عن ابن معين عن أهل خالد القسري أنهم كانوا يُنْكِرُونَ أن يكون جده صحبة. قال يحيى بن معين: ولو كان جدهم لقي النبي صلى الله عليه وسلم لقرأ ذلك ولم ينكروه. هذا قول يحيى بن معين. وخالفه الناس وعدوه في التسمية لحديث عثيم وغيره عن سيار^(٢) أبي الحكم، قال: سمعت خالد بن عبد الله القسري يحدث عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا يزيد بن أسد أحب للناس ما تحب لنفسك.

(٢٧٥٤) يزيد بن الأسود الجرمي، أبو الأسود. أدرك الجاهلية، عدده الشاميين. وروى أبو مسهر، عن سعيد بن عبد العزيز، عن يونس بن يسلم ابن حابس، قال: قلت ليزيد بن الأسود: كم أتى عليك؟ قال: أدركت الأئمة شهد في قرية قومي.

(٢٧٥٥) يزيد بن الأسود الخزاعي، ويقال السوائي^(١)، ويقال العامري. روى عنه ابنه جابر بن يزيد، وهو معدود في الكوفيين. روى شريك، عن يعلى بن عطاء، عن جابر بن يزيد بن الأسود السوائي، عن أبيه، قال: صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم [صلاة^(٢)] الفجر، فجاء رجلان، فجلسا في أخريات الناس، فلما انصرف النبي صلى الله عليه وسلم أقبل عليهما بوجهه، فقال: إيتوني بهما، فبقي بهما ترعد فرائصهما، فقال: ما منعكما من الصلاة؟ قال: صلينا في رحل. فقال: إذا دخلتم والقوم في الصلاة فصلا معهم؛ فإن صلاتكم معهم لله. فقال أحدهما: استغفر لي يا رسول الله. فقال: غفر الله لك. قال: أخذت بيده فوضعتها على صدرى، فما وجدت كفاً أبعد ولا أطيب من كف رسول الله صلى الله عليه وسلم، لهي أبعد من الثلج، وأطيب من ريح المسك.

(٢٧٥٦) يزيد بن أسيد بن ساعدة. شهد أحداً مع أبيه أسيد بن ساعدة وعنه أبي حنيفة الأنصاري.

(٢٧٥٧) يزيد بن أسير الضبي. ويقال ابن بشير^(٢). وقال بعضهم فيه: أسير بن يزيد. له خبر واحد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم ذي قار: هذا أول يوم انتصفت فيه العرب من العجم.

(٢٧٥٨) يزيد بن أمية، أبو منان الديلي. ولد عام أحد في حين الوقعة. روى عنه تافع مولى ابن عمر.

(٢٧٥٩) يزيد بن أوس، حليف لبني عبد الدار بن قصي. أسلم يوم فتح مكة، وقتل يوم الحامة شهيداً.

(٢٧٦٠) يزيد بن بردع بن زيد بن عامر بن سواد بن ظفر الأنصاري الظفري
شهد أحداً رضي الله عنه. [قال المدوي في نسبه: سواد بن كعب بن الظفر
شهد أحداً وما بعدها ولا عقب له. قال: وقال ابن القداح: قُتل يوم الحرّة (١)
(٢٧٦١) يزيد بن ثابت بن الضحاك، أخو زيد بن ثابت شقيقه، وقد نسبنا
في موضعه (٢). فأعني ست عن نسب أخيه يزيد هاهنا، يقال: إن يزيد بن ثابت
شهد بدرًا. وقيل: بل شهد أحداً، وقُتل يوم اليمامة شهيداً. وذكر مر
ابن عقبة، عن ابن شهاب أنه روى يوم اليمامة بسنهم فمات بالطريق راجعاً، وروى
عنه أخوه زيد بن ثابت، وروى عنه خارجه بن زيد. ولا أحسبه سمع
[قال البخاري: قال عثمان بن حكيم: أخذ بيدي خارجه بن زيد فاجلسني
قبر، وأخبرني عن عمه يزيد بن ثابت إنما كره ذلك لمن أحدث عليه. وخبر
النسائي وابن السكن حديث خارجه بن زيد عن عمه عن النبي صلى الله عليه وسلم
في الصلاة على القبر. قال ابن السكن: وهذا رواه هشيم، عن عثمان بن حكيم
عن خارجه. وقال ابن السكن أيضاً: لم يرو يزيد بن ثابت عن النبي صلى
عليه وسلم غير هذا الحديث وكان أكبر من أخيه زيد شهد بدرًا. وروى
قاسم بن مالك، عن عثمان بن خارجه، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم
ولم يقل عن عمه (١) ٣٠

(٢٧٦٢) يزيد بن ثعلبة بن خزّمة بن أصرم (٣) بن عمرو بن عمارة البلوي، حليف
لبنى سالم بن عوف بن الخزرج، شهد بيعة العقبة الثانية، يكنى أبا عبد الرحمن
ذكره ابن إسحاق. وقال الطبري: يزيد بن ثعلبة بن خزّمة بن أصرم (٣) بن عمرو
بن عمارة بن مالك، من بني فزارة من بني عمرو بن الحلاف بن قصاعة

شهد بيعة جميعاً، كذا قال الطبري: خزّمة - بفتح الزاي - فيما ذكر الدارقطني
ابن إسحاق وابن السكيت: خزّمة - بسكّن الزاي، وهو الصواب. قال
أبو عمر: ليس في الأنصار خزّمة بالتحريك، ترى ذلك في موضعه إن شاء الله
تعالى. وعمارة بفتح العين وتشديد الميم في بلى

(٢٧٦٣) يزيد (١) بن جارية، والد عبد الرحمن بن يزيد بن جارية، شهد خطبة
الوداع، وروى منها ألفاظاً منها: أرفأؤكم، أطفؤهم بمائتاً كلون واكسوم
بن تلبسون... الحديث. يختلف في هذا الحديث، فقد جعله ابن أبي خيثمة ليزيد
بن ركانة، وجعله الأزرق ليزيد بن جارية، وكذلك ذكره الأزدي الموصلي
يزيد بن جارية (٢)

(٢٧٦٤) يزيد بن الحارث بن قيس بن مالك بن أحر (٣) بن حارثة بن ثعلبة بن كعب
بن الحارث بن الخزرج الأنصاري. شهد بدرًا، وقُتل يومئذ شهيداً، وهو الذي
يقال له ابن قُشْحَم. وقد قيل: إن يزيد هذا هو الذي قيل له قُشْحَم، قتله طعيمة
بن عدي. وقال موسى بن عقبة: يزيد بن الحارث هو يزيد بن قُشْحَم، ذكره
في البدرتين، آخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين يزيد بن الحارث هذا وبين
دع النخاليين.

(٢٧٦٥) يزيد بن حاطب بن عمرو بن أمية بن رافع الأنصاري الأشجلي.
وقد قيل: إنه من بني ظفر، ومن نسبه في بني ظفر يقول: يزيد بن حاطب
ابن أمية بن رافع بن سويد بن حرام بن الحثيم بن ظفر، واسم ظفر كعب
ابن الخزرج. قُتل يوم أحد شهيداً.

(١) الإصابة: وبهالة زيد.

(٢) في أسد النابة: هو يزيد بن جارية أو ابن خلوجة.

(٣) في أسد النابة: هو زيد بن جارية أو ابن خلوجة.

(٢٧٦٦) يزيد بن حرام بن شبيب بن حنساء بن سنان بن عبيد بن عدى بن
ابن كعب بن سلعة الأنصاري السلي . شهد بيعة العقبة .

(٢٧٦٧) يزيد بن حمزة بن عوف . قدم به أبوه حمزة بن عوف إلى النبي صلى
عليه وسلم ، فبايعاه^(١) ومسح برأس يزيد ودعا له .

(٢٧٦٨) يزيد بن حويزة الأنصاري . قال ابن السكيت : شهد أحدًا و
صديقين مع علي .

(٢٧٦٩) يزيد بن رقيش بن زياب^(٢) بن يعمر الأسدي . من بني أمد بن خزيم
شهد بدرًا ، ذكره موسى بن عقبة وابن إسحاق وغيرهما . ومن قال فيه : أ
ابن رقيش^(٣) فليس بشيء .

(٢٧٧٠) يزيد بن رُكانة بن عبد يزيد بن المطلب بن عبد مناف القرشي المطلب
له صحبة ورواية ، ولأبيه رُكانة صحبة ورواية . روى عن يزيد بن رُكانة ابنه
علي ، وعبد الرحمن . وفي ابنه عبد الرحمن بن يزيد بن رُكانة نظر . وروى
يزيد بن رُكانة أيضا أبو جعفر محمد بن علي .

(٢٧٧١) يزيد بن زَمعة بن الأسود بن المطلب بن أسد بن عبد العزى بن قصي
القرشي الأسدي ، أمه قُريظة بنت أبي أمية أخت أم سلعة ، حسب^(٤) النبي صلى
عليه وسلم ، وروى عنه هو وأخوه عبد الله بن زَمعة . وقتل يزيد بن زَمعة
بِحُنين ، جمع به فرسه فقتل ، وكان من أشرف قريش ووجوههم ، وإليه كاذ
في الجاهلية المشورة ، وذلك أن قريشا لم يجتمعوا على أمر إلا عرضوه عليه ، فإ
وافق رأيهم رأيه سكت وإشغب فيه ، وكانوا له أعوانًا حتى يرجع عنه ، ذ

(١) في ١ : فبايعه . (٢) زياب - بكسر الراء ومثناة قد تمز .

(٣) ساقط من ١ .

ذلك الزبير ، وقال : قتل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الطائف ؛
[كذا قال الزبير يوم الطائف^(١)] . وقال ابن إسحاق : استشهد يوم حُنين
من قريش من بني أسد بن عبد العزى يزيد بن زَمعة بن الأسود بن المطلب
ابن أسد .

(٢٧٧٢) يزيد بن أبي سفيان بن حرب بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف .
كان أفضل بني أبي سفيان . كان يقال له يزيد الخير ، أسلم يوم فتح مكة ، وشهد
حُبينا ، وأعطاه رسول الله صلى الله عليه وسلم من غنائم حُنين مائة بعير وأربعين
أوقية ورَمَها له بلال ، واستعمله أبو بكر الصديق وأوصاه وخرج يشيعة راجلا .

قال ابن إسحاق : لما قفل أبو بكر من الحج - يعني سنة اثنتي عشرة - بعث
عمرو بن العاص ، ويزيد بن أبي سفيان ، وأبا عبيدة بن الجراح ، وشرحبيل
بن حَسَنَة إلى فلسطين ، وأمرهم أن يشككوا على البلقاء ، وكتب إلى خالد
بن الوليد ، فصار إلى الشام ، فذاع لعمان بترج راعط ، ثم صار فنزل على قتاة
بُصرى . وقدم عليه يزيد بن أبي سفيان . وأبو عبيدة بن الجراح ، وشرحبيل
بن حَسَنَة ، فصالح بُصرى ، فكانت أول مدائن الشام فتحت ، ثم ساروا قبل
لستين ، فالتقوا بالروم بأجنادين بين الرملة وبيت جبرين ، والأمراء كل على
مدة . ومن الناس من يزعم أن عمرو بن العاص كان عليهم جميعا ، فهزم الله
المشركين . وكان الفتح بأجنادين في جادى الأولى سنة ثلاث عشرة ، فلما
استخلف عمرو ولي أبا عبيدة ، وفتح الله عليه الشامات ، وولاه يزيد بن أبي سفيان
على فلسطين وناحياتها ، ثم لما مات أبو عبيدة استخلف معاذ بن جبا . . . ما . . . معاذ

فاستخلف يزيد بن أبي سفيان ، ومات يزيد ، فاستخلف أخاه معاوية ، وكان موت هؤلاء كلهم في طاعون عمواس سنة ثمان عشرة .

حدثنا خلف بن قاسم ، حدثنا الحسن بن رشيق ، حدثنا أبو بشر الدولابي قال : حدثنا محمد بن سعدان . عن الحسن بن عثمان أبي حسان ، قال : أخيراً الوليد بن مسلم ، قال : مات يزيد بن أبي سفيان سنة تسع عشرة بعد افتتاح قيسرية .

(٢٧٧٣) يزيد بن سعيد بن ثمامة السكندی . هو أبو السائب بن يزيد ابن أخد النمر ، حليف بني عبد شمس . ويقتل حليف أبي سفيان بن حرب . أسلم يوم فتح مكة ، وسكن المدينة ، وهو حجازي . روى عنه ابنه السائب بن يزيد . وقد نقل ذكر السائب بن يزيد في كتابنا هذا^(١) ، وذكر الاختلاف في نسبه وحلفه .

(٢٧٧٤) يزيد بن السكن بن رافع بن امرئ القيس بن زيد بن عبد الأشهل هو أبو أسماء بنت يزيد بن السكن التي حدثت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قُتِلَ يوم أحد شهيداً ، وقتل معه ابنه عامر بن يزيد رضي الله عنهما .

(٢٧٧٥) يزيد بن السكن الأنصاري . مدني ، روى عنه محمود بن عمرو بن يزيد ابن السكن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ظهر يوم أحد بين درعين . هو أ- زياد بن السكن نيا أحسب .

(٢٧٧٦) يزيد بن سلمة النضمری . سكن البصرة . روى عنه ابنه عبد الحميد ابن يزيد ، ذكره في الصحابة ، وفيه نظر .

(٢٧٧٧) يزيد بن سلمة بن يزيد بن مسجعة بن جمع بن مالك الحنظلي . كوفي روى عنه عتبة بن وائل .

(٢٧٧٨) يزيد بن سنان . سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول : لا تغلفوا بالكعبة .

(٢٧٧٩) يزيد بن سيف - ويقال ابن يوسف - البربوعي التميمي . روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أما إن العريف يدفع في النار دفعاً حديثه عند ولده .

(٢٧٨٠) يزيد بن شجرة الزهاوي شامي من مذحج . روى عنه مجاهد بن جبر . حديث واحد في فضل الجهاد مضطرب الإسناد ، ذكره خليفة بن خياط قال : حدث معاوية يزيد بن شجرة الزهاوي سنة تسع^(١) وثلاثين ليقيم الحج للناس ، فزعمه فقم من العباس ، فسفر . سعيد الخدري وغيره ، فاصطلحوا على أن يقيم الحج شعبة بن عثمان . وس . وقتل يزيد بن شجرة في غزاة نواحي سنة خمس وخمسين شهيداً . بل قتل في غزاة غزاها سنة ثمان وخمسين شهيداً .

(٢٧٨١) يزيد بن شريح له صحبة ، روى في الأيسر .

(٢٧٨٢) يزيد بن شيبان . له صحبة . روى قصة ابن مربي في الناسك والشاعر : . علي إرث من إرث إبراهيم .

(٢٧٨٣) يزيد بن طاعة الأنصاري . ذكره ابن السكيت فيمن شهد صفين من الصحابة .

(٢٧٨٤) يزيد بن عامر بن الأسود بن حبيب بن سودة بن عامر بن صعصعة "سوي" ، حجازي ، يكنى أبا حاجر ، شهد حنيناً . روى عنه السائب بن يزيد ، وسعيد بن يسار .

(٢٧٨٥) يزيد بن عتبة الباهلي . قال : أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بصديق^(٢) [صديق ومصح رأسي . حديثه عند ولده

١٥٧٨-٢٦

(٢٧٨٦) يزيد بن عبد الله البجلي . روى عنه ابنه حميد بن يزيد في فضل جرير بن عبد الله البجلي . مخرج حديثه عن ولده .

(٢٧٨٧) يزيد بن عبد المدان ، ويزيد بن مجمل الحارثيان . من بلحارث بن كعب . قدما على رسول الله صلى الله عليه وسلم في وفد بلحارث مع خالد ابن الوليد رضى الله عنه فأسلموا^(١) ، وذلك في سنة عشر .

(٢٧٨٨) يزيد بن عمرو التميمي . ويقال التميمي . وفد على النبي صلى الله عليه وسلم مع قيس بن عاصم وأصحابه . روى عنه عائذ بن ربيعة . أخبرنا خنف بن قاسم ، وعلى بن إبراهيم ، قالوا : حدثنا الحسن بن رشيق ، قال : أخبرنا أبو بشر الدؤلابي محمد بن أحمد بن حماد ، قال : حدثنا إبراهيم بن سعيد الجوهري ، قال : حدثني قيس بن حفص ، قال : حدثنا دهم بن دهم البجلي ، عن عائذ بن ربيعة ، قال : حدثني قرعة بن دعوص ، وقيس بن عاصم وأبو زهير بن أسيد بن جهموة ، ويزيد بن عمرو ، والحارث بن شريح ، قالوا : وفدنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، نقانا : ما تعهد إلينا ؟ فقال : تقيمون الصلاة ، وتؤتون الزكاة ، وتحجون البيت ، وتصومون رمضان ، فإن فيه ليل خير من ألف شهر . . . وذكر الحديث .

(٢٧٨٩) يزيد بن قتادة ، روى عنه حسان بن بلال ، في صحبته نظر .

(٢٧٩٠) يزيد بن قنافة . ويقال يزيد بن عدى بن قنافة ، وهو هلب والد قبيصة ابن هلب . وقد تقدم ذكره في باب الماء^(٢) .

(٢٧٩١) يزيد بن قيس بن الخطيم بن عدى بن عمرو بن سواد بن ظفر الانصاري الظفري ، به كان يكنى أبوه قيس بن الخطيم الشاعر ، شهد أحداً مع رسول

(١) : فأسلموا .

(٢) : صفحة ١٥٤٩ ، وانظر الضبط هناك .

١٥٧٩-٢٤

نبي صلى الله عليه وسلم . وانشاهد بعدها ، وقتل يوم جسر أبي عبيد شهيداً [قال : قال المدوي : وجرح يومئذ اثنتي عشرة جراحة ، وسماه النبي صلى الله عليه وسلم - يعني يوم أُخِذَ - جاسراً ، فكان يقول : يا جاسر ، أقبِلْ ، يا جاسر ؛ أدرك . قاله الطبري^(١)] .

(٢٧٩٢) يزيد بن كعب البهزي . ويقال : إنه البهزي الذي روى عنه عمير بن سلمة الضمري . حديثه في حمار الوحش العتير بازروحاء الذي يرويه يحيى بن سعيد ، عن محمد بن إبراهيم ، عن عيسى بن طلحة ، عن عمير بن سلمة ، كذا قال^(٢) أبو جعفر العقيلي وغيره إن البهزي المذكور في ذلك الحديث اسمه يزيد بن كعب . قال العقيلي : وأخبرنا إبراهيم بن محمد بن الميثم ، قال : سمعت داود بن بشيد يقول : اسم البهزي يزيد بن كعب .

(٢٧٩٣) يزيد بن مالك بن عبد الله بن سلمة ، أبو سبرة الجعفي هو مشهور بكنيته ، وفد على النبي صلى الله عليه وسلم ومعه ابنه عزيز وسبرة ، وهو جد خيمنة بن عبد الرحمن بن أبي سبرة الجعفي ، وقد ذكرناه في السككي ، [سمي رسول الله صلى الله عليه وسلم عزيزاً هذا عبد الرحمن هو والجد خيمنة^(٣)] .

(٢٧٩٤) يزيد بن العزيم بن قيس بن عدى بن أمية بن خدارة ، هكذا قال الواقدي يزيد بن المزين . وقال ابن إسحاق ، وموسى بن عقبة ، وعبد الله بن محمد بن عمارة : هو زيد بن المزين ، وهو الصواب ، وقد ذكرناه^(٤) في باب زيد .

(٢٧٩٥) يزيد بن معبد القيسي الربيعي ، يماي^(٥) . روى عنه ابنه معبد ابن يزيد .

(١) من ١

(٢) ليس في ١

(٣) قدرا : كذلك زعم

(٤) : صفحة ٥٥٨ .

(٥) في ١ : يعني . وانثبت من ١ . وفي أسد الغابة : من أهل البصرة .

(٢٧٩٦) يزيد بن المنذر بن شرح بن خناس بن سنان بن عبيد بن عدى بن غنم بن مذب بن سلة الأنصاري ، شهد القبة ثم بداراً واحداً ، وآخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بينه وبين عامر بن ربيعة حليف بني عدى بن كلب .
(٢٧٩٧) يزيد بن نعامه الضبي ، ويقال السواوي ، له أحاديث منها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إذا آخى الرجل فلاناً فبئس له ، واسم أبيه زيد ، وصل وأثبت في المودة . وروى عنه معبد بن سليمان ، وزياد بن نعامه قد شهد حنيناً معركته أسيراً بعد .

(٢٧٩٨) يزيد بن لؤي بن الحارث بن عدي بن جشم بن سعدة بن حارثة -
أبو الحارث الأنصاري الحارثي ، شيد أحداً ، وقتل يوم البروان شيداً

(۲۷۹۹) زیلع، واند حجاج. زوی عنه ابنه حجاج عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

أنه قال: أنزبوا الكتاب فإنه أفتح للحاجة. وإذا سلمتكم أنظر فاطمة عند حسان
الوجه. يدور حديثه هذا على هشام بن زياد في المقدم

(٢٨٠٠) يزيد، والد حكيم بن يزيد السكرخي . روى عنه ابنه حكيم بن يزيد عن النبي صلى الله عليه وسلم : دُعُوا عِبَادَ اللَّهِ يُصَبِّبْ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ ، هَذَا مُتَّصِحٌ حَدَّثَنَا أَخُوهُ فَلْيُتَّصَحْ بِهِ . حَدَّثَنِي عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِيهِ ، هَكَذَا رَوَاهُ حَمَادُ بْنُ سُلَيْمَةَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ وَهَّابٍ ، وَخَالَتُهُ جَرِيرٌ ، فَقَالَ : عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ . وَصَوَّبَ ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ قَوْلَ جَرِيرٍ .

(٢٨٠) ، والد عبد الله بن يزيد الخطمي . روى : إنما الرقوب التي لا يعيش
ولد ... الحديث . وفيه نظر ، لأنني أخشى أن يكون هذا الحديث من حديث
ريسة الأسلي . ولعبد الله بن يزيد الخطمي محبة ، وقد ذكرناه ^(١) . وقال الدارقطني :
عبد بن يزيد له محبة وأبو محاض أيضاً .

لما قام الحافظ سهراب الدين ابني الفضل احمد
بن علي بن محمد العقلافي

(505)

(المجلد ٦)

طبع / مؤسسة الاعلمى للطبوعات بيروت لبنان
(نمبر ٩٩٩ تا ١.٢٥)

من اسمہ زید

[illegible]

عن عبد الله بن عمرو عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، قال: «مَنْ لَمْ يَلِدْ، لَمْ يَلِدْ»

عن عمرو بن حرب وابن عمر بن الخطاب
عن عبد الله بن عمرو بن عبد مناف
عن عبد الله بن عمرو بن عبد مناف
عن عبد الله بن عمرو بن عبد مناف

عن عدي بن حاتم الطائي عن أبيه في الخبرين جميعا في قوله ذكره
الضماء وذل كوفي لأصبح أسباده ثم ساقه ثم روى عبد الرحمن
بن جبلة عن عبد الله بن مالك القسي عن يزيد بن عدي بن أبي خالد
قوله في صوم منة أيام من كل شهر يذهب وحر الصدرة ثم

من فناء شيخنا لهام عبد الجبار الكي بضمغه من من ومن لهام
من هو الكرخ في السهيد وقد نقل تضيقه عن الذوري من محي

[illegible]

هو يزيد بن عمر بن شيخ محدث عن مجاهد بن سميد (١) الهمداني
 مجهول هو قول البخاري لم تابع على حديثه وهو عن مجاهد بن سميد
 صفوان بن امية بن خلف رواه يحيى بن واضح عنه انتهى وذكره العتيبي
 في الضعفاء وقال ابن عدي ليس هو بالمعروف وفي الثقات لابن حبان يزيد بن
 عمر يروي عن سهل بن عمرو بن عبد الله بن عامر يروي عنه ابو عاصم
 السبيل ويحيى بن واضح يقلت في حديثه ان يكون هو وذكره ابن الجارود
 في الضعفاء

ويزيد في كل شهر رطلين من اللبن في لره البخاري في شهر روى عنه
 جهم بن سفيان التيمي وروى عن جهم بن اثبات وفي الطبقة الثالثة وروى
 روى عن عبد الله بن من عتبة بن مسعود

عن أبي حمزة عن محمد بن عيسى عن علي بن داود عن
قاسم بن حبيب في بابي السجدة الأولى

عن زید بن عوانة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
ما أتاكم من شيء فخذوا به عني ما أتاكم من شيء فخذوا به عني ما أتاكم من شيء فخذوا به عني
خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم في يومئذ فقال ما بين قور إلى بلقيس من قور إلى بلقيس
إن الله خلق آدم من طين فخلق نوحا من طين فخلق داود من طين فخلق سليمان من طين فخلق
عيسى من طين فخلق محمد من طين فخلق علي من طين فخلق الحسن من طين فخلق الحسين من طين
فخلق علي بن الحسين من طين فخلق علي بن الحسين من طين فخلق علي بن الحسين من طين

تروى عن عيسى بن مريم عن حماد بن سلمة عن رجل عن ابن حبان لا يجوز
الأحد زواجا

يدين بن فروة بن عجلول جازع بن صريقة حديث الذي رواه نصر بن
عبد الله بن عتبة بن محفوظ بن عتبة الجصري عن أبيه عن محمد بن نصر بن عتبة
عن أخيه محفوظ بن جهم عن مسيرة بن زياد عن زيد بن فروة بن معاوية حدثنا

عن عبد الله بن عمرو عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا ينال المؤمن من الدنيا ما لم ينال من الآخرة».

(عن محمد بن عبيد الله عن عمرو بن حرب وابن أبي عمير) أنه روي عنه عمرو بن الحارث
أنه قيل إن يكون هو

من عدى من حاتم الصائغ عن ابيه في التفسير في قوله تعالى
 يا ايها الذين آمنوا اذكروا نعم الله اليكم التي لا تحصى

عن جلة عن عبدالله بن مالك القمي عن يزيد بن عدي بن ابي خالد
عن حماد بن عمار عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير

من قضاة سنة اربعه ايام بعد ان كان ضعيفا من ومن امله

منه والبارك في السحاب وقد نقلت هذه عن الدوري بن يحيى

[illegible]

ثم أتاه الفضل بن موسى البريدي عن عتبة بن رزيق عن عكرمة بن قائل
عن حماد بن العدي عن عتبة بن رزيق عن عكرمة بن قائل عن حماد بن العدي

ت خبر القريب فقال ما نيت فلا ولكن ان شئت اخبرك ان قرأت
في عشر من القرآن ايه نأذي من الكتاب محو او تنوت به عاشوراء

[illegible]

يؤيد بن حمزة شيخ محدث عن مجالد بن سعيد (١) الحمدي

صهوان بن امية بن خنث رواه يحيى بن واضح عنه انتهى * وذكر القتيبي
في الصيغاه وقال ابن عدي يس هو بالمعروف * وفي النقات لان حبان بن زيد بن

عمر بروی عن سهل بن عمرو بن عبد الله بن عامر بن روى عنه ابو عاصم
الليل ونجى بنه اصبح قلبه فيتم ان يكون هو وذكره ابن الجارود

في سنة ١٢٠٠

جاءني من ربي في المنام في حجاب في الثياب وفي الطائفة الناس
أما
روى عن عبد الله بن عباس

قوله بن عبد البر في ذكره وهو عنه خارجة بن م
قد حبيب في بابي البغايا

في زبدية عن عروة بن المكي عن - في ذكر ابن - قال القليل لا يتاخر
في اقل من عشرين يوما فيكون من غير عروء في غير عروء في غير عروء

خطاب رسوله صلى الله عليه وسلم في يومئذ فيقول ما بال قوم الذين
ان الله خلقهم من طين طيبة ثم اعادهم ذكرا لعلهم

فرزادکام عیسای صوری عن حمزه بن مسعود بن قلابه ابن حیان
الاصحاح ۸

(بني) بن زويدة بن جهمول جامع من صريفة حديث الذي رواه
خزيمة بن شاذان بن عمرو بن عتبة بن الحارث عن أبيه عن عمه نصر

عن ابيه محفوظ عن جده عن ميسرة بن يزيد عن يزيد بن فروة بن معاوية

هو زيد بن عبد الله الجهني عن هاشم الاوقص وعنه بقية لا يصح خبره
وهو من طريق علي بن عياش شافقة عن زيد بن عبد الله الجهني عن هاشم
الاوقص عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال من
اشترى ثوبا بمائة درهم من ثمنه درهم حرام لم يقبل له ثمنه وما كان عليه ثم ادخل
اصبعه في اذنيه وقال سمعت انما كن سمعته من نبي الله صلى الله عليه وآله وسلم
رده امرتين

هو زيد بن عبد الله اليسري ابو خالد القرشي البصري (١) عن ابن حريج
وغیره وعنه القواريري وابوداود والطيالسي وجماعة (القواريري) حدثنا زيد
ابن عبد الله اليسري ابو خالد القرشي حدثنا ابن حريج انا حبيب بن ابي ثابت
عن عاصم بن ضمرة السلولي الكوفي عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم لا تبرز فخذك ولا تنظر الى فخذ حي ولا ميت هذا
الرجل فوردته ان عدي ومشاها فقال ليس هو بمنكر الحديث انا سمعته من
ابا علي بن الحسن بن ابي طاهر السلفي انا احمد بن ابي ابي سعيد بن ابي
غسان بن احمد بن غسان العسكري مائة عبدان شافقة عن زيد بن
ابو خالد اليسري عن ابي مالك اخبرني سمعته من زيد بن ابي حريج عن النبي صلى الله
عليه وآله وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم جالسوا العلاء وسوا
وحدثنا ابي ابي بكر بن ابي ربيعة عن ابي بكر بن ابي ربيعة عن ابي ربيعة
بروي عن الثوري روى عنه محمد بن ابي بكر بن ابي ربيعة مستقيم الحديث
وابن مالك لا يدرى من هو

هو زيد بن عبد الله اليسري عن عائدة وعنه ابي ربيعة شافقة عن زيد بن
(١) كذا في القاموس وكتاب الشبهة من يد هذا كان محبا من منكر المذهب

[illegible]

عبد الصمد بن عبد الوارث ، حدثنا يزيد بن درهم ، سمعت أنسا : **جَمَلْنَا** **بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا** - قال : نهر في جهنم من قبيح ودم .
 ٩٦٨٨ - يزيد بن ربيعة الرحبي الدمشقي . عن أبي الأشعث الصنعاني . يكنى **أبا كابل** . وعنه أبو النضر الفراديسي ، وأبو توبة الحلبي .
 قال البخاري : أحاديثه منا كبر . وقال أبو حاتم وغيره : ضعيف . وقال النسائي : **تروك** .

أبو توبة ، حدثنا يزيد ، عن أبي الأشعث الصنعاني ، عن أبي عثمان ، عن ثوبان - **رفوعا** : خالفوا الناس بأخلاقهم ، وخالفوهم بأعمالهم .

أبو النضر ، حدثنا يزيد بن ربيعة ، حدثنا أبو الأشعث الصنعاني ، سمعت ثوبان **دَثَّ** عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : **يُقْبِلُ الْجَبَّارُ فَيُثْبِتِي رِجْلَهُ فِي الْجِسْرِ** **تَوَلَّى** : وعزني وجلالي لا يجاوزني اليوم ظلم ظالم .

قال أبو مسهر : كان يزيد بن ربيعة فقيهاً غير متهم ، ما نذكر عليه أنه أدرك **الأشعث** ، ولكن أخشى عليه سوء الحفظ والنوهم .

وقال الجوزجاني : أخف أن تسكون أحديثه موضوعة . **وَأَبَى** : فقال : **أَبَى** : لا .

وله : من أبي الأشعث ، عن ثوبان : وبين لأمة . من بني العباس . . . الحديث .
 ٩٦٨٩ - يزيد بن روح اللخمي .

٩٦٩٠ - يزيد بن زياد الجبيري - مجهولان (٢) .

٩٦٩١ - يزيد بن زريع (٣) . شيبه روى . لا يكاد يعرف . يروى عن . . .

صنفه ابن معين [والدارقطني] (٤) .

(١) سورة الكهف ، آية ٤٥ . (٢) وأول ما . . .
 (٣) حكاه بألف . وفي هامش س : . . .
 (٤) ليس في س .

٩٦٩٢ - يزيد بن زععة . وضعفه أبو زرعة الرازي .

٩٦٩٣ - يزيد بن زياد (١) . عن محمد بن كعب : عن معاوية . وعنه مائة وابن إسحاق .

وفقه النسائي . قال البخاري : لا يتابع على حديثه .
 قت : أم :

٩٦٩٤ - يزيد بن زياد (س ، ق) بن أبي الجعد - فوثقه أحمد ، ويحيى . يروى عن جامع بن شداد . وعنه الطبري ، ومحمد بن بشر العبدي .

٩٦٩٥ - يزيد بن أبي زياد (م مقرونا ، عو) الكوفي . أحد علماء السلفية .

قال يحيى : ليس بالقوي . وقال أيضاً : لا يحتج به . وقال ابن المبارك : **أَرْمَ بِهِ** .
 وقال شعبة : كان يزيد بن أبي زياد ردياً . وقال علي بن عاصم : قال لي شعبة : ما أبالي إذا كتبت عن يزيد بن أبي زياد إلا أكتب عن أحد .

وكيع : يزيد بن أبي زياد عن إبراهيم ، عن علقمة ، عن عبد الله - يعني حديث الزيات - ليس بشيء .

وقال أحمد : حديثه ليس بذلك ، وحديثه عن إبراهيم - يعني في الزيات - ليس بشيء . قال الثعلبي : حدثناه محمد بن إسحاق ، حدثنا عمرو بن عوف ، أخبرنا **أحمد** .
 ابن عبد الله . عن يزيد بن أبي زياد . عن إبراهيم ، عن علقمة ، عن عبد الله (٢) .
 قال : كنا نخدم عند النبي صلى الله عليه وسلم ، فجاءتني من غيرة ، فقلت : **أَهْلُ** .
 فقال : **أَهْلُ** . لا يزال يري في وجهك شيء أسكره . فقال : **أَهْلُ** .
 قلت : **أَهْلُ** . فقال : **أَهْلُ** .

(١) في التهذيب : قت : وقال ابن المبارك : أرم به كذا هو في تاريخه . وروى في الأصل .
 (٢) في التهذيب : وهو تعريف . وقد نقله علي الصواب أبو محمد بن حزم في المحلى . وأما . . .

٩٧٠٠ - يزيد بن زريع . من مائة بات انصامت في القبايل .

قال البخاري : ورواه غيره .

(١) [وهو : يزيد بن زريع .]

٩٧٠١ - يزيد بن سفيان : مات في أبو الميزم . صاحب أبي هريرة .

ضعفه . عداؤه في أهل البصرة وهو بكنته أشهر ، ويقال : اسمه عبد الرحمن ابن سفيان . روى عنه شعبة ، ثم تركه . وروى عنه حسين المعلم ، وعبد الوارث ، وجماعة .

ضعفه ابن معين . وقال النسائي : موقوف .

مسلم بن إبراهيم ، سمع من : كان أبو الميزم معروفا في مسجد . لو أعطاه إنسان قلنا لحدثه .

وقال مسلم : سمعت شعبة يقول : أن أبو الميزم ورواه عن شعبة ضعيف .

حماد بن سلمة ، عن أبي الميزم . عن أبي هريرة : أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر أم سلمة أو فاطمة أن تخرج دينها بزيادة .

الوليد بن مسلم ، حدثنا حماد بن سلمة ، سمع من : يزيد بن سفيان . أبو هريرة يقول : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المؤمن أكرم على الله من الناقة الذين عنده .

وبه : أول من يدخل النار من هذه الأمة السوءاتون عامة . ما روي غير محفوظ . قاله ابن عدي .

٩٧٠٢ - يزيد بن سفيان . عن سابق بن التيمي . له نسخة مشككة .

فيه ابن حبان . حدث عنه عبيد الله بن محمد الحارثي . فمن منكره : عن التيمي . عن أبي عثمان النهدي . عن سلمة بن مرقوع : ذاب لا يغفر ، وذا ب .

وذا ب لا يغفر . فاما الذي يغفر فذا ب العبد بينه وبين الله . واما الذي لا يغفر بالله . واما الذي لا يترك فقام العباد بعضهم بعضا .

٩٧٠٣ - يزيد بن أبي سلمة الأيلي

ضعفه ابن معين .

٩٧٠٤ - يزيد بن السمط الدمشقي الفقيه [ق] . عن الثعلبي بن النضر ، والوضي

ابن عطاء . وعنه أبو مسهر ، ومروان بن محمد ، وجماعة .

وثقه أبو داود ، وغيره . وضعفه أبو عبد الله الحاكم .

قال الوليد بن مسلم : حدثنا يزيد بن السمط ، عن رجل ، عن أنس ، عن عائشة ، قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : خلق الله جمجمة جبرائيل على قدر القوطة . هذا حديث منكر .

٩٧٠٥ - يزيد بن سنان : ق ، أبو فروة الزهراوي مولى بني تميم . عن سمون بن مهران ، وزيد بن أبي أريسة . وعنه ابنه محمد ، ووكيعة ، وأبو أسامة .

ضعفه ابن معين ، وأحمد ، وابن المديني . وقال البخاري : مقرب الحديث .

قات : حدث بالكوفة . ومات سنة خمس وخمسين ومائة . تركه النسائي .

أبو خالد الأحمر ، عن يزيد بن سنان ، عن ابن الساري ، عن عطاء ، عن سميد - مرفوعا - (اللهم ارحمني مسكينا ... الحديث . وبهذا الإسناد إلى

سميد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) : ما آمن بالقرآن من استحل محارمه .

ورواه محمد بن يزيد بن سنان . عن أبيه ، فقال : عن عطاء بن أبي رباح نفسه ،

قال سميت بجاهد بن جبر ، سميت سميد بن السيب ، سميت صبيبا يقول : ما آمن ...

... والروايتان غير محفوظتين

... بن سميد الجوهري ، حدثنا يحيى بن سميد ، حدثني أبو فروة يزيد بن

... عن زيد بن أبي أريسة ، عن يحيى بن عمر ، عن عبد الرحمن بن عمار ،

... : خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى تبوك .

يزيد بن محمد بن يزيد بن سنان ، حدثنا أبي ، عن أبيه ، عن الأعمش ، عن
أبي سفيان ، عن جابر بن مرفوعا : من خشك منكم في الصلاة فليمد الوضوء والصلاة .
محمد بن يزيد بن سنان ، حدثني أبي ، عن عطاء ، عن ابن عمر - مرفوعا : التوبة
والشقيقة والحلمية في النار ، ولا يجتمعن في صدر مؤمن .

محمد بن يزيد بن سنان عن أبيه ، [قال] (١) : حدثني يحيى بن سعيد ، عن سعيد
ابن اللبيب ، عن أبي هريرة - مرفوعا : ولد نوح ثلاثة : نوح ، وسام ، ويافث ،
فولد سام العرب وفارس والروم والخير فيهم . وولد يافث يافث ومأجوج والترك
والصقالبة ولا خير فيهم ، وولد نوح القبط وبنو السودان .

يحيى بن سعيد الأنصاري ، عن يزيد بن سنان ، عن أبيه ، عن أبي هريرة ، عن
عز عطاء ، عن ابن عمر - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعبد
ابن عوف - وكان قد بعثه على جيش فرأى عليه عمامة قد نفضها ثم عمد
بهامة سوداء .

وقال ابن حبان : وهو الذي روى عن أبي اللبيب ، عن يحيى بن أبي كثير ،
عن أبي سلمة ، عن أبي الدرداء - مرفوعا : خلق الله الجن على ثلاثة أصناف : سف
حيات وعقارب وخنافس الأرض ، سف كايح في الماء . ودين كائن آدم
عليهم الحساب والعتاب ، وخلق الله في آدم ثلاثة أصناف : سف ، هائم ،
قال الله تعالى : إنهم إلا كذالعام ، بل أنظر بيانا . وبنو آجب - آجب - آجب
آدم وأرواحهم أرواح الشياطين . وسف فرأى الله . التحيمة يور (٢) لا تترك
ظله . أما :

٩٧٠٦ - يزيد بن سنان عن أبيه ، عن أبيه ، عن أبيه ، عن أبيه ، عن أبيه ،
عن الحسن ، وابن أبي حاتم الرازي . وقالوا : ثقة . جمع يحيى .

٧ - ٩٧ - يزيد بن سنان ، تابعي : أرسل حديثا رواه عنه عمرو بن الحارث

بجول

٨ - ٩٧ - يزيد بن شداد ، عن معاوية بن قرة . مجهول .

٩ - ٩٧ - يزيد بن شيبان ، عن ابن مريع (١) . لا يعرف .

١٠ - ٩٧ - يزيد بن شريح ، ق. الخصى . تابعي صالح الحديث .

قال : الدارقطني : يعتبر به .

١١ - ٩٧ - يزيد بن صالح ، أبو يزيد بن صالح (٢) . تابعي حمصي . لا يكاد يعرف .

وقال : زعمى عنه حمزة بن عمار .

١٢ - ٩٧ - يزيد بن صالح الذي (٣) روى عنه غلام حليل حراني : جلة ، وهو

حرامكند . ب. كانه من صفة غلام خليل . يرويه عنه شعبة بقة حيا . بسند الصحيح .

١٣ - ٩٧ - يزيد بن صالح الشكري الفراء ، النيسابوري ، أبو خالد . عن إبراهيم

ابن أبيه ، وهاك . وعنه محمد بن عبد الوهاب الفراء ، والحسن بن سفيان ، وجماعة .

وكان في : مجيذا كبير القدر .

١٤ - الحسن بن سفيان : قال في لأجل . يحيى بن يحيى فعوضني الله بأبي

عبد الوهاب .

قال : أبو حاتم الرازي : مجهول .

١٥ - وثقه غيره .

١٦ - سنة سبع وعشرين ومائتين .

١٧ - ٩٧ - يزيد بن طلق [س، ق] . عن ابن البيهقي لا يعرف . عنه يعلى

١٨ - أرفقني : يعتبر به .

الفارسي ، أخبرنا ^(١) بن غلدة المطار ، حدثنا أحمد بن منصور الرمادي ، حدثنا عبد الرزاق ، أخبرنا ^(٢) جريح ، عن سفيان الثوري ، عن مالك بن أنس ، عن يزيد بن عبد الله ابن قسيط ، عن ابن المسيب - أن عمر وعثمان رضي الله عنهما قضيا في المنعأة - وهي السحاق - بنصف ما في الموضحة .

قال عبد الرزاق : ثم قدم علينا سفيان حدثنا به عن مالك ، ثم لقيت مالكا فقلت له : إن سفيان حدثنا عنك هكذا ، فقال : صدق ، حدثته به . قلت : حدثني . قال : ما أحدث به اليوم . قال له مسلم بن خالد : عزمت عليك يا أبا عبد الله إلا حدثته به . قال : نعم علي لو كنت حدثنا به أحدنا اليوم حدثته به .

قلت : فلم لا تحدثني وقد حدثت به غيري : إن القليل عندنا غير مرة ورجله ليس عندنا هنالك . قال : ابن قسيط .

قلت : ابن قسيط عتج به في الصحاح . وقد رواه محمد بن بكر النسائي عن ابن جريح أيضا . وقد ذكر ابن عدي بن قسيط فلم يسق في ترجمته . قال : هذا الحديث ، رواه عن أنس بن الرمادي . فوقع لنا بدلا عاليا .

٩٧٢٠ - يزيد بن عبد الله الجهنى . عن هاشم الأوقص . وعنه بقية

لا يصح خبره ، وهو من طريق علي بن عيش .

حدثنا بقية ، حدثنا يزيد بن عبد الله الجهنى ، عن هاشم الأوقص ، عن ابن عمر ،

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : من اشترى ثوبا بعشرة دراهم في ثمنه درهم من حرام لم يقبل له صلاة ما كان عليه ، ثم أدخل إصبعه في أذنيه وقال : سميتان ما أكن سميتان مع نبي الله صلى الله عليه وسلم مرتين ^(١) ردّها .

٩٧٢١ - يزيد بن عبد الله بن عمار . عن ابن عمر . مجهول .

٩٧٢٢ - يزيد بن عبد الله السمرى ، أبو خند الفرثى البصرى . عن ابن عمر .

وعنه . وهو من طريق أبي داود الطيالسي . وجماعة .

٩٧١٥ - يزيد بن عبد الله [ع] بن خَصِيفَة ^(١) . وقد ينسب إلى جده يزيد بن خَصِيفَة . عن السائب بن يزيد ، وعروة ، ويزيد بن عبد الله بن قسيط . مالك ، وطائفة .

وثقه أحمد بن رواية الأثرم عنه ، وأبو حاتم ، وابن معين ، والنسائي . وروى أبو نَاحِد قال : منكر الحديث .

٩٧١٦ - يزيد بن عبد الله . شيخ بغدادى .

بيّض له ابن أبي حاتم . مجهول .

٩٧١٧ - يزيد بن عبد الله [ع] بن الهادى . من ثقات التابعين وعلمائهم أذكره إلا لأن أبا عبد الله بن الحذاء أوردته في باب من ذكر يخرج من رجال فلم يأت بشيء أكثر ^(٢) من قول ابن معين : يروى عن كل أحد ؛ هذا . فإن الثورى كذلك يفعل ، وهو حجة .

٩٧١٨ - يزيد بن عبد الله [ع] من شيوخ مكحول . مجهول . نه عن

ابن أمية .

٩٧١٩ - يزيد بن عبد الله بن قسيط المدنى [ع] ، أبو عبد الله الليثي الأع

عن أبي هريرة ، وابن عمر ، وسعيد بن المسيب . وعنه مالك ، وابن أبي ذر وجماعة .

قال ابن إسحاق : حدثني يزيد بن قسيط - وكان فقيها ثقة . وقال عثمان بن سعيد عن ابن معين : صالح . وقال أبو حاتم : ليس بقوى . وقال النسائي : ثقة .

أخبرنا أبو المعاني الحمّادى ، أخبرنا محمد بن أبي القاسم الخطيب بخرّان ، وأبو

زيد بن عبد الله التميمي ^(١) ، أخبرنا عبد اللطيف بن يوسف بخرّان ، قال : أنا

زيد بن أبي ، أخبرنا علي بن محمد بن محمد الأنباري ، أخبرنا عبد الواحد بن محمد

حدثنا شعبة عن الاعمش عن مجاهد عن يزيد بن شجرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد كرم الله من الحديث ومحمد بن بونس هو الكدبي ضعيف والمخوف عن الاعمش موقوفوا أخرجه البغوي ايضاً من طريق خالد الواسطي عن يزيد موقوفوا ابو بصير طريق مسعود بن سعد عن يزيد كذلك قال في رواية سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولم يقدروا عبد الله بن المبارك في الزهد عن زائدة عن منصور بن مجاهد موقوفوا ذكر أخرجه ابن منده من طريق الاعمش عن مجاهد وأخرجه البيهقي من طريق شعبة قال كتب الى منصور وقرأته عليه عن مجاهد فذكره مطولاً موقوفوا مظهره عن يزيد بن شجرة وكان من رهاوكان معاوية يستعمله على الجيوش فخطبنا بولمخدا لله وأثنى عليه وفيه اختلاف آخر علي بن يزيد بن شجرة كما تقدم في ترجمة حداد من طريق الزهري عن يزيد بن شجرة عن حداد مرفوعا وجاء عن يزيد بن شجرة حديث آخر أخرجه ابن منده بسند ضعيف من رواية خالد ابن العلاء عن مجاهد عنه وقال خرج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في جنازة فقال الناس خير اوانتوا عليه خير افعاء جبرائيل فقال ان الرجل ليس كما ذكرنا ولكن انتم شهداء الله في الارض وقد غفر له ماله لمون وقال غريب وفي مسنده ضعيفان وذكره ابن سعد في الطبقة الاولى من اهل الشام مع بعض الصحابة وقال مات سنة ثمان وخمسين في اواخر خلافة (حرف الياء - القسم الاول) (٦٥٩) (يزيد)

معاوية وفيهم الرخصة الواقدي وأبو عبيد وخليفة وقال كان معاوية امره على مكة سنة تسع وثلاثين فزاره فتم بن العباس وكان عليهما من قبل علي فمسر بينهما أبو عبد فاصطلحا على ان شبة الحبي يقيم للباس المح تلك السنة وذكر المنضل اللامني نحوه ٩٢٧٣ (يزيد) بن شريحيل . . تقدم في حرف الراي في يزيد ٩٢٧٤ (يزيد) بن شريح . . له صحبة روى في الميسر قاله أبو عمر وقال البغوي يشك في صحبته وأخرج من طريق ادريس بن عمار عن سليمان بن - . . يحيى بن جابر عن يزيد ابن شريح عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم - . . لم قال ثلاثة من الميسر العمار والضرب بالكعب والتضفير بالحمام وهذا أخرجه أبو داود في المراسيل من رواية ابن عياش في يزيد بن شريح ليس بصحابي عنده وفي التابمين يزيد بن شريح الحمصي من صفار التابعين بروي عن صفار الصحابة كما في أمهاتوك النابيين مثل كعب الاحبار وابن جني فان كان هو صاحب الحديث فليس صحابي وما وان كان غيره فهو على الاطلاق

٩٢٧ (يزيد) بن سليمان . . روى في بعض نسخ حديثي حارث بن عمرو بن عبد الله قال ابن أبي حاتم له صحبة روى عنه قال أنابا بن مريد بن يحيى بن عمرو قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اليكم يقول قفوا على مشاعركم الحديث والله اعلم ٩٢٧٦ (يزيد) بن الصامت وقع حديثه في كامل ابن عدي في ترجمة شاذ بن حمران بن وابته عن عطية بن يزيد بن الصامت عن أبيه قال غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فابطلت العارس - . . ميم والراجل - . . مارواه عن ابن حمران - كوفي وهو قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم له ولم ادر أيت - لا (يزيد) بن ضرار أحوال الشهاخ تقدم ذكره في (يزيد) بن ضرارة بن الصامت تقدم ذكره في (يزيد) بن طهمة بن جارية بن لودان الانصاري الخطمي ذكره ابن البكابي (يزيد) بن طلحة مضى في طلحة بن يزيد ٩٢٨١ (يزيد) بن طبيان السدوسي تقدم ذكره وفادته في ترجمة الخنظام ٩٢٨٢ (يزيد) بن عامر بن الاود بن حبيب بن سواقة بن عامر بن صهصعة أبو حاجر الواسطي قال أبو حاتم له صحبة روى عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم في الصلاة أخرجه أبو داود من طريق نوح بن صهصعة عنه ثم أخرجه المازني في هذه الوجه وكان شاذيا مع المشركين ثم أحسن ٩٢٨٣ (يزيد) بن عامر بن حذيفة بن عثم بن سواد بن كعب في هذه الاصل من ابو المندر (حرف الهمزة - القسم الاول) (٦٦٠) (يزيد) أخرجه ذكره ابن ابي حاتم في اهل القبلة قال أبو عمر لم يلق في ذلك وذكره ابن عتيق فيافي البدرين ٩٢٨٤ (يزيد) بن عباد بن شجرة حارث بن عمرو بن عبد الله

عن البايع . . ذكره أبو عمر . . وقال . .
زياد بن قريع بن يزيد بن عباية عن أبيه عن جده يزيد أنه أنى النبي صلى الله عليه وآله وسلم
وسلم فصح على رأسه وأناه بصدقه وقد تقدم ذكر عباية في حرف العين

٩٢٨٥ (يزيد) بن عبد الله العلى . . روى عنه ابنه حميد بن يزيد في أصل جده عمر
حديثه عن ولده ذكره أبو عمر مختصراً

٩٢٨٦ (يزيد) بن عبد الله . . راجح القهري أخو أبي عبيدة أحد الشرا . . تقدم
نسبه في عامر قال ابن خلد بن عتبة وتبعه المستغفري وكذا قال ابن منده وزاد لا يعرف له
حديث . . وقد روى قيس بن الربيع عن عبد الملك بن المغيرة عن فيروز بن بلال عن أبيه . .
عن . . راجح الجراح أنه تزوج عندهم باليمن نصرانية وكان هذا نسب إلى جده

٩٢٨٧ (يزيد) بن عبد الله الكندي . . ذكره ابن منده فقال روى حديث يحيى بن يزيد
الوفاي عن أبيه عن يزيد بن خضعة بن يزيد بن عبد الله الكندي عن أبيه عن جده . . (قلت)
والوفاي ضعيف

٩٢٨٨ (يزيد) بن عبد الممدان بن الديان بن قطان بن مالك بن الحرث بن حلال بن ربيعة
ابن كعب بن الحرث بن كعب بن عمرو الحارثي يكنى أبا المنذر وأبى عمرو وهو جده
يزيد وعبد الممدان والديان لقبان . . قال ابن منده كان شريفاً شاعراً قال ابن اسحاق في
المعاري ثم بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خالد بن الوليد في . . ربيع الآخر أو
جمادى الأولى من سنة خمس مائة . . في بني الحرث بن كعب . . ذكر الحديث في الإسلام . .

٩٢٨٩ (يزيد) بن عبد الممدان بن الديان بن قطان بن مالك بن الحرث بن حلال بن ربيعة
ابن كعب بن الحرث بن كعب بن عمرو الحارثي يكنى أبا المنذر وأبى عمرو وهو جده
يزيد وعبد الممدان والديان لقبان . . قال ابن منده كان شريفاً شاعراً قال ابن اسحاق في
المعاري ثم بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خالد بن الوليد في . . ربيع الآخر أو
جمادى الأولى من سنة خمس مائة . . في بني الحرث بن كعب . . ذكر الحديث في الإسلام . .

٩٢٨٩ (يزيد) بن عبد الله الكندي . . يأتى في يزيد بن عمرو

٩٢٩٠ (يزيد) بن عمرو النخعي . . ويقال يزيد بن الممثر أخو جده النخعي . .

ابن معاوية ويزيد بن عمرو والحرث بن شمر بن جحافوا وقد باع على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وحلم فقلنا عهدها بالثناقال تبعون الصلاة وتطون الزكاة وتحتجون البيت وقد وروى عن
وان فيه ليلة خيرة من ألف شهر وذكر الحديث وأخرجه أبو عمر من هذا الوجه . . لكن قال في
(حرف الباء - القسم الأول) (٦٦١) (يزيد)

الترجمة يزيد بن عمرو النخعي ويقال النخعي وقد بع قيس بن عاصم وقلة المارأي . . قيس
ابن عاصم ظنه النخعي وليس كذلك بل هو آخر نخعي كما سبق في ترجمته وأخرج لبارودي
من هذا الوجه عن عائشة بن ربيعة عن عباد بن يزيد عن قرة بن دهوصان ويزيد بن المنذر
قد كرموه به جزم الشاطي لكن حتى أنه قيل فيه يزيد بن عمرو . . (قلت) ويجعل أن
يكونا اثنين وقال المستغفري يزيد بن عمرو النخعي وقد باع على النبي صلى الله عليه وآله وسلم . .
ذكره ابن قيسون وفي استدراكه . . فان أبا عمر ذكره لكن قال يزيد بن عمرو

٩٢٩١ (يزيد) بن عمرو . . لا يصح الخبر . . لا يصح الخبر . . لا يصح الخبر . . لا يصح الخبر . .
٩٢٩٢ (يزيد) بن عمرو . . تقدم ذكره في ترجمة شبيب بن قرة وقيل هو يزيد بن عمرو

٩٢٩٣ (يزيد) بن قتادة . . قال أبو عمر روى عنه حسان بن بلال في صحبته نظر في ذكره
الطبراني وأبو نعيم واستدركه أبو موسى وأبى في سياق حديثه نصر بن عاصم . . لكن يؤيد
ذلك بالتأمل وقد تقدم ذكره في ترجمة قتادة بن زيد

٩٢٩٤ (يزيد) بن قنافة بن قنافة . . هو اسم الهلب الذي تقدم في الهاء . .
٩٢٩٥ (يزيد) بن قيس بن خارجة بن جندب الداري من ربه طيم . . ذكره ابن اسحق
فبين أوصى له النبي صلى الله عليه وآله وسلم بجندب مائة وسق . . ثم خيبر وقال الطبراني وقد قال
وأرضى النبي صلى الله عليه وآله وسلم له بهم من خيبر انتهى وقد تقدم ذكره من عند الواقدي
في ترجمة نعيم بن أوس وفي ترجمة الطيب بن عبد الله الداري

٩٢٩٦ (يزيد) بن قيس بن الخطيم بن عدي بن عمرو بن . . واد بن ظفر الانصاري النخعي
ولدا الشاعر المشهور وبه كان يكنى . . قال العدوي شهد أحد وأخرج يومئذ اثني عشرة
جراحة وسماه النبي صلى الله عليه وآله وسلم يومئذ حاراً وقال أبو عمر . . لا يصح الخبر . .
المشاهد . . لا يصح الخبر . . لا يصح الخبر . . لا يصح الخبر . .

جزيرة قاله الزبير

٩٣٠٩ (يزيد) بن معاوية بن الاسود بن المطاب بن اسد بن عبد العزى القرشى الاسدى
بوحنظلة . ذكره البلاذرى فيمن هاجر الى الحبشة في المرة الثانية واشتهر يوم خيبر
يقال بالطائف

٩٣١٠ (يزيد) بن معاوية البكائى . قال ابن حبان والمستغفرى له صحبة واستدركه أبو
وسى وغفل ابن حبان فاعاد في التابين

٩٣١١ (يزيد) بن معبد الجامى . قال ابن أبى حاتم له وفادة روى عنه ابنه معبد وقال أبو
عمر نعوه وزاد انه روى قيس بن معبد بن يزيد بن معبد بن معبد بن معبد بن معبد
نافع والطبرانى وابن شاهين من طريق أبي يونس بن عتبة عن معبد بن يزيد عن أبيه يزيد بن معبد
قال وفدت الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فأسألتنى عن الجامة فيمن العدم من اهلها فاردت
أن أقول فى بنى عبد الله بن الدول فسمعت أن أكذب به فقلت العدم في بنى عتبة فقال
صدق ولا تنافى بين قولهم روى عنى وحنفى ودولى فان الدولى بطن من بنى حنيفة وحنيفة قبيلة
من ربيعة وأما قول أبي عمر فانه يسمى فانكره عليه أهل النسب وقالوا الصواب انه حنفى
وأخرج ابن أبى عاصم من طريق رباط بن عبد الحميد عن هانى بن يزيد عن أبيه ان اخاه
قيس بن معبد وجارية بن ظفر اختلفا في منى كان بينهما حاضره به قيس ضربة أبان يده وضربه
جارية ضربة فاختمها فيها الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال له هب لي يدك فأبى
فقال لي هب لي ضربة أخيك قلت هي لك يا رسول الله فدعا بالرزق والولد وقضى الجار
ابن ظفر يديه في مال كان لقيس بن معبد

٩٣١٢ (يزيد) بن المقر . تقدم في يزيد بن عمرو

(حرف الياء - القسم الاول) (٦٦٣)

(يزيد)

٩٣١٣ (يزيد) بن المذرب بن سرح بمهمات ابن خناس بضم الخاء المعجمة وتخفيف النون
بن - ثمان بن عبيد بن عدى بن غنم بن كعب بن عامر الانصارى الخزرجى السلمي . ذكره
بن اسحق فيمن شهد النخبة

٩٣١٤ (يزيد) بن أبى منصور . قال المستغفرى قال بعضهم له صحبة وفيه اختلاف ثم
خرج من طريق الليث عن ذؤيب بن نافع عن يزيد بن أبى منصور وكانت له صحبة أن

٩٢٩٧ (يزيد) بن قيس بن هانى بن حجر بن شرحبيل بن عدى بن ربيعة بن معاوية
الاكرمين البكندى . قال ابن السكيت وفد على النبي صلى الله عليه وآله وسلم وذكره في
الصحابه ابن سعد والطبرى واستدركه ابن فخمون وابن الاثير ولاكن وقع عند ابن سعد والطبرى
وابن فخمون كيس بكاف بدل القاف وبانشد يد ورأيت في نسخة متقنة من الجهرة بالكاف
وسكون الياء

٩٢٩٨ (يزيد) بن قيس . يأتي في ترجمة يزيد بن وقش

٩٢٩٩ (يزيد) بن قيس أخو سعيد . ذكره جعفر المستغفرى وقال انه من المهاجرين
الاولين واستدركه أبو موسى

٩٣٠٠ (يزيد) بن كعب . وقع في التعبير في حرف الزاى يزيد بن كعبه والصواب يزيد

٩٣٠١ (يزيد) بن كعب بن عمرو الامم . ذكره المدوى وقال حبيب النبي صلى
الله عليه وآله وسلم لم يورأوه وأحوه . يزيد وأحوه يوم الحرة واستدركه

(حرف الياء - القسم الاول) (٦٦٢) (يزيد)

ابن فخمون

٩٣٠٢ (يزيد) بن كعب النهري . في يزيد في الزاى

٩٣٠٣ (يزيد) بن كعب هو ابن أبى اليسر . يأتي

٩٣٠٤ (يزيد) بن كعب . في يزيد بن قيس

٩٣٠٥ (يزيد) بن مالك بن عبد الله الجهمى قال ابن حبان له صحبة وقال غيره . وابو سبرة
الأتى فى الكنى

٩٣٠٦ (يزيد) بن المنجل الحارثى . تقدم في يزيد بن عبد المذان وروى عن ابن الحارثين

٩٣٠٧ (يزيد) بن مربع . ذكره ابن منده ووقع في انابرا بن مربع بغير صحبة وقيل
اسمه زيد وقيل عبد الله وقدمه مدح السماخ بن ضرار بن يزيد بن مربع بن قيطى بن
عمرو بن زيد بن جشم الأوسى فكانه هذا

٩٣٠٨ (يزيد) بن مسافع بن طلحة بن أبى طاحه بن عبد الدار القرشى العبدى . قتل
أبو يوم أحد كفراد كره الزبير بن عكر والبلاذرى وقالوا انه قتل يوم الحرة وكان من مسلمة
الفتح والافضل ما ذكر من الجاهلية لثبوته . بن مسافع ومن أهل هذا القسم وامه

رسول الله صلى الله عليه وآله لم قال الحدة تغري حذاراً ثم قال اختلف فيه على الليث
 ه (فات) رواه عبد الرحمن بن ابان عن الليث لكن قال غن ذو يد عن أبي منصور وكانت له
 حكمة أخرجه الحسن بن سفيان في مسنده عن أبي الربيع الزهراني عنه واخرجه عن قتيبة
 عن الليث لكن لم نقل وكانت له حكمة وتابعه بونس بن محمدر علي بن غراب وغيرهما سيأتي
 مزيد لذلك في ترجمة أبي منصور في الكنى ان شاء الله تعالى ه (قلت) وفي النابغة بن زيد بن أبي
 منصور ذكره ابن بونس فقال بصري سكن مصر ثم افر بقبعة ثم رجع الى البصرة وروى عن
 انس وزاد ابن أبي حاتم يروى عن ذى اللحية الكلابي وذكره ابن حبان في الثقات لكن
 في اتباع التابعين

٩٣١٥ (يزيد) بن موار خمر والجبلي . فاربط في الاصل ذكره ابن السكن وغيره في
 الصحابة وأخرج من طريق الوليد بن يزيد بن عيسى بن عباس بن يزيد بن شريحيل بن يزيد
 ابن موار خمر وعنه أبيه . علي عن أبيه عباس عن أبيه يزيد عن أبيه شريحيل عن أبيه يزيد
 بن الانباء . ورواه عن رسول الله صلى الله عليه وآله ولم في ثياب المايح وحاق في ذهب ودخل
 عليه يزيد في ثياب بياض فقال ما لك لا تشبهون به . هذا الزاهد في الدنيا انما يحب في الآخرة
 وعلمه ابن منده فقال روى الوليد بن يزيد بن موار ذكره بسند لكن اختصره قال عن أبيه عن يزيد
 انه وفد على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في ثياب بياض فمهاهزاه وكنه اصنع أبو زيد
 ٩٣١٦ (يزيد) بن نيشة بنون . ورواه في مسنده عن محمد بن عيسى عن أبيه عن يزيد بن نيشة
 ابن عساكر فقال قيل ان له حكمة رشدهم دفع دمشق ثم اخرج من طريق هشام بن عمار حدثنا
 الهيثم بن عمران حدثني عن محمد بن يزيد بن نيشة . علي . معاوية وقد سود لحية فقال من
 انت قال عا . لك يزيد بن نيشة قال لا تدخل علي حتى تعود لحيتك كما كانت وذكر أبو
 الحسين الرازي والدمع في حكاية عن شيوخه الدمشقيين دار نيشة التي في سوق الرميحان هي
 ليزيد بن نيشة أمير معاوية على دمشق وهو أحد الشهور في عهد دمشق حين فحمت وهو
 صحابي قرشي من بني عامر بن لؤي له حكمة وهو الذي حجه معاوية حين سود لحية

٩٣١٧ (يزيد) بن نعام . قال البخاري وابن حبان له حكمة وقال أبو حاتم الرازي لا حكمة
 له وحديثه مرسل وقال البغوي لا تعرف له صحابا من النبي صلى الله عليه وآله وسلم ونقل
 الترمذي في المعلى عن البخاري ان حديثه مرسل وقال البغوي اختلف في حكمة غير ان أبا
 بكر بن أبي شبة أخرجه حديثه في مسنده (قلت) وفي الرواة يزيد بن نعام الضبي تابعي
 يروى عن انس

٩٣٢٠ (يزيد) بن النعمان بن عمرو بن عرفة بن العاتك بن امرئ القيس بن دهر بن
 ربيعة السكندى . قال ابن الكلبي . هو وأخوه حجر وعلس على النبي صلى الله عليه وآله
 وسلم
 ٩٣٢١ (يزيد) بن نعيم . ذكره الطبراني ولم يخرج حديثه فان كان هو الذي حده هذا

٩٣٢٢ (يزيد) بن نورة بن الحرث بن عدي بن جشم بن جعدة بن حارثة بن الحرث
 صاري . شهد أحد أو قتل يوم النهروان قاله ابن عبد البر وأخرج الخطيب في تاريخه
 طريقه . اسحق بن ابراهيم بن حاتم بن اسمعيل المدني قال كان أول قتل من اصحاب علي
 المر ورواه رجل من الانصار يقال له يزيد بن نورة شهد له رسول الله صلى الله عليه وآله
 لم بالحمة مرتين مرة باحد قال رسول الله صلى الله عليه وآله ولم من جاز التل فله الحمة وأخذ
 يد سيفه فصر به حتى جاز التل فقال ابن عم له يا رسول الله اتجعل لي ما جعلت لابن عمي قال
 فقاتل حتى جاز التل ثم اقبل . اعان في قتل قتلاه فقال له ما رسول الله صلى الله عليه وآله
 لم كذا . كما قد وجبت له الجنة . ولك يا يزيد على صاحبك درجة وأخرج ابن عقدة بسند له
 عفيف انه قتل مع علي بن أبي طالب يوم النهروان

٩٣٢٣ (يزيد) بن وقش . جليل بني عبد شمس . ذكر ابن اسحق انه استشهد بالبيعة
 وهو رواية الاموي عن ابن اسحق واستدركه ابن فنعون وقال بعضهم فيه يزيد بن قيس وقال
 الواقدي أخذ الراية بالبيعة بعد سالم مولى أبي حذيفة فقتل

٩٣٢٤ (يزيد) بن يحيى الكوفي أبو الحسن . ذكره ابن عساكر وقال أدرك النبي
 صلى الله عليه وآله وسلم ولا أعلم له رؤية وقال سيف في اتوح انه شهد البرموك وكان أميراً على
 بعض الكراديس ه (فات) وقد تقدم غير مرة أنهم كانوا الايام في القنطرة في الصحابة

٩٣٢٥ (يزيد) بن أبي اليسر بفتح الهمزة المعجمة والمهمل واسم أبي اليسر كعب بن عمرو .
 ذكره ابن سعد وقال انه تزوج أم سعيد كنية بنت ثابت بن عتيك وكانت صحابية من
 المهاجرات فولدت له أولاده سعيداً وعروة وسأى ذلك في النساء

٩٣٢٦ (يزيد) والدمع . فرق البغوي وابن شاهين بينهما وبين يزيد بن الاحنس
 ٩٣٢٧ (يزيد) مولى سليم بن عمرو . ذكره موسى بن عقبة فبين استشهد من بني سواد
 من الانصار يوم أخذ واستدركه ابن فنعون وقد ذكره ابن عبد البر في ترجمة حمزة تبعاً

لا بن اسحق

٩٣٢٦ (يزيد) أبو عمرو . ذكره الطبراني وأخرج من رواية خطاب بن القاسم عن ابن
الحق عن عمر بن يزيد عن أبيه سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ما من أحد
بقتل عصفورا إلا عجز يوم القيامة فقال يا رب هذا قتلني عبثا فلا هو انتفع بقتلي ولا هو تركني
أعاش في أرضك

۹۳۲۷ (یزید) والد الفضل . . له حدیث رواه عن أبيه كذا في التجريد

(حرف الباء - القسم الاول) (٦٦٥) (يزيد - بسار)

٩٣٢٨ (يزيد) غرر. ف. ب. ٥٠ ذكره ابن منده وقال له ذكر في حديث -سراج بن جماعة
وأشار بذلك الى ما أخرجه الطبراني وغيره من طريق علال بن سراج بن جماعة عن أبيه ان
النبي صلى الله عليه وآله وسلم أعطاه أرضا بالمين وكتب له كتابا من محمد رسول الله لجماعة بن
سراجة بن بني سليم اني أعطيتك أرضا كذا وكذا ان حاجه فيها فليأتي وكتب يزيد (قلت)
فتمل ان يكون زيد بن أي -فبان فانه كان يكتب للنبي صلى الله عليه وآله وسلم

۹۳۲۹ (یزید) الکرخی . . . تقدم فی ابن حکیم

(یاب-ی-ز)

۹۳۹۰ (رداد) العارسی... تقدم فی ازداد فی الالف

۹۳۹۱ (بر ۱) بن احمد المرادی نعم الزرقی ۰۰ قال ابن الكلبي شهد فتح مصر

٩٣٩٢ (ربيع) بن الاود البغلي من بني عاتبة بن كعب بن عمرو... ذكره ابن الكلبي
في اول سورة طه وكذا في كتابه في العرب وهو ابي ذر جليل الروم مع جليله بن الاعم ايام
البراءة ولا ثم رجع مشافعا من غسان ولهم غزاة بن النشام

٩٣٩٣ (يزيد) بن الأسود الحرشي أبو الأسود . قال ابن أبي حاتم جاهلي وقال مسلم كان
قديما قال أبو عمر أدرك الجاهلية وعنده في الشاميين وقال ابن سعد ذكر في الصحابة ولا
يثبت ثم أخرج من طريق أبي يوسف بن يسرة قال قلت ليزيد بن الأسود يا أبا الأسود كم أتى
نملك قال أدركت الغزى بعد في قري وأخرجه البخاري . - - - - - عن سعد بن عبد

المرزوق بن راس و ذكره ابن ... في البداية الاولى قال ابن حبان في الثقات كان من العباد
المحسنين وأحرقه أبو زرعة الدمشقي ويعقوب بن سفيان في تاريخهم اسند صحيح عن سالم
ابن عامر أن الناس فحطوا بدمشق فخرج معاوية بن يزيد بن الاسود فقوال أبو
زرعة وحدهنا أبو محمد بن عبد العزيز بن الضعالي بن قيس خرج يستقي
بالناس فقال ليزيد بن الاسود قم يا بكاء، وبه ان عبد الملك لما خرج الى مصعب بن الزبير رحل
معه يزيد بن الاسود واخرج ابن أبي الدنيا من طريق هشام بن الغار قال قال لي حبان بن
النضر قال لي والله بن الاسود قد قدمي الى يزيد بن الاسود فدخل عليه وهو مقبل فاذا هو ابن
هذا والله خولته فبخله فسماجهات كفهني كفي فجعل يرمها عني صدره مرة وعلى
وجهه ما وضع كف واثمة من يد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فذكر فضة وقال علي بن

(حرف الياء - القسم الثالث)
(٦٧٤)
{ يزيد }

انه غير الذي قبله

٩٣٩٤ (يزيد) بن أنيس الهذلي . له أدب الفيلسوف . له كتاب في غريب العرب و
 منه ما سلم بن جندب أخرجه البزار في كتاب خلق أفعال العباد

٩٣٩٥ (يزيد) بن بشر الضبي . . تقدم في بيت

٩٣٩٦ (يزيد) بن الحرث الشيباني. له ادراك وشهد له بمقتضى

تدور رحانا حول راية عامي • برانا بلا بطح الملاهي

يلوذ بنا ركنا معد و يتقى • بنا غمرات الموت أهل المشاة •

ونزل البصرة بعد ذلك ذكره المرحوم

٩٣٩٧ (يزيد) بن حنيفة الاسدي . ذكره وثيقة في كتاب الردة فيمن ثبت
هو وابنه زفر وكان من أشرف بني أسد فالتحق بخالد بن الوليد قال وارسل الى بني أسد
يخبرهم بآيات منها

بنی اسد مافی طلیعة خمدلة * بطاعها یا قوم فی حی فقمس

٩٣٩٨ (يزيد) بن حمزة المري . تقدم في الحرب بن عوف

٩٣٩٩ (يزيد) بن ذى الآخرة البجاني . ذكر ونجمة في كتاب الرداءه كان من قام في قتل الاسود النمسي بأمر النبي صلى الله عليه وآله . وفي ذلك يقول بمقتل الاسود لعمر كمالهم عدنان عصية و غانة الاحساب غير لثام

على مهال الأهازج وغيرهم إلى عمر بن الخطاب وهى

• بلغ أمير المؤمنين رسالة • فانت أمين الله في الهى والامر
• وانت أمين الله في اومن يكن • آمين الرب العرش يسلم له صدرى
• فلا تله عن أهل الرساتيق والفرى • يسعون مال الله في الادم والوفر
• فارسل الى الحجاج فاعرف حسابه • وارسل الى جبر وارسل الى بشر
• ولاتنس بين النافه بين كلامها • ولان غلاب من سرة بنى نصر
• وما عاصم منها بصـ فر عداية • وذلك الذى في السوق مولى بنى بدر
• وارسل الى النعمان فاعرف حسابه • وصهر بنى غز وان اى لذو خير
• وشيلا فسله المال وابن مجرش • فقد كان في أهل الرساتيق ذا ذكر
• فقامهم نفسى فداؤك اى مـ • يرضون ان قامهم منك بالنظر
• ولاندعوى للشهادة انى • اغيب ولكنى ارى عجب الدهر
• نوب اذا آوا وتقر واذا غروا • فان لهم وفرا ولسنا ذوى ومـ

اقتصروا على بعضها و زاد في آخرها بعد البيت الثالث

• اذا التاجر الهندي جاء بفارة • من المسك راحت في منازلهم تجرى

قال فقام عمره وولاه القوم فاخذ شطرا من المم حتى اخذ من لادنك نغلا وكان فيهم أبو بكر
فقال اني لم ازل لك شيئا فقال اخوك على بيت المال وعشور الابل فله فهو يملك المال تجر
فاخذ منه عشرة آلاف ويقال قامه فاخذ شطرا من ماله قال والحاج الذي ذكره هو ابن عتيك
الثقيفي وكان على الفرات وجزه بن معاوية عم الاحنف وكان على سرف وبشر بن محبوب
كان على جندی- ابو روالنا فان أبو بكره تبيع ونافع بن الحرث بن خادمة أخوه وابن غلاب
خالد بن الحرث من بني دهمان بن نصر بن معاوية بن بكر بن هوازن كان على بيت المال باصبهان
وعاصم بن قيس بن الصلت كان على مناذر والذي على السوق سمرة بن جندب كان على سواد
الاهواز والنعمان بن عدي بن نضلة ويقال نضلة بن عبد العزيز بن حرماز أحد بني عدي بن
كعب كان على كوزة وهو الذي قال من مبلغ الحسناء ان حليها الايات وصهرها
غزو وان مجاشع بن سعد الحمصي كانت عنده ابنة عتبة بن غزوان وكان على صدقات البصرة
وشبل بن معبد البجلي الاحمسي كان على قبض النخاسم وابن مجرش أبو مريم الحنفي كان على
رامهرمز وكان على حصر الفرات قال المزني ما في فاجاه خالد بن غلاب

أبلغ أبا المختار عن ربه . ثم نادى قري اليك ولا صهر

وما كان مالى من جباية عربية • ففعلنى ممن يؤلف فى الشعر

ومن هذه القصيدة

مقاديم في دار الحفظ، طعام. * طاعين يوم البؤس بالاسم

وإضافة تنسي السنان فضولها • اكفكفها • مريض ذي أثر

۹۴۱۲ (یزید) بن محمد . . فی یزید بن محمد .

(حرف الیاء - القسم الثالث) (۶۷۷) (نیزید - یار)

٩٤١٣ (بزید) بن مرعی بن عبد و دین آمدن کعب العائد بن شریحیل بن شراحیل بن عمرو بن جشم بن صائد الحمدانی ثم السامانی . له ادراک و کان ولده محمد من اصحاب ابن الخفجة و هو دیم المختار بن اوی غید مشاهده ذکر ذلك ابن الکلبی

٩٤١٤ (يزيد بن معاوية بن عبيد بن قيس بن عبيد بن رواح بن كلاب بن ربيعة بن عامر بن صعصعة الواسطي) أجداد التاء . ذكره المرحلي وقال مخضرم وأشدله بن أسات

نواصل أحبا وانصرم نارة • وشرا الاخلاء الخليل الممزج

وذكره ابن الكلبي فلم يزد على وصفه بالشاعر

٩٤١٥ (يزيد بن مغل بن عوف بن عمير بن كليب العامري . . . تقدم . . . به في ترجمة أخيه زهير ولهما أدراك واستشهدا جميعا بالقياسية ذكر ذلك ابن الكلبي وذكر المرزباني في معجم الشعراء يزيد بن مغل الكوفي وأشهد له قوله وهو يقاتل مع الحسين بن علي وقتل
حشد

ان تنكروني فانا ان المفعول • شاك لدى الهباء غير أعزل

وفي معنى نصف سيف متصل • أعلاه الفارس وسط القنصل

فاما انكم فائتين او احدى القولين في مكان قتله خطأ

۹۴۱۶. ابن زید بن اجم المرادی (رحمہ اللہ) .. فادراكه قال ابن بوسن -- وفتح

٩٤١٧ (يزيد) بن نارية اللخمي من بني عكر بن سواده. . كان شريفا فبهيم وله ادراك قال |

ابن یونس شافعی مضر ولہر وابہ عن ابی ذر وروی عنہ یزید بن عمر والمماقری

٩٤١٨ (يزيد) بن نعيم بن شجرة بن زيد التميمي ثم الابدعاني . له ادراك قال ابن بونس
شهد فتح مصر وكان من الفرسان الممدودين

٩٤١٩ (يزيد) بن محمد الحمداني والد عبد خير . ذكره أبو عمر في ترجمة ولده وأور
من رواية عبد المازن بن داود قال قال لعبد خير يا أبا عمار لقد كبرت فكأنني عليك قال عشرين
ومائة سنة قلت فهل تذكر من أمر الجاهلية شيئا قال نعم إذ كبراني أمي طغت قدرا فظن
أطمعني فقلت حتى يبعي أبو بكر فجاءني فقال أنا ما كتاب رسول الله صلى الله عليه وآله
ينها عن غزوهم الميعة فكفنا ماها وعكنا أو رده البخاري في تاريخه وأبو دلي من رواية عبد
قال ابن قتيون وأورده أبو عمر في ترجمة ولده عبد خير وهو على شرطه ولم يفرد به (قلت)
لكثير قال يزيد بن محمد فخرته وأما هو فبعد بضم أوله وسكون الحاء المهملة وكسر الميم
قبل انه عبد خير بن محمد ويحتمل أن يكون موثق قال ذلك نسبه إلى جده

باب - ي - ز

٩٤٣٣ (يزيد) بن أبي أوفى . صوابه زيد أوله زاي كاتقدم في حرف الزاي
٩٤٣٤ (يزيد) بن حارثة . ذكره ابن قانع واستدركه ابن الدباغ على ابن عبد البر فوقع
قأن ابن عبد البر ذكره على الصواب فقال يزيد بن - سيف أو يوسف ولم يسم حده فظن ابن
الدباغ انه لم يذكره وأن ابن قانع نسبه لجدده وقد نسبه على العون البغوي وأن السكون
والطبراني وساقوا حديثه كاتقدم

٩٤٣٥ (يزيد) بن حارثة بن عامر بن العطار . ذكره ابن شاهين وذكره له يزيد بن
حارثة بن مجمع بن العطار وهما واحد وهو ابن حارثة بن عامر بن مجمع بن العطار كاتقدم
في الأول

٩٤٣٦ (يزيد) بن حارثة آخر . يأتي قريبا في يزيد بن خارجة بن عامر

٩٤٣٧ (يزيد) بن حصين بن غير السكوني الحمصي . من صغار التابعين مات في خلافة
يزيد بن عبد الملك سنة ثلاث ومائة وكان سليمان بن عبد الملك ولده من ثم ولاه عمر بن عبد
العزيز وكان شهيد مع مروان بن الحكم دخوله مصر وأبوه حميد بن غير وهو الذي استخلف
مسلم بن عقبة المري بعد وفاة الحرة على العسكر الذي غزا به المدينة النبوية في خلافة يزيد بن
معاوية فقتل حصين مكة وحاصر ابن الزبير حتى بلغهم وفاة يزيد بن معاوية وأبست حصين حجة
فضلا عن ولده وأما التيس على من ذكره في الصعابة بأحرف واقفة في اسمه واسم أبيه كاتقدم

في الأول

٩٤٣٨ (يزيد) بن - مطلة . جاء ذكره في حديث إبراهيم بن عبد الأعلى عن جده عن
أبي يزيد بن حنظلة قال خرجنا ومينا وأثل بن حجر فاحذره عنه وله فتخرج القوم أن يحلفوا
لخلف بآله انه أخى الحديث أخرجه البغوي عن هرون الخال عن يزيد بن هرون عنه قال هرون
مرة أخرى سويدي حنظلة وكان يزيد يشك فيه (قلت) رواه أحمد في مسنده عن يزيد
(حرف الياء - القسم الرابع) (٦٨١) (يزيد)

فقال عن سويد لم يشك فيه وكذا قال البغوي رواه غير يزيد عن إسرائيل (قلت) هو عند أبي
داود وابن ماجه وغيرهما من طرق عن إسرائيل كذلك وذكر يزيد فيه وهم

٩٤٣٩ (يزيد) بن خارجة الانصاري . استدركه ابن قتيون وعزاه للبغوي وهو وهم شأ
عن تصحيف قال البكري حدثنا سويد بن سعيد حدثنا عمر بن معاوية عن عثمان بن حكيم
عن خالد بن سلمة عن موسى بن طلحة عن يزيد بن خارجة الخزرجي سألت النبي صلى الله عليه
وآله وسلم كيف صلى عليك الحديث والصواب زيد أوله زاي وقد أخرجه البغوي هناك من
وجهين عن عثمان وكذا هو عن أحمد والنسائي من طريق عيسى بن يونس عن عثمان وأخرجه
ابن أبي عاصم من طريق عيسى لكن قال خارجة بن زيد وهو موقوف وقد وهم فيه سفيان
أخر فخرجه أبو نعيم من طريق مطين عنه فقال يزيد بن حارثة حرف اسمه والصواب
خارجة والله أعلم

٩٤٤٠ (يزيد) بن حمير الغربي . نزل حص في إمارة معاوية كذا ذكره ابن شاهين
فوهم فانه تابعي معروف أكبر شيخ له أبو الدرداء وقد ذكره البخاري وابن أبي حاتم وابن حبان
 وغيرهم في التابعين

٩٤٤١ (يزيد) بن سلمة . ذكره البغوي وأورده من طريق سعيد بن مسروق عن ابن
أشوع عن يزيد بن سلمة قال قلت يا رسول الله اني سمعت منك حديثا كثيرا وأخاف أن
أنساه الحديث قال البغوي أنساه غير الجعفي (قلت) فقد أخرجه ابن منده من طريق ابن
أشوع فقال عن يزيد بن سلمة الجعفي وأخرجه الترمذي كذلك وتقدم على الصواب في القسم
الأول

٩٤٤٢ (يزيد) بن حصار . ذكره أبو بكر بن أبي علي وأخرج من طريق اسماعيل بن
عياش عن ابن خيثم عن جعفر بن يزيد بن جهمار العبدي عن أبيه رفته لا يشرب في الخرف

والجر والتغير (قلت) ضعفه بعض الرواة عن اسمعيل وانما هو زيد أوله زاي وقد ورد
ابن منده من وجه آخر عن اسمعيل فقال عن جعفر بن زيد عن أبيه علي الصواب
٩٤٤٣ (يزيد) بن طلحة بن ركانة . . قال المستغفرى ذكره يحيى بن يونس
الشيرازى فى الصحابة وأورد له من طريق مالك عن سلمة بن صفوان عنه رفعه لئلا يدين
خلق وخلق الاسلام الحياه قال المستغفرى هذا مرسل ويزيد هذا هو أخو محمد بن طلحة بن
ركانة نابعى معروف وقال ابن أبي حاتم روى عن أبيه ومحمد بن الحنفية وذكره ابن حبان فى
نقات التابعين وقال روى عن أبي هريرة ومات فى أول خلافة هشام بن عبد الملك وذكر ابن
عبد البر ان جهور الرواة عن مالك قالوا هكذا وقال وكيع وحده عن يزيد بن طلحة عن أبيه
زاد فيه عن أبيه وقال ورواه يحيى بن يحيى الليثى كالجهر وقال زيد بن عبد البر
يكون على قول وكيع الحديث مسندا كذا قال ولم يذكر طلحة فى الاستيعاب وعليه فيه
تعقب آخر فان الذى أخرجه الدارقطنى فى غرائب مالك من طريق وكيع قال عن مالك عن
سلمة عن يزيد بن ركانة عن أبيه فعلى هذا الصفة لكانة قال الدارقطنى ورواه على بن زيد
الصدائى عن مالك كذلك لكن قال يزيد بن طلحة بن ركانة
(حرف الياء - القسم الرابع) (٦٨٢)

٩٤٤٤ (يزيد) بن عبد الله بن ركانة بن المطلب المطلبى . . ذكره بعضهم فى الصحابة
الحديث أرسله أخرجه البيهقى فى الدعوات من طريق إبراهيم بن المنذر عن الحسن بن زيد
عن جعفر بن محمد عن أبيه عن يزيد بن عبد الله بن ركانة بن المطلب قال كان رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم إذا قدم اليه الجنازة ليصلى عليها قال اللهم عبدك وابن عبدك احتاج الى
رحمتك الحديث

٩٤٤٥ (يزيد) بن عبد الله بن الشخير أبو العلاء أحد كبار التابعين . . ذكره أبو موسى فى
الذي ان يحيى بن عبد الوهاب بن منده استدركه على جده وأورد من طريق هشيم عن
يونس بن عبيد عن يزيد بن عبد الله بن الشخير وأظنه رأى النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال
ان الله يبتلى العبد فيها أعطاه فان رضى بارك له وان لم يرض لم يبارك له انتهى وقول من قال
أظنه رأى النبى صلى الله عليه وآله وسلم غلط فان البخارى روى فى تاريخه من طريقه انه ولد
قبل الحسن بعشرين سنين وكان مولد الحسن فى أواخر خلافة عمر فيكون مولد يزيد فى خلافة
أبي بكر

٩٤٤٦ (يزيد) بن عبد الرحمن . . ذكره أبو نعيم وأخرج من طريق عاصم بن عبد الله
عن عبد الرحمن بن يزيد عن أبيه رفعه قال أرفأكم أرفأكم الحديث قال أبو نعيم يقال انه يزيد
ابن حارثة قال ابن الاثير هو وبلاشبهه وقد تقدم الحديث المذكور فى زجته
٩٤٤٧ (يزيد) بن عبد المزنى حجازى . . استدركه أبو موسى وأخرج ابن ماجه من طريق
أبوب بن موسى عنه رفعه يعنى عن الخلام ويزيد هذا نابعى قال البخارى انما روى هذا الحديث
عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم ولم يثبت صحبة أبيه أيضا
٩٤٤٨ (يزيد) بن عبيد السلمي أبو وجزة . . ذكره ابن شاهين فى الصحابة وأخرج
من طريق ابن أبي ذئب عن عبد الله بن محمد بن عمرو بن حاطب عن أبي وجزة يزيد بن عبيد
قال لا أفضل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من غزوة تبوك أضاء وفد بنى فزارة ففهم خارجه
ابن حصين والحديث بن قيس وهو أصغرهم فقولوا فى دار له ثبت الحديث وهذا مرسل وأبو
وجزة نابعى مشهور بالسعدى وقد أخرج هذا الحديث الواقدي فى المغازى من هذا الوجه
فقال فى سبيلنا عن أبي وجزة السعدى وقد حكي المرباني عن المبرور أن أبا وجزة سلمى
الاصل وانما قيل له السعدى لانه نزل فى بنى سعد (قلت) والحديث المذكور من مراسيله
وحديث أبي وجزة هذا فى السنن عن عمر بن ابي سلمة المخزومى . . يد النبى صلى الله عليه
وآله وسلم وكان شاعرا متفهما وراكنا المدينة ومات بها ثلثين ومائة

٩٤٤٩ (يزيد) بن عمرو . . عنه المستغفرى فى الصحابة استدركه ابن فحون وقد ذكره
أبو عمر لكن قال يزيد بن عمرو وقد ثبت الخلاف فيه فى القسم الاول
٩٤٥٠ (يزيد) بن عمرو . . ذكره المستغفرى فى الصحابة وأخرج من طريق أبوب
عن ميمون بن مهران قال كتب الى ابن عمر بن يزيد بن عمرو عن نكاح رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم بموتة فسأله فقال نكحها حلالا (قلت) ويزيد هذا هو يزيد بن
الاصم وقد ذكره ابن منده وقد تقدم ذكره فى القسم الثانى

(حرف الياء - القسم الرابع) (٦٨٣) (يزيد - يسار)

٩٤٥١ (يزيد) بن كعب . . قيل هو اسم الهزلى المذكور فى حديث عمر بن سلمة
الضمرى الماضى فى زجته ذكره ابن عبد البر والصواب زيد كما تقدم ذكره الدارقطنى وغيره
٩٤٥٢ (يزيد) بن محمد والد عبد خير كذا ذكره ابن فحون وابن الامين والذهبي والصواب

يزيد بن محمد بن بضم الياء الثخانية اوله وسكون الحاء وكسر الميم

٩٤٥٣ (يزيد) بن المزين بن قيس بن عدي بن امية الانصاري الخزرجي . قال ابو عمر
ما رواه الوافدي وسماء الجمهور زيدا وهو الصواب

٩٤٥٤ (يزيد) بن معبد القيسي الرابي البجلي وهم من جعله غير يزيد بن معبد الحنفي
لدولى بل هو واحد

٩٤٥٥ (يزيد) بن المعمر الخبيري استدركه ابن فضون فوهم فانه يزيد بن عمار الذي
ذكره ابو عمر

٩٤٥٦ (يزيد) بن دهم بن هزال الاسلمي تابعي مشهور ارسل حديثا فاستدركه
الاشعري وتبعه ابن الاثير فوهم والحديث اورده من مسند يقي بن مخلد معروف من روايته
عن ابيه ويزيد قد ذكره البخاري ومسلم وابن ابي حاتم وابن وغيرهم في التابعين

٩٤٥٧ (يزيد) بن عمران الشامي ذكره ابن شاهين في الصحابة فوهم وانما روايته عن
المقدم عن الذي مر بالنبي صلى الله عليه وآله وسلم وهو يصلي يقول وقال ابن ابي حاتم ويزيد بن
عمران قال رايت رجلا يقول لمقدم له صحبة فيسكن ابن شاهين ظن ان الضمير في قوله له صحبة
ابن زيد وانما هو للرجل المقعد

٩٤٥٨ (يزيد) ابو عبد الله تقدم انه تصحيف

٩٤٥٩ (يزيد) والد عبد الله بن يزيد الخطمي روى حديثا انما الرقوب وفيه نظر كذا
اورده ابن منده وابن الاثير فوهم لانهم قد ذكروه وهو يزيد بن حميد

٩٤٦٠ (يزيد) ابو هاني الحنفي استدركه ابو موسى وأخرج من طريق هاني بن يزيد
عن ابيه ن احاد بشر بن معبد وجارثة بن ظرافة لا فوهم في اعتبارا كه فانه يزيد بن معبد
الذي ذكره ابن منده

٩٤٦١ (يزيد) العقيلي ارسل حديثا فذكره المستغفر في الصحابة وقال لا أعرف له
صحبة (قلت) جزم ابن ابي حاتم بأن حديثه مرسل رواه يتيمة عن نافع بن يزيد عن نافع بن
سليمان عن يزيد العقيلي قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لم سيكون في أمي فم يرسد
الله بهم الثغور والمديث

٩٤٦٢ (يزيد) والد حكيم روى حديثه جاز بن سامة عن عطاء بن السائب عن حكيم بن
نريد عن ابيه والصواب عن حكيم بن أبي يزيد كاساني في الكنى

علم اسماء الرجال نصف علم الحديث

صفحة ٣٨٥ تا ٣٨٥

الكتاب المستطاب

علم اسماء الرجال الامناء العدل الذين هم ائمة الدين وحلة اخبار الرسول

علم اسماء الرجال الامناء العدل الذين هم ائمة الدين وحلة اخبار الرسول

علامه الشهير والمحدث الكبير أحمد بن علي بن حنبل العسطلاني

٧٢٣ ٨٥٢ هـ

دار الكتب الإسلامية

الكوفة و نائبة يوزة - كوتجا نواله (ديكستان)

يزيد بن ابراهيم الزقاني ثقة علف
أبوه من ابي ابراهيم البصري القاصي بن
المسلة زاهد ضعيف من الغامضة
ان قيل العشر من
يزيد بن ابراهيم التستري بفتح التثنية
مكون المسلة وفتح المشاة ثم ما قيل
البصرة ابو سعيد ثقة ثبت الا في رواية
من قتادة فغيره اين من كبار السابعة
سنة ثلث وثلاثين على الصحيح
يزيد بن الاسود ابا بن ابي الاسود
يقال القاصي مصابي ثول الطائفة و
وهو من ذكره في الكوفيين
يزيد بن الاصم واسمه حماد بن سعيد
ملاوية البكائي بفتح الموحدة والثنية
ابو حنيفة كوفي نزل الرقة وهو ابن اخيه
مهمون ايم المؤمنين يقال له ربيعة ولا
يكنى وهو ثقة من اثبات سنة ثلاث
وبقية
يزيد بن امية ابوسنان الدثلي مشهور
بكنية ثقة من الثانية ومنهم من في القها
يزيد بن امية القرشي شيخ لعمر بن زر
محمول من السادسة

(٣٨)
يزيد بن امية السعدي ثقة
الاصم بن ابي اسحق بن الساجدة
يزيد بن امية السعدي بن
الواحدة
يزيد بن انيس المديني مقبول من
الثانية
يزيد بن اوس كوفي مقبول من
الواحدة
يزيد بن ابيهم بن عتبة بن ابي
يكنى ابا ربيعة مقبول من الخامسة
يزيد بن بابنوس بن محمد بن زيد
العترون مضمومة وواو ساكنة مسلة
يعلم مقبول من الثالثة
يزيد بن البراء بن عازب الانصاري
الكوفي صدوق من الثالثة
يزيد بن بلال بن الحارث الفراء
ضعيف من الثالثة
يزيد بن بيان العقيلي بالغيم ابو خالد
البصري ضعيف من السابعة
يزيد بن قيس بن العيص بن العيص
اخوه يزيد بن ثابت وكان اشوق مشهور

اختلف في شهوة بدر وقيل اسمه
استعمل بالجماعة
يزيد بن جارية بالهمزة الراء
مغوية مقبول من الثالثة وقيل اسمه
زيد وقيل هو بن نجيم بن جارية لا انو
اما اخوه فمصالي وهذا هو الراجح
يزيد بن حازم بن زيد الكندي
البصري ابو بكر اخو جبر ثقة من الثالثة
مات سنة ثمان واربعمائة
يزيد بن ابي حبيب المقري البورجاء
واسم ابيه سويد واختلف في وثاقته
ثقة فقيه وكان يرسل من الخاصة
مات سنة ثمان وعشرين وقد زاد
الثاني
يزيد بن جبر الشامي مجهول من الثانية
يزيد بن ابي حكيم العدني ابو عبد الله
صدوق من اثبات سنة ثمان بعد سنة
عشر
يزيد بن حماد الصبيعي بفتح المعجمة
وفتح الموحدة ابو التياح يثناة ثمر
مختاتبة ثقيلة واخوه مسلة بعد
مشهور بكنية ثقة ثبت من الثانية
مات سنة ثمان وعشرين

٢٣ يزيد بن ابي ربيعة التميمي الكوفي
واكثر ما ياتي غير مسمى مقبول من
الثانية
٢٤ يزيد بن حبان التميمي الكوفي ثقة
من الرابعة
٢٥ يزيد بن حماد التميمي بفتح النون
والموحدة البجلي نزيل البصرة اخو
مقاتل صدوق يخط من مال ابي
٢٦ يزيد بن خالد بن يزيد بن عبد الله
بن هاشم بن عبد الله بن هاشم بن هاشم
ثقة من ولد من ولد من ولد من ولد
الثانية وثلاثين واربعمائة
٢٨ يزيد بن سيفه هرا بن عبد الله
بن نصيبه ياتي
٢٩ يزيد بن حماد بن معوية مصعب الرحبي
بمسلة ساكنة ابو عمر الصمعي مديني
من الغامضة
٣٠ يزيد بن حماد اليزني بفتح اليعتانية
والزاي ثونوز محمد وثقة من
الثالثة ورواه من ذكره في الصحابة
مات في خند ١١٠ سنة
٣١ يزيد بن ربيعة السعدي بن

فراں بکسہ الفاء ان مصری بعدہ من
الثالث ولہ مصر ان شہد من مصر
الاول۔

٣٧ **ميرزا** بن رومان الدين مولى آل الزبير
ثقة. من الخامسة مائة سنة فليس
ورأيت عن ابي هريرة مرسله.

٣٣ يزييل بن زريم بتقديم الزاي مصغر
البصري ابو معاوية ثقة ثبت من
الثامنة مات سنة اثنتين وثمانين.

٣٢ يزيد بن زياد بن أبي الجعد الأشجعي
الكوفي صدوق من السابعة -

یزید بن زید بن ابی ریا و قد یس
لجده مولی بنی مخزوم عدنی ثقة . و
السادسة -

۳۶ یزید بن زیاد ابن ابی زیاد القرظی

۲. بی بی زینب زین العابدین علیها السلام
در کوفه مدینه کربلا و غیره است و این بقعه و
کبره شریفه در خانه مات سینه

۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

يزيد بن نستان بن يزيد ^{٢٩} المقراني
ابو خالد نزيل مصر ثقة من الغاية

وله بضعم وثمانون -
يزيد بن سنان بن يزيد التميمي^{٥١}

کهار السابعة مات سنة ثمان
خمسین وولد مست وسمه هرون

یازید بن شریع الحضری میگوید

مقبول من ثقاته وروايته
نوع بن همام مرسله
يزيد بن شريك بن طارق التميمي

من الثانية مات في خلافة
عبد الملوك -

یزید بن سبیر | ادرادی صاحب
له حدیث.

مقبول. من الثالثة.

١٥ يزيث بن ماضييم بهتم المملعة يكون
الموحدة الصبيحى المصرى من دول من

يزيد بن مريب الكوفي أبو عثمان
المعروف بالقفير يفتح الفاء بعده

يزيد بن هبيرة في ابن سنان.

يزيد بن همام الذي تاشبهوا به
المصري زيل الحيرة بالمدينة ثقة

يزيد بن عامر بن الاسود العامري
ثم السواني بضم المهملة معاني

يزيد بن عبد الله بن أسامة بن زيد
الليثي أبو عبد الله المكنى في ثقة

من الخامسة مان سنة نسع وثلاثة
يزيد بن عبد الله بن خصيفة
ثم مهملات ابن عبد الله بن يزيد الكوفي

المذوق قد ينسب لهذه ثقة.

الخامسة -

يزيد بن عبد الله بن رزنيق تقدم
الزاي مصغر الشامي ابو عبد الله القرشي
مقبول - من العاشرة -

يزيد بن عبد الله بن الشيخ زكريا
المعجمة وكشديد المعجمة العامري
ابو العلا البصري ثقة - من الثقات
مات سنة احدى عشرة ومائة او
قبلها وكان مولده في خلافة هارون
من زعموا انه - ذرية.

٤٨ **يزيد بن عبد الله بن قيس** بقنا
ومسلم بن مضر بن أسامة الليثي
أبو عبد الله المدني الأعرج ثقة . من
الأربعة مات سنة اثنين وعشرين
وله تسعون سنة .

۷۱ یزید بن عبد الله بن یزید بن
 میمون بن مهران الیمانی زبلی مکة ابو
 محمد مقلد من جملة السبعة -

يزيد بن عبد الله النخعي
الكويتي ثقة

يزيد بن عبد الله الملقب بمجهول الحجاب

من النخبة ويقال اسمه يزيد -

يزيد بن عتب بن زغبة الزبيدي بالقزم

والفصل في العمى المؤذن قال له
الجرىسى بحسين مضمومتين بينهما
مراود ساكنة ثم مظللة ثقة من
العاشرة مات سنة اربع وعشرين
ولدت وخمسون سنة

١٠٠٠
 ١٠٠١
 ١٠٠٢
 ١٠٠٣
 ١٠٠٤
 ١٠٠٥
 ١٠٠٦
 ١٠٠٧
 ١٠٠٨
 ١٠٠٩
 ١٠١٠
 ١٠١١
 ١٠١٢
 ١٠١٣
 ١٠١٤
 ١٠١٥
 ١٠١٦
 ١٠١٧
 ١٠١٨
 ١٠١٩
 ١٠٢٠
 ١٠٢١
 ١٠٢٢
 ١٠٢٣
 ١٠٢٤
 ١٠٢٥
 ١٠٢٦
 ١٠٢٧
 ١٠٢٨
 ١٠٢٩
 ١٠٣٠
 ١٠٣١
 ١٠٣٢
 ١٠٣٣
 ١٠٣٤
 ١٠٣٥
 ١٠٣٦
 ١٠٣٧
 ١٠٣٨
 ١٠٣٩
 ١٠٤٠
 ١٠٤١
 ١٠٤٢
 ١٠٤٣
 ١٠٤٤
 ١٠٤٥
 ١٠٤٦
 ١٠٤٧
 ١٠٤٨
 ١٠٤٩
 ١٠٥٠
 ١٠٥١
 ١٠٥٢
 ١٠٥٣
 ١٠٥٤
 ١٠٥٥
 ١٠٥٦
 ١٠٥٧
 ١٠٥٨
 ١٠٥٩
 ١٠٦٠
 ١٠٦١
 ١٠٦٢
 ١٠٦٣
 ١٠٦٤
 ١٠٦٥
 ١٠٦٦
 ١٠٦٧
 ١٠٦٨
 ١٠٦٩
 ١٠٧٠
 ١٠٧١
 ١٠٧٢
 ١٠٧٣
 ١٠٧٤
 ١٠٧٥
 ١٠٧٦
 ١٠٧٧
 ١٠٧٨
 ١٠٧٩
 ١٠٨٠
 ١٠٨١
 ١٠٨٢
 ١٠٨٣
 ١٠٨٤
 ١٠٨٥
 ١٠٨٦
 ١٠٨٧
 ١٠٨٨
 ١٠٨٩
 ١٠٩٠
 ١٠٩١
 ١٠٩٢
 ١٠٩٣
 ١٠٩٤
 ١٠٩٥
 ١٠٩٦
 ١٠٩٧
 ١٠٩٨
 ١٠٩٩
 ١١٠٠
 ١١٠١
 ١١٠٢
 ١١٠٣
 ١١٠٤
 ١١٠٥
 ١١٠٦
 ١١٠٧
 ١١٠٨
 ١١٠٩
 ١١١٠
 ١١١١
 ١١١٢
 ١١١٣
 ١١١٤
 ١١١٥
 ١١١٦
 ١١١٧
 ١١١٨
 ١١١٩
 ١١٢٠
 ١١٢١
 ١١٢٢
 ١١٢٣
 ١١٢٤
 ١١٢٥
 ١١٢٦
 ١١٢٧
 ١١٢٨
 ١١٢٩
 ١١٣٠
 ١١٣١
 ١١٣٢
 ١١٣٣
 ١١٣٤
 ١١٣٥
 ١١٣٦
 ١١٣٧
 ١١٣٨
 ١١٣٩
 ١١٤٠
 ١١٤١
 ١١٤٢
 ١١٤٣
 ١١٤٤
 ١١٤٥
 ١١٤٦
 ١١٤٧
 ١١٤٨
 ١١٤٩
 ١١٥٠
 ١١٥١
 ١١٥٢
 ١١٥٣
 ١١٥٤
 ١١٥٥
 ١١٥٦
 ١١٥٧
 ١١٥٨
 ١١٥٩
 ١١٦٠
 ١١٦١
 ١١٦٢
 ١١٦٣
 ١١٦٤
 ١١٦٥
 ١١٦٦
 ١١٦٧
 ١١٦٨
 ١١٦٩
 ١١٧٠
 ١١٧١
 ١١٧٢
 ١١٧٣
 ١١٧٤
 ١١٧٥
 ١١٧٦
 ١١٧٧
 ١١٧٨
 ١١٧٩
 ١١٨٠
 ١١٨١
 ١١٨٢
 ١١٨٣
 ١١٨٤
 ١١٨٥
 ١١٨٦
 ١١٨٧
 ١١٨٨
 ١١٨٩
 ١١٩٠
 ١١٩١
 ١١٩٢
 ١١٩٣
 ١١٩٤
 ١١٩٥
 ١١٩٦
 ١١٩٧
 ١١٩٨
 ١١٩٩
 ١٢٠٠
 ١٢٠١
 ١٢٠٢
 ١٢٠٣
 ١٢٠٤
 ١٢٠٥
 ١٢٠٦
 ١٢٠٧
 ١٢٠٨
 ١٢٠٩
 ١٢١٠
 ١٢١١
 ١٢١٢
 ١٢١٣
 ١٢١٤
 ١٢١٥
 ١٢١٦
 ١٢١٧
 ١٢١٨
 ١٢١٩
 ١٢٢٠
 ١٢٢١
 ١٢٢٢
 ١٢٢٣
 ١٢٢٤
 ١٢٢٥
 ١٢٢٦
 ١٢٢٧
 ١٢٢٨
 ١٢٢٩
 ١٢٣٠
 ١٢٣١
 ١٢٣٢
 ١٢٣٣
 ١٢٣٤
 ١٢٣٥
 ١٢٣٦
 ١٢٣٧
 ١٢٣٨
 ١٢٣٩
 ١٢٤٠
 ١٢٤١
 ١٢٤٢
 ١٢٤٣
 ١٢٤٤
 ١٢٤٥
 ١٢٤٦
 ١٢٤٧
 ١٢٤٨
 ١٢٤٩
 ١٢٥٠
 ١٢٥١
 ١٢٥٢
 ١٢٥٣
 ١٢٥٤
 ١٢٥٥
 ١٢٥٦
 ١٢٥٧
 ١٢٥٨
 ١٢٥٩
 ١٢٦٠
 ١٢٦١
 ١٢٦٢
 ١٢٦٣
 ١٢٦٤
 ١٢٦٥
 ١٢٦٦
 ١٢٦٧
 ١٢٦٨
 ١٢٦٩
 ١٢٧٠
 ١٢٧١
 ١٢٧٢
 ١٢٧٣
 ١٢٧٤
 ١٢٧٥
 ١٢٧٦
 ١٢٧٧
 ١٢٧٨
 ١٢٧٩
 ١٢٨٠
 ١٢٨١
 ١٢٨٢
 ١٢٨٣
 ١٢٨٤
 ١٢٨٥
 ١٢٨٦
 ١٢٨٧
 ١٢٨٨
 ١٢٨٩
 ١٢٩٠
 ١٢٩١
 ١٢٩٢
 ١٢٩٣
 ١٢٩٤
 ١٢٩٥
 ١٢٩٦
 ١٢٩٧
 ١٢٩٨
 ١٢٩٩
 ١٣٠٠
 ١٣٠١
 ١٣٠٢
 ١٣٠٣
 ١٣٠٤
 ١٣٠٥
 ١٣٠٦
 ١٣٠٧
 ١٣٠٨
 ١٣٠٩
 ١٣١٠
 ١٣١١
 ١٣١٢
 ١٣١٣
 ١٣١٤

يزيد بن عبد الرحمن بن أبي سلام
ابو خالد في الكنى -

٤٠ يزيد بن عبد الرحمن بن علي بن
ثيبان انحنى اليامي مجهول من ابناء
٤١ يزيد بن عبد الرحمن بن ابي مالك

الهدى الى يانك من الد مشقى القافى
صدوق رهاوه من الرابعة مايت
مئة ثلثين اربعة كى اياك اكثرت من
ام بخين سنة

٤٩ ^{ابن} يزيد بن عبد العزيز بن سباه بكنى
المهمل بعد ها تحتائية ساكنة الراء
اليمين في بكنى المهمل : يد الميم

 $n <$

باعت
باعت
مقبل

يزيد بن عبد الملك بن المغيرة بن
نوفل بن الحارث الهاشمي التميمي
ضعيف من آل أبي سفيان

الحاء هو الهمزة من الثالثة و
وهو من ذكورة في التسمية واما حادى

٨١
يزيد بن عبيد الجوزة بفتح الواو
وسكون الجيم بعدها نون السعدى
المدنى الشاعر ثقة. من الخامسة مات

سنة ثمان وأربعين.

يوسف بن عبيدة بفتح العين بن أبي
جبر السكوني المدني صدوق من

١٤ يزید بن عطاء بن یزید الیشکری
و یقال خیم ذالک فی نسب البوخلدان

البرازن سيد الى عوالة زين الحديث .
من السابعة ، اذ سنة ثمان وسبعين .
يزيد بن عطاء السككي : زرع عطاء
الشامي مقبول من السادسة .

۱۹ یزید بن عطار ابو البرقانی فی الکئی
۲۰ یزید بن عمر ابو سعید اللخیمی فی
الکئی۔

يزيد بن عمر المعافى المصري حدثني
من الرابعة

الزبيدي أو الكندي وقيل غيره الذي ثقة
من الثانية نزل الكوفة.

٩ يزيد بن عون الشام مجهول من
السبعة.

٩ **يزيد** بن عياض بن جعدية بضم
الجيم والمهمله بينهما محمله ساكنة
الليثي ابواحو كرم الدين في نزول البصرة وقد

[illegible]

۹ یزید بن فراس البجانی بجهول. من
الابنة.

۹ یزید بن تبیس بنوحدہ ومہملہ

العاشرة

يزيد بن طبيب السكوني مقبول من

السادسة

يزيد بن القعقاع ابرو جعفر في

الكنى

يزيد بن ابي كبشة اسكنى الدمشقي

مقبول من الثالثة

يزيد بن كعب العدد ومعه مهيلة

وسكون الواو البصري بجرول

السادسة

يزيد بن كيسان الشكري ابو ميعيل

او ابو ميتين بنون مصغر الكوفي صدوق

يخط من السادسة ايضا

يزيد بن كيسان ابو حفص مقبول

من السادسة ايضا

يزيد بن ابي مالك هو ابن عبد الرحمن

يزيد بن محمد بن خثيم يعمية و

مثلثة مصغر مقبول من السادسة

يزيد بن محمد بن عبد الصمد بن عبد

الله الدمشقي ابرو القاسم القرشي موثق

صدوق من الحادية عشرة مائة سنة

سبع وسبعين وله تسع وسبعون سنة

يزيد بن محمد بن فضيل الراسبي

جعفر مقبول من الحادية عشرة

يزيد بن محمد بن قيس بن مخون

المطلب القرشي المطلبى المدنى بن

ثقة من السادسة

يزيد بن مريم في نيزد

يزيد بن مرشد ابو عثمان الحمداني

الصنعاني من صنعاء ومثقة ثقة

الثالثة وله مراسيل

يزيد بن مروان بن بنون ثم موحد

الكوفي اصله من اصبحها صدوق

من الخامسة

يزيد بن ابي مريم يقال اسم بيعة

الانصارى ابو عبد الله الدمشقي

اجامع رجاى به من السادسة مائة

اربعين او بعدها

يزيد بن المطوس ابو المطوس في الكوف

يزيد بن معاوية النخعي الكوفي

ثقة من الثانية

يزيد بن معاوية بن ابي سفيان

ابو خالد على اختلاف سنة ستين

سنة اربع وستين وله مكملا

وليس ياهل ان يروى عن

الثالثة

يزيد بن معاوية الكوفي البوشية لا

باس به من الثامنة

يزيد بن معاوية البكافي بفتح الموحدة

وتشديد لكاف وبالمذليل له صفة

يزيد بن المغلس بن عبد الله اليامي

ابو خالد البصري ابن ابي

التاسعة

يزيد بن المقدام بن نعيم الكوفي

ثقة صدوق اخف عبد الحق في

تضعيفه من التاسعة

يزيد بن مقسم الشقي مولا

ديون بابت منية وهي امه مقبول

من الخامسة

يزيد بن مكسر في ابيوب بن

عبد الله

يزيد بن ابي منصور الاندي

البصري لابا به من الخامسة و

من ذكره في الصراية

يزيد بن مهران الازدي

الخجاني الكوفي صدوق من العاشرة

مات سنة تسع وعشرين

يزيد بن نون بن نون

النعجة السوي مجبول من الخامسة

يزيد بن نعمة الضبي ابو مودود

البصري مقبول من الثالثة ولم يثبت ان

يزيد بن نعيم بن هز الازلي مقبول

من الخامسة وروايته عن جده

مرسلته

يزيد بن نيران بكسر النون وسكون الميم

ابن يزيد المدني بفتح الميم وكسر الحاء

الهمداني بفتح الهمزة معجمة ساكنة ثم

ميم ثمة عابد من الثالثة ويقال له

ابيه عن وان

يزيد بن الهادي هو ابن اسام

تقدم

يزيد بن هارون بن زاذان السلمي

مولاه ابو خالد الواسطي ثقة متقن

عابد من الثالثة مائة سنة

وما بين وقت قارب التسعين

يزيد بن هارون بن زاذان السلمي

بنى ليث وهو غير يزيد الفارسي

على الصحيح وهو والد عبد الله

ثقة من الثالثة مائة على مراس

الغاية

يزيد بن زيد بن خابر الازدي

الغاية

١٢٠. لم مشقة نفية. من السادسة. يزيد الرشك هو ابن أبي يزيد
مات سنة أربع وثلاثين وقيل قبل ذلك. تقدم.
١٢١. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٢. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٣. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٤. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٥. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٦. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٧. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٨. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٢٩. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.
١٣٠. يزيد الرشك هو ابن أبيان. يزيد الرشك هو ابن أبيان.

الله

قاموس

الاسماء والرجال في التاريخ

محمد بن عبد الله

الجزء الثاني

الاسماء والرجال في التاريخ

الاسماء والرجال في التاريخ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَحْشَوْا قَوْلَ اللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَلِيِّ

وَكُتِبَ عَلَيْهِ اللَّهُ مُحَمَّدٌ الْبَرُّ الْمَصْطَفَى
الْحَسَنُ الْكَفِيُّ اللَّهُ بِهِ أَمْسَنُ



كَمَا جَاءَ هَذِهِ الْمَسَاءَ اللَّهُ وَأَعْرَاضَهُ يَسْتَعْرِضُهُ لِحَاجَتِهِ
إِلَى الْمَسْئُورِ الْوَارِثِ مِنْ عِنْدِ عَكِيمِ أَحْبَابِهِ الرُّوْكَارِ لَوْ
لَحْظَرْنَا الْعَالِيَةَ بِاللَّهِ تَعَالَى فَتَعْرِفُ مِنْهُ عَجْوَالُ اللَّهِ
وَفَوْقَهُ أَنَّهُ وَبَرُّهُ مَعَهُ مِنْ يَوْجِهِمُ الرُّوْكَارِ لَوْ
عِنْدَ نَافِئِ أَمْرٍ وَأَمَارَةٍ فِدْوَمِهِمْ وَمَقَامِهِمْ عِنْدَنَا
وَرَجْعِهِمْ وَيُروْنَ مِنْهَا أَلْهَامَ الْتِمَاحِ وَفِي الرَّابِعِ
وَالْعَشْرِ مِنْ بَرِّ الْحَرَمِ عَامَ سِتَّةٍ وَمِائَتَيْنِ وَارْبَعِينَ

المولى يزيد بن محمد

عن مقابل الصفحة ١٣٤ من كتاب : Cartas Arabes de Marruecos
الطبعة ١، تطوان سنة ١٩٦١ وخطه في السطرين الثاني والثالث.

من مصورة في أخبار سنة ١٠١١-١٠١٢
في دار الكتب (٢٤٧٥ تاريخ أم. با.
تاريخ الموصل » أخذ عنه ياقوت وغيره
من قدماء المؤرخين ^(١)

بِأَمْرِ الْمَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

يزيد بن محمد بن عبد الله العلوي
عن تاريخ تطوان : المجلد ٣

الأزدي : مؤرخ من حفاظ الحديث
من أهل الموصل . ولي قضاةها .



الخطيم

ابن صقلاب

(١٠٠٠ - ٨٤٦ = ٠٠٠ - ٢٦٦ م) (١٠٠٠ - ٨٦٩ = ٠٠٠ - ١٢٢٢ م)

يزيد بن مالك الباهلي . المعروف
بالحفص : من زعماء الخوارج وقادتهم
في أيام معاوية . قتله زياد بن أبيه ^(١)
بكر : كاتب أقدلسي ، من الشعراء
كان غزلاً ماجناً

تولى أعمالها بعد أبيه . وكان عالي الهمة
واسع الأدب ^(٢)

اشتهر

(١٠٠٠ - ٨٢٥٩ = ٠٠٠ - ٨٧٣ م)

المولى يزيد

يزيد بن محمد بن المهلب بن
المغيرة ، من بني المهلب بن أبي صفرة
أبو خالد ، المعروف بالمهلي : شاء
محسن راجز . من الندماء الرواة . . .
أهل البصرة . اشتهر ومات ببغداد . كا
فيه اعتزاز وترفع ، قال من أبيات يزيد
بها إسحاق بن إبراهيم :
« إن كن مهدياً لك الشعر ، إنني
لا بن بيت نهدي له الأشعار
وهو القائل في بعض غزله .
« لا تخافي إن غبت أن تناسا -
ك ، ولا إن وصلتنا أن نمللا
انصل بالمتوكل العباسي ، وناداه ، ومدحه
ورثه بقصيدة من عيون الشعر أوردها
المبرد في الكامل ^(٣)

الأزدي

(١٠٠٠ - ٨٣٤ = ٠٠٠ - ٢٤٦ م)

يزيد بن محمد بن ياس ، أبو زكر

يزيد بن محمد بن عبد الله
جعابيل الحلي العلوي : من ملوك
لأشراق السجاسيين بالغرب . كان
من أنجب أبناء المولى محمد ، يرشحه أبوه
خليفة ويقدمه على كبار إخوانه . وولاه
لكلام مع القناصل في الثغور ، واستتابه
ذلك (كما يقول السلاوي ، ويفهم
نه أنه عهد إليه بأعمال وزارة الخارجية)
م ولده على قبيلة تروآن ، وكانت
عظم قبائل البربر خيلاً ورجالاً ، فأحبوه ،
لكرمه ورغبته في الجهاد . وانشق عن
فقتله في سيقه إليه (سنة ١٢٠٤ هـ)
وكان يزيد قريباً من « تطاوين » فبايعها
أهلها ، ووفد عليه فيها أهل طنجة
والعرانش وأصيلا ، مبايعين . وتوافد أهل
فاس وحاشية أبيه : وانتقل إلى مكناس
فجاءته بيعة أمصار الدولة وصحارها .

ذو الکلاع الأكبر

۱۰۰۰ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰

ابن عبد المطلب . ولادة الحرام ثم خراسان . من
فغان لثيا . وفتح جرجان وطبرستان . من سبأ الأصغر :
ثم قتل ابن البصرة . فأقام فيها ملك جاهلي ثمان . من الأذواء . بلقب
بن أن استحدثت من عبد الله . ذوالکلاع الأكبر . ويرى أهل اللغة
قوله . وطابه . فجاءه . إلى الزمام . بن النكلاج . وهو التحالف
فحبسه بحلب . ولما تولى نصر بن سبأ والتجمع . وأن . ذوالکلاع الأكبر .
غلمان يزيد . فأخرجوه من السجن . لقب بذلك لتجمع قبيلتي « هوازن »
وسار إلى البصرة فدخلها وغلب عليها . وجرأ « عليه » مع سائر القبائل .
(سنة ۱۰۱) ثم نشبت حروب بينه كما أن سفيان بن فاكور (من أحفاد
وبين أمير العراق مسلمة بن عبد الملك . صاحب الترجمة) لقب بذي الکلاع
انتهت بقتل يزيد . في مكان يسمى الأصغر . لتجمع القبائل من حمير
« العفر » بين واسط وبلاد . وأخباره على يده . ما عدا قبيلتي هوازن وحراز .
كثيرة . وإياه عني الفرزدق بقوله : « كان « نصر » الصنم المذكور في القرآن .
« وإذا الرجال رأوا يزيد رأيهم لبني ذي الکلاع . في مكان يسمى
خضع الرقاب نواكس الأبصار » « بلخ » وهو على صورة نصر من الطير .
قال ابن ظفر : « وكان من أمره أن عبدته حمير ومن « الأها إلى أن أدخل
برزل للحروب وله ثمان عشرة سنة . ذو نواس اليهودية به »

واتخذ ذراعاً من حديد . مجوفة . وكان
يدخل فيها يده اليسرى فإذا استجرت
الرماح في صدره وجلت السيوف .
وضع يده اليسرى على رأسه ثم حمل .
وولي خراسان وتغلب على البصرة . وكان
من عاقبة أمره أن نابذ بني أمية الخلافة .
فقتل بعد حروب كثيرة مشهورة .

تذكرة الحفاظ للذهبي الامام الذهبي متوفى ۴۸۰ هـ المجلد الاول

وال يونس بن يزيد امام نيسابوري من روايت کرتے ہیں صفحہ ۱۱۲
وال يونس بن ابی الامام البکیر ۱۳۲ ہجری کہتے ہیں یزید عالم اللہ کا
سید تھے - امیر معلوف کی خلافت بنے صفحہ ۱۲۹

۱۳۴ یزید بن ابی اسد

۱۳۵ یونس بن یزید وفات ۱۵۲ ہ ۱۴۲

۱۵۴ یزید بن یزید قحان کہتے ہیں میں نے کوئی ثانی ان سے بڑھ کر ثقہ نہیں دیکھا۔

وفات ۱۵۳ ہ

الطبقة السادسة

۲۴۲ یزید بن ذریع الحافظ الحجة بصرہ کے محدث تھے امام احمد بن حنبل انہیں بصرہ کے
مکان کہتے تھے۔ ان کے والد ربیع کے گورنر تھے۔ صفحہ ۲۵۶

۲۸۳ عبد اللہ بن الدیس بن یزید الامام القدوة الحجة

۲۸۴ یزید بن ہارون بن زاذی الحافظ القدوة شیخ الاسلام اولاد ۱۱۸ ہ آپ سے احمد

ابن الدہقان ، الخشیر ، البکیر بن ابی شیبہ ، عبد بن حمید ، احمد بن فرات ، البرقلاء بطارت بن ابی

اسلم ، عبد اللہ بن روم وغیرہ نے روایت کی ، آپ کی اسناد صحیح ہیں صفحہ ۲۱۹

۲۹۱ القاسم بن یزید موصل کے عالم اور زاہد تھے متفق حدیث کے حافظ تھے ، وفات ۱۴۳ ہ

۲۵۲

المجلد الاول جز الثالث طبقة بستم

۲۲۳ یزید بن عبد اللہ حافظ محدث ، وفات ۲۲۳ ہ ۲۲۳

وال الحافظ البکیر القصر المجید عبد اللہ محمد بن یزید القفوتی ابن ماجہ اسلم وفات ۲۲۳ ہ

اولاد ۲۹۰ ہ ۲۳۶

(۱۲) محمد بن جریر بن زید بن کثیر۔ ابو جعفر طبری، صاحب التصانیف و وفات ۳۱۰ھ طبری شیعوں کا گلاس کے دادا کا نام بن زید تھا۔

المجلد الثاني مجلد الثالث

(۱۳) یعقوب بن اسحق بن ابراہیم بن زید المذاہق الکبیر نیشاپوری صفحہ ۹، ۷

(۱۴) الحافظ العلامة شیخ الاندلس ابو محمد بن خالد بن زید القرطبی صفحہ ۸۱۵

(۱۵) زید بن ابراہیم صفحہ ۸۵۹ سطر ۱۶

(۱۶) زید بن اسحق صفحہ ۸۶۸ سطر ۱۸

(۱۷) الحافظ القاضي الامام ابو زکریا زید بن محمد بن یاکس الازدی صاحب تاریخ الموصل وقاضی وفات ۳۳۲ھ صفحہ ۸۹۴

(۱۸) ابی زید الازدی صفحہ ۸۹۹ سطر ۶

(۱۹) الامام المحدث الاسلام الحسین بن علی بن زید داود نیشاپوری صفحہ ۹۰۲

(۲۰) زید بن مرد بن زید صفحہ ۹۲۰ سطر ۱۲

(۲۱) زید بن العباس بن الاحنف ۹۸۵ سطر ۱۴

من المتزین والمؤرخة

(۲۲) زید بن شریک البیہی { صفحہ ۳ } (۳۱) زید ابو العباس حمصی - ۴۲۵

(۲۳) زید بن قیس النخعی { صفحہ ۳ } (۳۲) زید ابن رزبه ۷۵۹

(۲۴) خالد بن زید بن الجباب { صفحہ ۸۱۴ } (۳۳) زید بن جابر الاشقی ۱۸۲

(۲۵) زید بن محمد بن یاکس (۳۴) الحسین بن علی بن زید ۱۴۰۱

(۲۶) زید الفراء لیس

(۲۷) قیس

(۲۸) قیس

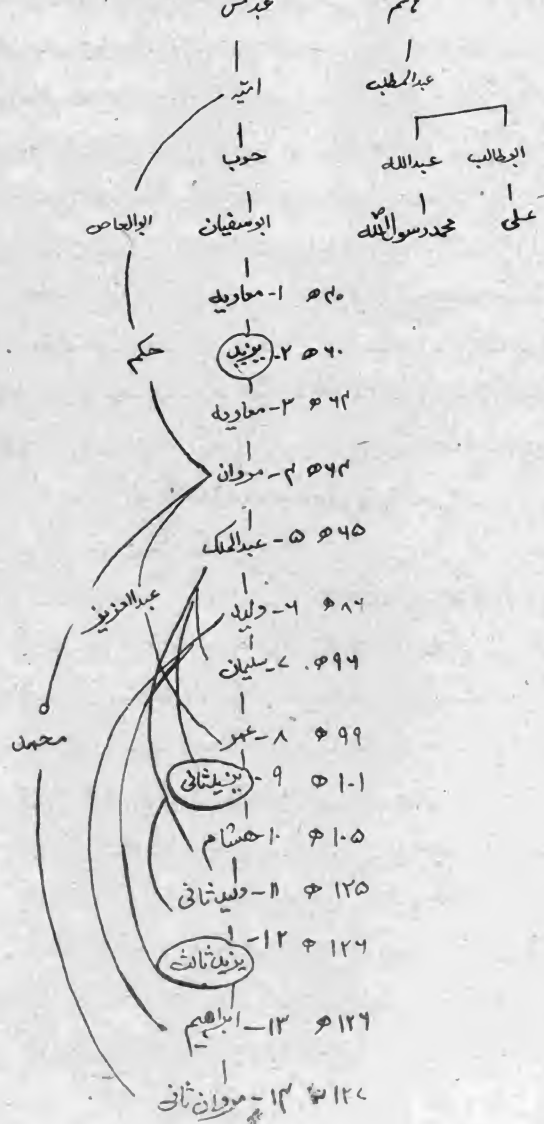
(۲۹) قیس

(۳۰) قیس

(۳۱) قیس

(۳۲) قیس

خلافت امویہ میں زید نام کے اکابرین



۱۳۸ غفلت بنو امیہ میں چودہ خلفائے ہیں جن میں سے دوسرے ہلویں اور بارہویں خلیفہ کا نام یزید تھا۔ ۹۰ھ سے ۱۲۶ھ تک یعنی پورے چھیانوہ سال میں یزید نام کے تین خلفائے تھے۔ حیرانی اس بات کی ہے کہ مکہ کے مدعو سے اور سری لشکری، چین کی سرحد سے قبرص اور رودس تک لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی سلطنت میں کروڑوں ہاتھ تو جمع ہیں کسی ایک کو غیرت نہ آئی کہ بار بار یزید سے ہم پیکوں مسئلہ کے جلے ہیں بلکہ عجیب سے عجیب کریم کریم اس دو بیس ہزاروں سے متجاوز صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے برکت چاہنے کے لئے عقیدہ تہذیب و تمدن پر اپنی اولاد کے نام یزید کے نام پر یزید رکھ رکھا یہاں تک کہ ۱۲۶ھ تک جعفر بن ابی طالب کی اولاد میں یزید اور معاویہ پیدا ہوتے رہے۔ میں نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے نیز اس بات کے پیش نظر کہ قارئین کو سانی سے کہیں یہ ہو سکے والی تاریخ کتب میں اگر شاہ غلن کی تاریخ اسلام سے دور بنو امیہ سے یزید نام کے اکابرین کی فہرست پیش کرنے پر اکتفا کی ہے وہ نہ پوری متوفی ۱۱۰ھ اور ابن عدون کی تاریخ کی کتب میں ان اکابرین کی فہرست بہت طویل ہے۔

تاریخ اسلام اکبر شاہ خان جلد ۲

۱) عبد اللہ بن یزید نے مختار کو قید کر دیا۔

۵) مختار ثقفی نے قید کے دوران جن لوگوں کو خطوط لکھے ان میں سے ایک کا نام یزید بن ابرہہ تھا۔

یزید بن ابرہہ میں مختار کی فوج کے ایک دستے کا سالار بنایا گیا۔ ۹۵ھ

۶) عبد اللہ بن یزید خلیفہ عبد الملک کی طرف سے مصعب بن زبیر کے خلاف لڑا۔ ۶۶ھ

۷) یزید بن جبلی مشہور سپہ سالار، شاہ ختن کو قتل کیا۔ ۱۳۵ھ مرو کا عامل نامزد ہوا متعدد جنگیں لڑیں۔

۸) یزید بن ابی کبشہ فاتح سورہ ۹۲ھ و ۹۳ھ میں محمد بن قاسم کے بعد سندھ کا گورنر بنایا گیا۔

۹) یزید بن عمر بن عبد العزیز امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کو بلا اختلاف تمام اسلامی فرستے بہت بڑا

علل، زیادہ متقی اور پرہیزگار خلیفہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے کا نام یزید تھا یہ اس بات

کا واضح ثبوت ہے کہ امیر المومنین امیر یزید بن معاویہ ان کی نظر میں ایک سچے اور نیک مسلمان

تھے۔ ۱۰۰ھ، بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز یزید بن معاویہ کو چھانپیں جانتے تھے

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جسے آدمی کے نام پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا

تفصیل گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں

۱) یزید بن عمر بن حبیرہ۔ امیر مروان بن محمد کے افواج کا سپہ سالار جس نے بار بار غارتگو

کو شکست دی۔ ۲۱۱ھ

۲) یزید بن حبیرہ۔ کوفہ میں خارجیوں کو شکست دی۔ ۲۲۲ھ

۳) عبد الملک بن یزید نے چند دیگر سرداروں کی مدد سے طوس پر حملہ کیا۔

۴) داود بن یزید۔ ایک فوجی افسر تھا۔ ۲۲۲ھ

۵) مغیر بن یزید۔ اموی فتولین میں سے ایک۔ ۲۲۴ھ

طبقات شافعیہ تاریخ الدین ابی

۱) یزید بن اسلمہ

۲) یونس بن یزید

۳) یحییٰ بن یزید

۴) یزید بن الہاد

۵) محمد بن یزید بن ماجہ

۶) عبد یزید بن ہاشم بن مطلب

۷) یزید بن ذریعہ

۸) یزید بن ہارون

۹) ابراہیم بن یزید البغدادی

۱۰) ابو یزید بسطامی

۱۱) ابیوب بن یزید

۱۲) ابی یزید الجرمی

۱۳) یزید بن سنان البصری

۱۴) حفص بن مسلم بن یزید القاضی

۱۵) ابی ہریرہ بن یزید

۱۶) یزید بن ابراہیم الخزاز

المجلد الثانی

المجلد الثالث

۱۳۹) حفص بن مسلم بن یزید القاضی ۳- (۱۵) ابی ہریرہ بن یزید ۱۶) المجلد الرابع

۱۶) عبد اللہ بن یزید بن عبد اللہ ۲۲- ۲۱) یزید بن ابراہیم الخزاز ۱۱

جہاں خلافت کے دور میں یزید نام کے اکابرین تاریخ اسلام اگر شاہ نجیب آبادی جلد دوم
صفحہ ۲۲۹ پر آغاز خلافت ۱۲ تاریخ الاول ۱۳۲۰ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء

جغاسی اور طرابلسی بعد المطلب کی اولاد ہیں۔ غالبیوں کے خاندان میں یزید نام کے جو کاکا بڑے غزے میں ان کا سرسری ملازم مقدمہ کتاب میں سوچکا ہے۔ اگر کسی ایک غالبی کو بھی یزید نام سے نفرت ہو تو وہ کبھی یزید کے نام پر اپنی اولاد کا نام نہ رکھتے۔ آج تک یہ کہیں بھی سننے میں نہیں آیا کہ کسی نے اپنی اولاد کا نام لہرود، فرعون، قارون، بلان، رکھا ہو۔ اگر شاہ نجیب آبادی نے جغاسی خلافت کا ذکر اپنی تاریخ کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۲۰ پر شروع کیا ہے۔ اور ہم بھی اسی صفحہ سے یزیدیان اسلام کا سرسری سا تعارف شروع کرتے ہیں یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے بعض کا ذکر اعلام الزکیہ میں آچکا ہو۔ لیکن علامہ الزکیہ نے علمی دنیا کے لوگوں کا ذکر کیا ہے اور تاریخ اسلام میں ان اکابرین کا ذکر ہے جو کسی نہ کسی طور پر فوجی افسر ہو۔ محبت کے گورنر، یا کسی اور ملکی عہدہ پر مشتمل تھے۔ یزید بن عبید اللہ بن عبد الملان، مسافر، حاکم مامل، قحطامسافر نے اسے حجاز دیکھا کہ گورنری پڑا۔

۲۲۹
عبدالمکد بن یزید کو مصر کا گورنر بنایا ۲۲۹
۱۵

(۳۱) مثنیٰ بن یزید بن عمر بن ہبیرہ پیامبر کا گورنر تھا۔ ۲۳۰

۱۳۱ یہ دین بہرہ فرقتہ راوند سے تعلق رکھتا تھا عباسیوں کے خلاف لڑا۔

(۵۱) نیرید برادر جبریل کو مہدی عباسی نے بخارا اور صغد کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا۔

(۶) یزید بن ابی طالب کو علی بن سلیمان دالی بصرہ نے ایک زبردست فوج دیکر قسطنطنیہ کی طرف بھیجا۔

(۷) یزدن بدرقطنینہ سے بہت سامان غنیمت لے کر واپس آیا۔ ۲۷۷

(۸) خالد بن ولیدؓ، حسین بن علیؓ بن حنظل بن حنظل کے ہاں مقول مدینہ میں قتل ہوا۔ ۲۶۹

۹) داؤد بن نرید کو ماروان الرشید نے صوبہ آرمینیا کی گورنری پر متعین کیا۔ ۲۸۹

۲۸۱ عمر وین نیرد از دی سیرت کا عامل تھا۔

(۱۱) میریدین مزد کو مارون الرشید نے صوبہ آرمینیا کی گورنری پر متعین کیا۔ ۲۱۹

۱۱۔ محمد بن زید بن حاتم نے اسواز پر حمل کیا۔

(۱۳) ابو محمد نیری - مامون کا استاد تھا۔ ۳۶۶

(۴۷) برون الرشید نے ۱۹۰ھ میں خالد بن زید بن حاتم کو موصل کا گورنر بنایا۔ ۳۱۰

(۱۵) نیرید پہلی خلیفہ متوکل کا شیر تھا۔ ۳۹۷

بازید پیرم عثمانی خلیفہ نے ۷۹۲ھ میں اطریش، بلغاریا، بوسینا اور ہنگری کی متفقہ افواج کو شکست دی

طبقات ابن سعد جلد ۳

۱۱) یزید بن زکریا بنی اکرم کے صہبائی اور بد راود احد میں شامل تھے۔ یہاں سے جنگ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔ صفحہ ۹۱

(۲) رافع بن زیدؓ نے حضور اکرمؐ کے ساتھ بدر میں شامل تھے اور احد میں شہید ہوئے۔
حلف الفضول میں بھی شامل تھے۔ زبیر بن عجد المطلب نے انہیں اس میں شامل کیا تھا۔

۳، نیزید بن الحارث بن بدر میں شہید ہوئے ۵۲۴، البیاض جلد ۲ ص ۲۵۵

۵۳۸

(۵) میزید بن المنذر۔ سات اصحاب کے ساتھ عقبہ میں موجود تھے۔ بدر اور احد میں شامل تھے۔

ص ۵۷۵، البدایہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۵

طبقات ابن سعد جلد ۲

۵) یزید بن زعمیر اسود بن مطلب - قدیم الاسلام - مہاجر حبشہ ص ۱۲۱

(۷) علیہ بن زید۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔

(۴) یزید بن حارث غزو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ مدینہ میں فوت ہوئے۔ ۳۷ھ

(۹) عامر بن زید، ص ۳۷۲

طبقات ابن سعد جلد ۵ الطبقة الاولى من الفل الى سنة من السبعين

(۱۵) عبد الرحمن بن یزید، مجمع انبان یزید، حدیث میں ثقہ۔ ص ۸۴

۱۱) یزید بن ثابتؓ زہری نے آپ سے روایت کی ہے۔ ص ۲۶۰

۱۲۔ یزید بن ابی اسیر۔ بومصرہ کے دن قتل ہوئے۔ ۱۷۵۔ ان کے ذیل میں یزید بن یزید بن ہنت

یزید کا بھی ذکر ہے۔

(۱۳) یزید بن ہریر۔ ثقہ تھے قلیل الحدیث تھے۔ ۲۸۰ ہجری منتقل ہو گئے اور ہمدی عباسی کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(۱۴) یزید بن عباس۔ چھٹے طبقہ میں سے تھے۔

(۱۵) عبداللہ القاسم ابنان یزید

(۱۶) عبداللہ بن ابی یزید آل قاریہ کے غلام تھے۔ ۱۴۰ھ میں وفات پائی۔ ابی یزید عبداللہ بن عباس کے متوسلین میں سے تھے۔ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔

(۱۷) ابراہیم بن یزید عمر بن عبدالعزیز کے غلام تھے۔ ۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

طبقات ابن سعد جلد ۹ صحابہ کرام اور تابعین مقیم کوفہ اہل فقہ اور اہل علم

(۱۸) عبداللہ بن یزید انصاری تھے۔ عبداللہ بن یزید نے انہیں کوفہ کا عامل بنایا۔ ۱۵۱ھ

(۱۹) سلم بن یزید حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ ۳۰ھ

(۲۰) المہلب بن یزید حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حدیث کے راوی ہیں۔ ۳۲ھ

(۲۱) المسور بن یزید۔ ۵۰ھ

(۲۲) معن بن یزید۔ معن کہتے ہیں میں نے اپنے باپ (یزید) کے ساتھ رسول اللہ کی بیعت کی مٹا

(۲۳) ثانی بن یزید بنی مالد کے وفد کے ہمراہ حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۵۹ھ

(۲۴) البربر۔ ان کا نام یزید تھا جو مالک بن عبداللہ کے بیٹے تھے۔ ۵۹ھ

(۲۵) یزید بن یزید۔ ۴۳ھ

(۲۶) یزید بن لغام۔ صحابی تھے۔ ۶۵ھ

(۲۷) الاسود بن یزید۔ ابن عمر علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں۔

وفات ۷۵ھ کوذہبی

(۲۸) یزید بن شریک۔ عمر علی، ابن مسعود، سعد بن وقاص، خذیفہ اور ابی ذر سے روایت کرتے

ہیں۔ ثقہ تھے۔ ۱۳۳ھ

(۲۹) عبدالرحمن بن یزید۔ عمر عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ثقہ تھے۔ ۵۵ھ کے زمانہ میں کوفہ میں

فوت ہوئے۔ ۱۲۱ھ

(۳۰) معضد بن یزید۔ مجتہد تھے حضرت عثمان کے زمانہ میں آذربائیجان میں جاو کیا۔ ثقہ تھے۔ ۱۲۱ھ

(۳۱) قیس بن یزید۔ ۱۶۲ھ

(۳۲) ابو یزید۔ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۹۹ھ

(۳۳) یزید بن معاویہ العامری۔ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۳۴) عبدجبر بن یزید۔ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معمر کے ساتھ تھے۔ ۲۱۲ھ

(۳۵) یزید بن عبدالرحمن۔ ۲۳۴ھ

(۳۶) یزید بن مذکور۔ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۳۵ھ

(۳۷) یزید بن صہیب۔ اہل کوفہ میں سے تھے۔ پھر مکہ منتقل ہو گئے۔ جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے

ہیں۔ ۲۵۵ھ اور ان سے مسر۔ سعدی اور کوفیوں نے روایت کی ہے۔

(۳۸) یزید بن قیس۔ قلیل الحدیث تھے۔ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۳۵ھ

(۳۹) یزید بن ابی زیاد۔ عبداللہ بن عباس بن نوفل کے غلام تھے۔ وفات ۱۲۰ھ۔ ثقہ تھے۔ آخر

عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ۲۴۰ھ

(۴۰) جابر بن یزید۔ ۱۲۸ھ میں فوت ہوئے۔

(۴۱) یزید بن القعقاع۔

(۴۲) عمر بن یزید۔ ابو جعفر کی خلافت کے دور میں وفات پائی۔ ۲۵۱ھ

(۴۳) داؤد اور ادریس ابنان یزید۔ دونوں راویان حدیث میں سے ہیں۔ ۲۶۳ھ

(۴۴) یزید بن جبران۔ ابو جبر بن یزید سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۲۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

طبقات ابن سعد جلد ۹ بصرہ میں مقیم صحابہ کرام و تابعین اور اہل علم فقہا

(۴۵) ابو یزید الدلی۔ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ یزید سے بصرہ میں گئے۔ بصرہ میں ان سے

روایت کی ہے۔ ۲۲۰ھ

(۴۶) یزید الرشک۔ البقیع۔ ثقہ تھے۔ ۲۲۵ھ

(۴۷) یزید بن ایان الرقاشی۔ ۲۲۵ھ

(۴۸) یزید بن حارم الازدی - ثقہ تھے۔ ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ ص ۲۵۵

(۴۹) سعید بن زید البوسلری ثقہ تھے۔ آپ سے شعبہ حماد زید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ص ۲۶۵

(۵۰) یزید بن ابراہیم السمری ثقہ تھے۔ ص ۲۷۹

(۵۱) یزید بن زریع - کنیت ابو معاویہ تھی۔ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ۱۸۲ھ میں لہجہ میں فوت ہوئے۔ ص ۲۸۹

(۵۲) محمد بن زید الکلاعی - ثقہ تھے۔ وفات ۱۸۸ھ ہارون کے زمانہ میں ۲۱۴ھ

(۵۳) یزید بن ہارون - ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ مامون کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ ص ۳۱۵

(۵۴) عافیت بن زید الادوی - البغنیہ کے اصحاب میں سے تھے۔ حلیفہ ہمدانی کے زمانہ میں اس کی

فوج کے قاضی تھے۔ ص ۳۳۱

(۵۵) نوح بن زید الودب - ثقہ تھے۔ ص ۳۴۷

(۵۶) یزید بن ابی سعید - اہل مرو کے بخوی اور احادیث کے راوی تھے۔ ص ۳۶۸

(۵۷) یزید بن ابی سفیان - فتح مکہ کے روز اسلام لائے جن میں حضور اکرم کیساتھ موجود تھے۔ حضرت

نے آپ کو تنواؤنٹ اور چالینس اور قہر جاندی خلافت فرمایا حضور اکرم نے ہمیشہ آپ کا ذکر فرمایا کیا

صدیق اکبر نے آپ کو شام کی طرف بھیجا۔ انکی وفات کے بعد فاطمہ عظمیٰ نے آپ کو دمشق کا والی مقرر کیا اور

میں طاعون کے عارضہ سے وفات پائی۔ ۱۸ھ میں ص ۳۷۴

(۵۸) یزید بن اسد بن کریم صحابی تھے اور حدیث کے راوی حضور اکرم نے آپ کو فرمایا لوگوں کی

محبت رکھنا جیسی اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ ص ۳۲۸

(۵۹) یزید بن عیقہ الزبیدی ثقہ تھے۔ صدیق اکبر اور فاروق عظیم کی خدمت میں حاضر بنے والوں میں

سے تھے۔ ص ۴۳۰

(۶۰) یزید بن الاسود الجمرشی - امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو لیکر نماز استسقاء کیلئے منبر پر

بیٹھے اور یزید کے متعلق دریافت کیا یزید بن الاسود کو تضافت کیلئے پیش کرتے ہیں یزید نے

بھی ہاتھ اٹھائے اور دعا کی مغرب کے گھٹا اٹھی اور لوگ اپنے گھروں میں پہنچنے پہلے تھے کہ بارش

شروع ہو گئی۔ ص ۴۴۴۔ ایک نظم کرامت۔

(۶۱) یزید بن حجرہ الریوی - امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ۵۸ھ میں مری جاو میں شہید ہوئے۔ ص ۴۴۴

(۶۲) یزید بن ابی مالک جملی احادیث کے راوی ہیں خلیفہ مروان بن محمد کے زمانہ میں ۳۰ھ

میں فوت ہوئے۔ ص ۴۶۶

(۶۳) ربیع بن زید - ثقہ تھے۔ ص ۲۶۵

(۶۴) یزید بن زید بن حابر - ۱۳۴ھ میں فوت ہوئے۔ ثقہ تھے۔ ص ۴۶۶

(۶۵) ثور بن زید الکلاعی - حدیث میں ثقہ مگر قدری تھے صفین میں امیر معاویہ

کے لشکر میں ان کے دادا شامل تھے۔ ۵۳ھ میں ابی جعفر عیسیٰ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ ص ۴۶۶

(۶۶) یزید بن عبد ربیعہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ص ۴۷۵

(۶۷) یزید بن الاصم - انکی اولاد برزہ ام المومنین سیدہ سمیوہ کی بہن تھیں یزید بن عبد الملک کی خلا

فات میں ۱۳۰ھ میں وفات پائی

(۶۸) یزید بن ابی حبیب ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ امیر مروان بن محمد کی خلافت کے زمانہ میں ۱۳۸ھ میں وفات

پائی۔ ص ۵۱۳

(۶۹) نافع بن زید۔ ص ۵۱۷

(۷۰) یونس بن زید الابی - بلیہ میں مقیم تھے۔ آپ کی روایات کثیر ہیں۔ ص ۵۲۰

طبقات ابن سعد جلد ۸ فی النساء

(۷۱) عیوہ بنت زید - اسلام لائیں اور حضور اکرم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ص ۳۱۹

(۷۲) ام محمد بن زید۔ ص ۴۶۶

رفع اشتباہ - یہاں بعض قارئین کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ "یزید" نام کی

فہرست میں بعض نام ایسے درج کئے گئے ہیں جو یزید کے ہم نام نہیں

میں اس مقام پر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھا ہوں کہ میں نے "یزید" نام

کے افراد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کسی کے باپ تھے یا بیٹے تھے

بہر حال "یزید" کے ہم نام تھے۔

محمد بن اسحق المعروف ابن زید

پیدائش: جمادی الآخر ۲۹۰ھ ذی قعدہ ۲۹۰ھ ۲۸۵ھ

مسک: مجمع الادبا کے قول کے مطابق متعزلی تھا منہجی المقال کے مطابق شیعہ اور کئی والاقاب کے مطابق امامی شیعہ تھا یہ حال ابن زید اہل سنت نہیں تھا اس کی تالیف الغرہ ۲۷۷ھ کی تالیف ہے جس میں دس مقالے ہیں الغرہ میں زید، نام کے جن افراد کا ذکر کیا ہے ۲۲۷ھ سے پہلے کے ہیں اور وہ سب سبغی کے امام یا کسی ملحد یا کاتب کے مصنف تھے اور انہیں الملت شیعہ اور خلافت ہر مسک کے افراد ہیں۔

مقالہ اول فن قرآن کے آئینہ

۱۔ کتاب قرأت ابی عمرو زید بن زید نے روایت کی ہے ص ۷۷
۲۔ روات ابن عامر میں نور بن زید ایک راوی ہے ص ۷۸
۳۔ روات حمزہ میں خالد بن زید ص ۷۵

۴۔ روات کئی ہیں ہاشم زیدی ص ۷۶
۵۔ قرآن ال مدینہ میں زید بن قیس ص ۷۷ ان کا شمار ائمہ میں ہوتا ہے ص ۷۸
۶۔ زید البدری اہل شام کے قراء میں حاصل اسلوب کا حامل تھا ص ۷۹
۷۔ اہل بغداد نے حماد بن زید سے قرأت قرآن سنی ص ۷۹
۸۔ محمد بن زید واسطی معتزلی ص ۷۹
۹۔ عبد اللہ بن عامر بن زید ص ۷۹
۱۰۔ یعقوب حمیری کے دادا کا نام زید تھا ص ۷۹

۱۱۔ زید بن عبد اللہ بن جعفر ص ۷۹
۱۲۔ نور بن زید ابن مقفع نے فصاحت اس سے سیکھی۔
۱۳۔ ابو یزید یزنی محمد بن حبیب نے اس سے روایت کی ہے ص ۱۲۲
۱۴۔ زید بن یزید کا بالترتیب مذکور ص ۱۲۷
۱۵۔ محمد بن عباس زیدی ص ۱۲۷
۱۶۔ یحییٰ بن مبارک زیدی

۱۷۔ زید بن منصور ہمدانی کاموں تھا ص ۷۷

۱۸۔ زید بن منصور ص ۷۷

۱۹۔ ابو محمد زیدی صاحب تصنیف اکثر ص ۱۲۸

۲۰۔ اسماعیل بن ابو محمد زیدی ص ۱۲۹ - ۳۸۵

۲۱۔ عباس بن ابو محمد زیدی جس نے اخبار الزید تالیف کی

۲۲۔ ابو عبد اللہ زیدی ص ۱۲۹

۲۳۔ نصر بن شیبہ بن زید ص ۱۳۰

۲۴۔ محمد بن زید ص ۱۴۱

۲۵۔ مبرک کا نام محمد اور اس کے باپ کا نام زید تھا ص ۱۴۳

۲۶۔ محمد بن زید کندی جس پر کاسلہ فہم ہوتا ہے ص ۱۴۳

۲۷۔ ابو عبد اللہ کا نام محمد بن زید بن صالح تھا ص ۱۴۷

مقالہ سوم ص ۲۸۵ تا ۳۶۲

علم کے نسب و اصحاب احوال و آیات عنوان ہے۔

۲۸۔ زید کی تحریر کی روشنی میں۔ مگر اس زید کے حالات بیان نہیں کئے گئے۔

۲۹۔ علی بن زید بن بکر۔ اشعار عرب کا عالم اور شاعر ص ۲۲۲

۳۰۔ کتاب زید بن ہلب جس کا مؤلف ابو حنفیہ ہے ص ۲۲۷

خلفائے اسلام کے ضمن میں

یزید بن معاویہ زید بن عبد اللہ کا ولید بن زید کا نذر و خلفائے نبی امیر کے تحت چھپا ہے

۳۱۔ خلافت زید بن علی ۲۵۱ھ اخبار و قبائل اور اشعار کا راوی

۳۲۔ زید بن محمد بن شاعر اور صاحب تالیفات تھا۔ ۲۵۶

خطبات کے ذیل میں ص ۳۲۳ جریر بن زید بن خالد ص ۲۹۳

۳۳۔ زید بن عبد اللہ بن خالد ص ۲۹۳

۳۴۔ ولید بن زید ص ۲۹۳

(۳۷) ابو محمد بن یزید مصلی
۳۲۷ ۳۱۶

(۳۸) یزید بن طشربہ شاعر تھا۔ ۳۳۴

مقاله چهارم شعراء

(۲۹) مروان بن ابوجحضہ کا نام نیز پیدہ تھا ۳۷۳

۳۱۴ (۲۰) محمد بن یزید بن مسلمہ شاعر تھا۔

(۳۱) سجد اللہ بن بید ایک گم گشتا

مقاله تحقیق حضرت امام

(۴۱) ابو علی حسین بن علی بن زید مہلبی
حدیث وفقہ کا عالم ص ۴۷

۴۲۱) عبد اللہ بن زید ایاضی اکابر خواجه میں سے تھا۔ ۴۴۱

(۴۱) ابو یوسف یحییٰ بن سباح تھا۔ ۲۵۱

امام شافعی

(۳۵) امام شافعی کا نام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس ہے اور شافع بن صالح بن عبید بن عبید بن یزید بن ہاشم

۴۹۹۔ بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی اولاد کے ہیں۔ ص ۴۹۹

(۱۲) قاسم بن یزید: جامع الصغیر کے رواد میں ہے۔ ۵۳۰

(۴) ابو داؤد طباطبائی کا نام یحیٰی بن عبد الملک اور کنیت ابو یحییٰ مؤدب تھیں۔ ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ ص ۵۳۶

یہ نیزیدین مارون کتاب الفرائض

۵۲۵

یہ سیدہ ب. بنی اولاد میں سے ابو محمد بن ابوالحسن بن ابراہیم حاکم القدر متکلمین
اور فلاسفہ طبعیہ میں سے تھا۔ ص ۶۱۰

(محمد بن زید کی بنا گری کا مایہ اور صاحب)

المستوفى - ٥٨٥٢ بلس ١.٩

۱۵ اصحاب جو البریۃ کینیت سے مشہور تھے۔

(۲۴۲) - البوزید عقیل بن ابی طالب الماشمی.

(۱۲۴۴) - البونیه سید سہیل بن عمر و العامری

(۱۲۴۵) - البوزید السائب بن یزید ابن اخن عمر

(۱۲۴۶) - البعزیه یثیانیس بن مرشد بن ابی مرشد

(۱۲۴۷)۔ ابو زید سمعون بن یزید الاخفیس الاسلمی

(١٢٣٨) - البوزيد معقل بن سنان الأسجعي

١٢٢٩) - البرزید، حارث بن قدامہ بن مالک التمیمی السعوی

(۱۲۵۰) - البونیدین عمرو الحذامی

(۱۲۵)۔ ابو یوسف و ابوالحکیم

(١٢٥٢) - الوزير القبطي

(۱۲۵) - البونیه بد النمیری

۵۵

۱۵۲۹ - امیر نیریدہ - نیرتید بن الحارث سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے مجاہد بن اریطاط

روایت کرتے ہیں۔

فہرست

ابتدائیہ اور تعارف	۲ تا ۷
شیعہ مذہب میں یزید نام کے اکابرین	۱۸ تا ۲۱
اسماء الرجال شیعہ مذہب کی مشہور تالیف تنقیح المقال میں یزید	۲۲ تا ۲۴
الاستیعاب میں یزید نام کے اکابرین	۳۸ تا ۴۱
س ن المیزان	۴۹ تا ۱
میزان الاعتدال	۶۲ تا ۸۸
الاصابہ فی تمیز الصحابہ	۸۹ تا ۱۱۰
تقریب التہذیب	۱۱۱ تا ۱۲۰
الاعلام خیر الدین الزکری	۱۲۱ تا ۱۴۶
تذکرۃ الحفاظ فہبی	۱۴۶ تا ۱۴۷ ۱/۲
خلافت امویہ میں یزید نام کے اکابرین	۱۴۸ تا ۱۴۸ ۱/۲
تاریخ اسلام اکبر شاہ خان	۱۴۹ تا ۱۴۹ ۵/۴
طبقات شافعیہ	۱۴۹ تا ۱۵۰ ۴/۸
طبقات ابن سعد	۱۵۱ تا ۱۵۵
محمد بن اسحق ابن ندیم	۱۵۶ تا ۱۵۷

اے سرزمینِ پاک

راجوری

تجھے سلام

حکیم فیض عالم صدیقی

Chingus Fort, Chingus Mosque, Rajouri

اعداد و تقدیم
شاہ فیض الوقار

جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب:	اے ارضِ پاک راجوری تجھے سلام
تالیف:	حکیم فیض عالم صدیقی شہید
طبع اول:	۱۹۷۴ء
طبع دوم:	۲۰۱۹ء
کمپوزنگ:	شاہ فیض الوقار نیر
ناشر:	الفیض پرنٹرز، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

عرض مؤلف

اکثر شب تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی دلچسپیاں بیٹے ہوئے دن عیش کے
بننے ہیں شمع زندگی اور ڈالتے ہیں روشنی
----- میرے دل صد چاک پر

تیس سال کا طویل زمانہ! اُف میرے پروردگار!

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم ہو گئے راکھ انتہا ہے یہ

اس تیس سال کے دور میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا ہوگا جس میں میں نے اپنے آپ کو اُس جنت نشان
خطہ میں نہ پایا ہو۔ کئی بار اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھی تم نے اخبارات و رسائل میں ہزار ہا صفحات
لکھے، درجن بھر سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ چند ایک امریکن کانگریس لائبریری کے کیٹلاگ پر آئیں۔

نازک مزاج شاہاں تاب خن ندارند

کی بھیٹ چڑھ کر ضبط ہو گئیں اور کچھ انگلینڈ اور عرب ممالک تک پہنچیں، اپنے وطن کے متعلق بھی کچھ
لکھتے۔

مگر عالم تصور میں کچھ پردہ نشینوں کی آنکھوں کو گھورتے ہوئے پایا۔ حقائق سے اغماض میرے بس کا روگ
نہ تھا۔ اپنا دامن سراسر اس جنس سے تہی تھا کہ چند ایک شخصیتوں کی خوشنودی کیلئے حقائق کا گلا گھونٹ دیتا۔
گویا تیس سال سے:

ارادے باندھتا ہو، سوچتا ہوں، توڑ دیتا ہوں

میں ہی معلق رہا۔ اب طبعی عمر کی سرحدیں عبور کر چکا ہوں۔ اُمیدیں، آرزوئیں، خواہشیں اُسی روز دم توڑ
چکی تھیں جب ”جنگ بندی“ کی تلوار آویزاں نظر آئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے وطن میں بھی اور پاکستان میں بھی ہر آلائش سے محفوظ رکھا۔ آج تک ”خانہ بدوش“ رہا۔ جھوپڑے تک کیلئے کسی دربار میں جگہ سائی نہ کی۔ پھر خوف کس؟

مجھے اپنے وجدان اور ایمان کی راہنمائی کافی ہے۔ اور انہیں کی روشنی میں اپنی یادداشتوں کے سہارے ہر چہ بادِ اباد ماکشتی در آبِ انداختیم

ارادہ تھا کہ راجوری کی ایک ضخیم تاریخ لکھوں گا مگر وہ تو نہ ہو سکی۔ یہ چند صفحات بطور حرفِ اولِ نذرِ قارئین ہیں۔ مشتاقانِ علم و فن اور جانبازانِ وطن میں سے شاید کوئی آگے بڑھے اور اس کی تکمیل کی سعادت حاصل کر سکے۔

دعائے خیر سے یاد کیجئے۔ اور کوئی خاص خامی محسوس ہو تو معذرت قبول کیجئے اور راہنمائی کیجئے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تو فیق دے تو نقشِ ثانی میں اس کمی کو پورا کر سکوں۔

حکیم فیض عالم راجوری
حالِ مقیم مسجدِ اہلحدیث
محلہ مستریاں، جہلم

اے سرزمینِ پاک

راجوری

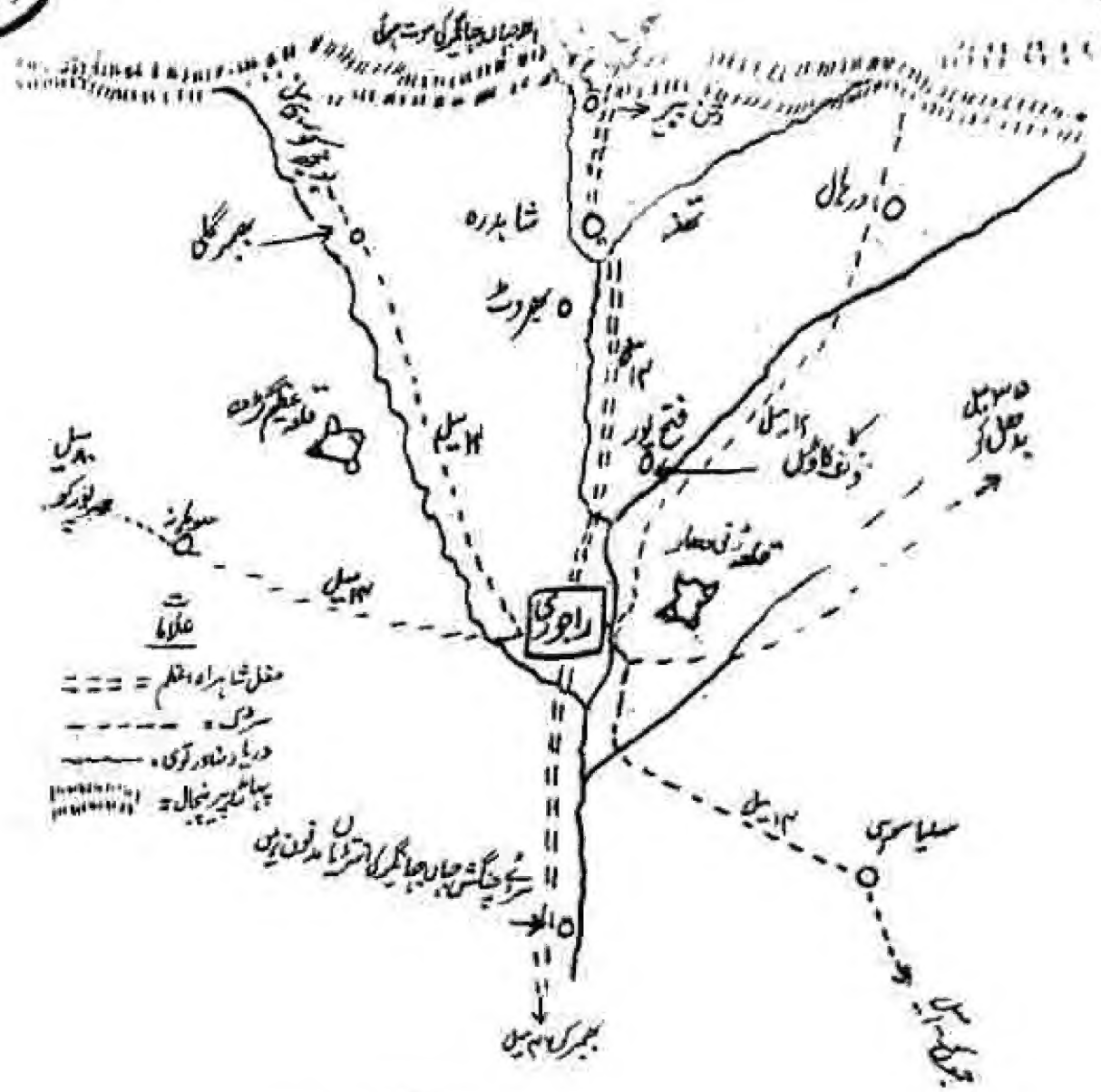
تجھے سلام

راجوری سابقہ ریاست جموں و کشمیر کے آباد ترین علاقوں کا تقریباً ایک مرکزی مقام تھا۔ تمام پرانی تاریخوں حتیٰ کہ راج ترگنی میں بھی راجوری کا ذکر موجود ہے، اور جن لوگوں کو تزکِ جہانگیری کے مطالعہ کا موقع ملا ہے انہوں نے اس میں متعدد مقامات میں راجوری کا نام پڑھا ہوگا۔ راجوری صرف ایک قصبہ کا نام ہی نہیں بلکہ وہ پوری وادی جو چنگس کے مشہور مقام جہاں کی سرائے کے ایک کونے میں شہنشاہ ہندوستان جہانگیر کی انتزایاں مدفون بیان کی جاتی ہیں سے رتن پیر تک تقریباً ۳۵ میل طویل وادی کا نام ہے۔ بلکہ اس وادی کی ذیلی وادیاں درہال، تھنہ، بھمبرگلی اور سطح مرتفع سیالکوٹی کا خطہ بھی راجوری کے نام سے موسوم ہے۔

راجوری کا قصبہ قدرت کی تخلیقات کا ایک شاہکار ہے۔ یہ قصبہ مناورتوی کی دو شاخوں کے سنگم پر واقع ہے۔ قصبہ کے شمال میں ایک خوبصورت میدان، مشرق میں دریائے توی اور اس کے کنارے پر مغل دور کا باغ اور بنگلہ۔ مغرب کی طرف مناورتوی کی دوسری شاخ اور چھپرہ کا خوبصورت جنگل اور جنوب کی طرف سنگھم۔

آب و ہوا کے لحاظ سے بھی یہ خطہ مثالی ہے۔ قصبہ سے چند میل شمال کی طرف وادی کشمیر کے پھل اور چند میل دور جنوب کی طرف گرم ممالک کے مڑجھائے ہوئے پھول اور پھل ملیں گے۔ صدیوں تک یہ خطہ ذرائع آمد و رفت کی سہولیات کے فقدان کی نذر رہا۔ البتہ مغلیہ دورِ حکومت میں مغل شاہراہ کی وجہ سے بیرونی دنیا سے متعارف ہوا۔ مغل شاہراہ پر ہر چار پانچ میل کے فاصلہ پر جو سرائیں تعمیر ہوئیں، ان کے کھنڈرات کے نشانات آج تک موجود ہیں۔

آبادی کے لحاظ سے سوائے قصبہ کے تمام وادی خالصتاً توحید کے پرستاروں پر مشتمل تھی۔ اکا دکا کسی گاؤں میں کسی گھرے پڑے ہندو بننے کی دکان تھی۔ البتہ قصبہ ایک لحاظ سے



خالصاً ہندو مہاجنوں کا گڑھ تھا۔ چند ایک کشمیری الاصل مسلمان زرگرتھے یا مقامی مسلمان آہن گری اور مسلمان بزازی کا کام کرتے تھے۔ چونکہ تمام علاقہ میں صرف مسلمان ہی تھے، اسلئے حکومت کی طرف سے تمام علاقہ میں صرف چند پرائمری اسکول تھے۔ البتہ قصبہ میں مڈل اسکول تھا جو بعد میں ہائی اسکول بن گیا۔

مسلمانوں میں اکثریت گوجروں کی تھی۔ یہ لوگ اُن پڑھ، سادہ لوح، دُنیا کے ہنگاموں سے دُور اپنی دُنیا میں مست رہنے والے تھے مگر وہی طور پر اسلام کے نام پر مر مٹنے کا جذبہ اُن کی رگ رگ میں بھرا ہوا تھا۔ ان کی نیم بدویانہ زندگی نے اُنہیں جفاکشی کے ساتھ دیانت اور خودداری کی صفات کا جو ہر بخش رکھا تھا۔ مگر قیادت یا دینی راہنمائی کے فقدان نے ان کے جذبات کو صبر و شکر کے راستے پر ڈال دیا تھا اور وہ اپنی دُنیا میں مست تھے۔

۱۹۳۱ء کی تحریک حریت کے بعد اُن میں دیہاتی سطح پر قیادتیں اُبھریں مگر اُن قیادتوں نے اُن کے جذبات حریت کا رخ دُگرہ جبر و استبداد اور مہاجنی لُٹ کھسوٹ کی بجائے اُن اپنوں کی طرف پھیرنے میں نامعلوم کیا مصلحت دیکھی جو اُن کی نسبت ذرا باشعور قسم کے تھے۔ آگے چل کر مرحوم چوہدری دیوان علی اور مولوی مہر الدین قمر مرحوم جیسے لیڈر اس قوم میں پیدا ہوئے مگر بات وہیں کی وہیں رہی۔ مرحوم غلام احمد رضا وزیر تعلیم آزاد کشمیر چوہدری دیوان علی کے برادر زادہ تھے۔ چوہدری فخر الدین احمد راجپوری اسی خاندان کے گل سرسبد تھے جنہوں نے آج سے تقریباً پون صدی پہلے نہایت نامساعد حالات میں ریلوے روڈ لاہور کی بالائی منزل پر دارالفرقان کے نام سے ایک یتیم خانہ جاری کیا جو آگے چل کر ایک ادارہ کی شکل میں ہندوستان کے تمام یتیم خانوں کیلئے ایک مثالی حیثیت میں اُبھرا اور آخر بیگم پورہ لاہور میں ایک محل نما عمارت کی شکل میں سامنے آیا۔ مرحوم

سے پہلے اور بعد آج تک ایسا یتیم خانہ کم از کم میری نظروں سے نہیں گذرا۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ اور چوہدری صاحب کے مرنے کے بعد دیکھو جو دیدہ عبرت نصیب ہو آبادی کے لحاظ سے دوسرے درجے پر جبرال قوم تھی۔ یہ لوگ کسی زمانے میں راجوری کے حکمران تھے اور اس سے پہلے دوبارڈوگرہ بمینیت کا شکار ہو چکے تھے۔ بدنام زمانہ معاہدہ امرتسر کے زیر اثر راجوری کا آخری حکمران راجہ رحیم اللہ خان اپنے اہل و عیال سمیت وطن سے نکالا گیا جو پہلے رہو ضلع کا ٹکڑہ اور پھر وزیر آباد میں مقیم ہوا۔ راجہ عبداللہ خان مرحوم سفیر برازیل اور ان کے فرزند کرنل جمیل اللہ خان سابق ایم پی اے اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلہ کے بعض گھرانے ابھی تک راجوری میں ہیں اور بیشتر ہجرت کر کے پاکستان اور آزاد کشمیر میں مقیم ہو چکے ہیں۔

تعلیمی لحاظ سے یہ لوگ ذرا پڑھے ہوئے تھے۔ مجلسی شعور، خودداری اور بلند کرداری میں مثالی حیثیت رکھنے کے باوجود بعض حالات نے انہیں علاقہ کی مرکزی قیادت کیلئے آسانیاں فراہم نہ ہونے دیں اور راجوری کے مسلمانوں کیلئے یہ ایک بد نصیبی تھی۔

مرزا محمد حسین مرحوم کو چیف آف دی جرنل کہا جائے تو بجا ہے۔ مرحوم میں وہ تمام صلاحیتیں موجود تھیں جو ایک قائد میں ہونا چاہئیں، وہ جس حد تک ان تھک، محنتی اور اسلامی خدمات کے جذبات سے لبریز دل اپنے پہلو میں لئے ہوئے تھے اُس حد تک اگر وہ راجوری کی فتح کے بعد مردم شناسی سے کام لے سکتے تو شاید راجوری کی تاریخ آج سے مختلف ہوتی۔

تیسرا مسلمان خاندان ملک فیملی کے نام سے متشخص تھی۔ یہ تمام خاندان وادی درہال کے چند گاؤں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ لوگ حسن و صحت، حاضر دماغی اور ایثار و خلوص کے مجسمے تھے۔

مشکل کے وقت بیانِ مرصوص کی سہولیات نے انہیں آج تک اپنے گھروں سے نکلنے کی زحمت نہیں دی۔

چوتھا خاندان ڈومال کہلاتا تھا۔ ان لوگوں کی اکثریت بھمبر گلی کی وادی میں تھی۔ اُن پڑھ مگر اسلام کے شیدائی، بات بات پر اپنوں سے ہی اُلجھ پڑنے کی عادت نے انہیں اپنے خول سے باہر نہ نکلنے دیا۔

ان خاندانوں کے علاوہ سید، قریشی، مغل، جاٹ تمام وادیوں میں متفرق طور پر کافی تعداد میں موجود تھے۔ سادات میں ایک خاندان کاغانی سیدوں کے نام سے مشہور تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد شہید کی تحریک آزادی کے ردِ عمل کے طور پر جب انگریزوں نے وادی کاغان کو بار بار اپنی سفاکیوں کا نشانہ بنایا تو یہ لوگ ہجرت کر کے اسی علاقہ میں آ گئے۔

یہ لوگ تعلیمی، علمی، اخلاقی، دینی اور حاضر دماغی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ ہجرت کے بعد یہ سب لوگ پاکستان اور آزاد کشمیر میں آ بے۔ اس خاندان میں حاجی نوران شاہ جن کا مزار سوہاؤہ میں ہے، دینی حلقوں میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ سید عبداللہ شاہ آزاد حاجی صاحب کے فرزند ہیں۔ سید عنایت اللہ شاہ راجوری اور سید حیدر شاہ غالب بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

مقامی سادات میں سے مولانا سید ولایت شاہ دیوبند کے فارغ التحصیل، نہایت جزور اور صاحب بصیرت انسان تھے مگر افسوس کہ آخری عمر میں

اے روشنی طبع تو برمن شدی

کی نذر ہو گئے۔

قریبی خاندان کے تمام وادی میں اکا دکا گھر تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھلے وقتوں میں ان لوگوں کے آباؤ اجداد اس علاقہ میں روشنی کے چراغ ہو گزرے۔ مگر اب ان لوگوں کا علم اور تدبیر فاتحہ خوانی، تیسواں، چالیسواں، صلوٰۃ العیدین، نماز جنازہ اور نکاح خوانی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور ان کی ذہنی پستی نے انہیں ”کمیوں“ کی صف میں لاکھڑا کیا تھا۔ البتہ وادی تھنہ کی قاضی فیملی اور علاقہ بھر کے حاذق ترین طبیب مرحوم قاضی منصور علی کا مقام منفرد تھا۔

مغل خاندان کے افراد کی اکثریت گھمیر مغلاں سے متعلق تھی۔ یہ فوجی قسم کے اٹن شن کی حیثیت کے لوگ تھے۔ بات کے بچے، قول کے پکے اور اپنی دنیا میں مست۔ اس فیملی کی گوشہ نشینانہ زندگی کا صلہ کم سنی میں مرزا فقیر محمد کی صورت میں غالباً ۱۹۳۵ء میں راجوری میں ظاہر ہوا۔ درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھنے والا اور محدود علمیت کا حامل یہ دُبلّا پتلا کم گو قسم کا انسان راجوری کے مسلمانوں کیلئے سقوط راجوری تک آیہ رحمت بنا رہا۔ مسلم کانفرنس کا یہ جاں باز سپاہی جس کے نام کے ساتھ سیکریٹری شپ کا لاحقہ بھی چسپاں تھا، ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۷ء تک راجوری کے مسلمانوں کا مرکزی نقطہ اُمید تھا۔ اگر مرزا صاحب نے بلا خوف لومۃ لائم اپنی سیاسی زندگی کے حالات قلم بند کئے ہوتے تو یہ صرف راجوری کی اچھی خاصی تاریخ نہ ہوتی بلکہ نوشہرہ کی مسجد کے پرنا لے کی واگذاری کی قسم کے بیسیوں واقعات کی روداد ہوتی۔

دینی دنیا میں مولانا سید ولایت شاہ اور مولوی قمر صاحب کا ذکر کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ علمی اور ادبی دنیا میں شیخ عبدالعزیز علانی جو اس وقت کھوئی رُہ کے قریب ایک گاؤں میں گوشہ نشین ہو کر بالکل پس منظر میں چلے گئے ہیں، ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ یہ نابغہ عصر شخصیت علمی، ادبی، اخلاقی، اصلاحی اور سیاسی دنیا میں ایک منفرد مقام کی حامل تھی۔ پچھلے دنوں (۶ مارچ ۱۹۷۷ء)

موصوف سے ملاقات کا موقع ملا۔ مجھے وہاں علانی نظر آیا نہ عاصم

ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

کا ہیولی دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عرض کیا شیخ صاحب آپ کے رشحاتِ قلم کے جواہر ریزے اکٹھے کرنا چاہتا ہوں، جواب ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے شروع ہو کر اُسی مسکراہٹ پر ختم ہو گیا۔

مرزا مطیع اللہ خان رعنا نظامی راجوروی جو راجگان راجوری کے عمودی سلسلہ نسب کی یادگار ہیں۔ اپنی رعنا شاعری، رعنا قد و قامت اور رعنا قسم کے ہنگامی قہقہوں کا ایک طوفان تھے۔ آج کل جہلم بیٹھے ہیں

رہگزر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

کی مجسم تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے شاعرانہ کلام کو طبع کرایا جائے تو بعض اشعار ہی نہیں بلکہ پوری پوری غزلیں مستند اساتذہ کے کلام سے بھی بلند نظر آئیں گی۔

راقم الحروف نے بھی ۳۸ء، ۳۹ء کے لگ بھگ لکھنے کا کام شروع کیا تھا۔ اپنی جولانگاہ ریاستی جرائد جاوید، ملت، جوہر، حق، پاسبان، پریم اور چاند کی حدود پھاند کر ہندوستان تک پہنچ چکی تھی۔

قصبہ راجوری کشمیر کے اس حسین و جمیل خطے کا مرکزی مقام جموں سے ۱۰۰ میل شمال مشرق کی طرف، بھمبر سے ۴۶ میل شمال کی طرف، پونچھ سے ۴۰ میل مشرق کی طرف، سری نگر سے تقریباً ۱۰۰ میل جنوب کی طرف واقع تھا۔ گویا اسے سابقہ ریاست جموں و کشمیر کے آباد ترین خطوں کے عین درمیان ہونے کا شرف حاصل ہے۔

قصبے کا صرف ایک ہی بازار تھا جو پون میل کے قریب لمبا تھا اور اس کی ایک ذیلی شاخ تقریباً فرلانگ بھر طویل تھی۔ آبادی اسی (۸۰) فیصدی سے زیادہ ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ جن میں سے نوے فیصدی کے قریب مہاجن اور دس فیصدی کے قریب برہمن تھے۔ راجوری کے مہاجن اور برہمن چانکیہ کی سیاست کے مجسمے تھے۔

پیلے چہرے، معمول سے بڑھی ہوئی تو ندیں، پتلی ٹانگیں، سروں پر لمبی لمبی اور گنجان چوٹیاں، چہروں پر پُرفریب اور پھکی مسکراہٹ۔ ایک ایک دمڑی پر جان دینے والے مسکین صورت بگلا بھگت مگر اُن کے من کے اندر تیندوے کی سی سرسراتی ہوئی تاروں نے تمام وادی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

لاکھوں من اناج برداشت کے وقت ہزاروں ٹٹوؤں پر لدا اُن کے تہ خانوں میں گم ہو جاتا تھا۔ گھی، بنفشہ، انار دانہ منوں کے نرخ پر خریدتے اور سیروں کے نرخ پر پنجاب کی منڈیوں میں بھیجتے۔ چوبیس گھنٹے بظاہر بیکار بیٹھی یہ مسکین قسم کی مخلوق تمام وادی کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھی۔ ان کے سُو در سُو کی دلدل میں جو ایک بار پھنس گیا اُسے پھر اُس دلدل سے کسی نے اُبھرتے ہوئے نہ دیکھا۔

راجوری مطلع سیاست پر:

آزادی کی پہلی کرن: ۱۔ اساتذہ ۱۹۷۱ء بمقام وسط ۱۹۱۳ء میں عبدالرحمان نامی ایک سیاح راجوری وارد ہوا۔ عبدالرحمن ایک خوش الحان مرزائی واعظ تھا۔ میری معلومات کے مطابق ایک سازش کے تحت اُسے راجوری بھیجا گیا تھا۔ راجوری کے مسلمانوں میں ان دنوں احساسِ زیست کا شعور پیدا ہو رہا تھا۔ ڈوگرہ شاہی عبدالرحمان کے ذریعہ مسلمانوں کو اشتعال دلا کر انہیں اپنے جبر و استبداد کا نشانہ بنا کر انہیں اُس احساسِ زیست سے محروم کرنا چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ راجوری کی اہم شخصیتوں کو پابند سلاسل کر دیا گیا اور عبدالرحمان کو کسی نے پوچھا تک نہیں حالانکہ وہ ریاست میں کھلے عام دندناتا رہا۔ اُس نے راجوری کے مشہور میدان لٹری میں مغلیہ دور کی ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کی۔ علاقہ کے مسلمانوں کا یہ ہفتہ وارانہ بے ضرر قسم کا مذہبی اجتماع چانکیہ کی اُمت کو ناگوار گذرا۔ چنانچہ انہوں نے نمک مرچ لگا کر ڈوگرہ شاہی محلات تک یہ خبر پہنچائی۔ ڈوگرہ شاہی کا یہی مقصد تھا جو اس طرح پورا ہوا اور اُس نے ادائیگی صلوة جمعہ کو بغاوت قرار دیکر ملک عزیز الدین آف درہال ملاں والد ملک نعمت خان، سید ولایت شاہ نمبردار کھنکھروی والد سید احمد شاہ، خواجہ عبدالکریم گلکو دادا محمد اسحاق، رسیلا خان ٹھکر، مرزا حبیب اللہ خان نمبردار والد مرزا وزیر حسین، حکیم قاضی منصور علی آف سیم، میاں غلام رسول صراف، منشی فیروز دین پٹوئی والد خواجہ محمد شریف، میاں فضل دین والد میاں احمد دین وغیرہ جیسے بے ضرر قسم کے اصحاب کو سات سات سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔

ڈوگرہ شاہی بزعم خویش اپنی اس کارکردگی پر مطمئن ہو گئی اور امن پسند قسم کے لوگ کسی حد

تک وقتی طور پر خوف و ہراس سے جھنجھٹا اٹھے۔ مگر جلد ہی انہیں اس بات کے احساس نے جھنجھوڑا کہ اس طرح کے جرم بے گناہی میں نامعلوم ہم کب تک جبر و استبداد کا شکار ہوتے رہیں گے۔ چند افراد کی سزایابی ان کی امن پسندانہ زندگی کیلئے ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔

دوسری کرن: ۱۹۳۱ء میں ضلع میرپور کے بعض دیہات سے عدم ادائیگی مالیہ کی تحریک اٹھی جسے کے محرک اے آر ساغر، قاضی گوہر رحمان اور راجہ محمد اکبر خان تھے۔ خطبہ مجید کی بندش اور قرآن مجید کی توہین کے واقعات پہلے رونما ہو چکے تھے۔ عدم ادائیگی مالیہ کی تحریک مذکورہ بالا دو واقعات کے سلسلہ میں برپا ہونے والی تحریک کو ڈوگرہ شاہی کی طرف سے سختی کے ساتھ دبانے کے ردِ عمل کے طور پر ابھری تھی۔

ریاست بھر میں ان واقعات نے مسلمانوں کے دلوں میں رنج و اضطراب اور غمیض و غضب کی لہر دوڑادی۔ راجوری کے مضافات میں بکھرے ہوئے مہاجنوں نے خطرے کی بوسونگھ کر قصبے کا رخ کیا۔ ڈوگرہ شاہی کی سرپرستی کے زعم میں راجوری کے مہاجنوں نے ایک منظم سازش تیار کی۔ سادہ لوح مسلمانوں میں جذبہ حریت بدرجہ اتم موجود تھا مگر کسی جاندار قیادت سے محرومی کی وجہ سے سیاسی نشیب و فراز اور چاٹکیائی داؤ گھات کونہ سمجھتے ہوئے ۱۹۳۲ء کے اوائل میں ادائیگی جمعہ کیلئے میدان لٹری کی مسجد میں جمع ہوئے۔ یہ میدان ۱۹۱۴ء سے اُن کے مذہبی اجتماعات کیلئے ممنوعہ علاقہ قرار دیا جا چکا تھا۔

راجوری کے ہندو ڈوگرہ سامراج سے اپنی مظلومانہ چیخ و پکار کے ذریعہ ہندو رسالہ کی ایک پلاٹون منگوا چکے تھے۔ جنہوں نے کسی وارنگ کے بغیر بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی۔ تیرہ مسلمان شہید اور بیسیوں زخمی ہوئے۔ ڈوگرہ شاہی استبداد نے اسی پراکتفانہ کیا بلکہ شہر کے ہندوؤں کی

نشان دہی پر ملک نعمت اللہ، میاں محکم دین اور مولوی کریم الدین والد مولوی عبدالعزیز راجوری اور مرزا حبیب اللہ نمبردار بھی گرفتار ہوئے۔ مرحوم مرزا محمد حسین جاگیردار بھروٹ نے مع چند رفقاء لاہور پہنچ کر کشمیر کمیٹی کی وساطت سے وائسرائے ہند کے ذریعہ مخلصی پائی۔ ریاست کے دونوں مرکزی مقام یعنی جموں اور سری نگر مسلمانوں کی تحریک آزادی کے مضبوط حصار بن گئے۔

مسلم کانفرنس: ان واقعات سے کچھ پہلے جموں میں ینگ میز مسلم ایسوسی ایشن اور وادی کشمیر میں سرینگر ریڈنگ روم محدود پیمانے پر مسلمانوں کے حقوق کی ترجمانی کے طور پر معرض وجود میں آچکی تھیں۔ ۱۹۳۲ء میں دونوں جماعتیں متحد ہو گئیں اور چند دنوں میں آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے نام سے ایک جاندار جماعت کے طور پر مطلع سیاست پر نمودار ہوئی۔ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے پہلے صدر شیخ عبداللہ منتخب کئے گئے اور جنرل سیکریٹری چوہدری غلام عباس خان۔ چند دنوں میں ہی آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس ریاستی مسلمانوں کے دل کی آواز بن کر ڈوگرہ شاہی استبداد کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو گئی اور تمام ریاست کے گوشے گوشے میں اس کی شاخیں کھل گئیں۔

راجوری میں اُسے مرزا فقیر محمد جیسے کارکن مل گئے۔ میرپور سے راجہ محمد اکبر اور پونچھ سے سردار فتح محمد خان۔ مسلم کانفرنس نے حکومت کے سامنے اپنے مطالبات کی فہرست پیش کر دی۔

- ۱۔ مذہب کی تبدیلی پر کسی کو وراثت سے محروم نہ کیا جائے اور اس کی جائیداد ضبط نہ کی جائے۔
- ۲۔ ذبیحہ گاو پر سات سال کی سزا کے بہیمانہ قانون میں ترمیم کی جائے۔
- ۳۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات جہاں حکومت کا ناجائز تسلط ہے، انہیں واگزار کر کے مسلمانوں کے حوالے کئے جائیں۔

۴۔ آتشیں اسلحہ کے لائسنس صرف ڈوگرہ راجپوتوں کیلئے مختص تھے۔ ریاست کے ہر باشندے کو آتشیں اسلحہ کے لائسنس کا حق دیا جائے۔

۵۔ ریاست کی مزروعہ اراضی کے مالکانہ حقوق جو صرف حکمران خاندان کیلئے مختص تھے، سب کاشت کاروں کو دیئے جائیں۔

حکومت نے تمام مطالبات کو ٹھکرا دیا اور ردِ عمل کے طور پر ریاست کے کونے کونے سے عملی جدوجہد کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ حکومت کی طرف سے گوانسی کمیشن کا تقرر عمل میں آیا۔ کمیشن کی سفارشات پر کشمیر پبلسٹیو اسمبلی معرض وجود میں آئی۔

مسلم کانفرنس کو ریاستی مسلمانوں کے سوا اعظم کا مقام حاصل ہو گیا۔ گویا ڈوگرہ شاہی استبداد کے جبروں میں ایک آہنی لگام تھی۔

مسلم کانفرنس کے مطالبہ نمبر ۳ کے تحت راجوری کے مسلمانوں نے خانقاہ لالہ بابا (بدھل) اور خانقاہ سید غلام شاہ (شاہدرہ) کی واگذاری کی کوششیں شروع کیں۔ ہردو خانقاہوں پر ہندوؤں اور سکھوں کا غاصبانہ قبضہ تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے حکومت کی سرپرستی میں پوری ہٹ دھرمی سے کام لیا۔

حالات کے تحت مرزا عطاء اللہ خان ایم ایل اے، مرزا فقیر محمد خان سیکریٹری ڈسٹرکٹ مسلم کانفرنس، قاضی حمید اللہ آف لاء اور مرزا محمد حسین مرحوم کی قیادت میں اس مطالبہ نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ بیرونی احباب میں سے ایم ظفر الاسلام آف اکھنور نے راجوری کے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ لالہ بابا کے مقام پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اور دوسرے روز مسلمانوں نے خانقاہ سے ہندو مار بھگائے اور خانقاہ سے مورتیاں اٹھا کر باہر پھینک دیں۔ اس تحریک میں بدھل کے مقامی

اصحاب میں سے خواجہ علی اکبر، خواجہ ولی محمد، خواجہ محمد شریف، خواجہ غلام محی الدین نے بڑی جی داری کا ثبوت دیا۔ اس سے پہلے ۱۹۳۹ء میں شیخ عبداللہ کو

قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

ریاست کے ایک متعصب ترین مدرسی ہندو وزیراعظم گوپالا سوامی آہنگر نے سبز باغ دکھا کر اور گائے کے موت اور گنگا جل میں اشران کرا کر شدھ کر لیا تھا۔

مقامی ہندوؤں نے اس واقعہ کو مذہبی رنگ دے کر ڈوگرہ حکومت کو مسلمانوں کے خلاف برا فروختہ کر دیا۔ مقامی ایڈمنسٹریشن کے علاوہ ضلع اور صوبہ کی تمام انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ شیخ عبداللہ جو ہندوؤں کی آشیرواد سے آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی صدارت کے سنگھاسن پر براجمان تھے، اپنے ایک معتمد ناستک ساتھی بدھ سنگھ کے ہمراہ موقع پر پہنچے۔ مقامی ہندو سمجھوتہ کے بعد منحرف ہو گئے اور مسلم کانفرنس کے متذکرہ راہنماؤں کے علاوہ علاقہ کے سات دوسرے معززین کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ جو تین سال تک زیر سماعت رہنے کے بعد چوہدری غلام عباس مرحوم کے نامور رفیق کارایڈوکیٹ چوہدری اندر داس کی بحث کے بعد خارج ہو گیا۔ اس مقدمہ میں مرزا محمد نذیر حسین (ریٹائرڈ سیشن جج میرپور) نے اعزازی طور پر معاون وکیل کی حیثیت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

مسلم کانفرنس کے چوتھے مطالبہ کی روشنی میں مسلمانوں نے حکومت کے سامنے یہ مطالبہ پیش کیا کہ ریاست میں آخری بندوبست اراضی کو تقریباً بتیس سال گذر چکے ہیں۔ آبادی میں کئی گنا اضافے نے زرعی معیشت کو بُری طرح متاثر کر رکھا ہے۔ لہذا ایسے سفید رقبہ جات جو بلا جواز محکمہ جنگلات کے زیر تصرف ہیں مقامی لوگوں کو زراعت کیلئے دیئے جائیں۔ بعض مقامات پر مقامی

لوگوں نے ایسے رقبہ جات کی کاشت شروع کر رکھی تھی حکومت نے بے دخلی کی کارروائی شروع کر دی تھی۔ مقامی مسلم کانفرنس کی خواہش پر جناب اے آر ساغر نے وزیراعظم سے مل کر یہ کارروائی رکوا دی۔ اس سے مسلم کانفرنس کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

راجوری کے مسلمان اور شیخ عبداللہ:
انصاف راجوری پر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”راجوری کے مسلمان دین اسلام کے دلدادہ اور جفاکش ہیں۔ ان کی اسلامی حمیت اور غیرت کی مثالیں زبان زد خلافت ہیں۔ کسی دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ ریاست کے ایک مکار ہندو وزیراعظم کے ہاتھ پر مسلم کانفرنس کا لبادہ اُتار کر ۱۹۳۲ء میں نیشنل کانگریس میں شامل ہو چکے تھے۔ اس سے قبل وہ بحیثیت صدر مسلم کانفرنس جب راجوری پہنچے تو انہوں نے راجوری کے مسلمانوں کو دیدہ دل فرشِ راہ کئے ہوئے پایا۔ وہ اپنی ذہنی افتاد کی وجہ سے اسے اپنی ذاتی مقبولیت سمجھ بیٹھے اور اس بات کو بھول گئے کہ راجوری کے مسلمانوں نے شیخ عبداللہ کا والہانہ استقبال نہیں کیا بلکہ صدر مسلم کانفرنس کا استقبال کیا تھا۔“

آگے چوہدری غلام عباس مرحوم کی زبانی سنیے:

”شیخ عبداللہ نے اپنی پرانی ہردلعزیزی کے گھمنڈ میں راجوری کا پروگرام بنایا مگر اس دفعہ اس قدر پٹے کہ لہولہان ہو گئے اور پولیس کی

معیت میں راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلے۔ یہ واقعہ فروری ۱۹۴۳ء کا ہے۔

حضرت شیخ اپنے ناستک ساتھ بدھ سنگھ اور مولوی محمد سعید اور چند دیگر جاں نثاران کے ہمراہ راجوری وارد ہوئے اور جلسہ عام کا اعلان ہوا۔ حکومت کی مشینری اور کشمیری نژاد مسلمان جلسہ کو کامیاب کرانے میں مصروف ہو گئے۔

مرزا اندیر حسین ریٹائرڈ سیشن جج میرپور اُن دنوں راجوری میں وکالت کرتے تھے۔ مرزا فقیر محمد مسلم کانفرنس کے ڈسٹرکٹ سیکریٹری تھے۔ عبدالعزیز شال گر، کاظم حسین شاہ پولیس مین، مرزا مطیع اللہ جو محکمہ مال میں ملازم تھے، انہوں نے جلسہ کو ناکام بنانے کا تہیہ کر لیا۔ شیخ صاحب کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ مولوی سعید اور بدھ سنگھ کی تقاریر کے بعد حضرت شیخ کی باری آئی۔ انہوں نے کھڑے ہو کر نیشنل کانفرنس کی مدح میں مصرع طرح اُٹھایا اور کہنے لگے کہ مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کرنے کی تائید چوہدری صاحب اور ساغر صاحب نے بھی کی تھی۔ آج وہ اس موقف سے کیوں ہٹ گئے ہیں، وہ غدار ہیں۔ ابھی شیخ صاحب کی زبان سے یہ جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ جلال خاندان کے ایک منحنی سے نوجوان مولوی اللہ داد (برادر مرزا عبداللطیف) نے کھڑے ہو کر کہا: غدار وہ نہیں تم ہو جس نے قرآن پر حلف اُٹھا کر مسلمانوں سے غداری کی ہے۔ شیخ جی کو یہ سننے کی تاب کہاں، اسٹیج سے اتر کر اتر کر اپنی مقبولیت کے زعم میں مولوی اللہ داد کی طرف لپکے اور انہیں گریبان سے پکڑ لیا۔ مرزا عبدالغنی نامی ایک نوجوان آڑے آیا کہ مولوی اللہ داد کو بچائے۔ شیخ نے بھرتے ہوئے مرزا عبدالغنی کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ جواب میں شیخ صاحب کے سر پر لاٹھی کا ایک

بھرپور وار پڑا۔ اس کے بعد حضرت شیخ جوتوں کی بارش میں حفاظتی پولیس کی طرف بھاگ نکلے۔ اس دھینگا مشتی میں شیخ کے چند ساتھیوں کی بھی تواضع ہوئی اور مسلم کانفرنس کے رضا کاروں کو بھی چوٹیں آئیں۔ جن میں سے سید احمد شاہ آف کھٹکھڑی اور مرزا عبدالغنی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت شیخ پولیس کے حصار میں ڈاک بنگلہ پہنچے۔

چوہدری غلام عباس مرحوم نے اپنی تالیف ”کشمکش“ میں ان تمام واقعات کو بیان کیا ہے۔

ڈاک بنگلہ میں پہنچ کر حضرت شیخ نے مرزا فقیر محمد کو پیغام بھیجا کہ مجھ سے ملے۔ موصوف نے انکار کر دیا مگر مرزا اندر حسین صاحب نے کہا آپ بے فکر ہو کر جائیں۔ اگر شیخ نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو وہ یہاں سے سلامت واپس جانے کے نہیں۔

مرزا فقیر محمد عبدالعزیز شال گر کی معیت میں حضرت شیخ کے ہاں پہنچے۔ شیخ صاحب نے کہا دیکھو مرزا صاحب نیشنل کانفرنس کو وزیراعظم گوپال سوامی کی حکومت کی آشیرداد حاصل ہے۔ اگر تم نیشنل کانفرنس میں شامل ہو جاؤ گے تو ہمیشہ کیلئے اس ضلع سے ممبر اسمبلی بنتے رہو گے۔ ساتھ ہی ایک مسودہ مرزا صاحب کے سامنے رکھا کہ اس پر دستخط کر دو۔ مرزا صاحب نے قابل اعتراض جملے قلم زن کرنا شروع کئے تو حضرت شیخ نے پھرتے ہوئے کہا مولوی سعید ٹھیک کہتا تھا کہ تم جموں صوبہ کے دوسرے ساغر ہو۔ پھر لاسہ لگا کر چوہدری صاحب کے متعلق کچھ کہنا چاہا کہ مرزا صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت شیخ نے آخری پانسہ پھینکا کہ اس واقعہ کا ذکر اخبارات میں نہیں آنا چاہیے۔ مگر مرحوم عبدالمجید قریشی ایڈیٹر جمہور نے جو اُس وقت مسلم کانفرنس کے فعال رکن تھے، یہ واقعہ پنجاب کے تمام اخبارات میں شائع کر دیا جو تاریخ کا ایک باب بن گیا۔

ہری سنگھ کی استدعا پر مسٹر گاندھی نے خصوصی طور پر گوپال سوامی آئیگر کو ریاست میں اسلئے

بھجوا یا تھا کہ مسلم کانفرنس کا وجود ختم کیا جائے۔ گوپال سوامی کا جادو شیخ پر چل گیا اور اُس نے سمجھ لیا کہ ریاست میں مسلم کانفرنس کا وجود ختم ہو گیا ہے مگر راجپوری کے اس واقعہ نے ریاستی مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کیلئے کٹ مرنے کے جذبہ کو دو آتشہ بنا دیا اور حضرت شیخ آج تک چانکیائی سیاست کی چوکھٹوں کی جبہ سائی کر رہے ہیں۔

دوسری عظیم عالمگیر جنگ شروع ہو چکی تھی۔ ہندوستانی نیشنل کانگریس نے مقاطعہ کی تحریک شروع کی مگر اُس کا اثر اُلٹا ہوا۔ لوگ دھڑا دھڑا فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ ریاست جموں و کشمیر کے ہزاروں مسلمان نوجوانوں نے جنگ میں شرکت کی تھی۔ لڑائی میں انگریزوں کی جیت ہوئی مگر ہندوستان سے انہیں اپنے پاؤں اکھڑتے نظر آئے۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے نیتاؤں کی نیتوں میں پہلے ہی فتور تھا، اب وہ ابھر کر سامنے آ گیا۔

قائد اعظم محمد علی جناح کی آواز پر ہندوستانی مسلمان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سامنے آئے۔ فرنگی قیادت کا جھکاؤ بھی نیشنل کانگریس کی طرف تھا۔ مگر قائد اعظم کی قیادت ہندوؤں کی طرح کسی نہیں تھی بلکہ وہی تھی۔ اور قائد اعظم کی اس وہی قیادت کی بصیرت نے انگریز اور ہندو دونوں کو سیاست کے میدان میں شکست فاش دی اور کڑوا رضحی کے نقشہ پر ایک نئی اسلامی مملکت ابھر کر سامنے آ گئی۔

انگریز نے جاتے جاتے مسلمانوں کی اکثریت کا ضلع گورداسپور ہندوؤں کی گود میں ڈال کر ریاست کیلئے ایک عظیم المیہ کی بنیاد رکھی۔ اب ہندوستان کے بھارت اور پاکستان دو حصے ہو گئے۔ بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا اور اس کی بازگشت ہمالہ سے نکراتی ہوئی ریاست کی وادیوں میں گونجنے لگی۔

ہری سنگھ نے پٹیا لہ اور کپورتھلہ کی سکھ ریاستوں سے ہزاروں فوجیوں کے علاوہ راشٹریہ سیوک سنگھ اور راشٹریہ سیوا دل کے ہزاروں ہندو اور سکھ ریاست میں منگوا کر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ جموں میں پروفیسر عبدالرشید، پروفیسر مقبول احمد، انسپکٹر پولیس راجہ صحبت علی خان دن دھاڑے سر بازار شہید کر دیئے گئے۔ سید دولت حسین، رائے گلزار حسین، سلطان محمد مظفر خان سول جج کے علاوہ بیسیوں سربراہ آوردہ مسلمان ریاستی بہمت کا شکار ہو گئے۔

جموں، کھٹوعہ، اودھم پور میں ہندو اکثریت میں تھے۔ ان اضلاع میں بے دریغ مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ پونچھ، راجوری، کوٹلی، میرپور اور بھمبر کی ہندو آبادی محصور ہو کر رہ گئی۔ میرپور اور بھمبر پہلے بلے میں ہی ختم ہو گئے۔ کوٹلی کے ہندوؤں کو ملٹری کی حفاظت میں راؤرتن سنگھ اور بلد یو سنگھ بچا کر جموں لے گئے۔ راجوری اور پونچھ کے ہندو نہ بھاگ سکے۔ راجوری کا ہندو تحصیلدار اور سکھ مجسٹریٹ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

تراڑکھل کے مقام پر آزاد جموں و کشمیر گورنمنٹ کی بنیاد رکھی گئی اور سردار محمد ابراہیم خان بار ایٹ لاء آزاد کشمیر کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ راجوری کے مسلمانوں کی نظریں مرزا محمد حسین مرحوم کی طرف اٹھنے لگیں۔

راجوری کی فتح سے دو دن پہلے حاجی نوران شاہ آف لاہ کے مکان پر علاقہ کے سربراہ آوردہ اشخاص کی ایک میٹنگ ہوئی۔ مرحوم نے یہ خوشخبری سنائی کہ آزاد فوج کا ایک دستہ زیر قیادت کیپٹن رحمت اللہ خان کراٹیاں پہنچ چکا ہے۔ کیپٹن صاحب کے ہمراہ آنریری کمانڈر انچیف سردار سخی دلیر بھی اپنے مجاہدوں کے ایک دستے کے ہمراہ موجود ہیں۔ کیپٹن صاحب سے رابطہ قائم کرنے کیلئے مرزا صاحب نے میرا (فیض عالم) نام تجویز کیا۔

کراٹیاں راجوری سے مغرب کی طرف اڑھائی میل کے فاصلہ پر جلال خاندان کا ایک گاؤں ہے۔ وہاں پہنچنے کیلئے مجھے راجوری سے دو میل جنوب پھلیانہ سے ہو کر جانا پڑا۔ شیخ عبدالغنی کے گھر شام کا کھانا کھا کر شیخ مہدی حسن کے ہمراہ چھپرہ کا جنگل عبور کر کے بارہ بجے کراٹیاں پہنچا اور کیپٹن رحمت اللہ کے سامنے صورت حال پیش کی۔ موصوف نے کہا ہم قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود کل رات شہر پر حملہ کر دیں گے۔ مرزا صاحب کو میرا پیغام پہنچا دیکھنے کی جس قدر زیادہ مجاہد مدد کیلئے فراہم کر سکیں کریں۔

شہر کی مسلمان آبادی باہر دیہات میں منتقل ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کی املاک کی حفاظت کیلئے شیخ ضیاء الدین انسپکٹر پولیس، مرزا فقیر محمد، مرزا مطیع اللہ خان، مرزا محمد خان، مرزا وزیر حسین شہر میں مقیم تھے۔ اُن کی یہ کوشش بھی تھی کہ شہر کی ہندو آبادی جو اُس وقت پچاس ہزار سے متجاوز ہو چکی تھی، اور گورکھا ملٹری کا کچھ عملہ بھی شہر کی حفاظت کیلئے موجود تھا اُن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنی بھی مطلوب تھی، مگر ہندوؤں کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔

اُسی روز کیپٹن رحمت اللہ نے ایک ہندو اچھوت کے ذریعہ تحصیلدار راجوری کو الٹی میٹم دیا: ”آزاد کشمیر کی آرمی راجوری شہر کو اپنے گھیرے میں لے چکی ہے۔ اگر شہر کی ہندو آبادی نہتی ہو کر شہر سے باہر نکل کر لڑی یا بید کہ کے میدان میں آجائے تو اس کے جان و مال کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں ورنہ ہم بزور شہر پر قبضہ کر لیں گے۔“

تحصیلدار بغیر کسی اور کو اطلاع دیئے بھاگ گیا اور مقامی ہندو آبادی کے سرکردہ افراد کو اس الٹی میٹم کی خبر نہ مل سکی۔ انہوں نے از خود زنگھ داس وکیل کی قیادت میں مرزا فقیر محمد اور مرزا مطیع اللہ سے رابطہ قائم کر کے کہا:

۱۔ ہمیں امان دی جائے۔ ہم مسلمان ہونے کو تیار ہیں اور ہمیں پاکستان کی رعیت بنالیا جائے۔

۲۔ یا ہمیں بقدر ضرورت زادراہ ہمراہ لیکر یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی جائے۔ ہم تین کروڑ نفد اور دیگر املاک آزاد جموں و کشمیر حکومت کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔

مرزا فقیر محمد اور مرزا مطیع اللہ نے اُن سے وعدہ کیا کہ ہم تمہاری پیشکش مجاہدین کے کمانڈران کو پیش کر دیں گے۔ اس اثناء میں قریشی محمد حسین، محمد فیروز گلکھڑ اور شمس الدین ایک پیغام لیکر آئے کہ کیپٹن سید علی احمد شاہ وزیر دفاع اور سردار فتح محمد کریلوی جو کراٹیاں پہنچ گئے ہیں، آپ اُن کے پاس پہنچ جائیں۔ جونہی یہ دونوں اصحاب کراٹیاں پہنچے، اُنہیں ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کرنے کے الزام میں زیر حراست لے لیا گیا۔ بڑی رد و قدح کے بعد فوجی کمانڈروں نے اُن کی باتیں سنیں۔ کیپٹن رحمت اللہ کے سامنے راجوری کے ہندوؤں کی شرائط پیش کی گئیں تو موصوف نے کہا:

۱۔ پاکستان کی رعیت بنانے کا اُنہیں اختیار نہیں۔ نیز بحالات موجودہ اُن کا قبول اسلام بھی قابلِ اعتماد نہیں۔

۲۔ اگر اُنہیں صحیح سلامت نکل جانے دیا گیا تو ڈوگرہ حکومت کے لئے یہ لوگ باعثِ تقویت ہوں گے۔

۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء کو رات کے دس بجے شہر پر حملہ کر دیا گیا۔ شہر سے جنوب کی طرف چھبہرہ کے جنگل میں سردار بختی دلیر کے مجاہد گھات میں تھے۔ صبح سات آٹھ بجے تک شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اکاڈ کا ڈوگرہ یا گورکھا فوجی بارہ بجے تک ختم ہو گئے۔

سید رسول شاہ ایک ڈوگرہ کی نشانہ بن کر شہید ہو گئے۔ دن کے دو بجے کے بعد تحصیل کی قلعہ نما عمارت میں محصور ہندوؤں نے اپنی نوجوان عورتوں کا قتل عام شروع کر دیا اور خود بھی سینکڑوں کی تعداد میں خودکشی کر گئے۔

۱۲ نومبر کا پورا دن معرکہ کارزار کی نذر ہو گیا۔ ۱۳ نومبر حفظ ماتقدم کی بحث و تمحیص میں گزر گیا اور فیصلہ ہوا کہ کیپٹن رحمت اللہ مقامی فوجیوں کو ہمراہ لیکر نوشہرہ کے محاذ پر پہنچ جائیں۔

۱۴ نومبر کو ایک عارضی سول ایڈمنسٹریشن قائم ہوئی۔ مرزا محمد حسین مرحوم اس سول ایڈمنسٹریشن کے سربراہ منتخب ہوئے اور مرزا عطاء اللہ خان مرحوم، میجر عطا محمد خان مرحوم، ملک نعمت اللہ آف درہال، مرزا فقیر محمد راجوری، چوہدری دیوان علی مرحوم، مرزا مطیع اللہ خان، سید عبداللہ شاہ آزاد کو ایگزیکٹو کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا۔

یہ سول ایڈمنسٹریشن نومبر ۱۹۴۷ء سے اپریل ۱۹۴۸ء تک برسرِ اقتدار رہی۔ اس عرصہ میں بار بار صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی کوششیں کی گئیں کہ راجوری کے حالات کا جائزہ لیکر ضروریات کے مطابق اس محاذ کی طرف توجہ دی جائے۔ مگر صدائے برنخواست نہایت نامساعد حالات میں جبکہ بیرونی دُنیا سے راجوری کا رابطہ کٹ چکا تھا، کرنل رحمت اللہ خان سلہریا نوشہرہ، کرنل علی بہادر خان ریاسی، کرنل محمد شیر خان رچھواہ اور راجل کوٹ کے محاذات پر مصروف جہاد رہے۔ کرنل محمد اسلم خان ایریا کمانڈر محاذ اور سول انتظامیہ کی نہایت دیانتداری اور خلوص سے نگرانی کرتے رہے مگر بیرونی تعاون کے بغیر مقامی مجاہد کب تک ہندوستان کی منظم آرمی کے سامنے بند باندھ سکتے تھے۔ اس ششماہی جنگ میں اکاؤنٹ کا جھڑپوں میں بعض ایسے مناظر دیکھنے میں آئے جنہوں نے قرونِ اولیٰ کے مسلمان مجاہدین کی یاد تازہ کر دی تھی۔

میں اسے راجوری کے مسلمانوں کی بد نصیبی نہیں بلکہ تمام ریاست کے مسلمانوں کی بد قسمتی کہوں گا کہ چھ مہینے بھوکے، ننگے، سردی سے ٹھٹھرتے مجاہدین اور شہداء کی قربانیاں اس مادی دنیا کی نظروں میں رائیگاں گئیں۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اُس وقت کی آزاد کشمیر کی ایڈمنسٹریشن اگر ٹائیس، نوشہرہ، گول، راجلکوٹ کے محاذات پر لڑنے والے مجاہدین کی زبانی ہی حوصلہ افزائی کرتی تو راجوری کا سقوط کبھی عمل میں نہ آتا۔

۱۳ اپریل ۱۹۴۸ء کو پورے چھ ماہ بعد ہندوستانی فوج کا ندی دل راجوری پہنچ گیا۔ چند ایک مقامات پر مسلمان مجاہدین نے اپنے طور پر قدم جمانے کی کوششیں کیں مگر اُن کی حیثیت طوفانی ہواؤں کے سامنے گھاس کے چند تنکے ہو کر رہ گئی۔

جہاں گیری سے ہے مشکل کہیں کارِ جہاں بانی:

یہ پوچھنے کی جرأت کس میں تھی کہ جو لوگ لگاتار چھ ماہ تک ہر قسم کے مادی وسائل کے فقدان کے باوجود ہندوستان کی ہر قسم کے آتشیں اسلحہ سے لیس آرمی کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے اور اُن کی چیخ و پکار کے باوجود نوشہرہ، رچھواہ اور گول کے اہم ترین محاذات کو نظر انداز کئے رکھا۔ اور اب۔۔۔۔ جبکہ وہ اپنے بچوں، عورتوں اور کنبوں کو اپنی سربراہی میں لے کر پاکستان میں پہنچنے پر سردھڑکی بازی لگائے ہوئے ہیں اُن کے مجاہدانہ کارناموں کا صلہ؟

انہیں ایام میں چوہدری غلام عباس مرحوم جموں جیل سے رہا ہو کر پاکستان پہنچے۔ راجوری کے سقوط کی خبر سن کر سخت تلملے اور متاسف ہوئے مگر

تیراز کماں رفتہ باز نہ آید

چوہدری صاحب مرحوم اور سردار محمد ابراہیم صدر آزاد کشمیر کی مداخلت سے زعمائے راجوری کو آزادی ملی۔

دسمبر ۱۹۴۸ء تک راجوری کے باقی علاقے درہال ماکاں، تھنہ، چارکوٹ، لکھوتی اور سوبانہ ایک ایک کر کے مجاہدین کے قبضہ سے نکل گئے۔ پونچھ ابھی تک محاصرے میں تھا۔ انڈین آرمی نے راجوری سے پونچھ تک کا تمام علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا اور پونچھ تک کے علاقے پر ہندوستانی حکومت کا قبضہ ہو گیا۔ بیرونی حکومتوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے کہ کشمیری مسلمان ہندوستان کے ساتھ ہیں، حضرت شیخ وقبوضہ کشمیر کی وزارت کے سنگھاسن پر بٹھا دیا۔

سقوط راجوری کے بعد:

آزاد مجاہد پلٹ پلٹ کر جھپٹتے اور جھپٹ جھپٹ کر پلٹتے رہے۔ مگر مرکز غنقا اور سول ایڈمنسٹریشن ختم وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

لیفٹیننٹ مرزا شاہ ولی اور موصوف کے ساتھیوں نے اپنے آبائی گاؤں کراٹیاں کی چوٹیوں پر اپنے آپ کو آخری داؤ پر لگا دیا، مگر شدید زخمی ہو کر پیچھے ہٹ گئے اور اسی زخم سے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ راجہ میر محمد حوالدار بھی شہید ہوئے۔ مرزا عطاء اللہ خان مرحوم ایم۔ ایل اے اور سید عبداللہ شاہ آزاد پیر پخال کی وادیوں کی طرف نکل گئے۔ مرزا محمد حسین مرحوم، جنرل محمد زمان کیانی اور سردار فتح محمد خان ایم ایل اے کو آزاد کشمیر حکومت کے صدر مقام پر طلب کیا گیا۔

مرزا فقیر محمد اور مرزا وزیر حسین نمبردار ایتی کو میر پور آتے ہوئے ملٹری سیکورٹی نے حراست میں لے لیا اور تیرہ روز قاضی باقر سیکٹر میں نظر بند کئے رکھا۔ میر پور کے قاضی محمد بشیر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مرزا عبداللطیف کو پنڈی سنہر وال کے مقام پر قید کر لیا۔ کرنل محمد اسلم خان ایریا کمانڈر سے چارج لے کر کرنل رحمت اللہ کے حوالے کر دیا۔ بتایا یہ گیا کہ ان لوگوں نے مرزا محمد حسین مرحوم سے مل کر راجوری کو فروخت کر دیا ہے۔

ایک طرف راجوری کے ہزاروں مہاجر اپنے کنبوں کے ہمراہ جنگل، پہاڑ، ندی نالے اور سنگلاخ چٹانیں عبور کر کے پاکستان کی طرف لپک رہے تھے۔ دوسری طرف آزاد کشمیر گورنمنٹ راجوری کے زعماء کے خلاف غداری کے مقدمات کی تیار کر رہی تھی۔

ہم نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا:

ہندوستانی افواج کی یلغار کے وقت راجوری کے مسلمانوں کے پیش نظر وجدانی طور پر ہجرت نہ تھی بلکہ پناہ گزینی تھی۔ وہ قرآنی زبان کے کلمات مُتَحِیْزًا اِلَیْ فِتْنَةٍ اور مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالِ^(۱) سے علمی طور پر ناواقف تھے۔ مگر ان کلمات کے معانی، مفہوم اور حقائق کے ادراک سے ان کے دل لبریز تھے۔ اسی لئے جو مجاہد اپنا مورچہ چھوڑ کر اپنے زیر کفالت کنبوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کیلئے آئے وہ دیوانہ وار محاذ کی طرف پلٹے اور جو لڑائی کی اہلیت سے کورے تھے اُن کے دلی جذبات بھی عملاً جہاد میں شامل ہونے والوں سے کم نہ تھے۔ یہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ ہم نہایت بے مائیگی کی حالت میں جنگ لڑ رہے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنے جذبہ حریت کے بل بوتے پر انڈین آرمی اور انڈین انیر فورس کا دم خم توڑ کر رکھ دیا۔

(۱) یہ کلمات سورۃ انفال کی سولہویں آیت کا ایک حصہ ہیں۔ فلسفہ جہاد سے متعلق چند دعویٰ اور سولہویں آیت میں جو حقیقت بیان کی گئی، کشمیری مسلمانوں کیلئے اُس سے گریز اللہ کے غضب کا موجب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ”اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دُوبدو مقابل ہو جاؤ تو اُن سے پشت مت پھیرنا۔“ (۱۵) اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پیسٹر ابدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (۱۶)

ان آیات کی تفسیر بالکل واضح ہے۔ میدان جنگ سے پیچھے ہٹنا صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ دشمن کو پیچھے لگا کر بھاگے اور گھات میں ہو کر اُس پر حملہ کرے یا امیر لشکر کے پاس تازہ دم ہونے پہنچے اور دوبارہ حملہ کرے۔ تیسری صورت میں بھاگنے والا اللہ کے غضب کا مستحق اور جہنمی ہے۔

قائد اعظم کو اس بات کا پورا ادراک تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں ہم کمزور ہیں لیکن وہ اس حقیقت کو خوب جانتے تھے کہ مسلمان خُریت پسندوں کا جذبہ نفری اور اسلحہ کی کمی کو محسوس نہیں ہونے دے گا۔ اس جذبہ کے پس منظر میں قائد اعظم کے انداز میں جارحیت تھی۔ ان کے احکام واضح اور دو ٹوک تھے۔ مگر پاکستان اور خصوصاً کشمیر کی بد نصیبی کہ اس جہاد خُریت کے دوران قائد اعظم چل بے۔ اُن کے جانشین (لیاقت علی خان) نے پہلا کام یہ کیا کہ کشمیر میں فائر بندی کی بات چیت شروع کر دی۔

قائد ملت چوہدری غلام عباس مرحوم فائر بندی کے خلاف کراچی سے واک آؤٹ کر کے سیالکوٹ آ گئے۔ اُس وقت کراچی پاکستان کا صدر مقام تھا۔ اور ایسے وقت میں نہرو کی جنگ بندی کی پیش کش قبول کر لی گئی جب ہمارے توپ خانے کے گولے جموں کے بھارتی ہیڈ کوارٹر میں پیٹرول، اسلحہ بارود اور سپلائی کے ذخیروں کو تباہ کر رہے تھے اور انڈین آرمی جموں، اکھنور روڈ بلاک ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر راجوری اور پونچھ سیکٹر سے اپنی آرمی کو واپس بلانے کی طرح ڈال چکی تھی۔

کوئی فوجی جرنیل اور کوئی جوان اُس وقت دشمن کو بخشنے کیلئے تیار نہیں ہوتا جب فتح یقینی صورت اختیار کر لے۔ مگر ہمارے اُس وقت کے حکمران نے کشمیر، کشمیری مجاہدین کے ہاتھوں سے چھین کر بھارت کو دے دیا۔ سردار محمد ابراہیم صدر حکومت آزاد کشمیر اُس اجلاس میں موجود تھے۔

جنگ بندی کو قبول کرنے والے تو چل بے مگر اُن کی سزا آج تک تمام پاکستان والے بُھکت رہے ہیں۔ طرز یہ کہ ریاستی پناہ گزینوں کے مجاہدانہ جذبات کو ٹھنڈا کرنے اور اُن کی مجاہدانہ سپرٹ کو ختم کرنے کیلئے اُنہیں اس طریقے سے الاٹ منٹوں کے چکر میں پھنسا یا کہ آج بھی نسل اپنے

اُن وظائف کو بھی بھول چکی ہے

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں کھلونے دیکے بہلایا گیا ہوں

سنئے بہ نژاد نو:

کشمیری پناہ گزینوں کی نئی پود جو آزاد کشمیر اور پاکستان میں جوانی کی حدود سے گذر کر صاحب اولاد ہو چکی ہے اُسے کشمیر کے سرسبز میدانوں، برف پوش پہاڑوں اور اُن کی سرسبز و شاداب وادیوں، حسین مرغزاروں، اُلتے ہوئے سیماب آسا چشموں، شفاف پانیوں سے لبریز جھیلوں کے نظاروں کا کیا علم۔

اکثر آشنائے راز اپنے وطن کی باز دید کی تمنائیں اور حسرتیں اپنے دلوں میں مدفون کئے چل بسے اور جو باقی ہیں تیار بیٹھے ہیں۔ اس تیس سال کے عرصہ میں ریاستی پناہ گزینوں نے چند بار اپنے آپ کو اس آتش و خون کے سمندر میں پھینک دینے کیلئے تیار کیا مگر حکمرانوں کی ساحری نے پھر اُنہیں سلا دیا۔ ۱۹۶۵ء میں گوریلوں کے چند کالموں نے مقبوضہ کشمیر میں سینکڑوں مربع میل پر قبضہ کر لیا مگر چانکیائی سیاست نے گوریلوں کی کارروائیوں سے ہر اس ہوا کو پاکستان کو جنگ میں الجھا دیا۔

اسے حالات کی ستم ظریفی کہیے یا خداوندانِ پاکستان کی مصلحت کو شانہ پالیسی کہ یہاں پہنچ کر پرانے رندانِ سرمست گوشہ نشینی پر مجبور ہو گئے۔ مگر بمصداق کہ

فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

وادِیِ حریت کے کچھ رہے رو مثلاً سید عبداللہ شاہ آزاد، حیدر شاہ غالب، مولوی عبدالعزیز راجوری، مرزا عبداللطیف خاں، سید عنایت اللہ رعنا کافور وغیرہم اور اُن کے ایثار پیشہ ساتھی

اس خلا کو پورا کر رہے ہیں۔

ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا:

ہم نے یہاں آکر اپنی تہذیب کھوئی، سادگی کھوئی، اخلاص و ایثار کے جذبات کھوئے، اخوت و مروت، احسان و رواداری کی سپرٹ کھوئی اور وقتی طور پر اپنا وطن بھی کھو دیا۔
میں ایک ایسی بے خودی چاہتا ہوں جس میں وہ سب کچھ بھول جاؤں جو اس جنتِ نظیرِ خطے کی وادیوں کے تصور کو بار بار اپنے ذہن کے گوشوں سے جھٹک جھٹک کر خالی الذہن کر دے۔

مگر ”یادِ ماضی عذاب ہے یارب“ سے چھٹکارا ناممکن۔ وجدان کہتا ہے اے بدنصیب انسان! یہی تو تمہارا سرمایہ سرمدی ہے۔ اسے بھولنے کے بعد تم ایک انسان کہلانے کے مستحق بھی نہیں رہو گے، چہ جائیکہ مسلمان!

اب کچھ کچھ اس غم کا مداوا اس صورت میں ڈھارس دیتا نظر آتا ہے اور میری آنکھوں کے سامنے چند ہیولے ابھرنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ بڑھتے بڑھتے کہیں علم و فضل کے میناروں کی شکلیں اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ کہیں دربارداری کے بلند مناصب پر متمکن نظر آتے ہیں کہیں انہیں چپ راست کی دنیا میں طارق اور محمد بن قاسم کی صورتوں میں جلوہ گرد یکھتا ہوں۔
ان لوگوں کو ایسے بلند مناصب پر دیکھ کر سر نیاز بے اختیار اللہ کے حضور جھک جاتا ہے اور بے اختیار زبان پر یہ کلمات جاری ہو جاتے ہیں: اللہ العالمین کیا خاک پاک راجور کے ذروں میں ایسے ایسے گہر ہائے آبدار پوشیدہ تھے۔ موتی کی آب و تاب پیپی سے نکلنے پر ہی نظر آتی ہے۔

لعل و گوہر تار یک ترین کانوں سے نکل کر ہی شہنشاہوں کے تاجوں کی زینت بنتے ہیں۔ لیجئے
چند ایک سے آپ کا بھی تعارف ہو جائے:

وہ دیکھئے سامنے ریٹائرڈ کرنل مرزا منیر حسین، ریٹائرڈ میجر محمد خان، کرنل عبدالرحمن،
کرنل محمد اکرام ہاشمی، ریٹائرڈ میجر عبدالعزیز، مرزا عبدالعزیز لیفٹیننٹ پاک نیوی، مرزا طارق
محمود لیفٹیننٹ پاک نیوی، ریٹائرڈ میجر رحمت اللہ خان پاکستانی عظمت کا جھنڈا تھامے اٹن شن
کھڑے ہیں۔

نظر اٹھائیے اور ذرا فاصلے پر واقع اُن عمارات کے اندر جھانک کر دیکھئے یہ کون ہستیاں
ہیں جو عدالت ہائے انصاف کی کرسیوں کو زینت دیئے ہوئے ہیں۔

مرزا محمد نذیر حسین ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر، شیخ عبدالمجید مجسٹریٹ درجہ اول کوٹلی، مرزا جاوید اقبال اے
سی کوٹلی، چوہدری مقبول احمد رضا اسٹنٹ رجسٹرار کو آپریٹو سوسائٹیز میرپور، محمد یعقوب
ڈسٹرکٹ انکم ٹیکس آفیسر مظفر آباد، مرزا زید اللہ خان مجسٹریٹ مظفر آباد، راجہ بشیر احمد اے ڈی ایم
مظفر آباد، چوہدری لال دین عارف ریٹائرڈ آفیسر مال میرپور، راجہ محمد افضل خان مجسٹریٹ جہلم،
قاضی رحمت اللہ پولیس آفیسر مظفر آباد۔

قانون کے میدان میں راجہ خورشید عالم مرحوم صدر بار ایسوسی ایشن لاہور، ملک
عبدالرحمن ایم اے ایل ایل بی مظفر آباد، چوہدری نعیم ایڈوکیٹ لاہور، مرزا اہدایت اللہ ایڈوکیٹ
میرپور، مرزا منیر احمد ایڈوکیٹ لاہور، مرزا اشفاق احمد بی کام جہلم، مرزا محمد افضل بیگ
گوجرانوالہ۔

تعلیمی میدان میں مرزا محمد زمان چغتائی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر، مرزا احمد دین مغل لیکچرار افضل

پور، مرزا محمد اقبال لکچرار میرپور، مرزا عبدالغفور لکچرار میرپور، راجہ محمد ایوب لکچرار پلندری،
مرزا قمر لکچرار پلندری، حاجی عبدالرشید اسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر میرپور، پروفیسر محمد سعادت
لاہور اور سب سے اہم تر مسٹر عمیم الاحسان ڈائریکٹر پاکستان سویڈش انسٹی ٹیوٹ گجرات جو
سیلف میڈ کا زندہ شاہکار ہیں۔

آرٹ میں عبدالرشید بٹ آرٹسٹ پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد، چوہدری غلام احمد
رضا مرحوم وزیر تعلیم آزاد کشمیر، سید عبداللہ شاہ سابق وزیر تعلیم آزاد کشمیر، مسٹر فیض رسول چغتائی
سعودی عربین انٹرنیشنل جده۔

ادب، خطابت، شاعری اور قیادت میں، چوہدری فخر الدین احمد مرحوم، مولوی
عبدالعزیز راجوری، مرزا مطیع اللہ خان رعنا، ادیب العصر شیخ عبدالعزیز علانی، مولوی مہر دین
قمر مرحوم، مولانا محمد اسماعیل ذبیح، حافظ محمد شفیع فاضل جامعہ اشرفیہ۔
طبابت کی دنیا میں ڈاکٹر ملک رحمت اللہ جھنگ، حکیم سید طفیل حسین شاہ بی اے جہلم۔



حرفِ آخر

مجھے اپنی معلومات کے فقدان کا احساس ہے۔ معلوم نہیں کس کس مقام پر کون کون سی ہستیاں کن کن مناصب کو زینت بخش رہی ہیں۔

۱۔ اگر خاکِ پاک ”راجوری“ سے تعلق رکھنے والے اصحاب نے اس سلسلہ میں تعاون کیا تو ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں یہ خلا نہیں رہے گا اور اگر احباب اپنے فوٹو بھی بھجوا سکیں تو وہ بھی شامل اشاعت ہوں گے۔

۲۔ میں چاہتا ہوں کہ جہلم، گجرات یا راولپنڈی کے مقام پر ”راجوری ہال“ یا کسی اور مناسب نام سے ایک عمارت تعمیر کی جائے۔ جہاں خصوصی طور پر مقبوضہ کشمیر کے اُن مہاجرین کیلئے عارضی قیام کا انتظام ہو جو کاروباری یا عدالتی سلسلہ میں ہوٹلوں میں جاگزیں ہونے پر مجبور ہوتے ہیں۔

۳۔ ہو سکتا ہے وہی مقام کسی قسم کے سیاسی اختلافات سے ہٹ کر آپس میں مل بیٹھنے کا مرکزی مقام ثابت ہو۔

تحریک حریت کشمیر ابھی تک کسی موڑ پر نہیں پہنچی۔ نئی پود میں بڑے بڑے صاحب ادراک پیدا ہو چکے ہیں۔ وہ ڈوگرہ سامراج کے عہد شباب کے جور و ستم اور جبر و استبداد کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اُس دور میں کلمہ حق کہنا تختہ دار کا پھندا اپنے گلے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ اُس دور کے جو چند ہمسفر باقی رہ گئے ہیں انہیں سیاست کی بازیگری نے منقار زیر پر رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب تحریک حریت کشمیر کو زندہ اور فعال بنانا نئی پود کا فرض ہے۔

اور میں سلام کہتا ہوں اُن مردانِ احرار کی خدمت میں جو آج تک مقبوضہ کشمیر میں علم حریت بلند کئے ہوئے ہیں۔ ”تحریک حریت کشمیر“ نئی پود کے سر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ دیکھئے اس پود میں سے یہ سہرا کس کے سر بندھتا ہے۔



حکیم فیض عالم صدیقی شہید



ممتاز محقق عالم دین، اہل قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو قج پور مصفاات راجوری (قبضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قج پور میں حاصل کی اور مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی۔ قرطاس و قلم سے تعلق چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا۔ چنانچہ اس دوران آپ نے کشمیر کے جراند چاند، حق، جاوید، پاسان، ملت، جوہر اور اصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست میں آمد کے باعث منقطع ہو گیا۔

۱۹۳۷ء میں آپ قج میں ہجرت ہو گئے۔ اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ آپ کو ضلع کھنود میں جوہندوؤں کا مرکز تھا، مدرس تعلیمات کیا گیا۔ وہاں ہندو مذہب کا پورے ایشیاک کے ساتھ مطالعہ کیا۔ انہی دنوں ”مسلم کانفرنس“ کے احیاء اور مسلم کاڑکی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے۔ طب میں زبردست مہارت حاصل کی۔

۱۹۴۲ء میں الہ آباد سے ادیب کامل اور ۱۹۴۵ء میں پنجاب سے فارسی فاضل کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس طرح طب میں بھی حکومت پاکستان کی طرف سے درجہ اول کے سند یافتہ طبیب تھے۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور معروف کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس کے معتد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ان کے خصوصی ایشیاک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔

ان سیاسی مصروفیات کے باوجود دینی خدمات سے غافل نہیں رہے اور ضلع جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا۔ یہاں سے مولانا جہلم کے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کروایا۔

مولانا فیض عالم صدیقی ایک عالم و زاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند تھے۔ ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہؓ کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مبلغ بھی تھے۔ اسی جذبہ کی بناء پر بعض وفد ان کی تحریریں سلف صالحین کی روش سے بہت جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے مؤثر انداز میں سمجھانے میں ماہر ہیں۔ ان کا طرزِ تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت پائی جاتی ہے۔

حقیق کے میدان میں بڑے نازک مسائل پر قلم اٹھایا۔ روافض و سہائیت ان کا خصوصی موضوع تھا اور اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے۔ ان کی پہلی ہاتھ و تصنیف ”اختلاف امت کا المیہ“ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں نمونہ پیدا ہو گیا۔

ان کی تصانیف میں مقام صحابہؓ، واقعہ کربلا، حضرت رسول، نبات رسول، شہادت ذوالنورین، سلطان لہو و خالد سیف اللہ اور حقیقت مذہب شیعہ قابل ذکر ہیں۔

سید قاسم محمود شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۲۱۸